213

212/231

ایک اشرفی انعام

اُس شخص کو ملیگا جو اس رسالے کے مضامین نمبر ۲ لغایت ۱۲ کی نظیر سوقت کسی رسالہ یا اخبار میں دکھا دے۔ اگر کوئی دکھا نہ سکے تو پھر انصاف سے کہا جاوے کہ اب رسالے کا اڈیٹر لائق پنشن ہو گیا ہے جیسا کہ شتاب سند کہتا ہے

اشاعۃ السُّنّۃ النبویّۃ

علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر ہفتم لغایۃ دوازدہم — جلد بست و دوم

بابت ۱۳۲۷ھ ہجری مطابق ۱۹۰۹ء

شرح قیمت رسالہ وغیرہ امور کے اس رسالہ کی قیمت عموماً ۱۲ سالانہ ہے قیمت خاص جو ... ہر سال ... ہے ... روپے جنکی آمدنی چالیس روپے ماہوار سے زیادہ نہیں۔ ان سے چھ روپے جنکی دس روپیہ ماہوار ... نہیں ان سے علاوہ تین روپے لئے جاتے ہیں۔ سہ پیشہ شرط ہے کہ پیشگی دیں جو دس روپیہ آمدنی بھی نہیں رکھتے ... استطاعت علمی رکھتے ہیں اور رسالہ کی اشاعت اور خریدار رسالہ بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں ... قیمت دیا جاتا ہے۔ یہ شرح قیمت رسالہ ہر سال رواں کے لئے ہے سالہائے گذشتہ کی قیمت حسب شرح ذیل ہے۔ جلد یا سال اول لغایۃ پنجم کی عام سالانہ قیمت ... جلد یا سال ششم لغایۃ دوازدہم ... سالانہ ہے۔ جلد یا سال سیزدہم لغایۃ نوزدہم کی سالانہ ہے۔ خریدار کل کو چہارم حصہ قیمت معاف خاص قیمت ہر سال گذشتہ مطابق ہر سال رواں۔ ارسال زر بذریعہ منی آرڈر۔ اور خط و کتابت حسب نشان ذیل ہونی چاہیئے۔ ۲۔ نمونہ کا پرچہ بار سال ادنیٰ قیمت ایک پرچہ ہر کو ملسکتا ہے نہ مفت۔ رسالہ پسند نہ ہو تو واپس کر دیں اور قیمت واپس لیں ۳ خط کا جواب جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے۔ جو لوگ اپنا نام و مقام بخط واضح نہ لکھیں گے یا ٹکٹ یا کارڈ ارسال نہ کریں گے جواب نہ پائیں گے۔ ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور۔

فہرست مضامین جلد ھذا

(... سکتے ہیں) ... صفحہ

خریداران و معاونین رسالہ اشاعۃ السنۃ سے اس رسالہ کے متعلق آخری فیصلہ

جلد نمبر ۲۱ رسالہ بابت ۱۹۰۶ء جب ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی۔ تو اس کے صفحہ ۲ پر رسالہ کی بابت معاونین کی خدمت میں گذارش کیگئی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ رسالہ نے ۱۹..ء ... وقت سے پہلے کیا کیا۔ اسوقت وہ کیا کر رہا ہے اور اسکی وجہ کیا ہے۔ اور اس کے دیر سے نکلنے کی نوبت کیا ہے۔ اخیر میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ معاونین چندہ واجبی ادا کر دیں۔ تو آیندہ رسالہ ماہ بماہ لیں۔ اس گذارش کا کافی اثر ظاہر نہ ہوا تو اس دفعہ رسالہ اور بھی دیر سے نکلا ... نہیں کہ وہ گذارش معمولی سمجھ کر غور سے پڑھی نہیں گئی۔ یا پڑھ کر رسالہ کی ماہ بماہ شائع ہو... ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ یا سرے سے رسالہ ہی کی ضرورت اب اعیان قوم کے خیال میں نہیں رہی ... آخری شق صحیح ہے اور اب رسالہ کی ضرورت انکے خیال میں نہیں رہی۔ کیونکہ حشرات الارض کی طرح ... نئے اخبار ... نکل ... ہیں۔ جن ... سے ... اور مجھ آزادی مذہبی پائی جاتی ہے اور وہ آزادی پسند طبائع سے مذہب کا جوا اتارنا چاہتے ہیں۔ لہذا اولڈ فیشن رسائل کی انکو کوئی ضرورت نہیں رہی۔ تو متبعین سنت سید المرسلین اور پیروان صحابہ و تابعین وغیرہ سلف صالحین کی خدمت میں گذارش ہے۔ وہ اس کو توجہ کامل سے سنیں اور آزادی پسند افراد فرقہ کو سنا دیں۔ اور اس آزادی سے انکو بچانے کی کوشش کریں۔ وہ گذارش یہ ہے کہ جیسی رسالہ کی ضرورت اس وقت ہے۔ ویسی پہلے کسی وقت بھی نہیں ہوئی پہلے تو یہ رسالہ مذہب اہل حدیث سے بیرونی حملوں متعصبین مقلدین۔ حنفیہ۔ نیچریہ و مرزائیہ ... مدافعت کرتا تھا۔ ان حملوں سے ان کی روک و تھام کر ... دکو قائم کر دیا۔ اور بڑے ...

آثار سلفیہ و اقوال اجماعیہ چھوڑانا چاہتے ہیں۔ اور ان کو دائرہ اہل سنت والجماعت
سے نکالکر فرقۂ معتزلہ و رفض و خوارج میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اس مذمت میں
وہ ایسا مصروف ہے کہ اس کی نظیر تمام پنجاب و ہندوستان میں وہ خود آپ ہی ہے۔
اور کوئی دوسرا رسالہ یا اخبار یا عالم علماء اہل حدیث سے اس کی مانند مدافعت نہیں
کرسکا۔ اعیان قوم کو اس امر کی تصدیق جلد ۲۰ و ۲۱ کے مضامین اور مضمون نصیحت نامہ
نمبر ۵ (جو رسالہ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ہذا میں درج ہوکر شائع ہوا ہے) ملاحظہ کرنے سے ہوسکتی
ہے۔ ایک جھوٹے مدعی مذہب اہل حدیث نے ایک رسالہ بنام اتباع سلف (جو درحقیقت لا اتباع
سلف ہے) شائع کیا ہے جس میں اصول مذہب اہل حدیث (احادیث صحیحہ و آثار سلفیہ
اور اقوال اجماعیہ) پر اسنے تیز تلوار چلائی تھی۔ اس تلوار کی چمک نے تیس نفر نامی علما
پنجاب و ہندوستان کی (جن میں بعض مقتدا و مشاہیر علماء اہل تصنیف و افتا بھی
ہیں) آنکھوں پر اثر ... اہل ... ایک ... سمجھے اس رسالہ
کے کل مضامین کو تصدیق کردیا۔ جس میں حدیث و آثار و اقوال اجماعیہ کا انکار پایا
جاتا ہے۔ جس کے سبب ان سب علماء کو اسنے آیت الیس منکم رجل رشید کا مصداق
بنادیا ہے۔ اس رسالہ کے رد میں وہ مضمون نصیحت نامہ نمبر ۵ شائع ہوا۔ وہ مضمون شائع
نہ ہوتا تو قریب تھا کہ اس رسالہ کو اجماعی سمجھ کر تمام جماعت اہل حدیث میں صحیح تسلیم
کیا جاتا۔ اور مذہب اہلحدیث سے اتباع احادیث صحیحہ و آثار سلفیہ و اقوال اجماعیہ
کا قمع و قلع ہوجاتا۔ اور مذہب اہل سنت والجماعت ان میں نیست و نابود ہوکر انکا
مذہب خروج و رفض و اعتزال قرار پاتا۔ اس رسالے اور اسکے جواب نصیحت نامہ نمبر ۵
[illegible] کر ہر شخص کو جو مذہب اہل سنت والجماعت کہلاتا اور اتباع حدیث نبوی
جاتا تھا [illegible] پسند کرتا ہو۔ یقین ہوگا کہ اس وقت ملک پنجاب و [illegible]
وہابی قرار دیکر [illegible]
[illegible] رہنے کی ایسی [illegible] کنندہ) خاکسار ایڈیٹر
بڑا اس گروہ کے ایڈوکیٹ [illegible]

ہے۔ اور اس صورت میں اس رسالہ کی مالی امداد پہلے سے زیادہ ان کے ذمہ لازم ہے۔ جو صاحب آگے ایک روپیہ ماہوار چندہ دیتے ہیں۔ وہ اب بشرط گنجایش دو روپیہ کردیں۔ اور جو آٹھ آنہ دیتے تھے۔ تو وہ بشرط مذکور ایک روپیہ کردیں اور جو چار آنہ ماہوار دیتے ہیں وہ بشرط مذکور آٹھ آنے کردیں۔ خصوصاً وہ اصحاب جن کی ماہوار آمدنی چالیس روپیہ سے کم نہیں۔ اور وہ ناواجب رعایت سے فائدہ اٹھا کر صرف ۴ر آنہ ماہوار دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اس رسالہ ضلالت مقالہ مدعی دروغ مذہب اہل حدیث اور اسکے جواب نصیحت نامہ نمبر ۳ کو پڑھ کر جاری رہنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کی ضرورت محسوس نہ کریں اور اسپر میجارٹی۔ اہل حدیث کا اتفاق ہو جاوے تو مجبوراً ہم مان لیں گے۔ کہ واقعہ میں اب یہ رسالہ اشاعۃ السنۃ کا اہل حدیث کا ایڈووکیٹ (وکیل) و ریپریزنٹیٹو (قوم کی ضروریات کو سرکار میں پیش کرنے والا) ہونے کے لائق نہیں رہا۔ اس صورت میں اس کو بند کردیا جائیگا اور اگر جاری رہا۔ تو اس کا تعلق خاص اہلحدیث سے نہ رہیگا۔ اس میں ایسے مضامین تحریر کیئے جایا کریں گے۔ جو کہ عام اصول اسلام کے واسطے مفید ہونگے جیسکہ اس جلد کے دوسرے مضامین نمبر ۲ سے ۱۱ تک اس تحقیق و تدقیق و تفصیل بادلیل سے لکھے گئے ہیں جنکی نظیر اسوقت ہندوستان و پنجاب کے کسی رسالے یا اخبار میں کوئی بتاوے تو خاکسار سے ایک اشرفی انعام لے واللہ علی ذالک وکیل ناظرین اس فیصلہ کے متعلق دو حرفی جواب دیں۔

اس سوال کا مخاطب ہر ایک خریدار و معاون و ناظر رسالہ ہے اور خصوصیت کی ساتھ وہ لوگ ہیں جو اس رسالہ سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور اس خاکسار سے محبت واخلاص کے مدعی ہیں بذریعہ خاص مراسلات اپنی رائے سے جلد اطلاع د[illegible]
[illegible] اد رکھیں۔ کہ اگر یہ رسالہ بند ہو گیا یا اسنے اہلی [illegible]
کہنا چھوڑ دیا تو ہم [illegible]

(جس میں مولوی ثناءاللہ امرتسری کے رسالہ اتباع سلف کا جواب ہے اور اس بات کا ثبوت کہ جو حدیث اور جماعت سلف و اجماع کا تبع [illegible]
خارج اور معتزلہ و روافض و خوارج میں داخل ہے صہ ۳۱۰
مسئلہ وقف علی الاولاد پر ایک ضروری نوٹ۔ صہ ۳۸۳

گریجوئیٹ (انگریزی تعلیم یافتہ) مسلمان
اور
اسلام

(اللّٰھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون ۰)

من برائے وصل کردن آمدیم ٭ نے برائے فصل کردن آمدیم

لیک سخن حق کہ آں بشنیدہ ایم ٭ بہر آں با غشق زحق ترسیدہ ایم

ترسم اعرابی بکعبہ نارسی ٭ نیست آں رہ کش کہ پس آں میدوی

سوے من آمن نشانت میدہم ٭ آنچہ حق گفتہ ہماں بنمودہ ام

یعنے اس مضمون سے مقصود انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو (جو ناواقفی سے اصول اسلام کو چھوڑ چکے ہیں) اپنے ساتھ ملانا ہے ۔ انکی موجودہ حالت کی نظر سے ان کو جدا کرنا۔

ہرچند مذہبی القاب اختیار کرنے کی بناء صرف ادعاء پر ہوتی ہے۔ جو شخص جس مذہب کو جس معنے کی نظر سے پسند کرتا ہے اس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر لیتا ہے اور اس مذہب کا فالوور (پیرو) یا موافق کہلاتا ہے ... بت پرستی کرتے اور اسکو دین ابراہیمی سمجھتے اور ... ہیمی المذہب کہلاتے ... ختم المرسل ...

حضرت ابراہیم سے نِکل گیا ہے۔

یہود و نصاریٰ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دعوے رکھتے کہ دین ابراہیمی وہی ہے جو ہمنے اختیار کیا ہوا ہے۔ اس میں ان کو ایسا مبالغہ تھا کہ وہ اُلٹے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی طرف منسوب کرتے اور ان کو یہودی یا نصرانی کہتے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ

جیسا کہ آپ کی سنت کے متبعین اہلحدیث کو رسمی اور آبائی تقلید کرنے والے مسلمانوں کا وہابی کہنا ہے اور ان کے مقابلہ میں اپنے آپکو سنی و حنفی کہنا اور درحقیقت پکے سنی و حنفی یا شافعی وہی لوگ ہیں جن کو وہابی کہا جاتا ہے اور ہندوستان و پنجاب میں وہابی کوئی نہیں ہے۔ ملک عربستان علاقہ نجد میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب نجدی [illegible] صدی میں گذرا ہے جو بعض اصول میں عام مسلمانوں کا مخالف تھا۔ عرب کے لوگ اس کے پیروؤں کو وہابی کے لقب سے یاد کرتے تھے ہندوستان کے رسمی مسلمانوں نے اہلحدیث متبعین سنت کو جو اعتقادیات میں بلا کمی و بیشی تمام اصول اہلسنت کے معتقد اور پکے سنی تھے اور فروعات میں اکثر حنفی المذہب تھے۔ اور بعض دیگر مذاہب اربعہ شافعی وغیرہ اہلسنت کے مسائل پر بھی عمل کرلیا کرتے تھے۔ اور یہ امر رسمی مسلمانوں کے رسوم بدعیہ اور عصبیت تقلیدیہ کے برخلاف تھا اس لئے انہوں نے بتقلید عرب انکو وہابی کہنا اختیار کیا۔ ان کے مقابلہ میں علماء اہلحدیث نے قلم اٹھایا اور پبلک پر یہ امر ثابت کردیا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور وہابیان نجد کے اخص اصول کے جن میں وہ عام سنی مسلمانوں سے منفرد ہیں اہلحدیث ہندوستان و پنجاب کو اتفاق [illegible] اتفاق ہے لہذا ان کو وہابی المذہب کہنا خلاف انصاف ہے۔ ایک اسلامی [illegible]

انگریز گورنمنٹ سے [illegible]

سناتن دھرم والے ہندو کہتے ہیں کہ اصل ہندو دھرم ہیں اور انکے مقابلہ میں آریہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پکے ہندو ہم ہیں۔

ہزاروں بلکہ لاکھوں پہاڑی جنگلی اور دیہاتی لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور ان میں اعتقاد و احکام اسلام سے واقف و معتقد و عامل بہت کم ہوتے ہیں۔

انگریزی نوجوان مدعی ہیں کہ مغز اور اسپرٹ (روح) اسلام وہ ہے جسپر ہمارا اعتقاد ہے۔ اولڈ (قدیم) مسلمانوں خصوصاً علماء اسلام کے حق میں وہ برملا کہتے اور رسالوں اور اخباروں میں مشتہر کر رہے ہیں کہ انہوں نے یہودیوں کی مانند قرآن کے الفاظ اور اسلام کے پوست کو ایمان و اسلام سمجھ رکھا ہے۔ اور تفقہ و تدبر قرآن کو بالکل چھوڑ کر پرانی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔

وازانجا کہ یہ سب خیالات و مقالات باہم متضاد و متناقض ہیں۔ لہٰذا ان میں سے صحیح و حق اور واقع کے مطابق صرف ایک ہی جانب ہو سکتی ہے۔ اسوجہ سے ہم اس مضمون میں صرف نئے خیالات والے انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں اور انکے مقابل اولڈ (قدیم) خیال کے مسلمانوں میں موازنہ و مقابلہ کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ اس اختلاف میں حق پر کون فریق ہے۔ اس موازنہ و مقابلہ کے لیے ہم ایک ایسا معیار و پیمانہ بیان کرتے ہیں جس کی تسلیم میں فریقین کا اتفاق ہو۔ اور اس معیار سے مدعی صادق و کاذب میں تفرقہ و تمیز ہو سکے۔

اسی مسلمہ معیار و پیمانہ سے خدا تعالےٰ نے مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے

دعاوی کو کہ وہ ابراہیمی ہیں باطل کیا اور یہ فرمایا تھا کہ	ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا

جاتا تھا۔ اس معنے کر رسمی مسلمانان ہندوستان پنجاب نے اپنے ملک کے اہلحدیث کو اپنے خیال میں وہابی قرار دیکر بعض افسران گورنمنٹ کو ان پر بدظن کر رکھا تھا۔ اس بدگمانی کو دفع کرنیکا بیڑا اس گروہ کے ایڈوکیٹ (وکیل) در پسر جیر پنجو (درخواست کنندہ) خاکسار ایڈیٹر

(ہمارا خلیل) ابراہیم نہ یہودی تھا نہ نصرانی نہ مشرکین مکہ کے طریق پر تھا۔ کیونکہ یہ سب کے	ولکن کان حنیفاً مسلماً وما کان من المشرکین۔ (آل عمران ۶۔ ۵)

سب خدا کے سوا معبودوں کو (کوئی بتوں کو کوئی نبیوں اور درویشوں وغیرہ کو) پوجتے ہیں اور وہ سب معبودوں کو چھوڑ کر خدا واحد کی طرف یکسو ہو کر اسکی عبادت کرتا تھا یہ اصول توحید عبادت یہود نصاریٰ کی کتابوں میں ایک مسلّم اصول تھا اور مکہ کے مشرکین بھی کبھی کبھی اپنی عبادت طواف میں اور سخت بحری مصیبتوں میں ابتلا کے وقت اس اصول کو مانتے چلے آتے تھے۔ ایسا ہی مسلمہ اصول ہم تعلیم یافتہ مسلمانوں کے (جو مسلمان کہلاتے ہیں اور بڑے زور و جوش سے اسکے مدعی ہیں) اور ان کے مقابل فریق کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اس سے ان کے دعاوی متقابلہ کا ایگزمینیشن (امتحان) کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اشاعۃ السنۃ نے اٹھایا اور اس رسالہ کے جلد ۷ کے نمبر ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ اور جلد ۸ کے نمبر ۱ و ۲ وغیرہ میں بدلائل نقلیہ و عقلیہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان و پنجاب کے اہلحدیث میں دو نو معنی مذہبی و ملکی کی نظر سے وہابی کوئی نہیں ہے۔ یعنے باغی سلطنت اور نہ بمعنے پیرو عبدالوہاب اور خاکسار سے پہلے اس امر کو سر سید نے جبکہ وہ مذہب اہلحدیث کی پیروی کے مدعی تھے جواب رسالہ ڈاکٹر ہنٹر میں ثابت کر دیا تھا جس کو گورنمنٹ نے تسلیم کر لیا تھا۔ اور سپریم گورنمنٹ اور تمام لوکل گورنمنٹوں (پنجاب۔ بمبئی۔ مدراس۔ بنگال۔ ممالک مغربی شمالی۔ ممالک متوسط) نے خاکسار کی درخواست پر سرکلر جاری کر دیا کہ سرکاری کاغذات میں اس جماعت کے لوگوں کو لفظ وہابی سے یاد نہ کیا جائے اور ملکی اخباروں میں یہ پبلک اوپنین (عام رائے) ظاہر و مشتہر ہو گئی کہ گورنمنٹ و پبلک نے اس لفظ وہابی کو دل آزار تسلیم کر لیا ہے کوئی کسی شخص اہلحدیث ہندوستانی کے حق میں اس لفظ کو استعمال نہ کرے جو شخص کسی اہلحدیث کے حق میں یہ لفظ استعمال کریگا اسپر استغاثہ کا حق پیدا ہو جائے گا۔

وہ اصول قرآن کریم ہے جس کو تعلیم یافتہ مسلمان اور ان کا فریق مقابل بلکہ
تمام اسلامی فرقے شیعہ سنی۔خارجی۔معتزلہ۔حنفی۔شافعی مقلدین محققین
وغیرہ بالاتفاق مانتے چلے آئے ہیں۔لہٰذا جس طرح مدعی اسلام کو بنابر اپنی ادعا کے
حق حاصل ہے کہ وہ مسلمان کہلاوے اسی طرح قرآن کریم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ
جس شخص مدعی اسلام کو اپنے اصول وہدایات کا متبع ومعتقد پاوے اس کو
سچا مسلمان ومومن قرار دے اور جس کو اپنے اصول وہدایات کا منکر ومخالف
پاوے اسکو اسلام سے خارج کرے۔

قرآن سے دوسرے درجہ پر یہ حق قرآن کے لانے والے اور اس کی
شرح وتفصیل معانی کرنے والے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل
ہے۔اور یہ حق اسکو قرآن ہی نے عطا کیا ہے۔چنانچہ ایک آیت میں ارشاد

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولّی فما ارسلناک علیہم حفیظاً۔ (نساء ع ۱۰)

ہے کہ جس شخص نے رسول کے حکم شرعی کی اطاعت کی اس نے خدا تعالےٰ کے حکم کی اطاعت کی اور جس نے اطاعت
رسول سے منہ پھیرا اسکا ذمہ دار نگہبان تو نہیں (ہم خود اس سے ہمگت لینگے)

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ۰ قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین ۰ (آل عمران ع ۴)

ایک آیت میں ارشاد ہے۔ انکو کہدے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کریگا وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے اور کہدے خدا تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو

جسنے خدا یا رسول کی اطاعت سی منہ پھیرا (وہ کافر ہے) خدا تعالیٰ کافروں سی محبت

نہیں رکھتا۔

وماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ (نجم ۱۶)

ایک آیت میں ارشاد ہے رسول (اپنے نفس کی) خواہش سے (دین میں کچھ نہیں کہتا (جو کہتا ہے) وہ ہماری طرف سے وحی (پوشیدہ حکم) ہوتا ہے۔ جو اسکے دل میں ڈالا جاتا ہے۔

وماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالاً بعیداً۔ (احزاب ۵۶)

ایک آیت میں ارشاد ہے کسی مومن کو (مرد ہو خواہ عورت) یہ نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ دینی کر دیں تو ان کو اسکے ماننے نہ ماننے کا اختیار رہے جس شخص نے اللہ یا رسول کے فیصلہ کو نہ مانا وہ کھلم کھلا گمراہ ہوا۔

ولیکن قرآن کے حکم اور رسول کے فیصلہ میں (ان لوگوں کے حق میں جن کو حکم قرآن اور حکم رسول بالواسطہ پہنچا ہو نہ آپکی زبان سے بالمشافہ) اسقدر فرق ہے کہ حکم قرآن کا وصول تو ان لوگوں تک اس کثرت وسائل اور تواتر سے ہوا ہے کہ ان کو اس حکم کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک و تردد باقی نہیں رہا۔ اور حکم قرآن کے علاوہ حکم رسول اس کثرت و تواتر سے نہیں پہنچا اور اسوجہ سے بعض احادیث کے آنحضرت صلعم سے صحت و ثبوت میں اختلاف ہو گیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ مثلاً سنی اہلحدیث ایک قسم کی احادیث مرویہ کتاب صحیح بخاری یا صحیح مسلم وغیرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت مانتے ہیں اور جو احکام آنحضرت صلعم سے ان احادیث میں پائے جاتے ہیں ان کو یقینی (مگر نظری نہ مثل قرآن بدیہی) جانتے ہیں اور مسلمانوں کا دوسرا

گروہ مثلاً شیعہ یا خارجی دوسری قسم کی احادیث کو جو انکی مروجہ کتب (کافی وکلینی وغیرہ) میں پائی جاتی ہیں احادیث نبویہ مانتے ہیں اور انکے متضمنہ احکام کو احکام نبوی سمجھتے ہیں۔

اس اختلاف کی وجہ سے ہم تعلیم یافتہ مسلمانوں میں سے ان لوگوں کے خطاب میں جو صرف مسلمان کہلاتے ہیں اور کسی خاص فرقہ سنی یا شیعہ وغیرہ کی طرف منسوب ہونا پسند نہیں کرتے صرف آیات قرآن سے استدلال کرینگے اور ان تعلیم یافتہ کے خطاب میں جو مسلمان کہلانے کے ساتھ سنی یا شیعہ یا حنفی یا اہلحدیث بھی کہلاتے ہیں ان احادیث کو بھی پیش کرینگے جو انکے گروہ میں صحیح و مسلم ہیں۔

رہے وہ اشخاص جو کسی مذہب آسمانی کیطرف اپنا منسوب ہونا پسند نہیں کرتے یا خاص کر مسلمان نہیں کہلاتے سو اس مضمون میں انکے خطاب نہیں ان سے پھر کبھی سمجھا جاوے گا انشاء اللہ تعالے۔

یہ معیار و پیمانہ ہمارے مخاطبین میں مسلّم ہوا تو اب ہم بیان کرتے ہیں۔ کہ کسیکا اسلام یا ایمان کی نسبت یہ دعوی کہ میں مسلمان یا مومن ہوں یا میں نے اسلام کو مانا ہے یا ایمان لایا ہرگز کافی نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ ان احکام متعلقہ اعتقاد و اعمال کو جن کو قرآن نے یا اسکے لانے والے رسول نے احکام اسلام قرار دیا ہے تسلیم و قبول نکرے اور انپر عمل نہ رکھے۔

پھر جس شخص نے جملہ احکام متعلقہ اعتقاد کو مان لیا اور احکام متعلقہ اعمال پر پورا عمل کیا وہ اس امتحان میں تعریف کے ساتھ پاس (پورا کامیاب) ہوا اور دعوی ایمان و اسلام میں سچا نکلا اور وہ کامل مومن و متقی کہلایا اور اسنے ایمان و اسلام کا ڈپلوما (تمغہ) پایا اور جس نے جملہ احکام اعتقادیہ و عملیہ کو نہ

مانا یا کسی ایک ہی حکم کی تسلیم سے انکار کیا۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی توحید ذات و صفات و استحقاق عبادت کو نہ مانا یا احکام عملیہ سے کسی ایک حکم نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ کو نہ مانا وہ اس امتحان میں بالکل فیل ہوا۔ اور دعویٰ ایمان و اسلام میں جھوٹا نکلا اور بصورت ظاہری و کلی انکار کافر یا بصورت ظاہری اقرار و باطنی انکار منافق کہلایا۔ اور جسنے سبھی احکام اعتقادیہ و عملیہ کو دل و زبان سے تسلیم تو کرلیا۔ مگر سبھی احکام عملیہ کو پورا عمل میں نہ لایا وہ اس امتحان میں پورا پاس نہوا۔ بلکہ فاسق مسلم کے نام سے موسوم ہوا اور اس امتحان میں ادہورا رہا اور ڈگری یا ڈپلوما پانے کا مستحق نہوا بلکہ فیل شدہ مسلمان کہلا کر صرف اعتقادی نمبروں کے حاصل کرلینے کی وجہ سے وہ آخر کسی ادنے درجہ کا عہدہ یا انعام پانے کا مستحق ہوجائے گا۔

یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا فیصلہ ہے جسکے مطابق ایک بڑے بھارے فرقہ اسلامی اہلسنت کا قرارداد و اعتقاد ہے۔ فرقہ خوارج اس تیسری قسم کے فیل شدہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں اور فرقہ معتزلہ اس کو اسلام اور کفر کے درمیان جگہ دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص نہ مسلمان ہے نہ کافر ہے۔ بلکہ بَیْنَ بَیْنَ ہے۔

ان مذاہب ثلثہ کی تفصیل با دلیل ہمنے اشاعۃ السنۃ جلد ۴ کے نمبر ۱۰ و ۱۱ میں بضمن مضمون کفر و کافر ۱۸۸۱ء میں کی ہے۔ اس مقام میں فیصلہ قرآنی کے ثبوت اور مذہب اہلسنت و جماعت کی تائید میں ہم تین قسم کی آیات نقل کرتے ہیں۔ قسم اوّل وہ آیات جن میں یہ بیان ہے کہ مجرد دعوی ایمان و اسلام مومن ہونے کیلیے کافی نہیں ہے بلکہ احکام

اسلام کی تعمیل و تسلیم بھی مؤمن و مسلمان ہونے کے لیئے ایک کمپسری (لازمی) شرط کامیابی ایمان ہے۔ قسم دوم وہ آیات جن میں بعض بعض احکام اعتقادیہ کی تفصیل ہے۔ قسم سوم وہ آیات جن میں بعض احکام عملیہ کی تفصیل ہے۔

آیات قسم اوّل

(۱) الٓمٓ۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون و لقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین۔ ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا ساء ما یحکمون من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لاٰت وھو السمیع العلیم۔ ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العٰلمین۔ (عنکبوت ع ۱)

ایک آیت میں ارشاد ہے۔ کیا لوگوں نے (جو مدعیان ایمان و اسلام ہیں) یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم (صرف) آمنا (جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم ایمان لائے اور مسلمان کہلائے) کہنے سے چھوٹ جائیں گے۔ اور (دعوی ایمان و اسلام کے بعد احکام اسلام کی تسلیم و تعمیل سے یا ان احکام کے سبب تکلیف پانے سے) ان کا امتحان نہوگا (انکو یہ نہ سمجھنا چاہیئے) بے شک ہم پہلے بھی (مدعیان اسلام کا) امتحان لیتے رہے ہیں۔ (یہ امتحان نتیجہ سے بے خبری کی وجہ سے نہیں بلکہ نتیجہ پر اوروں کو اطلاع دینے کے لیئے اور امیدوار کو پاس یا فیل کرنے کے لیئے ہوتا چلا آیا ہے) البتہ اللہ تعالیٰ (اس دعوے میں) سچوں اور جھوٹھوں کو (پہلے سے) جانتا ہے۔ کیا جو لوگ بُرائیاں کماتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے بھاگ کر کہیں چلے جائینگے۔ یہ خیال انکا بُرا ہے۔ جس شخص کو خدا تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونے کی امید ہے۔ (وہ اس امتحان کی تیاری میں لگا رہے) خدا کی (مقرر کردہ) میعاد (نتیجہ

امتحان قریب) آنی والی ہے۔ اللہ تعالےٰ (سب کی باتیں) سننے والا (سب کے اعتقادوں اور عملوں کو) جاننے والا ہے۔ جو شخص اعتقادی باتوں کے ماننے اور عملی باتوں کو عمل میں لانے میں کوشش کریگا اس کا نفع اسیکو پہنچیگا خدا تعالےٰ (تمام جہان والوں کی نیکی بدی کے نفع نقصان) سے بے پرواہ ہے۔

(۲) قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئا ان اللہ غفور رحیم. قل اتعلمون اللہ بدینکم واللہ یعلم ما فی السموٰت وما فی الارض واللہ بکل شیء علیم (الحجرات ع ۲)

دوسری آیت میں ارشاد ہے جنگلی (مدعیان ایمان) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تو (انکو) کہدے کہ تم دل سے ایمان نہیں لائے۔ ولیکن یہ کہو کہ ہمنے (صرف زبان سے اظہار اسلام کیا ہے (مگر) تمہارے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم (دعوے ایمان میں) سچے ہو تو خدا اور رسول کی فرمانبرداری کروگے اور خدا تعالےٰ تمہارے اعمال کا کوئی نمبر کم نہ کرے گا۔ وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ کیا تم (زبانی اقرار بلا دلی تسلیم و بدون ظاہری تعمیل احکام اعتقادیہ و عملیہ کو ایمان قرار دیکر) خدا تعالےٰ کو دین سکھاتے ہو (اور یہ بتاتے ہو کہ یہی دین ہے) خدا تعالےٰ کو آسمانوں اور زمینوں سب کی خبر ہے) وہ ہر چیز کو (جس میں تمہارا زبانی اقرار بھی داخل ہے بخوبی) جانتا ہے۔

تیسری آیت میں ارشاد ہے۔ اہل کتاب (یہود و نصارے مدعیان

(۳) قل یا اھل الکتاب لستم علی شیء حتی تقیموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم و لیزیدن

ایمان) کو تو کہدے کہ تم کسی دین لائق اعتبار و لحاظ پر نہیں ہو جبتک کہ تم (جملہ احکام) تورات و انجیل اور ان

کثیرًا منھم ما انزل الیک من ربک طغیانا و کفرا فلا تاس علی القوم الکافرین. (المائدۃ ۱۰۶)

تمام کتابوں کے (جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں) احکام کو قائم نرکھو (اور ان سب کو نہ مانو اور اگر تم نے کسی کتاب آسمانی کے ایک حکم سے بھی انکار کیا (جیسے یہودی احکام انجیل سے انکار کرتے تھے اور یہود و نصاریٰ دونوں احکام قرآن کے ماننے سے انکار کرتے ہیں) تو تم دعوے ایمان میں جھوٹے ہو) اے رسول جو تیری طرف خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ (قرآن و احکام قرآن) اس سے ان کا انکار کو مانان کی سرکشی اور کفر کو زیادہ کرے گا۔ تو ان کافروں پر غم نہ کھا۔

اس قسم (اول) کی آیات میں یہ ہدایت ہوئی ہے کہ ایمان یا اسلام صرف زبانی دعوے سے کہ ہم مومن یا مسلمان ہیں ثابت نہیں ہوتا جبتک کہ مدعی ایمان اعمالی احکام اعتقادیہ وعملیہ پر (جو قرآن یا اور آسمانی ادیان میں واجب التسلیم قرار دیئے گئے ہیں) یقین و ایمان نرکھے۔ جسنے مذہب کے احکام اعتقادیہ و عملیہ میں سے ایک حکم کی تسلیم سے انکار کیا وہ مسلمان یا مومن کہلانے کا مستحق نہیں. خدا کے نزدیک اسکا کوئی مذہب و دین نہیں ہے

آیات قسم دوم

(۱) آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل آمن باللہ وملئکتہ وکتبہ و رسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر (البقرۃ ۶ اخیر)

اس قسم دوم کی پہلی آیت میں ارشاد ہوا ہے رسول اور (واقعی اور سچے) مومن (سب کے پہلے) خدا تعالیٰ کو اسکی توحید ذات. وکمال صفات کے ساتھ اور اسکے استحقاق عبادت واطاعت کے اعتقاد کے ساتھ مانتے

ہیں۔ اور پھر اسکے فرشتوں کو (کہ وہ خدا تعالےٰ اور اسکے رسولوں کے مابین تبلیغ احکام کے وسائل ہیں) مانتے ہیں۔ اور (پھر) اسکے رسولوں کو (جن کی طرف خدا تعالےٰ کی کتابیں اور احکام نازل ہوئے ہیں) مانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے کسی رسول کی تسلیم و ایمان میں دوسرے رسولوں سے تفریق نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں جو کچھ رسولوں نے فرمایا اور پہنچایا ہمنے سن لیا اور قبول کیا۔ (اس اقبال و اقرار کے ساتھ) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب (جو ہم سے تعمیل احکام میں تقصیر ہوتی ہے اسکی بابت) ہم تجھ سے معافی اور بخشش چاہتے ہیں ہم سب کا آخر رجوع (قیامت کے دن) تیری طرف ہے۔

اور دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں

(۲) ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ ویقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا۔ اولئک ھم الکافرون حقا و اعتدنا للکٰفرین عذابًا مھینًا (نساء ع ۲۱)	سے کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں کے ماننے نہ ماننے میں فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو (خدا تعالےٰ) کو تو مانتے ہیں اور بعض کو (رسولوں کو) نہیں مانتے اور یہ چاہتے ہیں کہ (ایسی) بیچا بیچ کی راہ اختیار کریں۔ یہ لوگ وہی ہیں

ٹھیک ٹھیک (پکے) کافر ہمنے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تیسری آیت میں ارشاد ہے۔ خدا تعالےٰ اور علم والے عدالت کو

(۳) شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملٰئکۃ	قائم رکھ کر گواہی دیتے ہیں کہ بجز خدا

العلم قائمًا بالقسط لا الٰہ الّا ہو العزیز الحکیم۔ ان الدین عند اللہ الاسلام وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءھم العلم بغیًا بینہم ومن یکفر بآیات اللہ فان اللہ سریع الحساب
(آل عمران ۔ ع ۳)

کوئی لائق عبادت نہیں وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ خدا تعالےٰ کے نزدیک دین (لائق پسند و قبول) اسلام ہی ہے (جس میں بجز خدا کیسی عبادت نہیں اور تمام رسولوں کی تصدیق ہے) اس دین میں اختلاف کیا تو اہل کتاب (یہود و نصارے) نے کیا ہے اس کو حق جان لینے کے بعد حسد و سرکشی سے۔ پس جو (انمیں سے) خدا کے آیات (احکام) سے انکار کرے گا اللہ تعالےٰ اس کا حساب جلد لے گا۔

چوتھی آیت میں ارشاد ہے۔ تو کہدے اے اہل کتاب آؤ ایک

(۴) قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔
(آل عمران ع ۷)

ایسے حکم کیطرف جو ہماری کتاب اور تمہاری کتابوں میں برابر وارد ہے۔ کہ ہم بجز خدا کیسی عبادت نہ کریں اور کیسی کو اسکا شریک نہ ٹھہراویں۔ اور (آپسمیں) ایک دوسرے کو رب نہ بناویں۔ یعنے خدا تعالےٰ کے حکموں کو چھوڑ کر دین میں اسکا حکم نہ مانیں وہ لوگ اس حکم سے منہ پھیریں تو (اے مسلمانو) تم انکو کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو (اس حکم کو مانکر) مسلمان ہو چکے۔ یعنے تم مسلمان نہیں ہو کہ خدا تعالےٰ کے سوا اپنے دین میں درویشوں کو حاکم بناتے ہو اور اسلام در

پیغمبر اسلام کو نہیں مانتے۔

اس قسم دوم آیات میں یہ ہدایت ہوئی ہے کہ خدا تعالےٰ پر ایمان لانے والے اور مومن مسلمان کہلانے والے کے لئے یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ اسکے سوا کوئی شخص لائق عبادت و مستحق نہیں اور نہ دین میں اپنا حاکم بنانے کا لائق ہے۔ اور اس اعتقاد کے ساتھ اس کے رسولوں اور فرشتوں اور کتابوں اور جملہ احکام دین اسلام کو ماننا بھی ایک لازمی شرط ایمان ہے اور احکام اسلام کے مقابلہ میں بجز خدا تعالےٰ۔ اور اسکے رسولوں کے جو تبلیغ احکام میں خدا کے نائب و فرستادہ ہیں۔ نہ از خود حکم دینے والے کسی کا حکم ماننا خدا تعالےٰ کے ساتھ دوسرا شریک مقرر کرنا ہے جیسے کسی کا اپنے بادشاہ وقت کی نسبت صرف یہ خیال کر لینا کہ اسکے ہمارے ملک پر جا کر [illegible] لیا ہے۔ اور لوگوں نے اسکو بادشاہ مان لیا ہے فرمانبردار رعایا بن جانے کے لئے کافی نہیں بلکہ فرمانبردار۔ اور غیر باغی رعایا ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ اس بادشاہ کا ربقہ اطاعت اپنی گردن میں ڈال لے۔ اور اسکے ملکی احکام کی اطاعت کرے۔ اور اپنے باپ کی نسبت کسی کا یہ خیال کر لینا کہ وہ اسکے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور اسکی جورو کے پیٹ سے نکلا ہے کافی نہیں ہے بلکہ سعادت مند فرزند ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے باپ کا ادب و تعظیم کرے اور اسکے احکام پیروی و اطاعت کرے۔ اور جان و مال سے اسکی خدمت کرے۔

ان دونوں قسم کی آیات سے گریجویٹ مسلمانوں کے ایک لیڈر کی غلطی خیال و مقال ظاہر ہوتی ہے جو یہ اعتقاد انہیں مشتہر کر چکا ہے۔ کہ جو شخص کسی نبی کو نہیں مانتا کسی کتاب آسمانی کو نہیں مانتا۔ کسی حکم مذہبی کو جو حلال

وحرام وفرض وواجب قرار دیئے گئے ہیں نہیں مانتا۔ بلکہ صرف خداواحد کو مانتا۔ اور اس کا اقرار کرتا ہے۔ یا زبان سے اقرار بھی نہیں کرتا۔ بلکہ انکار کرتا ہے۔ مگر صرف دل سے جانتا ہے کہ خدا ہے وہ شخص گو زردشتی نہیں۔ موسائی نہیں۔ عیسائی نہیں۔ محمدی نہیں۔ مگر مسلمان ہے۔ اس لیڈر نے۔ اور اسکے بعد اسکے پیروان نے جو اسکے اس قول پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ آیات مذکورہ قرآن خصوصاً آیات قسم دوم سے دوسری آیت کو غور سے نہیں بڑھا۔ اور نہ اپنی خداداد عقل کو کام میں لاکر اس اصول عقلی کو کہ صرف بادشاہ یا باپ کو بادشاہ اور باپ مان لینا کچھ فائدہ نہیں دیتا جب تک بادشاہ کے احکام کی تسلیم اور باپ کی تعظیم نہ کی جاوے۔ سوچا ہے الحق انھوں نے اپنے علم وعقل سے کچھ کام نہیں لیا۔ اور اپنی اس تجویز سے اپنی بظاہر و برائے نام مسلّمہ کتاب کو۔ اور اس پر ایمان کے دعوے کو جھوٹا کیا۔

فضلوا واضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل۔ وہ خود اسلام کی راہ ہدایت سے بھٹک گئے اور ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمانوں کو احکام اسلام سے ایسا بہکایا۔ کہ اب احکام اسلام کیطرف انکے رجوع کرنے کی بجز توفیق الٰہی وعنایت غیبی کوئی امید نہیں رہی۔ ان میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں ایسے مدعیان اسلام ہیں کہ نماز نہیں پڑھتے پڑھنا کجا اسکو لغو وفضول جانتے ہیں روزہ نہیں رکھتے۔ رکھنا کجا اس کو حماقت خیال کرتے ہیں۔ زکوٰۃ نہیں دیتے نہ دینے کی شکایت نہیں اس کو فرض نہیں جانتے۔ چٹی خیال کرتے ہیں حج نہیں کرتے۔ لنڈن۔ پیرس کے سیر وشکار میں ہزاروں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ آتے جاتے اس مقدس گھر کی زیارت یا دور ہی سے سلام نہیں کرتے۔ کعبہ ابراہیمیہ جس کیطرف منسوب ہونے کا انکو دعوے ہے بزبان

حال اُن کی یہ شکایت کرتا رہتا ہے ؎

با دوستان نوشت بسے نامہ وفا ٭

برحاشیہ سلام ہم از من دریغ داشت ٭

اور طرفہ یہ کہ وہ لیڈر اُن کو مخاطب کرکے یہ بھی نصیحت کرچکا ہے کہ اسلام یا احکام اسلام کو ترک کرکے تم آسمان کے ستارے بن جاؤگے تو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ مگر جب اُنکو اس نصیحت سے پہلے وہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمام انبیا تمام کتابوں تمام احکام مذہبی سے انکار کے ساتھ بھی انسان مسلمان رہ سکتا ہے۔ اور ناجی ہوسکتا ہے تو پھر اسکی یہ نصیحت اُنپر کیا اثر کرسکتی ہے ہر چند اس لیڈر نے اس اصول آزادی کے بیان کے ساتھ یہ عذر بھی کردیا ہوا ہے کہ اس اصول آزادی کے بیان سے ہمارا یہ مدعا ہے کہ لوگ انبیاء سے انکار کریں نہ ہمارا یہ منشا ہے کہ لوگ کتب الہامی کو نہ مانیں نہ ہمارا یہ مقصد ہے کہ لوگ پابندی احکام چھوڑ دیں۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ تمام موحد ناجی ہیں۔ مگر یہ عذر آپکا بدتر از گناہ ہے۔ آپ کے منشاء و مقصد و مدعا کا فیصلہ تو خدا تعالےٰ کے سپرد ہے جو آپ کے دل اور نیت سے بخوبی واقف ہے اور کسی کو آپ کی نیت اور مقصد سے کیا بحث ہے۔ مسلمانوں او خصوصًا آپ کے پیرو انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اس اصول کے نتیجہ کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیا نکلا۔ کیا یہی جو بیان ہوا ہے کہ انہوں نے احکام اسلام کو یک لخت چھوڑ دیا ہے یا یہ کہ خود پابند احکام اسلام ہوکر اقوام غیر کے موحدوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اسکا جواب وہ انصاف سے دینگے تو بجز اعتراف مشق اول کچھ نہ دے سکینگے اس سے ان کو ماننا پڑے گا کہ اس لیڈر کا یہ اصول غلط او بالکل غلط ہے اور قرآن کا صریح مخالف ہے اور عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔

والہذا اگر قرآن پر ان کا اعتقاد ہے تو اس اصول کی تغلیط اور ترک تقلید ان پر واجب ہے۔

آیات قسم سوم

اس قسم سوم کی پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ نیکی صرف یہی نہیں

(۱) لیس البرّ ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولٰکنّ البرّ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتاب والنبیّین و اٰتی المال علٰی حبّہٖ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمساکین وابن السّبیل والسائلین وفی الرقاب. واقام الصّلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصّابرین فی الباساء والضرّاء. وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون. (بقرہ ع ۲۲)

کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف کو (کسی وقت کی نمازیں) منہ پھیر لو (اور اسکو اپنا قبلہ بنالو) ولیکن نیکی والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا تعالےٰ کو (اعتقاد توحید ذات و صفات و استحقاق عبادت و اطاعت کے ساتھ) مانا اور قیامت کے دن اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں کو مانا اور خدا تعالےٰ کے نام پر اپنا پیارا مال قرابتیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور لوگوں کی گردنیں (غلامی اور قید سے) چھوڑانے میں دیا اور نمازوں کو قائم کیا اور زکوٰۃ کو ادا کیا اور وہ لوگ جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے اور فقیری میں اور بیماری میں اور لڑائی کیوقت صبر کرنیوالے ہیں وہی لوگ نیکی کے دعوے میں سچے ہیں اور وہی خدا کے گناہ اور عذاب سے بچنے والے ہیں۔

اور دوسری آیت میں ارشاد ہے نماز کو قائم رکھو۔ اور (اسکو

(۲) اقیموا الصّلوۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ (الروم ع ۴)

چھوڑ کر عمل میں اور برتاؤ میں) مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (ایسا کرنا انہیں کا کام ہے)

اور تیسری آیت میں ارشاد ہے بہشتی دوزخیوں سے پوچھینگے تم کو

(۳) فی جنات یتساءلون عن المجرمین ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین حتی اتانا الیقین۔ (المدثر ع ۲)

دوزخ میں کون چیز لائی وہ کہیں گے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکینوں کو کھانا (یعنی زکوٰۃ وغیرہ ہمارے ذمہ تھا) نہ دیتے تھے اور باتیں بنایا کرتے تھے اور اعمال کا بدلہ لینے کے دن (قیامت) کو نہ مانتے تھے یہانتک کہ ہم پر موت آگئی۔

الا المصلین الذین هم علی صلوٰتهم دائمون۔ والذین هم علی صلواتهم یحافظون۔ (المعارج ع ۱)

نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھیں۔ اور اسکی اوقات کی محافظت کریں اور ان کے اوقات میں ادا کریں اور دلی عاجزی سے پڑھیں۔ چنانچہ دوسری آیات میں اسکی تصریح آچکی ہے۔

تعلیم یافتہ مسلمانوں میں سے بعض تو نماز کو ایک وحشیانہ اور خلاف تہذیب حرکت جانتے ہیں اور سر نیچے اور چوتڑ اوپر کرنے کو خلاف وضع فطرت سمجھکر اسکے پاس نہیں بھٹکتے کئی ایسے ہیں جنہوں نے علاوہ عید و بقرہ عید کے کبھی نماز نہ پڑھی ہوگی۔ بعض عید و بقرہ عید کے نماز بھی نہیں پڑھتے بعض کبھی کبھی پھنس جاتے ہیں تو بے وضو ہی دفع الوقتی کر لیتے ہیں

اور بعض کبھی مجمع مسلمانوں میں پھنس کر وضو کرنے پر مجبور رہ جاتے ہیں

تو صرف ہاتھ منہ دھو لیتے ہیں پاؤں کا دھونا ضروری نہیں جانتے۔ اور
رکوع سجود کے وقت صرف ذرا سا سر جھکا کر سٹرپٹ دو ٹکریں لگا لیتے ہیں
خشوع یا عاجزی کہاں۔ اور پانچ وقت کا التزام کجا۔ ایسا کرنے کی اجازت
انکو انکے لیڈر نے دی رکھی ہے اور اسی صورت کی نماز انکو سکھائی ہے
چنانچہ ایک آرٹیکل میں وہ لکھتے ہیں۔ "اسمیں کچھ کلام نہیں کہ پانچ نمازیں
ہر ایک مسلمان پر فرض ہیں اور کسی حالت میں جب تک کہ فطرتی ہوش و حواس
قائم ہیں وہ ان کے ادا کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے زمانہ
کے کاہل لوگ خصوصًا انگریزی خوان نوجوان سمجھتے ہیں کہ پانچ وقت
نماز کی قید اور اس کا اوقات معینہ پر ادا کرنا نہایت سخت اور مشکل
کام ہے اور مذہب اسلام میں بھی ایک سختی ہے جس کی تعمیل نہایت مشکل ہے
مگر ان کاہل اور سست لوگوں کو (جن میں ہم خود بھی داخل ہیں) یہ بتانا چاہتے
ہیں کہ اگرچہ افضل وا ولے یہی ہے کہ پانچوں نمازیں پانچ وقت میں جیسا کہ
اہل سنت و جماعت کے ہاں ہے پڑھی جاویں۔ مگر مذہب اسلام میں کچھ
تنگی نہیں ہے۔ کیونکہ ان پانچوں نماز کے لیئے صرف تین وقت مقرر ہیں۔
پھر ان تینوں وقتوں کی یہ تفصیل کر ایک نماز صبح کو ہو۔ اور دو (ظہر
و عصر) دن ڈھلنے سے غروب تک۔ اور دو (مغرب و عشاء) غروب سے
نصف شب تک بیان کر کے وضو کی نسبت یہ حکم دیا اور کہا ہے کہ سست
لوگوں کو (جن میں میں بھی داخل ہوں) نماز کے لیے وضو کرنا ایک نہایت
مُہم معلوم ہوتی ہے۔ لیکن وضو میں سب سے اہم (بڑی مہم) کام پاؤں
کا دھونا ہے۔ ہاتھ منہ دھو لینا اور مسح کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اس میں
کچھ شک نہیں کہ پاؤں کا دھونا اولئے افضل امر ہے لیکن قرآن مجید کے

مطابق صرف اس پر مسح کر لینا کافی ہے۔

پھر یہ تجویز بتا کر کہ پاؤں یا بوٹ پر مسح کر لیا کریں کہا ہے کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ نماز کو کسی نہ کسی طرح پڑھ لینا چاہیئے۔ نماز کا ادا کرنا جیسا کہ اس کا حق ہے۔ ان لوگوں کا کام ہے جو نماز سے زیادہ کسی چیز کو مزیدار نہیں سمجھتے۔ مگر ہم لوگوں کو ضرور ہے سٹر پٹر جس طرح ہو سکے ڈو ٹکریں لگا لیں؛

اس آرٹیکل میں جو انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لیڈر نے اُن کو نصیحت کی ہے اور بجائے پانچ وقت ...... نماز پڑھ لینے کی انکو اجازت تین وقت کی دیدی ہے۔ پاؤں دھونے کی جگہ پاؤں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔ بجائے حضور و پوری توجہ کے سٹر پٹر ڈو ٹکروں ہی سے اہی یہ باوجودیکہ اصل ہدایت آیات منقولہ بالا کے برخلاف بھی ہے ان میں کچھ کارگر و مؤثر نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ ان کو صاف اور کھلے طور پر یہ تعلیم دے رکھی ہے کہ کسی حکم مذہب سے انکار بھی کفر نہیں ہے تو اس سے انہوں نے یقیناً سمجھ لیا ہے کہ نماز وغیرہ احکام کی پابندی امتحان اسلام و ایمان میں پاس ہونیکے لئے کمپلسری (لازمی) شرط نہیں ہے بلکہ یہ آپشنل (اختیاری) مضمون ہے جسمیں فیل ہونے سے بھی مسلمان پاس ہو جاتا ہے اور وہ ناجی مسلم کہلاتا ہے تو پھر انکو ان بکھیڑوں کی کہ پانچ وقت یہی تین وقت ہی ہاتھ منہ دھوئیں اور بنچ کرسیاں چھوڑ کر سر زمین پر رکھ کر ڈو ٹکریں لگا لیں، کیا ضرورت باقی رہتی ہے کہ وہ ذاتی اور قومی دنیاوی کام (وکالت تجارت حکومت) انگریزی یاد کرنے میں سٹڈی (محنت) چھوڑ کر اس غیر ضروری فعل میں اپنے قیمتی اوقات کو خراب کریں۔

وہ آزادی کے خیال میں مجبور و مخمور ہو چکے ہیں تو پھر انکو کسی قید سے

ہلکی سے ہلکی ہی کیوں نہو مقید کرنا کب انکی توجہ و سماعت کے لائق ہو سکتا ہے۔ کیا وہ اس قید و حکم کے مقابلہ میں یہ شعر پیش نہ کرینگے

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہٗ ۔ باز مے گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

چوتھی آیت میں ارشاد ہے۔ جو لوگ سونے اور چاندی کے خزانے

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ (التوبہ ع ۵)

جمع کرتے ہیں اور اسمیں سے خدا کی راہ میں (زکوٰۃ مفروضہ) کچھ خرچ نہیں کرتے انکو عذاب دردناک کی خوشخبری سنا دے۔ (اسکو خوشخبری کہنا تہکم ہے) جسدن اس سونے چاندی کی (تختیاں بناکر) آگ میں گرم کی جائیں گی پھر اُنسے انکی پیشانیوں پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغ دیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ خزانہ ہے جو تم اپنے لئے جمع کرتے تھے اب چکھو جو جمع کرتے تھے۔

اس حکم ادائے زکوٰۃ کو بھی اکثر انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان اوپشنل (غیر لازمی) سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے (بجز پرانے انگریزی خوانوں کے جوایم۔ اے و بی۔ اے کی ڈگریاں نہ پائے تھے۔ اور وہ اولڈ (قدیم) اسلام کے پابند تھے جن کو ہم ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کر سکتے ہیں) کوئی ایک بھی ایسا نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ اپنی آمدنی سالانہ کا حساب کر کے اسکی زکوٰۃ نکالتا ہو۔ ہاں اگر کوئی قومی کام جس میں ان کو اپنی یا اپنی قوم کی دنیاوی وجاہت و ثروت، دولت کی امید ہو پیش آجاوے تو انکی قومی حمیت میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور انکی اس ٹوٹی پھوٹی حالت میں بھی ہزارہا بلکہ لکھو کہا روپیہ جمع ہو جاتا ہے کون نہیں

جاتا کہ صدی کے ایک کوارٹر (چہارم حصّہ) میں انہوں نے بہت کچھ کر دکھایا ہے۔ تعلیم انگریزی کے لئے سکول و کالج قائم کر دیئے۔ جسمیں انہوں نے اپنی پیش رَو اور سابق قدم اقوام ہنود وغیرہ کو بتا دیا ہے کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ تمہاری مثل نہیں تو اُنکے رنگ ڈھنگ تو ہو ہی رہینگے اُنکی اس ہمت اور قومی حمیت پر ہم بھی مرحبا کہتے ہیں (کیونکہ ہم مسلمانوں کی دنیاوی ترقی کے مانع نہیں اگر وہ پابندی مذہب ہو) اور مصرع۔ آفرین باد بریں ہمت مردانہ تو۔ پیشکش کرتے ہیں۔ مگر اے کاش وہ اپنے مذہب کے علوم کی تعلیم اور احکام مذہب کی ترویج و تعمیل میں بھی ایسی ہمت دکھاتے اور نہیں تو جسقدر جوش انہوں نے وسائل عزت و ثروت دنیاوی مہیا کرنے میں دکھایا ہے اسکا عشر عشیر بھی تعلم علوم دینیہ اور تعمیل و اجراء احکام اسلامیہ میں دکھاتے۔

پانچویں آیت میں ارشاد ہے۔ نمبر (اے مسلمانو!) روزہ رکھنا

(۵) کتب علیکم الصّیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایّامًا معدودات ۰ فمن کان منکم مریضًا او علی سفر فعدّۃ من ایام اُخرہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ومن تطوع فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون. شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدًی للناس وبیّنات من الھدی والفرقان

ایسا ہی فرض کیا گیا ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا۔ اس لیئے کہ تم (روزہ کی برکت سے روحانی اور جسمانی امراض اور گناہوں سے) بچ جاؤ۔ تھوڑے ہی دن ہیں (صرف سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کا) پھر جو (روزہ رکھنے سے یا پہلے ہی سے) بیمار ہو۔ تو دوسرے دنوں سے گن کر رکھ لے (بعض) لوگ (جیسے

بچہ کو دودھ پلانے والی یا حاملہ عورت

فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضًا او على سفر فعدة من ايام أخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هدٰكم ولعلكم تشكرون۔ (بقره ع ۲۳)

یا شیخ فانی بہت بڈھا) جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھیں (یا تکلیف سے رکھ سکتے ہوں) وہ ایک روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا دیدیا کریں زیادہ دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تکلیف اٹھا کر روزہ رکھو تو اور

بھی بہتر ہے رمضان کا مہینہ وہ (بابرکت مہینا) ہے جسمیں (پہلے پہل) قرآن نازل ہوا تھا جو لوگوں کے لیئے ہدایت ہے اور کھلے کھلے نشان ہدایت ہیں اور حق اور باطل میں فارق نشان (یہ روزہ اُسی نعمت کے شکریہ میں یادگار قائم کی گئی ہے) اس جو اس مہینے میں موجود ہو وہ اس مہینے کا روزہ رکھے۔ جو مریض ہو اسکو پھر بھی اجازت دی جاتی ہے کہ (وہ) دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے خدا تعالے تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی یا تکلیف نہیں چاہتا۔

اس حکم روزہ کو بھی اکثر انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان نہ صرف فضول بلکہ ایک فعل مضر و حرکت نامعقول جانتے ہیں۔

اسی ماہ رمضان گذشتہ کا ذکر ہے کہ لاہور میں ایک تعلیم یافتہ مسلمان نے روزہ رکھا تو اس کو اتفاقیہ کسی اور سبب سے قولنج ہوگیا۔ اسنے ایک مسلمان ڈاکٹر کے پاس اس کا ذکر کیا اور کہا کہ مجھ سے کوئی بے احتیاطی اور بدپرہیزی نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر مسلمان نے جواب میں کہا کہ روزہ رکھنا ہی خود ایک بے احتیاطی اور حماقت ہے۔ نیچر انسان کو پیاس اس لیئے لگاتا ہے کہ غذا کو پتلا کرکے اسمیں سے زہریلے مادہ کو پیشاب کے راستہ سے نکال دے۔ جب

پیاس کے وقت پانی نہ پیا جائے گا تو وہ زہریلا مادہ جسم میں رہے گا اور فساد پیدا کرے گا۔ آجکل لاہور میں کئی آدمیوں کو قولنج کا ہونا سنا گیا ہے جس کا سبب یہی (حماقت) روزہ ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میرے سوا اور جن لوگوں کو آجکل لاہور میں قولنج ہوا ہے ان میں سے صرف میں نے ہی روزہ رکھا تھا۔ اور تو سب کے سب ہندو تھے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا وہ جواب کیا دیتے قولنج یا اور بیماریوں کے اسباب ایک نہیں ہوتے۔ پھر اس مرض کو روزہ کا نتیجہ قرار دینا اسلام اور احکام اسلام پر بدگمانی کی وجہ سے نہیں تو اور کیا وجہ رکھتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔ مگر کبھی پچاس برس کے عرصہ میں ہم نے یہ نہیں سنا کہ کوئی شخص روزہ رکھ کر مبتلا قولنج ہوا ہو بلکہ ہمارا اور اکثر روزہ دار مسلمانوں کا تجربہ ہے کہ روزہ بہت سی بیماریوں کا جن کا سبب امتلاء اور فضول رطوبات ہوں (جیسے نزلہ۔ اسہال۔ سوء ہضم وغیرہ) علاج اور شفا ہے اسی نظر سے اس روزہ کے بیان فائدہ میں لعلکم تتقون!! فرمایا گیا ہے اور ہم نے اس کے ترجمہ میں روحانی بیماریوں کے ساتھ جسمانی بیماریوں سے بچ جانا بھی اسکا فائدہ بیان کیا ہے۔

اور اگر کسی شخص کی طبیعت میں یبس و حرارت کا غلبہ ہو اور روزہ رکھنے سے اسکو شدت پیاس منجر بعلالت پیدا ہو جاوے۔ اور کوئی مرض سر درد یا پیٹ میں درد وغیرہ پیدا ہو جائے تو اسکو قرآن کریم نے فوراً افطار کی اجازت دی ہے۔ اور یہ حکم روزہ کا حکم نیچر کے برخلاف نہیں پھر اسکو حماقت کہنا کونسی عقلمندی و انصاف ہے۔

چھٹی آیت میں ارشاد ہوا ہے (مسلمان) لوگوں پر خدا کی رضامندی

(۶) وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین۔ (آل عمران ۱۰۶)

کے لیئے اُس کے گھر کا حج کرنا بھی ایک فرض ہے۔ اگر وہ اسکی طرف راہ پا سکیں یعنے سواری اور اپنے لیئے زادِ راہ اور اپنے پیچھے عیال کیلئے خرچ رکھتے ہوں۔ اور جو (اس حکم سے منکر ہو کر) کافر ہو جائے تو خدا تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔

اس گھر کو خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ہزاروں انبیاء اور خاتم الانبیاء کے جد امجد تھے خدا تعالےٰ کی عبادت کرنے اور بوقتِ عبادت اس کو قبلہ بنانے کے لیئے تعمیر کیا تھا۔ اور جب وہ تیار ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر کی محبت و شوق سے اسکی دیواروں کو بوسہ دیا اور اسکے گرد طواف کیا تو یہ فعل اپنے محبوب خدا تعالےٰ کو پسند آیا اور اسکو اسکی یادگار قائم کرنے کے لیئے اسکے تمام پیروؤں پر لازم اور فرض کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اسی جگہ عبادت کے لیئے یہ گھر بنایا تھا۔ اور اسکے گرد اسی شوق سے طواف کیا تھا۔ حضرت آدم سے پہلے اس گھر کے محاذی آسمان پر بیت المعمور کے گرد فرشتے طواف کرتے اور اسمیں نماز پڑھتے۔

ان پچھلی دو نظیروں کو سمجھنے اور قبول کرنے کے لیئے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے عقول واذہان تیار نہیں۔ لہٰذا ہم انکی تفصیل سے قلم کو روکتے ہیں اور صرف اس بات کے جو قرآن میں موجود ہے۔ بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسمعیلؑ نے اس گھر کو بنایا۔ اور

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت

ہمنے اسکے حج و زیارت اور اس کے گرداگرد طواف کرنے کا حکم دیا۔ اس طواف کی وجہ جو ہمنے بیان کی ہے وہی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لیڈر و رہبر نے اپنی تفسیر القرآن	واسمعیل + + + + + + + وطھر بیتی للطآئفین والعاکفین و الرکع السجود۔ (بقرہ رکوع ۱۵) ولیطوفوا بالبیت العتیق۔ (الحج ع ۳)

میں لکھی ہے اور یہ وجہ کسی اعتراض کا محل نہیں ہو سکتی۔

تو خیر معترض آریہ جو کعبہ کے گرد طواف کرنے اور اسکی ایک جزء حجر اسود کو بوسہ دینے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ بھی ایک قسم کا شرک و بت پرستی ہے یہ اعتراض انکی معنی شرک و بت پرستی سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ شرک کے معنی ساجھا کرنے کے ہیں اور ساجھا کرنا یہ ہوتا ہے کہ کسی کے خاص حق میں کسیکو ساجھی و حصہ دار بنایا جائے۔ بوسہ دینا یا جسم سے جسم لگانا۔ یا جسم کے گرد پھرنا اور ان افعال کے ذریعہ اظہار محبت کرنا خدا تعالےٰ نے اپنی ذات کے لئے حق نہیں ٹھہرایا۔ یہ حق جسم اور جسمانیات کا ہے۔ انسان اپنے بیٹے کو بوسہ دیتا ہے آنکھ سے لگاتا ہے۔ بیوی کو چومتا ہے اور اسکے بدن سے اپنا بدن لگاتا ہے۔ جس کو کوئی احمق سے احمق بھی خدا حق سمجھکر بیٹے و بیوی کے اس فعل کو عمل کو شرک قرار دیگا۔ ہر کوئی کسی پسندیدہ مکان یا کسی جسم کے ارد گرد شوق و نظارہ کے وجد و جوش سے پھرتا ہے۔ اور اسکو کوئی سلیم الحواس اس جسم یا مکان کی عبادت قرار نہیں دیسکتا اور شرک نہیں کہہ سکتا۔

الغرض طواف و بوسہ جسمانی طور سے اظہار محبت ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ نے اپنی عبادت گاہوں (کعبہ بیت المعمور عرش معلیٰ) سے مخصوص کر دیا ہے اور اسکو لازمی حکم ٹھہرایا ہے۔ اور حجر اسود کی نسبت بطور تشبیہ یہ فرمایا ہے

کہ وہ خداتعالےٰ کا ہاتھ ہے جیسے بطور تشبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس شخص نے اس ہاتھ میں ہاتھ دیا اس نے خداتعالیٰ سے مصافحہ کیا۔ یہ جسمانی محبت کے اظہار کا طریق خداتعالےٰ نے اپنے محبوب مکان کعبہ اور بیت المعمور کو عطا کیا اور اس سے مخصوص کر دیئے ہیں تو کسی اور مکان متبرک سے مساجد ہوں خواہ مقابر یہ افعال جائز نہیں ہیں۔ نہ کسی شخص کی قبر کا طواف کرنا نہ بوسہ دینا۔ چنانچہ کتب فقہ میں مرقوم ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا۔ کہ کعبہ کا حج اور اس کا طواف زیارت بلا شائبہ شرک خدا کی عبادت ہے۔

مگر کمال افسوس سے کہا جاتا ہے کہ اس حکم الٰہی قرآنی کی اکثر انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں میں کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ وہ اسکو ایک کیمیلسری شرط امتحان نہیں جانتے اور حج کعبہ کو رکن اسلام نہیں جانتے اور اسکے طریق اور ارکان احرام (جس میں پاجامہ کورتہ کوٹ۔ پتلون اور عمامہ یا ٹوپی اتار کر عاجزانہ شکل وصورت بنانی پڑتی ہے) وغیرہ کو ایک وحشیانہ حرکت جانتے ہیں اور لنڈن پیرس کو جاتے یا آتے ہوے بھی اس پاک گھر کی زیارت کا قصد نہیں کرتے۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں پر کیا افسوس ہے انکے لیڈر و رہبر خود لنڈن وغیرہ بلاد یورپ کی سیر کو گئے اور مدت وہاں رہے تو جاتے یا آتے اس گھر کا قصد نہ کیا اور زیارت طواف کا شرف و ثواب نہ لیا۔ بلکہ ایک جگہ اپنی تصانیف میں یہ کہدیا کہ اس چوگھونٹے گھر کے ارد گرد پھرنے سے ہوتا کیا ہے۔ کیا گدھے اسکے گرد نہیں پھرتے۔ اور جب آپ لنڈن کالج کر کے واپس آئے اور مسلمانوں کے اس اعتراض کے مورد ہوئے تو ان کے پیرواں اور حامیوں نے

اِس اعتراض کے جواب میں کہا کہ وہ سیر لنڈن میں وہ کام کر کے آئے ہیں جو حج سے بڑھ کر ہے۔

ان کے بعد جو لوگ تعلیم یافتہ مسلمانوں سے بیرسٹری یا سول سروس وغیرہ کے امتحانوں کے لیئے یا صرف سیر و سیاحت کے لیئے لنڈن گئے ہیں اور وہ ایک مدت تک وہاں رہکر اور دور دراز کے بلاد یورپ اور ٹرکی وغیرہ کی سفر کرتے ہیں اور کئی اسوقت میں وہاں موجود ہیں اور سیر وگشت کر رہے ہیں اور انکے سفر سیر کی کیفیتوں کو اسلام کے محب تعلیم یافتہ مسلمان اخباروں میں بڑے فخر و خوشی سے شائع کر رہے ہیں وہ بھی کعبہ کے حج و زیارت کا نام نہیں لیتے اور دور سے بھی اسلام شوق و زیارت ظاہر نہیں کرتے جن کی شکایت میں وہ کعبہ اس شعر کو پڑھ رہا ہے۔ جس کو ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں اور اب مزید حسرت کے اظہار کے لیئے دوبارہ نقل کرتے ہیں ؎

با دوستاں نوشت بسے نامہ وفا

بر حاشیہ سلام از سن دریغ داشت

ایک اور بھی مثال سنو۔ مسلمانان پنجاب و ہندوستان ہر سال محمڈن ایجوکیشنل کانفرس میں شامل ہونے کے لیئے ڈھاکہ مدراس دکن وغیرہ بلاد میں پہنچتے ہیں مگر حج کا قصد نہیں کرتے وہ حج کو مسلمانوں کی عالمگیری کانفرس ہی سمجھکر حج کرلیا کریں اور اس سے اپنے تمدنی اغراض کا فائدہ اٹھاویں۔

اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ میں تعلیم یافتہ مسلمانوں کے اخبار وطن سے ایک مضمون متعلق فضیلت حج نقل کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں ایڈیٹر صاحب نے حج کا مسلمانوں کی عالمگیر کانفرس ہونا ثابت کیا ہے۔ کاش اس مضمون کو پڑھکر جاجیان لنڈن و پیرس جو اخبار وطن کے عاشق اور خریدار اور ہوگل ہیں لنڈن جاتے

نمبر دوم جلد بست و دوم

یا آتے ہوئے کعبہ کی عالمگیری کانفرس میں شامل ہو جایا کریں۔

اے خدا تعالےٰ! قوم کی آنکھیں کھول اور انکے دلوں میں احکام اسلام کی عظمت جما۔ ایڈیٹر اخبار وطن وغیرہ کی خدمات میں ناصحانہ التماس ہے کہ جیسے آپ لوگ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے حالات سیر و سیاحت کو اپنے اخباروں میں چھاپتے ہیں اور وہ لوگ آپکے اخبارات کو بڑے شوق و وجد سے پڑھتے ہیں۔ ویسے ہی ان لوگوں کی آگہی و اطلاع کے لیئے آپ کعبہ کی اس شکایت کو اور میرے اس مضمون نصیحت کو اپنے اخباروں میں چھاپ دیں۔ کیونکہ وہ اس رسالہ کو نہیں پڑھینگے اور نہ یہ رسالہ اکثر حضرات کے پاس جاتا ہے۔ اور جن کے پاس جاتا ہے اور ان میں سے بعض حضرات کو میں نے اپنے ہاتھ سے رسالہ دیا ہے وہ [illegible] نہیں پڑھتے۔ آپکو اجر عظیم ہوگا۔ اگر آپ کے اخبار کے ذریعہ سے وہ اس مضمون کو پڑھ لیں اور اس سے نصیحت پاویں۔ ایسے بھی ہیں جو انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتے کچھ عربی جانتے ہیں اور قرآن کے حافظ کہلاتے ہیں مگر وہ تعلیم یافتہ کے اوضاع اطوار اختیار کرکے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوئے ہوئے ہیں وہ کبھی سیر و سیاحت مصر و استنبول میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر وہی حضرات اپنے سیر و سیاحت میں آپکے اخبار میں اس مضمون کو پڑھکر اس سے نفع اٹھاویں اور کبھی اپنی سیر و سیاحت میں حج بھی کر آویں تو آپ کو اور ہم کو بھی اس کا ثواب کا حصہ ملے۔

(۷) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ وینہیٰ عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون

ساتویں آیت میں ارشاد ہوا ہے
خدا تعالےٰ ہر چیز میں عدل کرنے اور علاوہ بر آں احسان کرنے اور اچھا کرنا

(النحل ۶ ۳) قرابتیوں سے سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت نے نیکیوں اور بدیوں کا عام اصول بیان کر دیا ہے او ہر نیکی کا حکم دیا ہے۔ اور ہر برائی و بے حیائی سے منع کر دیا ہے۔ جس سے اس امر کا اظہار مقصود خداوندی ہے کہ جس چیز کا خدا تعالےٰ نے حکم دیا وہ عدل و احسان میں داخل ہے اور جس چیز سے منع کیا ہے وہ داخل گناہ و بے حیائی ہے۔ خدا تعالےٰ کے ہر امر و نہی کی نسبت یہ اعتقاد رکھکر کہ ہر محکوم بہ کی تعمیل کریں اور ہر ممنوع و منہی عنہ سے پرہیز کریں تب پورے مسلمان ہو سکتے ہیں از انجملہ بعض منہیات کی تفصیل آیات ذیل میں فرمائی ہے۔

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر و المیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون۔ و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلغ المبین۔ (المائدہ ۱۲۶)

آٹھویں آیت میں برائیوں کی چار مثالیں (شراب خواری قمار بازی تھانوں کی پوجا کرنا تیروں سے فال لینا) کو ذکر کرکے شراب خواری و قمار بازی کی وجہ ممانعت بیان کی ہے کہ وہ باہمی بغض و عداوت کے موجب ہوتے ہیں اور حسن معاشرت میں خلل انداز ہیں۔ قمار بازی بذریعہ لاٹری وغیرہ اور شراب خواری اکثر تعلیم یافتہ مسلمانوں کا شعار ہو رہی کوئی اس سے بچتا ہے تو بحکم عقل نہ بحکم مذہب ہے۔ اور تعجب اور سخت تعجب ہے کہ یورپ جہاں سے تعلیم جدید نکلی ہے۔ اسوقت شراب خواری

کا مانع ہے وہاں جابجا ٹمپرنس سوسائٹیاں (شراب وغیرہ مسکرات کے مانع مجلسین) قائم ہو گئی ہیں اور شراب کی ممانعت اور اسکے مضر ہونے کے بیان میں لیکچر دیئے جا رہے ہیں اور انکی تقلید سے ہندوستان کے تعلیم یافتہ بھی یہی عمل کر رہے ہیں۔ مگران سوسائٹیوں کے اکثر ممبر خود شراب نوشی ترک نہیں کرتے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ بحکم عقل اسکے مضار دنیاوی کی نظر سے اسکو برا جانتے ہیں مذہب کے خوف سے اس سے پرہیز نہیں کرتے کیونکہ احکام مذہبی خصوصًا متعلق خور۔ ونوش کو وہ واجب العمل اور لازمی نہیں سمجھتے۔ رہے دنیاوی مضار ومفاسد سوان میں ہر شخص اپنا اجتہاد کر لیتا ہے۔ جس چیز کو مضر ہو۔ کوئی غیر مضر یا مفید سمجھتا ہے۔ اسکو ستعمال کر لیتا ہے ایک بڑے تعلیم یافتہ مسلمان کا جو ہائی کورٹ کا ممبر بھی رہ چکا ہے حال سنا ہے کہ اس کا خرچ شراب تین سو روپیہ ماہوار کا [illegible] سو روپیہ ماہوار کا۔

لاٹری (جسکا قمار ہونا ہم اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ کے نمبر ۲ میں ثابت کر چکے ہیں) ایسی عموم البلوی بلا ہے کہ اس سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے علاوہ عوام مسلمان بھی نہیں بچتے اور اپنے اس فعل کو اسلامی سلطنتوں کا معمول ومروج بتاتے ہیں جس کا جواب اسی اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۰ میں ہم دے چکے ہیں۔

نویں آیت میں سود خواری کی مثال پیش کر کے اسکے متعلق فرمایا ہے

(۹) الذین یاکلون الربٰوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع و حرم الربٰوا فمن جاءہ موعظۃ

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قبروں سے ایسے مدہوش وبدحواس ہو کر اٹھینگے جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جسکو شیطان نے چھو کر خبطی کیا ہوتا ہے یہ انسزا انکو اس لیئے ملے گی کہ وہ کہتے تھے کہ

ربّہ فانتہی فلہ ما سلف وامرہ
الی اللہ ومن عاد فاولٰئک اصحاب
النار ھم فیھا خالدون. یمحق
اللہ الربوا ویربی الصدقات واللہ
لا یحب کل کفار اثیم. یاایّھا
الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما
بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین
فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ
ورسولہ فان تبتم فلکم رؤس اموالکم
لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ (بقرہ ع ۳۶)

بیع بھی تو (لین دین) سود ہی کی مانند
ہے۔ (حالانکہ بیع اور لین دین سود میں
فرق ہے بیع میں ایک چیز دوسری
چیز کے بدلے دیجاتی ہے اس لئے)
خدا نے بیع کو حلال کیا (اور سود قرض کا
لین دین بلا بدل صرف بمقابلہ میعاد
واجل ہوتا ہے جو روپیہ سود خوار
دیتا ہے وہ پورا پورا واپس لیتا ہے
اور جو کچھ اس نے سود ہیں لیا اس کا
کوئی عوض مالی نہیں دیا اس کا بدل

وہی میعاد ہوتی ہے جس میعاد پر وہ روپیہ واپس لیتا ہے اس لیئے)
خدا تعالےٰ نے سود کو حرام کر دیا ہے۔ پس جس شخص کو خدا کی طرف سے نصیحت
(ممانعت) پہنچ گئی پھر (وہ سود لینے سے) باز آیا تو پچھلا لیا ہوا اس کا ہو چکا
اسکی معافی خدا تعالےٰ کے سپرد ہے اور جو نصیحت ممانعت پہنچنے کے بعد پھر سود لیگا
وہ لوگ آگ والے ہیں جو ہمیشہ اسمیں رہیں گے۔ خدا تعالےٰ معاملات سود
کو بے برکت کرتا ہے اور جن مالوں سے بجائے سود لینے کے صدقات خیرات
نکلیں وہ ان کو بڑھاتا ہے وہ سخت کافر (ناشکر سود خوار) گنہگار سے ناخوش ہے

اس آیت میں سود خواری پر خدا تعالےٰ نے بہت غصہ ظاہر فرمایا ہے
اور اسکو شیطان اور کافروں کا کام قرار دیا ہے اور اسپر عذاب جہنم کا ڈر
سنایا ہے۔
مگر اسوقت کے اکثر تعلیم یافتہ مسلمان اس فعل شنیع پر ایسے تلے اور

پڑے ہوئے ہیں کہ اسی کو مسلمانوں کے صلاح و فلاح کا مدار مناط جانتے
ہیں اور اسکے اجراء و ترویج پر دیوانہ وار عاشق ہو رہے ہیں اس سود کے
جواز میں اخباروں میں مضامین مشتہر کر رہے ہیں۔ سودی بنک کی تجویز
میں سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ گو خدا تعالے عام اور ناواقف مسلمانوں
کو ان کے پنجہ سے بچانے کے لیئے اور ان کو حرام خواری سے محفوظ رکھنے
کے لیئے انکی کوشش بارور نہیں کرتا۔ اور اب تک وہ ضل سعیہم فی
الحیوٰۃ الدنیا کے مصداق بنے ہوئے ہیں اور طرفہ یہ کہ جس منہ سے وہ سود
کے لین دین کو حلال بلکہ ترقی قومی کی نظر سے فرض کہتے ہیں اسی منہ سے
وہ اس کو حرام مطلق بھی کہہ رہے ہیں اس اعتراف حرمت کے ساتھ
وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے اور کہتے ہیں اور اخباروں میں مشتہر کر رہے ہیں کہ
جب اور حدود شرعیہ کو نظر انداز کر کے مسلمان مسلمان رہ سکتے ہیں تو سود
کا لین دین کرنے میں اپنے اجتہاد پر عمل کرنے سے بھی انکی مسلمانی میں
فرق نہ پڑنا چاہیئے اس قول کی نقل اور اس کا جواب ہمارے مضمون "طاعون
کیوں بڑھتا جاتا ہے" میں بصفحہ ( ) گذرا۔ ان کا یہ خیال ہے کہ جبتک
مسلمان سود کا لین دین نکرینگے نکبت و فلاکت کے ادبار سے نجات نہ
پائیں گے۔ اور یہ مقال ہے کہ مسلمان دولت سے مالا مال اور اس ذریعہ سے
صاحب اقبال ہو جائیں گو ناجائز ذریعوں شراب فروشی۔ قمار بازی۔ اور
رنڈیاں ملازم رکھکر زناکاری کرانے سے کیوں نہو۔ وہ اپنے خیال نادانی
سے اسلام و مسلمانوں کی خیر خواہی کر رہے ہیں اور وہ اتنا نہیں سوچتے کہ
مسلمانوں کی ترقی قومی صرف کثرت مال و دولت سے ہرگز متصور نہیں
جب تک کہ مسلمان اپنے مذہب اسلام کی ہدایات و احکام کے پابند نہیں

اور وہ اس پابندی کے ساتھ وہ دنیاوی ترقی نہ کریں۔ پابندی احکام دین کے
بغیر وہ دنیاوی ترقی کرینگے تو وہ قومی ترقی کرنے والے ہرگز ہرگز نہ کہلائینگے
کیونکہ مذہب قومیت کا جزو ہوتا ہے اور یہ بات ہر کسیکو معلوم اور سب کے
نزدیک مسلم ہے حتی کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لیڈر رہبر نے بھی تسلیم کی ہوئی
ہے۔ چنانچہ سابقاً منقول ہوا۔

افسوس صد افسوس ہزار افسوس اس لیڈر کے پیرواں انگریزی تعلیم یافتہ
مسلمان ان کے اس قول کی تقلید نہیں کرتے اور قومی ترقی کے لیئے پابندی
احکام مذہب کو لازمی نہیں جانتے اور اگر سچ پوچھو اور انصاف کی بات سنو تو
اس افسوس کے محل خود لیڈر صاحب ہیں جنہوں نے پہلے ان کو یہ بات کہکر کہ کسی
مذہب اور کسی نبی اور کسی کتاب آسمانی کے کسی حکم مذہب سے انکار کرنا مسلمان
ہونے سے نہیں نکالتا۔ پابندی احکام مذہب سے عام آزادی دی ہوئی ہے
اس عام آزادی کے بعد ان پر انکی یہ نصیحت کیا اثر کرسکتی ہے۔ وہ ہزار نصیحت کرتے
سو لیکچر پابندی احکام مذہب کے سناتے انکا اثر نہوتا تھا نہوا۔

اس نصیحت کی جگہ ہز میجسٹی امیر المؤمنین و شاہ افغانستان عالی جناب
حبیب اللہ خان بالقابہ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ وابقاء سلطنتہ کی وہ
نصیحت حرز جان بنانے اور اُنپر اثر کرسکنے کے قابل ہے جو کالج انجمن حمایت
اسلام کے جلسہ فونڈیشن (بنیادی پتھر رکھنے) کے موقعہ پر انہوں نے مسلمانوں
کو کی تھی اور وہ اخباروں میں مشتہر ہوئی ہے کہ پہلے طالب العلموں کے دلوں
میں دین اسلام اور اس کے احکام کی محبت قائم و مستحکم کرو۔ اس کے بعد
انکو علوم انگریزی پڑھاؤ۔

اور اس پر آپنے ایک شعر بھی پڑھ سنایا اور یہ جتایا کہ جب تک احکام

اسلام کی عظمت طالب العلموں کے دلوں میں قائم نہو انکو علوم انگریزی کی تعلیم دینا مناسب نہیں۔ وہ شعر یہ تھا ؎

ہمچو پرکار ایم یکپا در شریعت مستقیم ؎
پائے دیگر پھر ہفتاد و دو ملّت کردہ ایم

اپنی اس نصیحت پر امید ہے کہ ہز میجسٹی امیر صاحب اپنی حدود سلطنت میں پورا پورا عمل کرائینگے حبیبیہ کالج اور اس کے ماتحت سکولوں کے طالب العلموں سے اسی شخص کو تعلیم انگریزی دلوائینگے جس کا اسلام اور احکام اسلام پر ثابت قدم ہونا اور اس میں مستحکم ہو کر چلنا مشاہدہ کر لیں گے۔ عقائد اسلام میں خام اور پابندی اسلام کے غیر ملتزم طالب العلموں کو وہ کبھی انگریزی علوم خصوصاً سائنس (طبعیات) کیطرف ہرگز رخ نکرنے دینگے پنجاب و ہندوستان میں جو لوگ اس بلا میں یعنی بد اعتقادی و درستی اخلاق و اعمال سے پہلے مبتلا ہو چکے ہیں۔ ان کا علاج و دوا یہ ہے کہ ان کو تعلیم انگریزی کے ساتھ ساتھ اصول و احکام اسلامی کی تعلیم دی جاوی اور ان کے اخلاق و اعمال کی درستی حفاظت و نگرانی کی جاوے۔

پنجاب کی اسلامی انجمنوں خصوصاً انجمن حمایت اسلام لاہور نے اس غرض سے بہت سکول و کالج قائم کیے ہوئے ہیں اور انگریزی تعلیم کے ساتھ وہ دینی عربی تعلیم بھی انگریزی خواں طالب العلموں کو دیتے ہیں مگر وہ تعلیم کافی نہیں ہے کیونکہ اس تعلیم میں اسلامی عقائد و اصول (خدا تعالے کی ہستی اور صفات اور انبیاء علیہم السّلام کی نبوت اور اسکی حقیقت و معاد اور اس کے تفاصیل کا اعتقاد) کے ریزن (عقلی دلائل) نہیں بتائے جاتے جیسے عقائد اصول اسلام کے مخالف علوم (سائنس طبعیات) وغیرہ کے ریزن بتائے

(دلائل) ان علوم میں بیان ہوتے ہیں۔ مثلاً خداتعالےٰ کی ذات صفات کی نسبت اسلامی عقیدہ ہے کہ خداتعالےٰ ہر چیز کا خالق با اختیار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چیز ممکن ہے اسکی قدرت میں داخل ہے۔ وہ صمد یعنی بے احتیاج ہے وہ اپنے کسی فعل میں کسی شے کا محتاج نہیں اس نے عالم اور اس کے جملہ اسباب کو محض عدم سے وجود عطا کیا اسکی شان ہے کہ وہ کسی چیز کا صرف ارادہ کرے اور اس ارادہ کا اظہار بلفظ "کُن" کرے تو وہ چیز ہو جائے اور "فیکون" کا مصداق بنے۔ سائنس۔ انگریزی اور پرانا فلسفہ خداتعالےٰ کی ہستی کو تسلیم کرتا ہے۔ تو نہ ان صفات سے جو عقائد اسلام میں بیان ہوئی ہیں بلکہ اسکو صرف فسٹ کاز یا کاز ادف کاز یعنی پہلی علت یا علۃ العلل بلا ارادہ و اختیار صرف اضطرار سے اسباب عالم کا ایک ایسا موجب اور سبب بتاتا ہے جو نہ ان اسباب سے زمانی سبقت یا تقدم رکھتا ہے نہ ان اسباب میں کوئی تبدیلی و تغیر کر سکتا ہے۔

نئے سائنس کی یہ تعلیم ہے کہ جب دو ہوائیں اکسیجن اور ہیڈروجن (دو ہواؤں کا نام ہے) ایک مقدار سے ملتے ہیں تو پانی بن جاتا ہے اور مینہ برستا ہے۔ یہ امر ممکن (یعنے خدا کی قدرت میں داخل نہیں کہ جب اکسیجن اور ہیڈروجن ایک مقدار مناسب سے ملیں تو پانی نہ بنے اور یہ امر بھی ممکن اور داخل قدرت خداوندی نہیں کہ بغیر ملنے اکسیجن اور ہیڈروجن کے پانی بن جائے۔

ہم انجمن حمایت اسلام وغیرہ اسلامی انجمنوں کے ارکان منتظمین تعلیم سے پوچھتے ہیں کہ کسی انجمنوں کی کتابوں انگریزی اور عربی و اردو میں کہیں سائنس کے ان لغو و بیہودہ کفریہ مسائل کا رد اور با دلیل جواب ہے

اگر ہے تو چشم ما روشن دلِ ما شاد۔ نہیں تو صرف انجمن کی کتابوں انگریزی میں یہ تعلیم کہ "گاڈ از اون لی ون" یعنے خدا ایک ہے اس زہریلے اثر سائنس سے بچنے کے لئے کیونکر کافی ہو سکتی ہے۔ لہذا اسلامی انجمنوں کا فرض ہے کہ وہ انگریزی خواں طالب العلموں کو کفریات سائنس سے بچانے کے لئے ایسی کتابیں تصنیف کریں جن میں ان کفریات کا بادلیل رد اور جواب ہو۔

انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے کالج کے متعلق ایک حمیدیہ سکول بھی جاری کر رکھا ہے۔ مگر اسکی سکیم (نصاب تعلیم) بھی پہلے ہی سی کافی نہ تھی اور اب اسمیں انگریزی خواں منتظمین تعلیم کی تجویز و تاثیر سے اور بھی کمی ہوگئی ہے۔

ندوۃ العلماء نے بھی تعلیم علوم دینیہ اور ترویج رسوم و احکام اسلامیہ کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ مگر چونکہ اسکے اکثر (ارکان) اور بعض روح رواں انگریزی سائنس کے خیالات کی بدولت ہیں اکثر قدیم اصول اسلام میں خود متزلزل ہوئے ہیں ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو مسئلہ حدوث عالم کا (جو اثبات ہستی خالق مختار کا مدار و مناط ہے) اعتقاد چھوڑ کر عالم کو قدیم سمجھ بیٹھے ہیں لہذا ان سے بھی امید نہیں کہ وہ اصول اسلامیہ کو طالب العلموں کے دلوں میں قائم و مستحکم کر سکیں ؂ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند +

انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں نے خود بھی ایک مجلس تعلیمی قائم کی ہوئی ہے جس کا نام محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس ہے۔ مگر اس مجلس کی توجہ ہمگی و تمامی علوم مغربی (انگریزی وغیرہ) کی ترویج اور مسلمانوں کی دنیاوی ترقی کی تجویز کی طرف ہے۔ گذشتہ سنین میں بعض اوقات مذہبی علوم کی تعلیم کی طرف بعض ارکان جلسہ کی توجہ ہوئی تو انگریزی خوانوں نے انکو دبا کر انکی ایک نہ سنی۔

الغرض اسوقت انگریزی تعلیم گاہیں اسلامی ہیں جن میں مغربی تعلیم پر

زور دیا جاتا ہے - انہیں کوئی مجلس یا مدرسہ یا کالج ایسا نہیں ہے جو طالبان
انگریزی وغیرہ علوم مغربی کے دلوں میں اصول اسلام کو ایسا قائم و مستحکم کر دے
جسکے بعد انگریزی علوم سائنس ان لوگوں کے عقائد میں تزلزل واقعہ ہونے دے
از انجا کہ اسوقت ایشیا میں ہز میجسٹی امیر المؤمنین افغانستان کیذات
بابرکات جن کو ترویج علوم مغربی کے ساتھ استحکام اصول اسلام کا کامل
طور پر خیال مرکوز خاطر ہے اور وہ جو چاہیں خداداد دولت سے کر بھی سکتے
ہیں - لہذا انکی ذات بابرکات سے امید ہے کہ وہ مسلمانوں میں اپنی اس نصیحت
کی تعمیل ہونے کی طرف خود بھی توجہ کریں اور اس شعر کے مصداق بنیں ؎

سب مریضوں کو ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے ؛

اور اسکی صورت یہ ہے کہ وہ اپنی سلطنت کے حبیبیہ کالج اور اسکے تحت
کالجوں سکولوں میں انگریزی تعلیم پانے والوں کے لیے ایسی کتابوں رسالوں
کو جن میں سائنس کے اصول باطلہ کی بادلیل تردید ہو اور اصول اسلامیہ کی
دلائل عقلیہ سے تائید ہو داخل نصاب کریں - اور علاوہ براں روزانہ یا ہفتہ
وار لیکچروں میں سائنس کے اصول باطلہ کا ابطال اور اصول اسلامیہ کا
بدلائل عقلیہ احقاق و اثبات ہوتا ہے - پھر ان کتابوں رسالوں و مضامین
اور لیکچروں کو کالج انجمن حمایت اسلام لاہور اور محمڈن کالج علیگڈھ میں (جو
ہز میجسٹی کو اپنا محسن و مربی سمجھتے ہیں) معمول بہا بنانے کی رغبت دلاویں
ایسی کتابوں رسالوں مضمونوں اور لیکچروں کی تصنیف و تجویز کے لئے
ہندوستان یا پنجاب کے کسی بڑے شہر میں ایک ایسی مجلس و کمیٹی قائم ہو -
جس میں قدیم اسلام اور قدیم خیالات کے علماء جو نیو فیشن اور نئے خیالات سے

بھی واقف ہوں مگر معتقد پرانے مسلمہ خیالات کے ہوں ارکان منتخب و مقرر ہوں۔ اور ان کا صدر مجلس (پریسیڈنٹ) بھی کوئی ایسا عالم ہو جو خود تو قدیم علوم اسلام کا ماہر و معتقد ہو مگر نئے خیالات سے بھی ناواقف نہو اور تمام مجمع میں ایسا آدمی ایک بھی نہو جس کو قدیم اصول اسلام میں شک یا تذبذب ہو گو علوم مغربی کا کیسا ہی واقف و ماہر ہو اور علوم مشرقی عربی کا بھی عالم ہو۔

ہماری اس معروض پر ہز میجسٹی امیر المؤمنین افغانستان کو توجہ ہوئی تو ایسے لوگوں کے انتخاب اور تقرر کے وقت ہم دو نو قسم کے ایسے لوگوں کو نام پیش کرینگے جن کو امید ہے کہ ہز میجسٹی اور ترقی خواہاں اسلام و علوم جدید پسند کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

اس تجویز کو کہ اس قسم کی کتابیں اور اس مضمون کے لیکچروں کے ذریعہ انگریزی خواں طالب العلموں کی مذہبی اصلاح کیجاوے ہم انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں کے وعظوں میں اور ارکان انجمن کی خاص مجلسوں میں پیش کر چکے ہیں جن کو انجمن کے ارکان نے پسند کیا تھا۔ مگر اب تک انسے اس تجویز پر پورا عمل نہیں ہو سکا۔ شاید اس کار خیر کا قرعہ ہز مجسٹی امیر المومنین افغانستان کے نام نامی پر ازل میں ڈالا گیا ہو خدا تعالےٰ ان کے دل کو ہماری اس معروض کیطرف متوجہ کرا وے تو مسلمانوں کی نہایت خوش قسمتی ہے اور اس خاکسار کے لیئے موجب فخر و عزت اخروی و ثواب آخرت ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اس نویں آیت میں جو حرمت سود خواری کا حکم بیان ہوا ہے اور جو اسکے برخلاف تعلیم یافتہ مسلمانوں کا اس سود کی حلت پر زور دینا بیان ہوا ہے۔ یہ بھی توجہ خاص ہز میجسٹی امیر المومنین افغانستان کے لائق ہے

کیونکہ ہز مجسٹی اسوقت مصرعہ حامی دین محمد سایہ فضل الہ کے مصداق ہیں
اور یہ حکم حرمت سود ہندوستان میں آپکی ادنے توجہ سے قائم رہ سکتا ہے
آپ ہندوستان کے اسلامی اخبارات کے ایڈیٹروں سے جو اس حکم حرمت
سود کو صفحہ اسلامی دنیا سے اٹھانا اور مٹانا اور بجائے اسکے حلّت سود
کو حکم اسلام بلکہ شعار ملت بنانا چاہتے ہیں بذریعہ اسلامی فرمان شاہی
تنبیہ کریں اور خصوصًا ایڈیٹران ان اخبارات کو جو شرف حضوری و دربار
شاہی سے مشرف ہیں حکم دیں کہ وہ اس اتفاقی حرام کی (جسکو اپنے مُنہ
سے وہ حرام مطلق کہہ چکے اور اپنے قلم سے لکھ چکے ہیں) تحلیل سے تائب
ہوں اور اسکی تحلیل کے مضامین نام کے علماء اور درحقیقت مفسدین و
سارقین دین کو جن میں کوئی بھی حلّت ربا کا [illegible] نہیں ہوتی اپنے اخباروں
میں چھاپنا موقوف کردیں از انجملہ سب سے بڑھکر اسکی حلّت بلکہ فرضیت کا مدعی
ایڈیٹر اخبار وطن لاہور ہے جو اسکی تحلیل میں والذی تولی کبرہ کا
مصداق ہے۔ اور باوجود اعتراف اس امر کے کہ سود حرام مطلق ہے
چنانچہ ہمارے مضمون "طاعون کیوں بڑھتا جاتا ہے" میں اسکا یہ اعتراف
حرمت منقول ہے یہ اس کو حلال بلکہ فرض بھی کہتا ہے۔ قدغن و قطعًا روک
دیں۔ ہمارے ملک میں حکومت غیر اسلامی ہے۔ جو مذہبی امور میں دخل
نہیں دیتی اور حضرت سلطان المعظم کی حضور میں ہماری اپیل بھیجنے کا ذریعہ
بھی کوئی نہیں ہے نہ سلطان المعظم سے ہندوستان کے اخباروں کا تعلق
ہے اسلئے اس امر کی اپیل اسی بادشاہ اسلام کی خدمت میں کی گئی ہے
اور آپ کا بحیثیت اسلام حق ہے کہ آپ ان کو اس خلاف شریعت سے
روکیں۔ حضرت سلطان المعظم کی خدمت میں بھی ہم اپیل پیش کرتے مگر

ایڈیٹر وطن اعتقاداً حلت سود میں انکو بھی اپنا ہم خیال بتاتا ہے۔ اس لیئے ہم ان کی خدمت میں یہ عرض نہیں کر سکتے اور حضور انور کو گو ملک ہندوستان سے کوئی پولیٹکل تعلق نہیں مگر مذہبی اسلامی ایسا تعلق ہے جیسا کہ اور سلاطین اسلام اور حضرت امیر المومنین سلطان العرب و الترک کو ہے۔

ایڈیٹر وطن نے ایک تفسیر بھی اپنے اخبار کے ساتھ کسی قدر شائع کی ہے جس میں اسی قسم کا خلاف احکام و عقائد اسلام سے اس نے کیا ہے اور درحقیقت وہ تفسیر تفسیر نیچری سر سید کا انتخاب ہے۔ جس کا مصنف اور انتخاب کنندہ ایک عربی پروفیسر دہلی ہے۔ پہلے اس تفسیر کا ایک ایک ورق اخبار وطن کے شائع ہوتا رہا۔ مگر اخبار وطن ۱۵ مارچ سنہ [illegible]ء کے پرچہ میں ایڈیٹر وطن نے یہ خبر شائع کی ہے کہ یہ تفسیر بطور ماہواری رسالہ اخبار سے علیحدہ چھپکر شائع ہوا کریگی اور یہ تفسیر [illegible] امیر حبیب اللہ خان بہادر کے اسم نامی سے منسوب کی گئی ہے اور اس کا نام تفسیر حبیبیہ رکھا جائیگا اور سر سید کی نسبت عالی جناب امیر صاحب سے اس اخبار کے پرچہ یکم فروری سنہ [illegible]ء میں یہ خبر بھی قاری محمد سلیمان صاحب پھلواری سے نقل کی ہے کہ اعلیٰحضرت (یعنے امیر المومنین سراج الملۃ) نے سر سید مرحوم کا (درود علیگڈھ کے وقت) نہ کوئی حال پوچھا نہ انکی قبر پر فاتحہ کو گئے نہ کسی نے ان کو ادھر توجہ دلانے کی ہمت کی (راقم) خادم قوم محمد سلیمان قادری چشتی از پھلواری ضلع پٹنہ) ان دونوں متضاد خبروں کو اخبار وطن میں پڑھنے والا کبھی یقین نہ کریگا۔ کہ حضرت اعلیٰ امیر سراج الملۃ نے اس تفسیر کا اپنے نام نامی سے نامزد (ڈیڈیکیٹ) ہونا منظور کر لیا ہو۔ اور اگر کسی دوست ایڈیٹر وطن کی سفارش کرنے اور چھپوا دینے سے اس تفسیر کا اپنے نام نامی پر

ڈیڈیکیٹ ہوتا حضرت اعلیٰ نے منظور کر لیا ہے تو نہایت ادب سے حضرت اعلیٰ کی خدمت میں خاکسار کا یہ دوسرا اپیل ہے کہ اس تفسیر کو مختلف مقامات سے اور ان ہی مقامات سے تفسیر نیچری سر سید کو جن کی نشان وہی صدر در حکم عالی پر یہ خاکسار کریگا ترجمہ کرا کے ملاحظہ فرماویں۔ امید واثق اور یقین کامل ہے کہ حضرت علی جو بادشاہ اسلام ہونے کے ساتھ گروہ باشکوہ اہل سنت والجماعۃ کے ایک جید عالم بھی ہیں اس تفسیر کو مذہب اہل سنت والجماعۃ کے مخالف اور تفسیر نیچری سر سید کے موافق پائینگے اور اس منظوری ڈیڈیکیشن (نامزد ہونے کو اگر قبل ازوقت ملاحظہ ہو گئی ہے منسوخ فرمائینگے۔ وہ تفسیر حضور انور کے نام نامی سے نامزد ہو کر شائع ہو گئی تو اسلام و مسلمانوں کو بہت سخت مضرت پہنچیگی۔

(۱۰) الذین [illegible] الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التورٰۃ والانجیل یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم فالذین اٰمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولٰئک هم المفلحون (اعراف ۹۶)

[illegible] ارشاد ہے جو لوگ اس رسول نبی امی کی جس کو وہ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے بری باتوں سے منع کرتا ہے پاک و ستھریاں چیزیں حلال کرتا ہے ناپاک اور خبیث چیزیں حرام کرتا ہے۔ ان کے اوپر سے (فضول رسموں کے) بوجھ اور گناہوں کے طوق جو ان پر ہیں اتارتا ہے۔ وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے

ہیں اور اسکی عزّت و نصرت کرتے ہیں اور اس نور (ہدایت) کی جو وہ لے کر آیا ہے پیروی کرتے ہیں وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اس آیت میں ہر حکم دینی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو مدار نجات ٹھہرایا ہے اور یہ ایک عام اصول اور جنرل رول قائم کردیا ہے کہ جس چیز کو آپنے حرام کردیا ہے (گو قرآن میں اسکی حرمت کا ذکر نہو) جیسے کھانے میں گدھے اور کتے کی حرمت ہے یا پہننے میں سونے اور ریشمی لباس کی مردوں کے لئے حرمت اور افعال و اعمال میں جاندار کی تصویر بنانے اور اسکے فروخت کرنے کی حرمت وعلی ہذا القیاس) وہ حرام اور خبیث ہے اور اس سے بچنا نجات کی شرط ہے اور جن چیزوں کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض یا واجب قرار دیا ہے (گو قرآن میں اس کا صاف وصریح حکم نہو) جیسے ماہ رمضان میں صدقۃ الفطر یا مردے کے لئے نماز جنازہ یا مردوں کے لیے اپنے چہروں پر داڑھیاں رکھنا اور موچھیں کٹوانا وعلےٰ ہذا القیاس۔ وہ سب پاکیزہ اور واجب العمل اور شرط نجات ہیں۔

اس قسم کے احکام حلال و حرام فرض و واجب کی تفصیل کا ہم اس مضمون کے نمبر اول میں موقعہ نہیں سمجھتے۔ جب احکام نصوص قرآنی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دماغوں اور خیالوں میں آکر جاگزیں ہونگے تو پھر ہم کسی اور نمبر میں ان احکام نبوی کی تفصیل کرینگے۔

ان احکام قرآنی کے بیان سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان اگر ایمان و اسلام کا دعوی کرتے ہیں اور قرآن کو یقیناً کلام الٰہی مانتے ہیں تو اس ایمان و تسلیم کا لازمہ ہے کہ وہ ان احکام خمسہ قرآنی کو جو پانچوں بنیاد اسلام کہلاتے ہیں دل و جان سے قبول کرلیں اور ان کے ماننے

کو جزو ایمان اور شرط اسلام و نجات سمجھیں۔ اور جن افعال و اشیاء کو خدا تعالیٰ نے قرآن میں حرام کہا ہے۔ اور ان سے منع کیا ہے اُن کو حرام و ممنوع سمجھیں اور ان کے ارتکاب و استعمال کو مانع نجات یقین کریں۔ اور ایسی یقین کو شرط ایمان و مناط نجات خیال کریں اور یہ یقین کرلیں کہ اگر وہ خداتعالیٰ کے کسی حکم سے انکار کرینگے اور کسی حرام کو حلال سمجھینگے تو باوجود دعوے اسلام اسلام سے خارج ہونگے اور اس شعر کے مصداق بن جائینگے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی +
ایں راہ کہ تو میروی بترکستان ست

ہم ان کو خارج از اسلام کرنا نہیں چاہتے داخل رکھنا چاہتے ہیں وہ خود انکار فرائض و تحلیل محرمات قرآنیہ کے مرتکب ہو کر خارج نہوں۔ تعلیم یافتہ خود انصاف سے دیکھیں کہ موجودہ حالت عمل و اعتقاد میں وہ داخل اسلام ہیں یا خارج ہیں۔ اس باب میں ہم کچھ نہیں کہتے اور نہ کہنا چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ شروع مضمون اور آخر میں کہہ چکے ہیں۔

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق
وانت خیر الفاتحین

پولیٹکس واسلام

اور

برٹش گورنمنٹ اور رعایا اہل اسلام

ایک مدت سے جو پولیٹیکل (انتظامی یا ملکی) ایگیٹیشن (جوش) ہندوستان وپنجاب مین پھیل رہا ہے۔ اسکی نسبت ہم اسلام کی ہدایات اور راشد مسلمان رعایا کا عمل بیان کرنا چاہتے ہین۔ جب نیشنل کانگرس قائم ہوئی تھی اور اسکے کئی رسالے بھی شائع ہوئے۔ تو ہمنے ایک بسیط مضمون لکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ گورنمنٹ کی غلطیون یا کوتاہیون پر اُسکو آگاہ کرنا وفادار رعایا کا فرض ہی اور رعیت ہونے کا لازمہ ہے مگر اس مین شرط انصاف جسکی ہدایت اسلام کرتا ہے یہ ہے کہ وہ آگاہی ادب و تعظیم سے ہو۔ نہ بے ادبی اور دریدہ دہنی سے وہ مضمون ہم نے سرسید کو (جبکہ وہ لاہور مین بتقریب جلسہ ایجوکیشنل کانفرس آئے اور ان کے لکچر لاہور مین ہوئے تھے) [illegible] انہون نے علیگڈھ پہنچکر واپس کیا اور مشورہ دیا کہ بالفعل اس کی اشاعت کو ملتوی رکھا جاوے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ کانگرس کے مقابلہ مین سرسید نے ایجوکیشنل کانفرس قائم کردی تو مسلمانون کا خیال اس طرف لگ گیا اور ان کے لیئے ایک مشغلہ[*] پیدا ہوگیا۔ اور نیشنل کانگرس مین مسلمانون

[*] اسمین یہ اشارہ ہے کہ ان کو ایک مشغلہ بیجا کے علاوہ اسلام و مسلمانون کو اس کانفرنس سے کچھ بھی فائدہ نہین ہوا۔ چنانچہ اس بات کو بہت سے اہل الرائے نے تسلیم بھی کیا ہوا ہے۔

دسمبر ۱۹۰۰ء مین کانفرس کا جلسہ کراچی مین منعقد ہوا تو دور دراز ممالک کے ۵ سو اور بقول بعض بارہ سو اشخاص کے قریب اسمین شامل ہوئے۔ انہین سے ایک گریجوایٹ (تعلیم یافتہ) مسلمان بیرسٹرایٹ لاسے ہمنے پوچھا کہ اس جلسہ مین شامل ہوکر دین اسلام و مسلمانون کا کونسا فائدہ محسوس و مشاہدہ کیا۔ وہ بولے جیسے بزرگون کے عرس کے میلے مین لوگ جمع ہوتے ہین تو اس میلے مین دور کے لوگون کی ملاقات ہو جاتی ہے ایسے ہی اس میلے کی شمولیت سے دور کے لوگون سے ملاقات ہو جاتی ہے کانفرس سرسید کی گویا مزار ہے اور جلسہ انکا عرس ہے اور حاضرین جلسہ زائرین اسکے سوا اور

(باقی بر صفحہ)

نے بہت تھوڑا حصہ لیا۔ لہذا ہم بھی اس مضمون کو بھول گئے۔

تھوڑے زمانہ سے کانگرس کی نئی رایت کی توجہ سے پولیٹیکل ایجیٹیشن زیادہ ہوگیا ہے۔ تو پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ ناواقف مسلمانون کو اس ایجیٹیشن کی نسبت اسلام کے ہدایات سنادی جاوین۔ اور واقف کار راشد مسلمانون کے طریق عمل گورنمنٹ اور ناواقف مسلمانون کو اطلاع دیجاوے۔ تاکہ گورنمنٹ اسلام و مسلمانون کی طرف سے اس اندیشہ سے ہمیشہ کے لئے مطمئن رہے۔ جیسا کہ اب تک ہے۔ اور آئندہ ناواقف مسلمان ایجیٹیٹرون (جوش ظاہر کرنے والون) کی پیروی نہ کرین۔ اسلام کے پولیٹکل ہدایات واحکام کو اشاعۃ السنۃ جلد ۲ مین جو ۱۸۷۹ء مین شائع ہوچکے ہے ہم تفصیل نظائر سے بیان کرچکے ہین۔ اس مقام مین نظائر چھوڑ کر صرف بعض احکام بیان کرتے ہین۔ سو واضح ہو کہ ایک طرف تو اسلام نے اسلامی بادشاہون اور حاکمون کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ رعایا پر خواہ کسی مذہب و ملت کے ہون ظلم نہ کرین اور اس کی حق تلفی نہ کرین اور دوسری طرف رعایا کو یہ حکم دیا ہے کہ سلاطین وملوک خواہ انکی کتنی ہی حق تلفیان اور ان پر ظلم کرین وہ انکی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچین اور اس شرعہ کو عمل پر لاتے رہین یعنی سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے۔ نہ زبان سے انکی توہین کرین نہ تلوار یا ہاتھ سے انکا مقابلہ کرین بلکہ وہ انکے ظلم پر بھی انکو راضی رکھین۔ ہان جو غلطی دیکھین اسپر ان کو ادب سے آگاہ کرین اور منت و خوشامد سے اپنے حقوق ان سے طلب کرین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹) فائدہ نظر نہین آیا۔ ایسا ہی ہمنے بہت سی تعلیم یافتہ اور سرسید کے معتقدون سے سنا ہے۔ حامیان کانفرس خصوصاً ہمارے پرانے دوست نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب سکرٹری۔ اگر اس کانفرس کا کوئی اور فائدہ بتاوین تو ہم بھی اس کانفرس کے حامی و خادم بنجاوین۔

ہز ہائینس نواب صاحب والی ریاست خیرپور سندہ نے (جو اس جلسے کے میزبان تھے) جس قدر روپیہ کانفرس کی دعوت و مہمانوازی مین صرف کیا ہے اگر وہ اس روپیہ کو کسی اسلامی مدرسہ یا کالج کی مذہبی تعلیم مین صرف کرتے تو اسکا فائدہ عام ہوتا۔ زایرین مزار سید جو صدہا روپیہ خرچ کرکے اس عرس مین شامل ہوئے ہین۔ اگر اسی روپیہ کو سرسید کیطرف سے علیگڑہ کالج کی مذہبی تعلیم مین شامل کردیتے تو انکی روح کو ثواب پہنچانیوالے بنتے۔ گزشتہ را صلوۃ آئندہ ہی کو کی سمجھے۔

قسم اول کے احکام و ہدایات

(۱) عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالامام الذی علی الناس راعٍ وھو مسئول عن رعیتہ متفق علیہ (مشکوۃ صـ ۳۱۲)

(۱) ابن عمرؓ صحابی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عام لوگوں کا سردار اُن کا نگہبان ہوتا ہے۔ اور اس کو رعیت کی بابت سوال ہوگا۔

(۲) عن معقل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبدٍ یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا بنصیحۃ الالم یجد رائحۃ الجنۃ متفق علیہ (مشکوۃ صـ ۳۱۲)

(۲) معقل صحابی نے کہا کہ مین نے آنحضرتؐ کو یہ کہتے سنا کہ کوئی ایسا بندہ نہوگا جسکے سپرد کوئی رعیت ہوگی اور وہ اُسکی خیر خواہی نکریگا۔ مگر وہ بہشت کی خوشبو نہ پاوے گا۔

(۳) عن عائذ بن عمرو سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان شر الرعاء الحطمۃ رواہ مسلم (مشکوۃ صـ ۳۱۲)

(۳) عائذ ابن عمرو صحابی نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا بدترین سردار بادشاہ وہ ہین جو رعایا پر ظلم کرتے ہین۔

(۴) عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاذ ایاک وکرائم اموالھم واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینھا وبین اللہ حجاب متفق علیہ (مشکوۃ صـ ۱۲۷)

(۴) ابن عباسؓ صحابی نے کہا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو (گورنر ممالک یمن بنا کر بھیجا تو یہ) فرمایا کہ ان کے اچھے مال (اونٹ بکریان وغیرہ) زکوۃ مین لینے سے بچیو۔ اور مظلوم کی بددعائے بچیو اس کی بددعا اور خدا تعالیٰ مین کوئی روک و پردہ نہوگا۔

(۵) عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم لا یدخل الجنۃ صاحب مکسٍ یعنی الذی یعشر الناس رواہ احمد مشکوۃ صـ ۳۱۳۔

(۵) عقبہ صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (ناواجب) ٹیکس لینے والا بہشت مین داخل نہ ہوگا۔

(۶) عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان احب الناس الی الله یوم القیمة واقربهم منه مجلسًا امام عادل وان ابغض الناس الی الله یوم القیمة واشدهم عذابًا وفی روایة وابعدهم منه مجلسًا امام جائر رواہ الترمذی مشکوۃ ص۳۲۱

(۶) ابو سعید خدری نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے خدا کا زیادہ پیارا اور زیادہ قریب درجہ میں بیٹھنے والا عادل سردار ہوگا۔ اور سب سے بڑھکر ناپسندیدہ اور سخت عذاب میں مبتلا یا خدا سے بہت دور بیٹھنے والا۔ ظالم سردار ہوگا۔

(۷) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تؤخذ صدقاتهم الا فی دورهم رواہ ابوداؤد مشکوۃ ص۱۲۹

(۷) عمرو بن شعیب کے دادا صحابی نے کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے لوگوں سے مال زکوۃ اُن کے گھروں میں جاکر لو نہ کہ اپنے ہیڈکوارٹر میں انکو ادا کے معاملہ کے لئے تکلیف نہ دو (ہمارا [illegible] عمل ہے۔ نمبرداروں کے ذریعہ۔ جو سرکاری ملازم ہیں اور نہ جو تنخواہ پاتے ہیں۔ معاملہ لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ لوگوں کو تحصیل میں نہیں بلایا جاتا)۔

(۸) عن ابی شماخ عن ابن عم له سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من ولی من امر الناس شیئًا ثم اغلق بابه دون المسلمین او المظلوم اوذی الحاجة۔ اغلق الله دونه ابواب الرحمة۔ رواہ البیهقی (مشکوۃ ص۳۱۶)

(۸) ابو شماخ کے عم زاد بھائی صحابی سے روایت ہے۔ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جو شخص لوگوں کا سردار بن جاوے پھر وہ انکی عرض معروض یا مظلوم کی فریاد رسی سے دروازہ بند رکھے خداتعالیٰ اُس پر رحمت کا دروازہ بند کر دیگا

ہدایات و احکام قسم دوم

(۱) عن ابی هریرة قال قال رسول الله

(۱) ابو ہریرہ صحابی نے کہا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۳۲۱)

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس نے امیر کی فرمانبرداری کی اُس نے میری فرمانبرداری کی جس نے امیر کی نافرمانی کی اُسنے میری نافرمانی کی

(۲) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای من امیرہ شیئا فلیصبر متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۲۱۔

(۲) ابن عباس صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے حاکم سے کوئی ناپسند امر دیکھے وہ صبر کرے

(۳) عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم سترون بعدی اثرۃ واموراً تنکرونھا۔ قالوا فما تامرنا یا رسول اللہ قال ادّوا الیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۲۶

(۳) ابن مسعود صحابی نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے بعد تم دیکھو گے کہ امراء اپنے حظوظ نفس کو مقدم کرینگے ایسے ہی اور امور جنکو تم پسند نہ کرو گے انہوں نے عرض کیا کہ اس صورت مین آپکا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ان کا حق ادا کرو اور اپنا حق خدا تعالےٰ سے طلب کرو۔

(۴) عن جریر ابن عبداللہ قال جاء ناس من الاعراب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ان ناسا من المصدقین یاتوننا فیظلموننا فقال ارضوا مصدقیکم قالوا وان ظلمونا قال ارضوا مصدقیکم وان ظلمتم رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۱۲۹)

(۴) جریر صحابی نے کہا ہے۔ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عُمّال و حکام کی شکایت لے کر آئے کہ وہ زکوٰۃ لینے مین ہم پر ظلم کرتے ہین۔ آپنے فرمایا تم ان کو خوش کرو۔ انہون نے عرض کیا کہ وہ ظلم کرین تو بھی آپ نے فرمایا اگرچہ وہ ظلم کرین تم اُن کو خوش کرو۔

(۵) عن جابر ابن عتیک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاتیکم رکیب مبغضون فاذا جاءکم فرحبوا بھم وخلوا

(۵) جابر بن عتیک صحابی نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تمہارے پاس ایسے سوار زکوٰۃ لینے کو آئین گے

بینہم وبین مایبتغون فان عدلوا فلا نفسہم وان ظلموا فعلیہم وارضوہم فان اتمام زکوتکم رضاہم مشکوۃ صـ۱۵۶

جو تم کو اچھے نہ لگین گے۔ جب وہ آئین تم انکو ویلکم (مرحبا) کہو۔ اور جو مال وہ زکوۃ مین لینا چاہین لینے دو۔ وہ عدل و انصاف کرین گے تو ان کو ثواب ہوگا ظلم کرین گے تو اسکا وبال ان پر پڑے گا تم ان کو راضی کرو۔ تمہاری زکوۃ کا پورا ہونا انکو راضی کرنے سے ہے۔

(۶) عن زیاد ابن کسیب العدوی قال کنت مع ابی بکرۃ تحت منبر ابن عامر وھو یخطب وعلیہ ثیاب رقاق فقال ابوبلال انظروا الی امیرنا یلبس ثیاب الفساق فقال ابوبکرۃ اسکت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ رواہ الترمذی (مشکوۃ صـ۳۱۳)

(۶) زیاد صحابی سے نقل ہے کہ مین ابن عامر (حاکم وقت) کے منبر کے نیچے تھا جب وہ خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اور اس کے کپڑے باریک تھے ابوبلال نے اتنا کہا کہ ہمارے امیر کو دیکھو۔ فاسقون (گنہگارون) کے سے کپڑے پہن رہا ہے۔ ابوبکرہ صحابی نے کہا چپ رہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ جو شخص بادشاہ کی اہانت کرتا ہے۔ خدا اُس کی توہین کرتا ہے۔

(۷) عن ابن عمر قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فاذا عدل کان لہ من الاجر وعلی الرعیۃ الشکر واذا جار کان علیہ الاصر وعلی الرعیۃ الصبر رواہ البیہقی (مشکوۃ صـ۳۱۵)

(۷) ابن عمر صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ بادشاہ وقت زمین مین خدا کا سایہ ہے۔ مظلوم بندگان خدا اسکی پناہ مین ہوتے ہین۔ پھر جب بادشاہ عدل کرتا ہے۔ خداتعالے اسکو اجر دیتا ہے۔ اور رعیت پر اُسکا شکر واجب ہے اور جب وہ ظلم کرتا ہے اسپر اسکا بوجہ ہوتا ہے اور رعیت پر صبر واجب ہوتا ہے دینے نہ اُن کا مقابلہ ومخالفت حکم)۔

(۸) عن ابی سعید قال قال رسول اللہ

(۸) ابوسعید خدری صحابی نے کہا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم افضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند سلطان جائر مشکوۃ صـ ۳۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر جہاد* ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہدینا ہے (یعنے ادب سے نہ توہین سے) جبر کی حدیث نمبر ۲ مین ممانعت آچکی ہے۔

حکم و ہدایات مشترک قسمین

(۱) وعن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی یقول انا اللہ لا الہ الا انا مالک الملوک وملک الملوک قلوب الملوک فی یدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمۃ والرافۃ وان العباد اذا عصونی حولت قلوبھم بالسخطۃ والنقمۃ فساموھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوک ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ (مشکوۃ صـ ۳۱۰)

(۱) ابو درداء صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے مین وہ اللہ ہون جس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہین مین بادشاہون کا مالک ہون۔ اور ان کا بادشاہ ہون۔ بادشاہون کے دل میرے ہاتھ مین ہین بندے جب میری فرمانبرداری کرتے ہین۔ تو مین بادشاہون کے دل ان کے حق مین نرم اور رحیم کردیتا ہون۔ اور جب وہ نافرمانی کرتے ہین تو مین ان کے دل سختی اور غصہ والے کردیتا ہون۔ اور وہ انکو بڑا عذاب چکھاتے ہین۔ تم ان کے حق مین بددعائین نکرو۔ مجھے یاد کرو۔ اور عاجزی کرو۔ مین ان کے دلون کو سنبھال لونگا۔

ہرچند یہ ہدایات مسلمان بادشاہون اور ان کے مسلمان رعایا کے خطابات ہین ہین۔ اور وہی ان کے مورد نزول اور محل خطاب ہین۔ مگر ان ہدایات کے الفاظ عام ہین

* جہاد اسلام مین ایک رکن عظم مانا جاتا ہے مگر وہ بطور (مدافعت کے لیے) ہوتا ہو نہ بطور پیش قدمی اور جبرا مسلمان بنانے کے لیے دیکھو جلد رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد اردو فارسی انگریزی)

وہ اپنی عموم سے مسلمانون کے بادشاہان غیر مذاہب اور شاہان اسلام کی رعایا غیر مسلم کو بھی شامل ہین - اور پریکٹیکلی (عملی) قرار داد شاہان ورعایا شاہان غیر اقوام بھی اس امر کا مجوز ہے - کہ غیر اسلامی بادشاہون کی رعایا اہل اسلام کے لئے بھی یہی ہدایات واجب العمل ہین -

پہلے صدر اول (زمانۂ رسالت اور خلافت راشدہ) کو دیکھین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین مسلمانون نے مکہ معظمہ مین مشرکین کے ہاتھ سے تکلیفین پا کر تو بیاسی مسلمان مرد و زن نے جنمین خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر حضرت عثمانؓ اور ان کے حرم محترم رقیہؓ لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جعفر طیارؓ خلف اکبر ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین - مکہ معظمہ سے ہجرت (ترک وطن) کر کے حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نامی کی سلطنت مین پناہ گزین ہوئے - اور اسکے فرمانبردار رعایا بن گئے - اور کبھی کسی مسلمان نے احکام سلطنت سے سرکشی و بغاوت نہ کی -

سلطنت غیر مذہب میں رہ کر اور رعایا بن کر احکام سلطنت کی اطاعت سے مسلمانان صدر اول کا سرکشی کرنا کجا غیر مذہب کے لوگون سے صرف امن جتا کر راستہ چلنے والے مسلمانون کے لئے بھی ایسے فعل نقض امن و بغاوت کو اسلام نے جائز نہین رکھا - بطور نظیر صرف ایک واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے - ایک دفعہ مغیرہ بن شعبہؓ نے جو آخر مسلمان ہو کر بڑے صحابی بن گئے - اپنے ملک کے ایک قبیلہ ثقیف کے چند آدمیون کے ساتھ مل کر مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس پہنچے - وہان ان لوگون کی خاطر و مدارات ہوئی - اور مغیرہ کو کچھ نہ ملا - راستہ مین آکر انہون نے مے نوشی کی - جب وہ بیہوش ہو گئے - تو مغیرہ نے ان کو قتل کر ڈالا - اور ان کا مال لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا - اور اسلام کا اظہار کیا - اور وہ مال بھی پیش کر دیا - تاکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی نسبت اپنی رائے کے مطابق عمل کرین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام تو ہمنے قبول کیا - مگر اس مال سے ہمکو کوئی تعلق نہین - کیونکہ یہ مال غدر ہے - اس حکم و فیصلہ مین بانی اسلام نے بطور (قاعدہ کلیہ) یہہ فیصلہ کر دیا ہے کہ کسی غیر مذہب شخص یا قوم کو امن جتا کر اسکے ساتھ رہنا یا ملکر چلنا پھر اسکے

مال یا جان سے تعرض کرنا جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ کوئی شخص کسی غیر مذہب سلطنت کے ماتحت رہ کر اور اسکے رعایا کہلا کر اسکی مخالفت یا بغاوت کرے۔

یہ عمل مسلمانان ماتحت سلاطین و مساکنین غیر اسلامی سلطنت ہے۔ اب عمل سلطنت اسلام کا اپنی رعایا غیر اقوام کے ساتھ ملاحظہ کرو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہو جانے اور پورا تسلط پا لینے کے بعد اور آپ کے خلفاء راشدین اپنے ماتحت رعایا غیر اقوام کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو اپنے ہم مذہب رعایا سے کرتے۔ ان کے معابد صومعے اور گرجے نہ گراتے۔ بلکہ انکی حفاظت بھی ویسی ہی کرتے جیسے اپنے مساجد و معابد کی کرتے۔ یہ حکم ان کو قرآن نے خود دیا ہے چنانچہ ارشاد

> وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج رکوع ۶)

ہوا ہے۔ خدا تعالے لوگوں کو ظالموں سے روکنے کے لئے لڑائی کا حکم نہ دیتا تو نصارے کے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کے مساجد جن میں خدا تعالے کا نام بہت لیا جاتا ہے گرائے جاتے۔

اسی حکم کے مطابق آنحضرت صلعم اور ان کے خلفاء راشدین نے اپنی رعایا یہود و نصارے کے صومعے اور گرجے جنمیں وہ خدا تعالے کی عبادت کرتے باقی رکھے جیسیکہ مسلمانوں کے معابد و مساجد۔

اسلامی حکومت میں ایک یہودی یا نصرانی کے ساتھ مقدمات عدالت میں ویسا ہی سلوک کیا جاتا تھا جیسا کہ ایک مسلمان کے ساتھ۔ صدر اول کے بعد سے اسوقت تک سلاطین اسلام (شاہان سلطنت عثمانی حضرت سلطان المعظم۔ شاہ امیران۔ شاہ بخارا۔ شاہ افغانستان وغیرہم) اپنی غیر اسلامی رعایا کے حقوق اور انکے معابد کی ویسی نگہداشت کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسیکہ مسلمانوں کے حقوق و مساجد کی۔

مسلمان فرمانروایان ہندوستان (خصوصاً اورنگ زیب شاہ عالمگیر۔ و سلطان محمود غزنوی) پر جو مخالفین اسلام ہندو و آریہ وغیرہ یہ الزام سراپا اتہام قایم کرتے ہیں کہ انہوں نے رعایا غیر اقوام کے ساتھ واجبی مساوات کو مرعی نہیں رکھا بلکہ ہندوؤں کو جبراً مسلمان و مختون کیا۔ اور انکے معابد کو گرایا۔ اسکے جواب میں ہم اس مضمون میں تفصیلی اور تاریخی بحث کرتے مگر اخبار وطن جلد [illegible] [illegible] ۱۹۰۷ء کے نمبر ۳ وغیرہ میں اس

پر کافی بحث ہو چکی ہے جو لوگ شائق وطالب تفصیلی بحث کے ہوں وہ وطن ۱۹ اگست سنہ ۱۹۰۷ء اور اسکے مابعد کے چند پرچے ملاحظہ کریں وہ ان نمبروں کو ملاحظہ کرنے سے یقین کرینگے کہ متعصب ہندوؤں وغیرہ نے جو کچھ کہا ہے اس میں تعصب و ناانصافی سے کام لیا ہے

ہم اس مقام پر بطور نظیر دو اسلامی سلطنتوں موجودہ زمانہ حال کو پیش کرتے ہیں جنکی عملی اور مرعی مساواۃ کو کتب تواریخ میں تلاش کرنا نہیں پڑتا۔ بلکہ بحکم عیاں راچہ بیان انکا حال روزانہ و ہفتہ وار و ماہوار رسائل و ملکی اخبارات یوروپ و ایشیا کے ناظرین کے لئیے محتاج بیان نہیں۔ ان میں سے ایک فخر دین و عزت اسلام حضرت سلطان المعظم ہیں۔ دوسرے ضیاء الملۃ والدین و قوت الاسلام و المسلمین ہز مجسٹی امیر افغانستان خلد اللہ ملکہما ہیں۔ حضرت سلطان المعظم کے ماتحت جسقدر یہود و نصارے رعایا اور رؤسا ریاست ہا آباد ہیں وہ سب کے سب مسلمان رعایا اور رؤسا ماتحت کے مساوی حقوق پاتے ہیں۔ یہودیوں کے قدیم معبد بیت المقدس کی حضرت سلطان المعظم ویسی ہی تعظیم و تکریم کرتے ہیں جیسے کعبہ ابراہیمی بیت الحرام کی تعظیم و تکریم۔ رعایا و رؤسا یہود و نصارے ماتحت کے حقوق میں ذرا سی بھی نامساوات کسی مخالف اسلام کے وہم و گمان میں آتی ہے تو یورپ کی سلطنتیں اور اخبار شور و غل مچا کر آسمان و زمین کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ جسکے جواب میں اسلامی اخبار اور سلطنت کے حامی اعیان و ارکان ثابت کر دکھاتے ہیں کہ حضرت سلطان المعظم سرمو نے قاعدہ مساواۃ سے انحراف نہیں کرتے اس امر کا ثبوت بھی اخبار وطن لاہور وکیل امرتسر وغیرہ اسلامی اخباروں میں مفصل پایا جاتا ہے۔ حضرت سلطان المعظم کی معمولی مساواۃ پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہیئے کہ غیر اسلامی سلطنتوں کی رعایا اپنے اوطان چھوڑ کر اس سلطنت کیطرف جوق جوق چلے آ رہے ہیں۔ خصوصًا اسوقت سے کہ حجاز ریلوے کھلی ہے ہز مجسٹی شاہ افغانستان نے ہندوستان کے سیر و سیاحت میں اپنے معمولہ قاعدہ مساواۃ کو بذات خود مشاہدہ کرا دیا ہے۔ آپنے جو سلوک ہندوستان کے مساجد و اسلامی مشاہد سے کیا وہی ہندوؤں کے مشاہد و معابد سے کیا اور اپنے دربار روز عید میں بمقام دہلی جیسے مسلمان رؤساء کو ویسا ہی اعزاز بخشا ویسا ہی ہندوؤں کے رؤسا و اکابر کو ممتاز کیا اور اپنی زبان فیض ترجمان درافشان سے اس امر کا اظہار فرمایا کہ ہمارے دار السلطنت

کابل کے دربار میں ٹھاٹھ ستر ہندو بھی شرف یاب ہوتے ہیں جیسے مسلمان مشرف و ممتاز ہیں۔

اسلام کی یہ ہدایت ہے اور اسلامی بادشاہان سلف اور زمانۂ حال کا ہدایت اسلام کے مطابق یہ دستور العمل ہے۔ تو اس سے گورنمنٹ اور پبلک کو یقین ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیئے کہ جو تعلیمیافتہ پارٹی میں تھوڑے عرصہ سے اپنے حقوق طلب کرنے میں پولیٹیکل جوش پھیل رہا ہے۔ اور اس حقوق طلبی میں ادب و تعظیم کا خون کیا جاتا ہے۔ یہہ اسلام کی ہدایت اور مسلمانوں کے اصول مذہب کے بالکل مخالف ہے یہی وجہ ہے کہ جو مسلمانوں میں مذہبی لیڈر (رہنما) ہیں اور اصول و ہدایات اسلام سے واقف اور عمل میں ان کے پابند ہیں ان میں سے اس جوش میں کوئی ایک شخص بھی شامل نہیں ہوا اور قلم یا زبان سے لسنے اس جوش کا حصہ نہیں لیا زیادہ تر اس جوش کے بانی مبانی تعلیمیافتہ ہندو ہیں اور مسلمانوں سے کوئی ان کا ہمصفیر اور شریک ہوا ہے تو وہی جو نہ تو اصول مذہب اسلام سے واقف تھا نہ عمل کے ساتھ انکا پابند۔

اس پبلک سے اس ایجیٹیشن کے پیدا ہونے کا ایک بڑا قوی اور موثر سبب بھی ظاہر ہوگیا کہ وہ ہندوستان میں یورپ کی طرز پر مغربی تعلیم کی اشاعت ہے جسکے خطرناک اثر اور مضر نتیجہ کو مشاہدہ کر کے اسکو اس مصرع سے مخاطب کر سکتے ہیں ع اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست!
اس تعلیم کی اشاعت میں گورنمنٹ سے دو ڈبل غلطیاں ہوئی ہیں جنکا بیان حسب ہدایت حکم نمبر ۸ منجملہ احکام قسم دوم ہمارا مذہبی و منصبی فرض ہے جو بموجب حکم نمبر ۶ منجملہ احکام قسم دوم کمال ادب سے بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی غلطی یہہ کہ گورنمنٹ نے ہندوستان میں مغربی تعلیم پھیلانے میں ہندوستان کا یورپ پر قیاس کیا اور جو ہندوستانیوں اور یوروپین کے دل و دماغ میں اور اس ملک کی آب و ہوا میں نیچرل فرق تھا اسکا کچھہ لحاظ نہ لیا اور یہہ نہ سوچا کہ جو اکثر ایجادی اور صناعتی کام یوروپین کر چکے اور کر رہے ہیں اور انکی وجہ سے انکے دل و دماغ سرکاری نوکری کے خیال سے مستغنی اور خالی ہیں۔ وہ کام اکثر ہندوستانی دل و دماغ نہ کر سکینگے اور اگر کوئی کر بھی سکیگا تو ہندوستان کی آب و ہوا ان کاموں کو پورا نہ ہونے دیگی۔ ان کاموں میں سے [illegible] ذکر کیا جاتا ہے

روئی۔ سن۔ ھڈی۔ سینگ۔ چمڑہ وغیرہ اشیاء ہندوستان سے کوڑیوں کے مول
خرید ہوکر یورپ میں جاتے ہیں اور وہاں کی آب وہوا سے رنگ وروپ پاکروہ پھر اسی
ہندوستان میں آکر روپیوں سے فروخت ہوتے ہیں انکا ہندوستان میں یہ رنگ وروپ
پانا ناممکن ہے۔ ممکن ہوتا تو یورپ کے صناع ان چیزوں کی ساخت کے کارخانے کیوں
اسی ملک میں نہ کھول دیتے اور اپنی ولایت میں انکا مواد لیجانے میں ہزاروں لاکھوں
روپیہ کا نقصان کیوں برداشت کرتے جیسے بعض اشیاء ہندوستان (اُون وغیرہ کے سامان
دکمبل وقالین وغیرہ تیار کرنیکے واسطے اسی ہندوستان میں ان کے کارخانے جاری ہیں
اور بعض ہندوستانی طباع جنہوں نے کئی یورپین مشینوں کے کارخانے پارچہ بافی وغیرہ
ہندوستان میں جاری کر رکھے ہیں وہ سب کچھہ یہاں کیوں نہ کر دکھاتے۔
بمبئی کلکتہ وغیرہ میں کپڑے کی مشینیں جاری ہیں کاغذ بنانے کے کارخانے کھلے
ہوئے ہیں۔ مگر جو سفیدی پارچات یوروپ کی دھلائی میں اور جو صفائی یورپ کے کاغذمیں
پائی جاتی ہے وہ ہندوستانی پارچات اور کاغذ میں پائی نہیں جاتی وعلی ہذالقیاس۔ اسیوجہ
سے ہندوستانی بعض جنٹلمین نئی تعلیم کے دلدادہ علاقہ علیگڈہ اپنے پارجات دھلوانے کے
لیئے پیرس بھیجتے رہے ہیں۔ یہ تفارق یورپین دل ودماغ اور یوروپ کی آب وہوا کا صاف
یقین دلارہا ہے کہ گورنمنٹ نے ہندوستان کا قیاس یوروپ پر قیاس مع الفارق کیا اور
اس میں دہوکہ کھایا ہے۔ جکا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے اکثر گریجوایٹ جو مغربی تعلیم حاصل
کرتے ہیں ان صنائع وایجادات وتجارت کو (جو یورپین تعلیم فتامد نظر رکھتے ہیں) اس
تعلیم سے پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ وہ اس سے صرف سرکاری نوکری کرنا او رسرکاری حکومت
کے اختیارات حاصل کرنا پیش نظر رکھکر سرکار، حکومت وسلطنت بننا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ
خیال (سودائے محال) انکو اپنے قدیم وآبائی کسب وتجارت اور پیشوں زراعت نجاری
معماری لوہاری وغیرہ سے بھی روک لیتا ہے۔ اور سرکار کے ہاتھ مین اسقدر نوکریاں نہین
ہوتیں۔ جسقدر تعلیم یافتہ پیدا ہوتے چلے جاتے ہین سرکاری نوکریان ہمیشہ محدود
ہوتی ہیں۔ اور یہ لوگ حشرات الارض کی طرح غیر محدود ہوتے چلے جاتے ہین۔ اور جب کہ
ادہر سے نوکری نہ ملی اور اُدہر اپنے قدیم کاموں دکانداری سنگاری معماری کو اختیار
کرنے سے عار دامنگیر ہوئی۔ تو اکثر لوگوں کو صرف شغل بیکاری رہتا ہے۔ اور یہ مثل مشہور

و مسلم ہے۔ کہ مرد بیکار یا دزد یا بیمار ۔

دار انجا کہ دزدی۔ ایک غیر مہذبانہ طریق ہے۔ اور وہ لوگ مغربی تعلیم پاکر کوٹ پتلون پہنکر مہذب بن چکے ہوئے ہیں۔ لہذا بجائے چوری و ہسینہ زدری مگر نہ بزور شمشیر بلکہ بزور قلم و زبان اختیار کر لیتے ہیں۔ اس اختیار کے استعمال و اظہار کے لئے وہ عموماً دو طریق اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک طریق پیشہ وکالت ۔ دوسرا اجرائے ملکی اخبارات ۔

جو لوگ گریجوایٹ (ایم۔ اے۔ بی۔ اے) یا انڈر گریجوایٹ (ایف اے انٹرنس پاس کہلاتے ہین وہ یورپ میں پہنچکر بیرسٹری کا یا ہندوستان میں رہکر پلیڈری کا امتحان پاس کر کے قانون مین کافی دستگاہ پیدا کر لیتے ہیں اور اپنی طلاقت لسانی اور خوش بیانی سے قوم اور حکام کی نگاہوں مین (رعب داب) پیدا کر کے اور کافی سے زیادہ روپیہ جمع کر کے واقعی شر کار حکومت بنجاتے ہیں اور اپنی جادو بھری تقریروں سے سچوں کو جھوٹا اور جھوٹوں کو سچا بنا کر واقعی ملزموں کو عدالتوں سے چھوڑا لاتے ہیں۔ اور بے جرموں کو جیلخانوں میں پہنچاتے ہیں۔ اس عروج سے ان کا وہ خیال شراکت حکومت و سلطنت اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ یہ چاہتے ہین۔ کہ اجنبی قوم کے حکمرانوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دین۔ اور خود مستقل حکومت حاصل کرین۔ وہ اسی خیال میں ایجیٹیشن میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ خیال صرف انہیں لوگوں کو پیدا ہوتا ہے۔ جو اس مغربی تعلیم کے ساتھ کسی مذہب آسمانی کے (جو حکام وقت کی اطاعت کو واجب اور موجودہ سلطنت (مخالف مذہب ہی کیون نہ ہو) کی بغاوت کو حرام بتاتا ہو جیسا کہ اسلام ہے) معتقد و پابند نہیں ہوتے۔

اور جو لوگ اس مغربی تعلیم مین اس رتبہ کو نہیں پہنچتے معہذا وہ کوئی نہ کوئی امتحان مختاری یا وکالت حاصل کر کے بقول مسٹر ایس ایس تھاربرن سابق کمشنر راولپنڈی (جو رائل کالونیل اسٹی ٹیوٹ لنڈن کے جلسہ ۱۱ر فروری ۱۹۱۰ء میں انہوں نے کہا ہے) کہ ”ہر ایک دیوانی عدالت ان بھوکے وکیلوں سے بھری ہوئی ہے۔ جو بیہودی مقدمات سے قلیل معاش پیدا کرتے ہیں“ بھوکے رہتے ہین۔ وہ اپنی بھوک کو مٹانے اور قوم کو اپنا خیر خواہ ہونا جتانے اور دار و گیر حکام کے وقت قومی شہید کہلانے کی غرض سے اس ایجیٹیشن مین حصہ لیتے ہیں۔ ان میں سے بھی وہی شامل ہوتے ہیں۔ جو کسی آسمانی مذہب کے (جو بغاوت سلطنت سے روکے) پابند نہیں ہوتے ۔

اور جو لوگ اس مغربی تعلیم سے اس درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور صرف ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان جانتے ہیں۔ اور کوٹ پتلون پہنکر اور نشست برخاست میں اوضاع یورپین اختیار کر کے یورپین بنے ہوئے ہیں۔ وہ کوئی اردو یا انگریزی اخبار نکالکر اسکے ذریعے ملک میں ایجیٹیشن پھیلاتے ہیں۔ اور قومی شہید بننا چاہتے ہیں۔ اور اس ذریعہ سے اپنی روٹی کما کھاتے ہیں۔ جنکو روٹی کمانے کا کوئی ذریعہ نہ ملے وہ اخبار نکال کر اسمین جو چاہے سچ جھوٹ چھاپکر انکو سیدھی کر کے ایڈیٹران اخبار اور لیڈر (رہبر) کہلاتے ہیں۔ جیساکہ علمار مذہب کے ہادی و رہنما لہذا یہ دونوں فریق راستی پر ہوں۔ اور دنیا میں امن و راستی قائیم کرنا چاہیں۔ تو ان کے برابر امن و راستی قائیم ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ دونو ٹیڑھے ہو جائیں۔ اور دنیا مین بدامنی و ناراستی پھیلانا چاہیں۔ تو انکے برابر ملک میں بدامنی و گمراہی پھیلانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

ہمارے اس بیان سے صاف عیان ہے۔ کہ ہندوستان میں مغربی تعلیم کو یوروپ کی طرز پر پھیلانا اور ہندوستانیوں کو یوروپین بنانا گورنمنٹ سے ایک ایسی غلطی ہوئی ہے۔ جس کا بجز "خود کردہ را چہ علاج" کوئی علاج نہیں ہے۔

دوسری غلطی۔ (جو قابل علاج ہے) اس مغربی تعلیم کی اشاعت میں گورنمنٹ سے یہ ہوئی ہے۔ کہ اس تعلیم سے گورنمنٹ نے مذہبی تعلیم کو علیحدہ اور خارج کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہی تعلیم یافتہ لوگون مین عموماً آزادی پھیلتی جاتی ہے۔ گورنمنٹ نے مذہبی تعلیم کو اپنی سکیم سے خارج اور علیحدہ کرنے میں یہ فایدہ سوچا ہوگا کہ مذہبی تعصب جو ہندوستان کے مختلف اقوام ہندو و مسلمان وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ مذہبی تعلیم سے پیدا ہوتا اور قائیم رہتا ہے۔ دور ہوگا۔ اور اس تعلیم کے اٹھ جانیسے ہندوستان ترک مذہب کی نظر سے یوروپ کی مانند ہو جائیگا۔ اور اس سے سلطنت کو جو ان اقوام سے مذہب میں مخالف ہے۔ استحکام ہوگا۔ اور شاید یہ نہ سوچا کہ یوروپ میں ایک نیشن ایک قوم ہے۔ لہذا اس میں مذہب رہا۔ تو سب کا رہیگا۔ اٹھ گیا تو سب کا اٹھ جائے گا۔ بخلاف ہندوستان کے کہ اس میں جتنی قومین ہیں۔ اتنی ہی مذاہب ہیں۔ جو سب کے سب آپس میں متقابل اور رقیب ہیں ان میں سے ایک میں ضعف رہے گا۔ تو دوسرا سر اٹھائیگا۔ جس سے پھر اس ایک کو سر اٹھانے کا سامان کرنا پڑیگا۔ اس نیشن و مقابلہ کے ساتھ مذہب کا ہندوستان سے اٹھ جانا ایک

ناممکن امر ہو جائے گا۔

اگر اس خیال کے مقابلہ میں کسیکا یہ خیال ہو۔ کہ آخر گورنمنٹ کی پالیسی کا اثر اس گریجوایٹ پارٹی پر تو ظاہر ہو ہی گیا ہے۔ جنہوں نے مذہبی تعلیم پاکر مذہب کو خیر باد کہدیا۔ اور وہ لوگ تو گورنمنٹ کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ تو اسکے جواب میں عرض کیا جاویگا۔ کہ ملک میں مذہبی تعلیم چھوڑ کر مغربی تعلیم پانے والے کسقدر ہیں؟ اور ان مٹھی بھر تعلیم یافتہ میں گورنمنٹ کی ہاں میں ہاں ملانے والے کتنے ہیں؟ جن لوگوں نے ابھی ابھی ایجیٹیشن میں حصہ پارٹ لیا تھا کیا وہ مغربی تعلیم یافتہ نہ تھے۔ جن کا تدارک گورنمنٹ کو بہت سا روپیہ اور وقت خرچ کرکے کرنا پڑا۔

اس کا سِر اور حق یہ بات ہے۔ کہ گو اس ملک میں مذہبی تعلیم کو اٹھا کر مذہب کو ملیا میٹ کیا جاوے۔ اور کوئی بھی مغربی تعلیم یافتہ اپنے مذہب پر قائیم نہ رہے۔ مگر پھر بھی نیشنل جوش اور پارٹی فیلنگ کا اثر ان کے دماغوں دلوں سے ہرگز ہرگز کبھی دور نہ ہوگا وہ باوجود لامذہب اور تعصب ہو جاتا ہے کہ قومی حمیت و مذہب کا خیال دلوں سے نہ نکالینگے۔ اور جب کبھی موقعہ پائینگے رہی سہی قوم کا بول بالا چاہینگے۔ اور غیر قوم کی حکومت سے آزاد ہونا پسند کرینگے۔ اور اس کے وسائل بہم پہنچانے کی کوشش کرینگے۔ لہذا ان کو منقاد او رام کرنے کی تدبیر بجز اس کے کوئی اور نہیں ہے۔ کہ ان کو اپنی اپنی مذہبی تعلیم میں مدد دیجاوے۔ اور ان کے مذہب ہی کی ہدایات سے ان کو سیدھا رکھا جاوے۔ اور یہ سکھایا جاوے۔ کہ تمہارا مذہب ہی تمکو ہر ایک سلطنت کی (گو تمہارے مذہب سے مخالفت رکھتی ہو)* اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اور اس کی بغاوت سے منع کرتا ہے (جیسا کہ مذہب اسلام کا حال ہے۔ جو اس مضمون میں بتایا گیا ہے) جو لوگ مذاہب کے اصول تعلیم سے واقف ہیں۔ وہ بخوبی واقف ہیں۔ کہ ملک میں امن اور دنیا میں حسن انتظام قائیم کرنے کا قوی اور موثر سبب جیسا کہ مذہب اور مذہبی اعتقاد اور مذہبی تعلیم ہے۔ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ نہ تلوار اور نہ زور حکومت اور نہ قوت بازو بشرطیکہ کسی مذہب

* اس شرط میں اور ایسا ہی عبارت اخبار وکیل منقولہ صفحہ ۶۱ کی اسی قسم کی شرط میں یہ اشارہ ہے۔ کہ رعایائے برٹش گورنمنٹ کے جس فرقہ یا مذہب کی تعلیم میں گورنمنٹ کی اطاعت کی ہدایت نہ ہو۔ اس فرقہ یا مذہب کی تعلیم میں گورنمنٹ رعایا کو مدد نہ دے۔

ہمارے خیال میں ہندوستان کی رعایا میں زیادہ تر چار مذہب کے لوگ ہیں ہندو مسلمان عیسائی یہودی۔ آخری دو مذہب کے حال سے گورنمنٹ خود واقف ہے۔ رہے دو قدیم مذاہب (ہندو اور مسلمان) سو ان کا حال ان دو گروہوں کے طریق عمل سے گورنمنٹ

کے احکام اور ہدایات اس قسم کے ہوں۔ جنسے امن قائیم ہو سکے۔ اور ظلم کا قلع قمع جیسا کہ مذہب اسلام کے احکام ہیں جنکا ایک نمونہ وہ حکم ہے۔ جو اوپر منقول ہو چکا ہے۔ اور صدہا احکام متعلقہ امن و انصاف ہمارے مضمون مذہب معاشرت میں بضمن جلد دوم اشاعۃ السنہ بیان ہو چکے ہیں) تلوار اور زور حکومت تو لوگوں کو دنیاوی مواخذہ سے ڈرا کر فرمان بردار سلطنت بنا کر دنیا میں امن قائیم کرتے ہیں۔ جنسے دوسرے کی حکومت میں پناہ لیکر یا قانونی تدبیر کو آڑ بنا کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳) پر واضح ہو چکا ہے۔ اور خاصکر اسلام کا حال اسلامی لیڈروں دین کے خادموں نے اپنی تصانیف میں ظاہر و مشتہر کر دیا ہے۔ جن میں سے اشاعۃ السنہ نے بہت سا پارٹ لیا ہے۔ مگر ہندوں میں سے ایک نئے فرقہ آریہ اور مسلمانوں میں سے ایک نئے فرقہ مرزائیہ کی بعض تصانیف میں ان دونوں نئے فرقوں کی تعلیم اطاعت گورنمنٹ میں اشتباہ پایا جاتا ہے۔ فرقہ آریہ کے لیڈر سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے فقرات ذیل یہی اشتباہ پیدا کر رہے ہیں:-

(۱) کشتری کو واجب ہے۔ کہ فاضل تر برہمن کی مانند عالم اور نیک تربیت سے بہرہ ور ہو کر اس تمام سلطنت کی حفاظت داد گستری ٹھیک طور پر کرے (ستیارتھ پرکاش ص۱۵۷) طبع دوم

(۲) جملہ افواج کی سرکردگی اور فوجی افسروں پر شاہی اہتمام رکھنے کا منصب نیز سررشتہ تعزیر کے تمام کاموں کی افسری اور حاوی بر ہمہ اور خداوند ہمہ رتبہ و سلطنت ان چاروں اقتداروں پر ایسے لوگوں کو جاگزین کرنا چاہئے۔ جو وید اور شاستر کے پورے ماہر عالم فاضل۔ ستودہ منش۔ غالب الحواس اخلاق حسنہ سے متصف ہوں یعنے سپہ سالار اعظم وزیر اعظم کاروبار عدالت کا افسر اعظم اور راجہ یہ چاروں ماہر جملہ علوم ہونے چاہیں۔ (ستیارتھ پرکاش ص۱۶۲)

(۳) جاہل بے وقوف۔ ویدوں کے نہ جاننے والے جو فرایض تبلائیں ان کو کبھی تسلیم نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ بیوقوفوں کے تبلائے ہوئے فرایض کے مطابق جو لوگ عمل کرتے ہیں۔ انکے پیچھے سینکڑوں برائیاں لگ جاتی ہیں۔ اسلئے ودیا سبھا۔ دہرم سبھا۔ ادراج سبھاؤں میں بے وقوفوں کو کبھی بہرتی نہیں کرنا ہمیشہ صاحب علم اور دہرم پر چلنے والوں کو مقرر کرنا چاہئے۔ (ستیارتھ پرکاش ص۱۶۳)

(۴) جو شخص وید اور عابد لوگوں کی تصنیف شدہ کتابوں کی جو وید کے مطابق ہوں تحقیر کرتا ہے۔ اس وید کی مذمت کرنیوالے منکر وذات برنگت (یعنی بکہانیوالے کی جماعت) اور ملک سے نکال دینا چاہئے۔ (ستیارتھ پرکاش ص۷۲)

اور مرزائیہ فرقہ کے لیڈر مرزا غلام احمد کی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۱۲۶ میں اس فقرہ میں اشتباہ پایا جاتا ہے۔ جب انسان خدا تعالےٰ کا نافرمان ہو جاتا ہے۔ تو اسکی ملک اصل مالک (خدا تعالےٰ) کیطرف عود کرتی ہے۔ پہر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ جاہے تو بلا توسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے۔ اور انکی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے۔ یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ تجلی قہری نازل کرے۔ ایک ہی بات ہے۔ ہر چند مرزا غلام احمد نے اپنی بہت سی تصانیف اردو انگریزی میں یہ مسئلہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ مسلمانان برٹش گورنمنٹ کو اس گورنمنٹ سے مخالفانہ لڑائی کرنا ناجائز ہے۔ بلکہ جو دین اسلام میں جنگ و جہاد کا حکم وارد ہے۔

لوگوں کا بچ جانا بھی ممکن ہے چنانچہ ہم صاف مشاہدہ کرتے ہیں۔ کو بعض اشخاص گورنمنٹ انگلشیہ کی بغاوت اختیار کر کے سرحد یاغستان یا پانڈی چیری میں پناہ گزین ہو جاتے اور صاف بچ جاتے ہیں۔ اور بہت لوگ اس سلطنت میں رہکر رعایا کا خون و کشت سرقہ اور زنا بجبر کر کے عدالت کے وکیلوں کو اپنی حمایت کے لئے کھڑا کر کے روپیہ خرچ کر کے جھوٹے گواہ بنا کر صاف بری ہو کر اسی سلطنت میں دندناتے پھرتے ہیں۔ اور مذہب اور احکام مذہب لوگوں کو اخروی مواخذہ سے ڈراتے ہیں۔ اسوجہ سے جو لوگ مذہب اور مواخذہ آخرت سے ڈرتے ہیں۔ وہ نقض امن سے دلی یقین کے ساتھ ڈرتے ہیں۔ اور نقض امن کر کے اپنے بچاؤ اور پناہ کی کوئی جگہ کوئی تدبیر بچاؤ اسکے گرد نقض امن سے پرہیز گرین نہیں سمجھتے ؟

یہی وجہ ہے۔ کہ جن اقوام اور ملکوں میں مذہبی ہدایات پر یقین و ایمان رکھنے کے سبب بغاوت اور دیگر گناہوں (قتل چوری۔ زنا۔ خودکشی وغیرہ) کو برا سمجھا جاتا ہے۔ ان اقوام اور ملکوں میں اس قسم کے جرائم اس کثرت سے واقع نہیں ہوتے۔ جس کثرت سے ان اقوام اور ملکوں میں واقعہ ہوتے ہیں جنمیں مذہب کا اعتقاد اور مواخذہ اخروی کا یقین نہیں ہے۔ گو قوانین و آئین سلطنت اس قوم و ملک میں اعلیٰ درجہ کی تہذیب و شستہ کام کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ؟

اسکی تمثیل میں ہم دو ملکوں اور انکی رعایا اقوام کو پیش کرتے ہیں۔ ایک ایشیا افغانستان وغیرہ دوسرا یوروپ انگلستان وغیرہ۔ افغانستان میں زنا۔ اور خودکشی برائے نام ہے یوروپ ان جرائم میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ زنا تو وہاں عموماً جرم ہی نہیں۔ خودکشی کو قانون سلطنت نے جرم قرار دیا ہوا ہے۔ مگر اس کا وقوع اس کثرت سے ہوتا ہے۔ جسکی نظیر دوسرے ملکوں میں پائی نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴) وہ اب اسکے آنیسے منسوخ ہو گیا ہے۔ اور جہاد مطلق حرام ہے۔ مگر یہ عبارت جو ہمنے دافع الوساوس سے نقل کی ہے اسکی تمام تصانیف پر پانی پھیر رہی ہے۔ اور یہ بتا رہی ہے۔ کہ جو کچھ اس نے تصانیف مذکورہ میں بیان کیا ہے وہ صرف دھوکہ دہی اور ہاتھی کے دانت ہیں۔ در حقیقت وہ ہر شخص کو اور ہر قوم یا سلطنت کو جو اسکے مذہبی خیال کے مخالف ہو نافرمان جانتا ہے اور انکے مالوں اور جانوں کو تلف کرنا جائز سمجھتا ہے۔ ہمنے یہ بات مرزا کے مقابلہ میں اور اسکو مخاطب کر کے سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۹ جولائی ۱۹۰۸ء میں مشتہر کی تو مرزا نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا نہ اس اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں اور نہ کسی اپنے اخبار یا رسالہ میں جس سے صاف ثابت ہے کہ اس عبارت میں یقیناً وہ اشتباہ ہے اور جبتک کہ اس عبارت کو مرزا غلام احمد واپس نہ لے یا اس کا کوئی مطلب صحیح نہ بتا دے اسکی تعلیم اور وہ اور اسکے پیرواں کل اشتباہ میں۔ ہماری تو خواہش ہے کہ مرزا اس عبارت کو واپس لے اگر اس کا صحیح مطلب نہ بتا سکے اور اسکی تعلیم پاک ثابت تمام ہو ٭

٭ مرزا تو مرگیا ہے۔ یہ کام اسکے جانشین کرینگے۔ تو اس اشتباہ کے الزام سے بری ہو نگے

جاتی۔

اس تفاوت کیوجہ یہی ہے۔ کہ ایشیا میں زنا و خودکشی کو بحکم مذہب اور بخوف مواخذہ آخرت برا سمجھا جاتا ہے۔ یوروپ میں اعتقاد مذہب کو لغو سمجھکر بحکم عقل اِن جرائم کو جرم سمجھا جاتا ہے اور عقل ہمیشہ بدلتی رہی ہے۔ جس چیز کو ایک وقت میں بحکم عقل برا سمجھا جاتا ہے۔ وہی چیز دوسرے وقت میں بھلی معلوم ہونے لگ جاتی ہے۔ اور مذہب وہ لازوال یقین ہے۔ جسکے احکام و اصول میں (تاوقتیکہ مذہب کو ترک نہ کیا جاوے) تبدیلی واقعہ نہیں ہوتی۔

ہمارے اس بیان سے ثابت ہے۔ کہ حسن انتظام دنیاوی کے واسطے مذہب ایک قوی و موثر سبب ہے۔ اور مذہب کا قیام و بقا تعلیم مذہبی کے بغیر ناممکن ہے۔ گورنمنٹ نے جس خیال سے مذہبی تعلیم کو اپنے مجوزہ سکیم سے نکالا تھا اس خیال کا عکس اسکی مجوزہ تعلیم سے ظہور میں آیا۔ اور تعلیم یافتہ پارٹی ہی سے نقض امن اور گورنمنٹ کا خلاف ظہور میں آنے لگا۔

تعلیم مذہبی کے بغیر مغربی تعلیم کے اس نتیجہ کو آخر یوروپ کے دانا اور مدبران سلطنت بھی سمجھ گئے ہیں کئی ویسرای اور لفٹنٹ گورنران اپنی درباری سپیچوں میں برملا صاف صاف فرما چکے ہیں کہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان مذہبی اخلاقی تعلیم سے محروم رہنے کیوجہ سے نہ ماں باپ کا ادب کرتے ہیں۔ نہ سلطنت کا اور نہ اہل حقوق کے حقوق پہچانتے ہیں۔

اسوقت کے ویسرا و گورنر جنرل کشور ہند لارڈ منٹو بالقابہ نے ۱۲ اپریل ۱۹۰۶ء کے اڈریس ٹرسٹیاں علیگڈھ کالج کے جواب میں جو تقریر فرمائی ہے۔ اس میں مذہبی تعلیم مغربی تعلیم کیساتھ ملا دینے کو ایک استحسان کی نگاہ سے دیکھکر اس امر کو بانی کالج کی فتحمندی اور کامیابی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وہ اُس خیال کو پورا کرنے میں جس کے لئے اس سختی سے لڑا فتحمند ہوا اس نے مغربی تعلیم اور اعلیٰ درجہ مذہبی خیالات کو ملا دیا میرے خیال میں انہوں نے اس تعلیم کا اصل راز دریافت کیا جسکی ہندوستان کو ضرورت ہے۔ (ان الفاظ کو غور سے دیکھو انہوں نے اِس خطرہ کو صاف طور پر شاہدہ کیا۔ جو نئی نسلوں کو ہلاک کر دیتا۔ اگر وہ سطحی طور پر مغربی تعلیم کو حاصل کرتے اور روحانی رہنمائی کو جسپر ان کے اسلاف نے دار مدار رکھا تھا چھوڑ بیٹھتے (ان الفاظ کو بھی غور سے دیکھو) اور ضبط النفس اور ایثار جیسی صفات سے جنکا ہر ایک مذہب متقاضی ہے کورے ہوتے۔ اور مذہبی تعلیم نصب العین۔ اور مدنظر نہ رکھتے (ان

الفاظ کو بھی غور سے دیکھو) ان تمام خطرات کو دور کرنیکے لئے انہوں نے تعلیم رائجہ کے طریقے کو معہ
مذہبی تعلیم کے قائیم کیا۔ جو نتائج کے لحاظ سے نہایت کامیاب رہا (ان الفاظ کو بھی غور سے دیکھو)
اس تقریر کے لفظ لفظ میں مذہبی تعلیم کی تحسین اور تائید پائی جاتی ہے۔ اور ہندوستان
کے لئے اسکی ضرورت اور اسکے چھوڑ دینے سے انکی ہلاکت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ یہی خیال اسوقت
یوروپ کے تمام مدبروں اور یونیورسٹیوں اور اخباروں میں پھیلتا جاتا ہے۔ اور مذہبی تعلیم کو
مغربی تعلیم سے علیحدہ کرنے پر انکو افسوس اور ندامت پیدا ہو رہی ہے۔ چنانچہ ایک لائق ہمعصر
ایڈیٹر اخبار وکیل نے اپنے پرچہ ۱۰ اپریل شنہ میں لکھا ہے

"مذہبی تعلیم

یونیورسٹی کانوکیشنوں اور ولایتی اخباروں میں اب ملک کے موجودہ تعلیمی طریقہ پر جو نکتہ
چینیاں ہوتی ہیں۔ ان سے اس جدائی پر روشنی پڑتی ہے۔ جو مذہبی اور دنیوی تعلیم میں پائی جاتی
ہے۔ لارڈ منٹو نے خود اس نکتہ حق کی اصابت کو تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ ہز ایکسلنسی نے اسپر نہایت محفوظ
طریقہ سے بحث کی ہے۔ تاہم انہوں نے صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ گورنمنٹ ان کوششوں کو
مسرت سے دیکھیگی جو مذہبی اور دنیوی تعلیم کو ملانے میں کیجائینگی۔ ہندوستان کے لئے ایک
نیشنل یونیورسٹی کا خیال جو ہندوستانیوں کے زیر انتظام ہو غور کے قابل ہے۔ مسز اے۔ بی
بسنٹ نے بنارس میں جس تعلیمی کام کی بنیاد ڈالی ہے۔ اسکو خاص کامیابی ہوئی مسز بسنٹ
نے ولایت میں مسٹر مارلی کے بھی اپنی تحریک کا تذکرہ کیا۔ خود یوروپ کے مدبرین اور اکثر فرمانروا
مذہبی تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ قیصر جرمنی نے مدبرین جرمنی کے سامنے ایک
بسیط لیکچر میں لوگوں کو مذہب کی پابندی پر توجہ دلائی۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے۔ کہ اخلاقی محاسن
محض مذہب ہی پیدا کرتا ہے۔ بشرطیکہ مذہب میں معقولیت ہو۔ یوروپ نے اپنے مذہب
کو یونیورسٹیوں سے خارج کر کے تمدنی ترقی کی بنیاد ڈالنے کو ضروری سمجھا۔ اور اس میں
وہ مجبور ہے۔ کیونکہ مذہب پر قائیم رہکر اسکے لئے ترقی کرنا نہایت مشکل ہو جاتا۔ برعکس اسکے اگر
مسلمانوں کو دیکھا جاوے۔ تو بغیر مذہب کے ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ پس سخت ضرورت
ہے۔ اس امر کی کہ مسلمان یوروپ کی اس ندامت سے جو مذہب سے اغماض کرنے میں انہیں
اٹھانی پڑی۔ فائدہ اٹھا دیں ؎۔"

ان ہی خیالات و مقالات مدبرین یوروپ اور ارکان سلطنت نے ہمکو جرأت دلائی ہے۔ کہ ہم گورنمنٹ کی حضور میں مودبانہ عرض کریں۔ کہ مغربی تعلیم سے مذہبی تعلیم کو نکال دینے میں گورنمنٹ کو غلطی ہوئی ہے۔ اور ملک میں آزادی اور بد امنی پہیلنے کی بڑی قوی وجہ یہی مغربی تعلیم کی اشاعت اور مذہبی تعلیم سے غفلت ہے۔

ہر چند اب اس عام سیل اور پر زور طوفان کا روکنا گورنمنٹ کے اختیار سے باہر ہو گیا ہے گورنمنٹ نہ تو موجودہ مغربی تعلیم کو روک سکتی ہے۔ اور نہ خیال نیوٹرلٹی اور ان مالی مشکلات کیوجہ سے جو کمیشن تعلیم نے گورنمنٹ کو دکہائی ہیں۔ مذہبی تعلیم کو سکولوں کالجوں میں داخل کر سکتی ہے۔

تاہم گورنمنٹ کی طاقت و اختیار سے یہ امر باہر نہیں۔ کہ وہ مثل مشہور مفت کرم داشتن پر عمل کر کے بلا خرچ کرنے ایک پیسہ بلکہ ایک کوڑی کے اور بلا تفرقہ و امتیاز مذہبی ہر ایک مذہب کی (جو اطاعت و عدم بغاوت سلطنت اور اعتقاد جزا و سزا آخرت کی ہدایت کرتا ہو) تعلیم میں اپنی رعایا کو مدد دے۔ اور اسکی ترغیب کے لئے ایسے وسائل اور طریق اختیار کرے جس سے رعایا کو خود بخود مذہبی تعلیم کی رغبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ اس مفت اور بلا صرف اور نیوٹرلٹی کو قایم رکہنے والی مدد کی کئی صورتیں ہیں۔ جو نہایت خیر خواہی کی نظر سے اور کمال ادب کے ساتھ عرض کیجاتی ہیں۔ سب سے مقدم اور پہلی یہ صورت ہے۔ کہ وہ طالب علموں کو بلا ضرورت و بلا فایدہ معتد بہ (لایق اعتبار) بلکہ عبث اور لغو تعلیم سے سبکدوش کر کے انکو مذہبی تعلیم پانے کے لئے وقت عطا کرے۔ یہ ایک بڑی بہاری مدد ہے۔ جسمیں گورنمنٹ کا کچھہ صرف نہیں ہوتا۔ اور طالب علموں کا بہت کچھہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ بنانا چاہیں۔

وقت طلباء کو ضایع کرنے والی تعلیمات میں سے ایک تو ڈرل اور جمناسٹک ہے۔ جس سے طالب علموں کو کرکٹ فٹ بال سے بڑہکر ریاضت کا فایدہ نہیں۔ اور جسمانی نقصان یہ ہوتے ہیں۔ کہ کسیکی کلائی ٹوٹ جاتی ہے کسیکا سر پہٹ جاتا ہے بٹالہ کے مشن سکول میں ایک لڑکا اس ڈرل کے سبب مر گیا تہا۔ وہ سر کے بل گرا اور ہلاک ہوا۔ اور لڑکونکے وقت کا ضایع ہونا اس سب نقصانوں سے بڑہکر ہے دوسری تعلیم پر آئمری جماعتونکے بورئے۔ اور رسیونکے چہکو۔ کاغذوں کے ڈبے بنانے سکہانا۔ اور رنگ برنگ کے کاغذوں کو کاٹکر پہول بنانا جسکو کنڈر گارٹن کہتے ہیں۔ اور جانوروں کتے بلیوں وغیرہ کی تصویریں بنانا۔ اور بلا تعلیم اصول نقشہ کشی نقشونکی نقلیں اتارنا سکہانا اور دیوار و نہر آویزاں کرنے کیلئے نقشوں اور مساحت کی شکلوں پر رنگ برنگ کے کاغذ کاٹکر لگانا۔ ان کاموں میں لڑکونکا بہت وقت ضایع ہوتا ہے

اور کوئی فن بھی ان کاموں سے ان کو حاصل نہیں ہوتا نہ بوریا بافی نہ نقشہ نویسی نہ نقاشی نہ مصوری نہ گلکاری جس سے وہ مدرسہ سے نکلکر ٹکڑا کما کہائیں۔ اور ان کاموں میں جسقدر وقت ان کا ضایع ہوتا ہے۔ اسکا کوئی بدل ان کو نہیں ملتا۔؛

تیسری تعلیم مڈل کی جماعتوں سے اعلےٰ جماعتوں تک جغرافیہ اور ہسٹری کی قدر ضرورت سے زاید کی تعلیم ہے جن طالب علموں کو سکول یا کالج سے نکلکر بجز ملازمت دفتر کے کوئی ایسا کام (جہازرانی۔ یا سیاحت یا وسیع ممالک غیر کی تجارت یا جنگی ملازمت یا اخبار علی کی اڈیٹر ایڈیٹری جس میں جغرافیہ یا ہسٹری سے مدد لینی) کرنیکی ضرورت نہیں پڑتی انکے لئے ان علوم میں اپنے عمر کا ایک حصہ صرف کرنا اپنی اوقات کو محض ضایع اور برباد کرنا ہوتا ہے جس کا ان کو کوئی بدل نہیں ملتا۔؛

گورنمنٹ ہماری ان معروضات کیطرف توجہ کر کے ان فضول تعلیمات کی زائد حصہ سے ان کو سبکدوش کر دیگی تو ان طالبعلمونکو جو مذہبی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مذہبی تعلیم پانے کیلئے مددگار ہوجائیگی اور صفت احسان کے مرہون منت ہونگے

دوسری صورت یہ کہ ڈرل ماسٹروں کو موقوف کر کے انکی تنخواہ سے انہیں مدرسونکی (جو سکول کالجوں میں عربی پڑہانے پر مقرر ہیں) تنخواہ میں اضافہ کر کے گورنمنٹ اجازت دیوے کہ جو طالب علم ہندو یا مسلمان مذہبی تعلیم کا شایق ہو۔ اسکو سکولوں اور کالجونکے پہلے گہنٹہ میں جیسا کہ کمیشن تعلیم کے بعض شہادتوں میں تجویز پیش کی گئی تھی۔ مذہبی تعلیم دیں۔ اور جن سکولوں میں کوئی ڈرل ماسٹر ملازم نہ ہو۔ انمیں انہیں مدرسوں کو بلا اضافہ تنخواہ مذہبی تعلیم کی اجازت ملجاوے۔ اور اگر سوائے مدرسین سکول و کالج کے ہندو یا مسلمان اپنے اپنے مذاہب کی تعلیم کے واسطے اپنی طرف سے مدرسہ میں استاد بہیجکر پہلے گہنٹہ میں مذہبی تعلیم دلانا چاہیں۔ تو انکو بھی گورنمنٹ اجازت دیوے ان دونوں قسم کی اجازت سے امید ہے۔ کہ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں ہندو و مسلمانونکی مذہبی تعلیم جاری ہو جائیگی۔ اور گورنمنٹ کی ایک کوڑی خرچ نہ ہوگی۔ اور نہ گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی فوت ہوگی۔ بلکہ وہ قایم و بحال رہیگی۔؛

اب رہے عیسائی سو پہلے ہی مشنری سکولوں کالجوں میں مذہبی تعلیم پاتے ہیں۔ اور معہذا ان سکولوں کالجوں کو گورنمنٹ اور کمیٹیوں کی طرفسے ایڈ (مدد) ملتی ہے۔؛

تیسری صورت یہ ہے کہ مذہبی تعلیم میں کامیاب اور پاس ہونے والے طالب علم کو کچھ نمبر بھی گورنمنٹ کے حکم سے تجویز ہو کر دئے جاویں۔ جو سرکاری تعلیم میں کامیاب ہونیکے واسطے اسکے کام آویں۔ اور جو طالب علم ..... سرکاری تعلیم میں کامیاب ہونیکے ساتھ مذہبی تعلیم میں بھی پاس ہو اسکی ڈگری یا ڈپلوما میں ایسے اعزازی الفاظ بڑہائے جاویں جس سے محض موجودہ تعلیم حاصل کرنیوالوں پر اسکو عزت اور فوقیت حاصل ہو

چوتھی صورت یہ ہے کہ جو لوگ علمی ڈگریوں کے ساتھ مذہبی ڈگریاں بھی پاویں۔ وہ ملازمت سرکاری

میں بھی ان لوگوں سے مقدم کیے جاویں۔ جو مذہبی تعلیم سے خالی اور عاری ہوں پانچویں صورت اس سے
بڑہکر اور ہمارے خیال میں ہے۔ مگر اسکے بیان کا ہنوز وقت و موقعہ نہیں۔ پہلے ان چار صورتوں میں کوئی صورت
گورنمنٹ اختیار کرے۔ تو اس پانچویں کے بیان کا موقعہ بھی نکل آوے ؛

ان چاروں صورتوں کی ترغیب سے ملک میں مذہبی تعلیم پھیل جائیگی۔ جس سے مذہب کی بنا قائم
ہوگی۔ اور تعلیم یافتہ لوگوں میں مذہبی پابندی پیدا ہوگی۔ اور بیجا آزادی کم ہوگی۔ اور ملک میں امن و آسائش
جو تعلیم مذہبی اور مذہب کا لازمی نتیجہ ہے۔ قایم ہوگی ؛

یہ پولٹیکل ایجیٹیشن اور ملک میں بے امنی پھیلنے کے ایک سبب اور اسکے علاج و ازالہ کے صورتوں کا بیان
ہے۔ اسکے علاوہ اس ایجیٹیشن کے اسباب اور بھی ہیں جنمیں سے بعض اسباب کا بیان ضروری اور خیرخواہی
گورنمنٹ اور ملک کا لازمہ ہے۔ اسلیے ہم گورنمنٹ سے اسکے بیان کی اجازت چاہتے ہیں ؛

ازانجملہ دوسرا سبب گورنمنٹ کا پولٹیکل مجلسوں سوسائیٹیوں کمیٹیوں اور ملکی اخباروں کو ٹوپیج (حد سے زیادہ
آزادی دینا ہے۔ کہ وہ جسقدر چاہیں۔ اپنی مجلسوں میں گورنمنٹ کو برا کہیں۔ اخباروں میں برے الفاظ
گورنمنٹ کی نسبت [illegible] کریں۔ اگر گورنمنٹ [illegible] بازگشت" پر عمل
کرتی۔ اور ان مجلسوں اخباروں کو اسقدر آزادی ندیتی۔ تو اس ایجیٹیشن کی نوبت نہ آتی۔ اور نہ گورنمنٹ کو
ان تدابیر کی جو پیچھے کر عمل میں آئی ہیں۔ (کہ کسیکو جیلخانہ بھیدیا کسیکو عبور دریا شور کا مزہ چکھایا) ضرورت نہ پڑتی۔
گذشتہ را صلوات آئیندہ ہی احتیاط عمل میں آوے۔ اور آزادی کو حد جواز میں محدود کیا جاوے ؛

تیسرا سبب سرکاری ملازمت خصوصاً فوجی حصہ میں جوش پھیلانے والی قوم (ہندوؤں) سکھوں کو بڑہانا
اور انکے مقابلہ میں پس ماندہ قوم مسلمانوں کو ان کی تعداد مردم شماری کی نسبت سے بھی حصہ کم دینا اگر فوجی پلٹن
میں مسلمانوں کی تعداد سکھوں کے برابر ہوتی۔ تو بعض ایجیٹیٹروں کو اپنی لیکچروں سپیچوں میں اس فخر کرنے کا موقعہ نہ
ملتا۔ کہ میرے ساتھہ اسوقت اتنے ہزار فوجی سکھہ ہیں سب مجھے کوئی ہانتہ ہتھکڑی ڈالکر دیکھے تو سہی۔ کہ اس کا نتیجہ
کیا نکلتا ہے۔ اور نہ دوسرے ایجیٹیٹروں کو اپنی دولت اور ملازمت کے گھمنڈ پر مسلمانوں کی عدم شمولیت سے استغنا
ہوتا۔ ہندو ایجیٹیٹر اعلے درجہ کی ملازمت اور اسوجہ سے کثرت مال و دولت کیوجہ سے یہ سمجھہ ہے ہیں۔ کہ
مسلمان چیز ہی کیا ہیں۔ گیا پدی اور گیا پدی کا شوربا ہمکو انکی عدم شمولیت کی پروا کیا ہے ؛

ہرچند ایک مدت سے بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کے ساتھہ سرکاری ملازمت میں واجبی مساواۃ عمل میں
لانے کی گورنمنٹ ہدایت کرچکی ہے لیکن بسکہ ع ولیکن قلم در کف دشمن است ۔ اکثر کنٹرولنگ پارٹی (عمل و اختیار
والے) لوگوں میں زیادہ ہندو صاحبان ہیں۔ جو اختیارات ملازمت میں پہلے سے حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

لہذا وہ قاعدہ مساواۃ پر عمل ہونے نہیں دیتے۔ اور جہانتک انکا بس چلتا ہے۔ وہ ملازمت کے پلیٹ فارم پر مسلمانونکو قدم بھی رکھنے نہیں دیتے۔ گورنمنٹ اس جوش کو ہمیشہ کیلئے فرو کرنا چاہتی ہے۔ تو وہ دو حریف قوموں میں سے ایک کو دوسرے پر اس کمپٹیشن (میدان) میں بڑھنے نہ دے۔ اب تو مسلمان بھی تعلیم میں اس مقدار سے جسمیں وہ ملازمت کا مساوی حصہ لینے کے مستحق ہوں۔ کم نہیں ہیں۔

چوتھا سبب عوام دیسیوں اور خواص جنٹلمین دیسیوں کے ساتھہ قانون اور عام اخلاق کے برتاؤ میں مساواۃ کو مرعی نہ رکھنا۔

قانونی برتاؤ میں مساواۃ نہ ہونیکی اس مقام میں ایک ایسی مثال ذکر کیجاتی ہے۔ جسکے ثبوت کے واسطے اسکی طرف توجہ کرنیکی وقت گورنمنٹ کو زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

ریلوے قانوں میں تھرڈ کلاس اور انٹرمیڈیٹ وغیرہ گاڑیوں میں جو قانون تعداد مسافرونکا مقرر ہے۔ اس سے خاصتہً یورپین (صاحب لوگ) فایدہ اٹھاتے ہیں۔ جس کمپاڈمینٹ (کمرے) میں صاحب بہادر بیٹھے ہوں۔ اسمیں قانونی تعداد کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ بلکہ جو کمپاڈمنٹ یورپین کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ کوئی یورپین اسمیں نہ بھی ہو۔ تب بھی وہ انکا خاص خیال کیا جاتا ہے۔ اور اسمیں کوئی دیسی سوار ہونا نہیں پاتا۔ اور جس کمپاڈمنٹ (کمرہ) میں دیسی سوار ہوں۔ اسمیں ایک کی جگہ چار دس کیجگہ پندرہ بیس بھر دیئے جاتے ہیں۔

بارہا اتفاق ہوا ہے۔ کہ ہمنے انٹرمیڈیٹ کا تو ٹکٹ لیا پھر ہجوم مسافرونکی وجہ سے انٹرمیڈیٹ کو چھوڑ کر کوئی اتفاق سے کم ہجوم والے تھرڈ کلاس میں سفر کیا اور پھر ڈسٹرکٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ کے دفتر سے انٹر کا زائد محصول واپس لیا۔

عام اخلاق کے برتاؤ میں مساواۃ نہ ہونیکی بھی ایسی ہی ایک مثال ذکر کیجاتی ہے۔ اکثر دیسی جنٹلمین بعض یورپین حکام کے پاس ملاقات کیواسطے جاتے ہیں تو وزٹ کارڈ (ملاقاتی ٹکٹ) صاحب کے پاس بھیج کر گھنٹوں انکی کوٹھی کے باہر سائیلوں یا مستغیثوں کی مانند بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر کسی نے اردلی کو کچھ روپیہ یا آٹھہ آنے دیدیا۔ تو کرسی ملگئی ورنہ درختونکے سائے کے تلے کپڑے بچھا کر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور آخر کسی کو دو دو تین تین گھنٹہ کے بعد کبھی یہ حکم اور جواب ملتا ہے۔ کہ صاحب بہادر کو آج فرصت نہیں۔ اور کسی کو اسقدر بھی جواب نہیں پاتا۔ گھنٹوں بیٹھہ بیٹھہ کر ملاقات سے مایوس ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ یہ برتاؤ غالباً صاحب کمشنر سے نیچے درجے کے حکام کا ہے۔ اس سے اعلے درجے کے افسر و حکام اس سے مستثنے ہیں۔ جہانتک ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔

یہ قانونی اور اخلاقی نامساوات دیکھکر عموماً لوگونکی زبانپر یہ مقولہ جاری ہے۔ کہ قانون سرکاری صاحب لوگونکے واسطے ہے۔ نہ دیسیوں کے واسطے۔ اور اس سے حاکم او محکوم میں ایسی محبت جیسی کہ ہونی چاہئے۔ قائیم نہین رہتی۔ اور نے تحریک مخالفت سے باہم وحشت و نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔؛

پانچواں سبب جو اس ایجٹیشن کا قریب سبب ہو گیا ہے۔ ایکٹ نمبر ۳ ۱۹۰۳ء کو منسوخ کر کے اسجگہ دوسرا ایکٹ نمبر ۳ ۱۹۰۶ء پبلک کی عام رائے کے اختلاف کے ساتھہ پاس کر دینا۔ اور رعایا پر ٹکسوں اور بعض جبر کے معاملہ میں اضافہ کرنا ہے۔ یہ امر بھی عموماً رعایا اور خصوصاً بے زبان اور غریب فرقہ زمیندار و نپر جو حکم و ہدایت نمبر ۲ قسم دوم سے واقف نہین ہوتے۔ سخت ناگوار اور شاق ہوا۔

ایکٹ نمبر ۳ ۱۹۰۶ء مین کچھہ تو رعایا کی غلط فہمی ہوئی۔ اور کچھہ واقعی ناگوار زیادتی اور تبدیلی ہوئی۔ جسکو ایک سابق فرمانروائی پنجاب نے باوجود علم اسبات کے کہ پبلک کو اس ایکٹ سے سخت اختلاف ہے۔ اور تعلیم یافتہ ایجیٹیٹر اس اختلاف کو ابہار رہے ہین۔ اور جلتی آگ اختلاف پر تیل ڈال رہے ہین۔ جلدی سے پاس کر دیا۔ اور ایک سخت اور ڈبل غلطی کا ارتکاب کیا۔ جسکا نتیجہ جو نکلا سو نکلا۔ مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اس غلطی کی اصلاح جلد ہو گئی　اس فرمانروا کے جانشین نے عنان حکومت پنجاب الی ہاتھہ میں لیتے ہی [illegible] کے غلطی کا فورہ تدارک کیا۔ پہلے تو زمینداروں کی حالت زار اور مصیبت طاعون اور قلت بارش کیطرف نظر لطف و احسان فرما کر اس اضافہ معاملہ کو جس سے وہ شکستہ دل ہو رہے تھے معاف کر دیا ہے۔ اور نو آبادی میں فصل خریف کو نقصان پہنچنے کے سبب نصف معاملہ معاف کر دیا اور پندرہ سولہ لاکھہ روپیہ کا احسان رعایا پر کر کے انکو اپنا مرہون منت بنا لیا۔؛

پھر اس وحشت خیز ناراضی انگیز ایکٹ نمبر ۳ ۱۹۰۶ء کو باوجود پاس ہو جانیکے پبلک مین مشتہر کر کے انکو اظہار ناراضی کا موقعہ دیا۔ اور گورنمنٹ ہند کو اس ایکٹ کے التواء کا مشورہ یا موقعہ دیدیا۔ اور گورنمنٹ ہند نے کمال دور اندیشی سے اور رعیت پروری سے اس ایکٹ کے نفاذ کو ملتوی فرمایا۔ اور سکرٹری اوف سٹیٹ (وزیر ہند) نے ایک عام مجلس کی سپیچ میر بھی اس ایکٹ کی نسبت اپنی ناپسندیگی کا اظہار فرمایا۔ جو غالباً ملک معظم قیصر ہند کے رضا و ایما سے ہو گا۔ ان احسانات متواترہ گورنمنٹ پر ملک پنجاب کی رعایا، ملک معظم۔ اور سکرٹری اوف سٹیٹ اور گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ پنجاب کی دل و زبان سے شکرگذار ہوئی۔ اور ہمیشہ اس احسان کے شکرگذار رہیگی۔؛

سبب پنجم اور پہلے اسباب کے بیان سے ہمارا مقصود اس امر کا اظہار اور سفارش ہے۔ کہ گورنمنٹ احکام و قوانین جاری کرینگے وقت اپنی رعایا کے ملک و حالات و خیالات کو ہمیشہ مدنظر رکھا کرے۔ اور اصول و ہدایات اسلام منقولہ بالا کو پیش نظر رکھکر مسلمان رعایا کو خصوصیت کے ساتھہ اپنے احکام مجوزہ کا فرمانبردار تسلیم کر کے انپر نظر عنایت رکھے اور عموماً رعایا کی دلجوئی مراعات کرنے میں وہ ایک بہانے پولیٹیشن مسلم استاد کے اشعار ذیل کو اپنا دستور العمل بنا رکھے۔ ۔۔۔

آسمانی مسیح اور اُسکا رفیق مہدی

اور

گورنمنٹ انگلشیہ

(تمہیدی ریمارک)

اس مضمون میں ہمکو آسمانی مسیح اور اسکے رفیق مہدی کی نسبت اہل اسلام قدیم کا خیال بیان کر کے یہہ ظاہر کرنا مد نظر ہے کہ یہ خیال عیسائی گورنمنٹ انگلشیہ کے لئے خطرناک نہیں ہے بلکہ اس خیال کے برخلاف زمینی مسیح اور اسکے مثیل و ہمعصر وہم سیرت مہدی کی آمد کا نیا خیال گورنمنٹ انگلشیہ اور ہر ایک گورنمنٹ کے لئے (اسلامی ہی کیوں نہ ہو) پرخطر ہے۔ اس مضمون میں ان دونو خیال کی تصویر دکھا کر اور صرف خیال اول کے محل و ماخذ کی تفصیل کر کے ان کے پولیٹیکل اثر و نتیجہ پر گورنمنٹ و پبلک کو آگاہ کرنا ہمارا مقصود ہے ان خیالات اور ان کے ماخذ پر مذہبی یا علمی (محدثانہ یا متکلمانہ) بحث کرنا اور ان کے دلائل و اصول کا باہم موازنہ و مقابلہ کر کے صحیح خیال کی تصحیح و تائید اور ضعیف خیال کی تضعیف اور تردید کرنا ہمارا مطلوب نہیں ہے لہذا کوئی صاحب (محدث کہلاتے ہوں یا محدّث بن بیٹھے ہوں خود مجتہد یا مجدد ہونے کے مدعی ہوں خواہ کسی کے مقلد و خلیفہ بن گئے ہوں کسی مسیح یا مہدی آسمانی یا زمینی کی آمد کے معتقد و منتظر ہوں یا خود ہی مسیح اور خود ہی مہدی یا ان دونو کے خلیفہ بن بیٹھے ہوں) ہرگز ہرگز مجاز نہ ہونگے کہ ہماری اس پولیٹیکل بحث کے مقابلہ میں مذہبی علمی بحث کو چھیڑ دیں اور کسی خیال قدیم یا جدید کے دلائل کی تصحیح یا تضعیف کے درپے ہو کر اس خیال کا قوی یا ضعیف ہونا ثابت کریں یا یہہ ثابت کرنے لگ جائیں کہ آنے والے مسیح سے حضرت عیسےٰ بن مریمؑ مراد نہیں کیونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کے رفیق مہدی سے فاطمی مہدی مراد نہیں کیونکہ اسکے متعلق احادیث صحت کو نہیں پہنچیں بلکہ اس مسیح و مہدی سے

فلان شخص مراد ہے جس کے مراد ہونے پر فلان آیت یا حدیث شاہد ہے یا فلان مجذوب نے شہادت دی ہے یا فلان آسمانی نشان ظاہر ہوا ہے" اور اگر کوئی صاحب خواہی نخواہی بر طبق "تو مان نہ مان میں تیرا مہمان" اس قسم کی مذہبی یا علمی بحث میں اُلجھینگے تو ہم ان کو مخاطب صحیح نہ سمجھینگے بلکہ بے علم کم فہم سخن ناشناس قرار دیکر انکے خطاب میں ؎ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است پیش کرکے ان کے جواب سے سکوت محض اختیار کرینگے۔ ؎

این است جوابش کہ جوابش ندہم

یہی وجہ ہے کہ ہم اس مضمون میں آنے والے مہدی کے متعلق ان احادیث میں {جو محل کلام محدثین ہیں جنکی طرف ہم رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۷۔ اور نمبر ۲ جلد ۹ اور نمبر ۲ و ۸ جلد ۱۱ میں بحوالہ کلام ابن خلدون اشارہ کر چکے ہیں اور اسمیں تفصیلی بحث کا وعدہ بھی کر چکے ہیں} کوئی محدثانہ کلام نہ کرینگے ان احادیث کو جیسے کیسے وہ ہیں بلا کلام نقل کرکے ان کے مضامین سے نتیجہ مطلوبہ نکال لینگے۔ ہمارے اس سکوت سے نہ کوئی صاحب تسلیم صحت جملہ احادیث کا نتیجہ نکالیں اور نہ ہمارے سابق نقل کلام ابن خلدون سے ان احادیث کی عدم صحت کو استنباط کرکے ہماری طرف منسوب کریں ہماری طرف اسی قول یا اعتقاد کو منسوب کریں جسکو ہماری صحیح کلام میں پاویں آئندہ زبردستی کرنے کا زبردست کو اختیار ہے اور اسکے مقابلہ میں اس طرف سے یہ بیت تیار ہے ؎

تو و طوبے و ما و قامتِ یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

یہ مضمون ۱۸۹۷ء میں تالیف ہوا اور مسٹر ینگ بالقابہ سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کے اوائل عہد گورنری میں اسکا خلاصہ ان کے ملاحظہ سے گذرا اور علمائے وقت سے مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کے ملاحظہ سے بھی گذرا تھا مگر بعض پولیٹیکل اور مذہبی* مصالح کی نظر سے اسکی اشاعت کو غیر ضروری سمجھکر ملتوی کیا گیا تہا۔ پھر اس مضمون کی اشاعت کی اس لیئے ضرورت محسوس ہوئی کہ مرزا غلام احمد کرشن قادیانی نے (جو خود ہی مسیح موعود بن بیٹھا تھا اور خود ہی مہدی معہود) اپنی اس پالیسی کی وجہ گورنمنٹ کو یہ بتائی اور قادیانی اخباروں اور اپنی تصانیف میں یہ مشتہر کی کہ عموماً مسلمانوں کا خیال مسیح موعود اور امام مہدی کی آمد کی نسبت گورنمنٹ کے لیئے سخت خطرناک ہے اسلیئے میں مسلمانوں کے دل و دماغ سے اس خیال کو محو کرنے کے لیئے اپنا مسیح و مہدی ہونا (جو گورنمنٹ کی مخالفت کو ناجائز بلکہ اصل مسئلہ جہاد کو حرام مطلق جانتا ہوں) تجویز کیا ہے تاکہ وہ مسلمان جو میرے پیرو ہوں کسی اور مسیح اور مہدی کے منتظر نہ ہیں (جو خونریزی اور جہاد کرے) اور اس خطرناک خیال کا گورنمنٹ کو اندیشہ نہ رہے

* ان ہی مصالح مذہبی کی نظر سے وہ مفصل بحث جسکا وعدہ جلد ۷ و ۹ و ۱۱ میں دیا گیا تہا اب تک پورا ہوا اس مضمون نے اس بحث تفصیلی سے ہمکو مستغنی کردیا ہے ... بحث تفصیلی ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ

اور صرف اسی پالیسی کے اختیار اور اسکے اشتہار پر اکتفا نہ کر کے اسنے تصریح کے ساتھ مسلمانوں پر عموماً
اور ہز میجسٹی امیر افغانستان پر خصوصاً یہ غیر شریفانہ حملہ کیا اور اس سے گورنمنٹ کو دھوکھہ دیا کہ ہندوستان
وافغانستان و دیگر بلاد اسلامیہ کے مسلمان اس مہدی معہود کے منتظر ہیں جو زمین پر خونریزی کریگا۔
ان مسلمانوں سے صرف اکیلا وہ اور اسکے پیرو خونی مہدی کی آمد سے اور مسئلہ جنگ وجہاد سے منکر ہیں
اور اسیوجہ سے ہز میجسٹی امیر افغانستان نے اسکے دو مریدوں کو کابل میں قتل کر دیا ہے۔ اور اسکی جان
اور اسکے پیروان کی جان واموال کو کسی اسلامی سلطنت اور ملک میں امن نہیں ہے۔ یہ باتیں اسنے
سول اینڈ ملٹری گزٹ ۷ و ۱۲ مئی ۱۹۰۸ء میں مشتہر کرائی ہیں اور عموماً مسلمانوں کو بدنام اور محل اتہام
والزام بنانے میں کوتاہی نہ کی تو اسکے اس حملے کا مجمل جواب خاکسار خادم قوم واسلام وہوا
خواہ سلطنت نے اسی سول اینڈ ملٹری گزٹ کے پرچہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۸ء میں ایسا درج و مشتہر کرا دیا۔
جسکے جواب میں اب تک مرزا اور اسکی پارٹی سے کچھ بن نہیں پڑا اور چونکہ اس اجمال کی پوری تفصیل بادلیل
میرے اس مضمون میں پائی جاتی ہے۔ لہذا اس مضمون کی اشاعت اسوقت بہت ضروری معلوم
ہوئی اور مسلمانوں کے اتہام قادیانی سے براءت اور گورنمنٹ کی مسلمانوں کیطرف سے تسکین
وطمانیت کرنی واجب نظر آئی مگر ہنوز یہ مضمون کاپی نہ ہوا تھا کہ ۲۶ مئی کو قادیانی (علیہ
مایستحقہ) اپنے سبھی دعاوی ناتمام اور پالیسیاں ناکام اپنی بغل میں دبا کر راہی ملک عدم
ہوا اور مقولہ "خس کم جہان پاک" کا صدق متوقع ہو گیا تھا لہذا پھر اس مضمون کی اشاعت
کو ملتوی کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔

ہر چند اس مسیح ناکام اور مہدی بے نیل مرام کی موت سے پہلے اسکے نائبین نے رسائل
واخبارات قادیان (ریویو اوف ریلجنس والحکم والبدر) میں ایسے مضامین شایع کئے تھے
جنمیں تمام اہل اسلام پر وہی حملہ اعتقاد آمد خونی مہدی اور خاصکر اس خاکسار پر بتجویز تناقض
وتضاد دلائل اعتقاد آمد اصلی مہدی کا الزام دوہرا پایا جاتا تھا جسکا جواب باصواب ضروری تھا
مگر اس خیال سے کہ جبکہ شہتیر* خرابات خانہ افتراءات واتہامات ٹوٹ کر گر گیا ہے تو چھت کی
اینٹیں و کڑیاں بھی منتشر ہو جاینگی رجڑہ اکھڑ گئی ہے تو شاخیں خود بخود خشک ہو جاینگی
اس حملہ کا الزام کا جواب دینا اور ان کے مقابلہ میں اس مضمون کی اشاعت کرنا غیر ضروری

* اس شہتیر کے ٹوٹ جانے کی قادیانی اپنے انجام کو سوچ کر خود پیش گوئی کر چکا تھا جو امت محمدیہ پہ
رحم فرما کر خدا نے [illegible] پوری کردی۔

سمجھا گیا تھا۔

پھر جبکہ ان نابینین نے اس مردہ کی استخوان کو کھڑا کرکے اپنے احمق وام افتادگان کی نظروں میں اسکو زندہ کر دکھایا اور بدست آویز مقولہ عزازیلیہ الاولیاء لایموتون (جو تفسیر عزیزی وغیرہ میں منقول ہے۔ حیات الانبیاء فی وفات الاولیاء کا مضمون اپنی جماعت کے حمقاء کے خیالات میں جما کر مسیحیت ومہدویت کا ڈھانچہ کھڑا کر ہی دیا اور اسکے خلفا میں سے ایک کو خلیفۃ المہدی* والمسیح بنا دیا اور اسکو لقب امیر المومنین وغیرہ سے ملقب ومخاطب کر دیا اور اس مردہ کو زندہ کر دکھانے کے لیئے اس بے تہذیبی ودروغگوئی وبیہودہ سرائی وژاژخائی سے کام لیا کہ اس مردہ کی زندگی میں وہ کام لیا تھا۔ لہذا اب پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اس مضمون ہدایت مشحون کو چھاپکر مشتہر کر دیا جاوے تاکہ اس سے اس متعارض حملہ و ناحق الزام کا قلع قمع ہو اور آئے دن جھوٹی مسیحیت وجعلی مہدویت کی ایسی بیخکنی ہو کہ پھر کوئی جھوٹا مسیح وجعلی مہدی بدست آویز دلایل شرعیہ واحادیث نبویہ مسیح ومہدی ہونے کا نام نہ لے سکے۔ بلا دلیل وبے وجہ بکواس کرنے سے کوئی اہل علم یا اہل قلم روک نہیں سکتا اسکے روکنے کے لئے خداتعالے کی قہری تجلی ضروری ہے جیسے قادیانی کو پہنچی ہے اس سے زیادہ اس مضمون کی اشاعت سے کوئی غرض ومقصود نہیں نہ قادیانی سے عداوت نہ گورنمنٹ کی بیجا خوشامد نہ کسی صلہ وانعام کی امید وخواہش (جیسکہ قادیانی نے بدگمانی کی اور رسالہ کشف الحجاب وغیرہ اشتہاروں میں بدگمانی اس سے قلم میں آئی پھر اسکی تقلید سے اسکے بظاہر مخالف اور درپردہ مقلد ہمارے لائق روحانی فرزند ایڈیٹر اخبار مسمے اہلحدیث نے کی اور اخبار ۸ مئی سنہ ۱۹۰۸ء میں اسکی قلم میں آئی) انکی اس بدگمانی کی ہم کچھہ پروا نہیں کرتے بلکہ اس کے صلہ میں ہم گورنمنٹ کے حضور میں بادب سفارش کرتے ہیں کہ اس مضمون کے صلہ میں جو کچھہ گورنمنٹ مجھکو انعام دینا چاہے وہ ان دونوں بدگمانوں کو عطا کرے جسکو وہ دونو فریق (ایڈیٹر اخبار مسمے اہلحدیث وقادیانی کے خلیفہ وہمخیال) نصفا نصف کرکے بانٹ لیں وہی اس انعام کے مستحق ہیں کیونکہ وہی اس مضمون کی اشاعت کے تازہ محرک ہوئے ہیں۔ ریمارک ختم ہوا اب مضمون شروع ہوتا ہے۔

اہل اسلام قدیم کا آنے والے مسیح کی نسبت یہہ خیال ہے کہ جو کچھہ اسنے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا جو دوسری آمد میں اس سے وقوع میں آئے گا وہ از سرتاپا آسمانی اور

* دیکھو الحکم نمبر ۵۲ و نمبر ۵۵ و نمبر ۵۶ مطبوعہ ۱۰ ستمبر ۲۳ و ۱۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۲

روحانی تھا اور ہوگا۔ زمینی سازش وتدبیر اور انسانی طاقت وتاثیر کا وہ اثر تھا اور نہ ہوگا۔ آپکی پہلی آمد کے آسمانی نشانات اور روحانی برکات اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں بہت ہیں کہ از انجملہ بعض قبل ولادت آپ کی والدہ مریم صدیقہ کی پیدائش کے وقت سے ظہور میں آئے۔ بعض آپ کی پیدائش کے وقت اور بعض آپ کے زمانہ نبوت میں ظاہر ہوئے

(۱) فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (ال عمران ع ۴)
کانت تنبت فی الیوم کما تنبت المولود فی العام (جلالین لکھنوی ص ۴۳)

از انجملہ اول خداتعالےٰ کا آپکو ایک مقدس* اور بابرکت خاندان سے پیدا کرنا اور آپ کی والدہ مریم صدیقہ کو اچھی قبولیت سے قبول کرنا اور اسکو غیر معمولی طور سے بڑھانا وہ ایک دن میں اسقدر بڑھتے تھے جیسے اور بچے سال بھر میں بڑھتے ہیں۔

(۲) كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (ال عمران)
ای یاتینی بہ من الجنۃ [illegible] زکریا ذالک علم ان القادر علی الاتیان بالشیٔ فی غیر حینہ قادر علی الاتیان بالولد علی الکبر دعا زکریا ربہ (جلالین صفحہ ۴۳)

(۲) غیر موسمی پھل بہشت سے اسکے پاس بھیجنا جسکو دیکھکر حضرت زکریا نے جان لیا کہ خداتعالیٰ بے موسم پھل بھیجنے پر قادر ہے تو وہ مجھے بڑھاپے میں فرزند دینے پر قادر ہے تو آپ نے باوجود حالت مایوسی خدا سے فرزند کے لیئے دعا کی۔

(۳) اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ

(۳) اسکی والدہ کا بغیر واسطہ شوہر کے صرف

* مرزا جس خاندان سے پیدا ہوا اسکے تقدس سے قادیاں بٹالہ۔ گورداسپور کے لوگ جو اسکے باپ بھائیوں کو دیکھ چکے ہیں۔ بخوبی واقف ہیں۔ مرزا کے باپ کا کوئی سنی مذہب نہ تھا نہ احکام مذہب نہ نماز روزہ حج زکوٰۃ کا وہ پابند تھا اسکا ایک حقیقی بھائی عیاشی میں ایسا مستغرق ہوگیا تھا کہ اسکا بدن وخون بگڑ گیا تھا اور ناک بیٹھ گئی تھی ایک بھائی ہلا کخوروں کا بیٹوا بنکر مسلمانوں سے الگ ہوگیا تھا ایک اپنی عضو تناسل کو کاٹ کر ہیجڑا بن بیٹھا تھا۔
اسی خاندان سے جسپر یہ مصرع صادق آتا تھا ع این خانہ تمام آفتاب است ٭ پیدا ہوکر اسکا دعوے کہ میں مسیح موعود ہوں میں نبی ہوں میں مہدی ہوں کسقدر لغو تھا؟
اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (آل عمران) ای من خلق ولد منک بلا اب (جلالین ص۲۴)	کلمہ کُن سے آپ کے وجود کے ساتھ حاملہ ہونا
(۴) قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (مریم ع ۲) سریا نہرا ماء کان انقطع فجرت النخلۃ کانت یابسۃ جلالین ص۲۴۴ و ص۲۴۵	(۴) آپ کی ولادت کے وقت خشک درخت خرما سے تازہ کھجوریں جھڑنا اور خشک نہر سے پانی جاری ہونا۔
۵ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا (سورہ مریم ع ۲) تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا (آل عمران ع۵) ای طفلا قبل وقت الکلام جلالین ص۲۴۴	(۵) یہودیوں کے طوفان و بہتان کے جواب میں آپکا گہوارہ میں کلام کرنا کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ خدا نے مجھے نبی کیا ہے۔
(۶) و (۷) و (۸) وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ سورۂ مائدہ ع ۱۵	(۶) و (۷) و (۸) آپ کا خدا تعالے کے حکم سے مٹی سے پرند جانور بنانا اور خدا کے حکم سے اندہے اور کوڑہی کو اچہا کرنا اور خدا کے حکم سے مردے زندہ کرنا۔
(۹) وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (مائدہ ع ۱۵) فنزلت الملئکۃ بہا من السماء علیہا سبعۃ ارغف وسبعۃ احوات فاکلوا منہا حتی شبعوا (جلالین ص۱۰۳)	(۹) اپنے حواریوں کی استدعا پر آسمان سے کہانا نازل ہونے کی دعا کی تو خدا نے نازل کیا۔ جلالین میں ہے کہ فرشتے آسمان سے خوانچہ لیکر اترے جسمیں سات روٹیاں تھیں سات مچھلیاں جسکو انہوں نے کھایا اور سیر ہوئے۔
۱۰ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ مائدہ ع ۱۵ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ	(۱۰) جب بنی اسرائیل (یہودیوں) نے آپکے معجزات دیکھکر انکا انکار وکفر کیا اور آپکو صلیب پر چڑہا کر قتل کرنا چاہا تو خدا نے آپ کو ان سے بچا لیا اور جس گھر پر آپ تھے اسکے روشن دان سے نکال لیا اور ایک بدلی کے ذریعہ

ربه من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا (النساء ع ۲۲)

ان الله ارسل سحابة رفعته فتعلقت به امه وبكت فقال لها ان القيامة تجمعنا (جلالين ص۴۵) رفع عيسى من روزنة في البيت الى السماء (فتح البيان ص۶ معالم التنزيل ص۱۶۳)

زندہ آسمان پر اٹھالیا آپکی والدہ بھی آپ سے لٹک کر رونے لگیں تو آپ نے فرمایا قیامت کا دن ہمکو اکٹھا کریگا۔

(۱۱) وجيها في الدنيا والآخرة ومن المقربين ۔ ويكلم الناس في المهد وكهلا ومن الصالحين (آل عمران ع ۳)

انما ختم اوصافه بالصلاح لانه لا يسمى المرء صالحا حتى يكون مواظبا على النهج الاصلح والطريق الاكمل في جميع احواله وذلك يتناول جميع المقامات في الدين والدنيا في افعال القلوب وفي افعال الجوارح ولهذا قال سليمان بعد النبوة وادخلني برحمتك في عبادك الصالحين (فتح البيان) ص۳۹۳

اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين (النساء ع۹)

(۱۱) آپ کی پہلی آمد کی تمام زندگی اور طرز معاشرت سراپا برکت و کرامت تھی وہ عمر خدا کی طاعت اور خلق خدا پر رحمت و شفقت میں گذری۔ ایک آیت میں آپ کے اجل فضائل نبوت بیان کرکے اخیر میں فرمایا ہے کہ آپ صالحین میں سے یعنے جملہ احوال و مقامات دین و دنیا اور افعال قلوب اور افعال جوارح میں صلاحیت کے اکمل درجہ پر تھی۔ جو اولوالعزم نبیوں کو حاصل ہوتا ہے اور جسکے واسطے حضرت سلیمانؑ نے نبی ہوکر تمنا اور دعا کی تھی۔ اور ایسا ہی فتح البیان میں ہے اور خود خداوند تعالے نے اپنے انعام یافتہ بندگان کی آخری وصف یہی بیان کی ہے۔ اس درجہ کمال کی ایک مثال یہہ ہے کہ آپنے دنیا میں بے رغبتی و فقیری و فروتنی و مسکینی سے اپنے پہلے آمد کی عمر بسر کی اور آپ کی زبان سے کسی بشر کی کجا۔ کسی حیوان کی بدگوئی نہیں ہوئی۔ کسی کی جان کو ایذا رسانی تو کیونکر ممکن تھی۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس سے خنزیر گذرا تو آپ نے اسکو کہا تو سلام یعنے سلامتی سے گذر جا۔ کسی نے کہا آپ خنزیر کو ایسا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میری زبان کو بدگوئی کی عادت نہ

عن يحيى ابن سعيد ان عيسى بن مريم لقي خنزيرا فقال له انفذ بسلام فقيل تقول هذا الخنزير فقال عيسى بن مريم اني اخاف

ان اعوذ لسانی المنطق بالسوء (موطا ص ۳۸۶) نہ ہو جائے

ان آیات و اقوال سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی پہلی آمد آسمانی نشانات و روحانی برکات کا محل تھی۔ اور جو کچھہ آپنے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا آسمانی تائید سے کیا نہ زمینی تدبیر سے۔ .... ایسی ہی آپ کی دوسری آمد آسمانی نشانوں اور روحانی برکتوں کا محل ہوگی۔ اہل اسلام قدیم یہہ یقین و ایمان رکھتے ہیں۔ کہ قیامت کے قریب حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام آسمان سے زمین پر دو فرشتوں کے بازوں پر ہاتھ رکھکر ایک سفید منارہ کے قریب دمشق کی شرقی جانب میں اترینگے اور زمین میں عدل۔ امن۔ رہستی اور دین کی روشنی پھیلائینگے اور ظلم بے دینی بے ایمانی کو دور کرینگے۔ اس مشن کو پورا کرنے میں وہ زمینی تدبیروں اور انسانی سازشوں کے محتاج نہ ہونگے اور میدان جنگ و جدال و خونریزی و قتال آراستہ کرکے تلوار سے کام نہ لینگے۔ بلکہ اپنی روحانی طاقتوں اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اس مشن کو پورا کرینگے۔ انکے وقت میں لڑائی بالکل موقوف ہوگی۔ تلوار اسوقت میں جنگ کے کام سے بیکار ہو جائے گی صرف کھیتی کاٹنے کے کام میں آئیگی۔ منکرین انکے نزول آسمانی اور دیگر نشانوں کو دیکھکر ایمان لے آئینگے۔ اور جو شقی ازلی سنگدل فطرتی اس سے محروم ہوکر کافر رہینگے۔ وہ آپ کی سانس کی تاثیر سے ہلاک ہونگے۔ دجال موعود ان کی صورت دیکھکر پگھلنے لگ جائے گا مگر نوشتہ پورا کرنے کے لئے اور بطور قصاص اس موذی کو آپ اپنے ہاتھ سے قتل کرینگے۔ اور بعض شقی (جیسے یاجوج ماجوج) آپ کی بد دعا سے ہلاک ہو جائینگے۔ اور ان کی لاشوں اور خونوں سے زمین کو پاک کرنے کے لئے آسمان سے مدد آئے گی۔ زمین میں رزق اور پھلوں میں برکت ہوگی۔ اور دولت و مال کی (جسکی وجہہ سے اور اوسکی طمع سے لوگ آپسمیں لڑتے اور ایکدوسرے پر ظلم کرتے ہیں) ایسی کثرت ہوگی کہ کوئی کسی کو کچھہ مال دینا چاہے گا تو وہ قبول نہ کریگا اور لوگوں کا بخل اور آپسمیں کینہ اور بغض سب دور ہو جائیگا۔ یہہ فیض امن زمانہ مسیح کا انسانوں کے علاوہ حیوانات اور درندوں کو بھی پہونچیگا۔ وہ بھی ایک دوسرے پر ظلم و ایذارسانی نہ کرینگے۔ بھیڑیا اور بکری چیتا اور گائے ایک گھاٹ پانی پئینگے۔ سانپ وغیرہ زہریلے جانور انسانوں اور حیوانوں کے ساتھ کھیلینگے۔ اور انکی زہر جاتی رہے گی۔ ان برکات و نشانات میں انکے ثانی اثنین و رفیق مہدی علیہ السلام انکے وقت میں ہونگے بلکہ ان ہی کی مدد کے لئے حضرت عیسے علیہ السلام آسمان سے اترینگے۔ ان دونوں حضرات کا ایک ہی مشن ہوگا۔ اور

ایک ہی روحانی طریق سے وہ اس مشن کو پورا کریں گے۔

ہر چند آمد مسیح کے پہلے امام مہدی کے زمانہ میں دین سے مزاحمت کرنے والوں سے مسلمانوں کے ڈیفنسو (مدافعتی) نہ ایفنسو (پیشقدمی والے) لڑائیاں ہونگی۔ مگر کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت امام مہدی بذاتِ خود کسی شخص پر تلوار اٹھائیں گے۔ اور کسی جان کو تلف کریں گے۔ یا پیشقدمی کر کے اور بلا عوض تلف کرنیکا حکم دیں گے۔ بلکہ آنکی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ وہ کسی سوتے کو نہ جگائیں گے اور کسی جان کی خونریزی نکریں گے۔ (ایسا ہی حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ میں بصفحہ ۳۶۳ نقل کیا ہے[۵]) اور احادیث سے جو عنقریب منقول ہونگی معلوم ہوتا ہے کہ اُن لڑائیوں میں امام مہدی سے جو کچھ ظہور میں آئے گا وہ روحانی اور آسمانی نشان کے طور پر ہوگا۔ اور آمد مسیح کے بعد تو ان ڈیفنسو لڑائیوں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اور مہدی و مسیح دونو کی ہاتھ سے روحانی برکات سے دین چمکیگا۔ تلوار سے کچھ کام نہ لیا جائے گا۔

اس اجمال کی تفصیل بہت سی آیات و احادیث و آثار میں پائی جاتی ہے۔ اس مقام میں بطور نمونہ صرف چند آیات و احادیث و آثار نقل کیے جاتے ہیں۔

سب سے پہلا نشان آسمانی (آپکا آسمان سے نازل ہونا) چند آیات میں پایا جاتا ہے۔ ازانجملہ ایک آیت یہ ہے جسمیں ارشاد ہے کہ حضرت مسیح بن مریم قیامت کا علم یا نشان

(۱) وانه لعلم للساعة (زخرف ع ۶)
انه ای عیسےٰ لعلم للساعة تعلم بنزوله
(جلالین صـ ۳۹۴)

یکلم الناس فی المهد وکهلا (آل عمران ع ۴)
قال الحسین بن الفضل یکلم الناس کهلا
بعد نزوله من السماء وفیه نصٌ علی انه
ینزل من السماء الی الارض۔
(فتح البیان صـ ۳۹۳)

قال ابن عباس رضؓ وارسل الله الی
عیسےٰ وھو ابن ثلاث وثلاثین سنة فمکث فی

ہے عامہ تفاسیر میں بہ نقل احادیث و آثار بیان کیا ہے کہ حضرت عیسےٰ کا آسمان سے نزول علامت قیامت ہے۔

دوسری وہ آیت ہے جسمیں ارشاد ہے کہ آپ گہوارہ اور کہولیت (ادھیڑ عمر) میں یکساں کلام کریں گے۔ عامہ تفاسیر معالم و فتح البیان وغیرہ میں حسین بن الفضل سے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح آسمان سے اترنے کے بعد سنِ کہولت میں کلام کریں گے۔

ابن عباس رضؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ سنہ

[۵] اصل عبارت صفحہ ۱۳۳ وغیرہ میں منقول ہے۔

رسالتہ ثلاثین شہراً ثم رفع اللہ الیہ ثم ینزلہ الی الارض وھو فی سن الکھولۃ۔
(فتح البیان ص۲۳)

کہولت سے پہلے آسمان پر اٹھائے گئے تھے آسمان سے سنہ کہولت کے بعد اتر کر کلام کریں گے۔

دوسری آیت وہ ہے جو عنقریب نشان سوم کے ثبوت میں پیش کیجائے گی۔

دوسرا آسمانی نشان (اس نزول کی کیفیت کہ وہ فرشتوں کے ساتھ اور دمشق کے مشرقی منارہ کے قریب ہوگا۔ اسحدیث صحیح مسلم میں پایا جاتا ہے۔ جسمیں بیان ہے۔

فبینا ھو کذلک اذ بعث اللہ المسیح بن مریم علیہ السلام فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مہرودتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طاطا راسہ قطر واذا رفعہ تحدر منہ جمان کاللؤلؤ (صحیح مسلم ص۴۰۱)

خدا مسیح بن مریم کو بھیجیگا تو وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے زرد رنگ جوڑا پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے جب وہ سر جھکائیں گے تو اُن سے قطرات عرق ٹپکیں گے اور جب وہ سر اٹھائیں گے تو اُن سے موتیوں کے سے چاندی کے دانے گریں گے۔

تیسرا آسمانی نشان (اُس نزول اور اُسکی کیفیت معجزانہ اور دیگر آسمانی نشان دیکھکر لوگوں کا ایمان لانا)

دوسری آیت میں ہے جسمیں ارشاد ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے سب اہل کتاب یہودی وغیرہ جو آب منکر ہیں ایمان لائیں گے۔

(۲) وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (النساء ع ۲۲)
قبل موت عیسے لما ینزل قرب القیامۃ
(جلالین ص۹۲)

یؤمن بہ من ادرکہ عند نزولہ الی الارض وصحح الطبری ھذا القول وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسے جسما اوضح ذلک الشوکانی فی مولف مستقل
(فتح البیان صفحہ جلد اول)

عامہ تفاسیر جلالین۔ فتح الباری۔ تفسیر طبری وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عیسے آسمان سے اتریں گے تو جو لوگ انکو پاوینگے اُنپر ایمان لاویں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث صحیح بخاری میں بھی ہوئی ہے جو نشان وہم کے ثبوت میں پیش کیجاوے گی مسیح کی نزول آسمانی اور امد ثانی کا بڑا فائدہ وحکمت یہی

ایمان اختیاری (نہ اجباری ہوگا) اُن کو آسمان سے اس معجزانہ کیفیت کے ساتھ اُترتے ہوئے دیکھ کر یہود جیسے سنگدل جو انکو صلیب پر مقتول کہتے اور ملعون سمجھتے ہیں۔ اور آجکل کے بعض نام کے مسلمان (جو انکے آسمان پر جانے اور دیگر معجزات کے قائل نہیں) ایمان لائیں گے۔ اُن منکروں کو قائل کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی دلیل و شہادت نہ تھی اور جو اس دلیل کو مشاہدہ کرکے بھی منکر رہیں گے۔ وہ ہلاکت کے فرزند انکی سانس سے ہلاک ہوجائیں گے۔ جن کا بیان نشان چہارم میں ہوتا ہے۔

چوتھا آسمانی نشان (حضرت مسیح کے نشانات کو دیکھ کر ایمان نہ لانے والوں اور اپنی سنگدلی اور شقاوت ازلی کی وجہ سے کافر رہنے والوں کا صرف آپکے سانس کی تاثیر سے (نہ تلوار و بندوق سے ہلاک ہوجانا) صحیح مسلم کی احدیث میں ہے۔ جسمیں یہ بیان ہے کہ (نزول مسیح کے وقت) جائز و ممکن نہ ہوگا کہ مسیح کا سانس کسی کافر کو پہنچے اور وہ ہلاک نہ ہو اور مسیح کا سانس وہاں تک پہنچے گا۔ جہانتک اسکی نظر پہنچیگی

> فلا یحل لکافر یجد ریح نفسه الا مات ونفسه ینتھی حیث ینتھی طرفه
> (صحیح مسلم صد ۴۰۱)

پانچواں آسمانی نشان اسی قسم کے ایک سنگدل و شقی ازلی (دجال موعود) کا آپکے نزول سے پہلے خروج کرنا اور آپکی صورت کو دیکھ کر پگھلنے لگ جانا صحیح مسلم کی احدیث میں ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ دجال حضرت مسیح کو دیکھے گا۔ تو پگھلنے لگ جائیگا۔ آپ اسکو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا ترک کرتے تو وہ پگھل کر ہلاک ہوجاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ آپکے ہاتھ سے اسکو قتل کرائے گا۔

> فاذا راٰہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لانذاب حتٰی یھلك ولٰکن یقتله اللہ بیدہٖ فیریھم دمه فی حربته (صحیح مسلم صد ۳۹۲)

حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھ سے دجال کے قتل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جو نوشتہ خاتم المرسلین کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ پورا ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس موذی کے ہاتھ سے بہت سے مسلمان قتل کئے جائیں گے۔ (جسکی تفصیل گیارہویں نشان کے فٹ نوٹ میں ہوگی) لہذا اس موذی کا قتل کیا جانا بطور حد و قصاص ہوگا۔ اور عین انصاف کا مقتضانہ رحیمی شان مسیحی کے برخلاف

اسکی تفصیل بھی اس نوٹ میں ہوگی۔

چھٹا آسمانی نشان اسی قسم کے اور منکروں اور کافروں (یاجوج ماجوج) کا (جو اہل اسلام قدیم کے خیال میں یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ اور ابتک وہ ذوالقرنین کی بنا کردہ آہنی دیوار سے روکے ہوئے ہیں۔ قیامت* کے قریب نکلینگے) زمانہ نزول حضرت مسیح میں وہ دیوار کھل جائے گی تو وہ نکلینگے) اور آپ کی دعا سے (نہ تلوار و جنگ وقتال و تفنگ سے) اُن کا ہلاک ہونا اُنکی گردنوں میں ایک پھوڑا نکلنا اور اس سے سب کا ایک جان کیطرح ایک آن میں مرجانا۔

ساتواں آسمانی نشان ان خبیثوں کی لاشوں سے زمین کو خالی کرنے کے لئے آپ کی دُعا سے ہاتھی کی گردن جیسے جانوروں کا جو اُن کی نعشوں کو اٹھائیں گے پیدا ہونا۔

آٹھواں۔ آسمانی نشان اُن خبیثوں کے خون اور بدبو سے زمین کو پاک کرنے کے لئے آسمان سے بارش ہونا اور تمام زمین کا صاف ہوجانا۔

نواں۔ آسمانی نشان آپکے یمن و برکت سے زمین کو حکم ہونا کہ وہ اپنے پھل نکالے اور برکتیں واپس لائے جسکے اثر سے ایسے ایسے انار پیدا ہونگے جنکے دانے ایک جماعت کھاسکے اور اُنکے چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت سایہ لے اور مواشی کے دودھ کا اسقدر کثرت سے پیدا ہونا کہ ایک اونٹنی کا دودھ

* فبینا هو کذلک اذا وحی الله الی عیسی علیه السلام انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الی الطور ویبعث الله یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلهم علی بحیرة طبریة فیشربون ما فیها ویمر اٰخرهم فیقولون لقد کان بهذه مرة ماء ویحصر نبی الله عیسی علیه السلام و اصحابه حتی یکون راس الثور لاحدهم خیرا من مائة دینار لاحدکم الیوم فیرغب نبی الله عیسیٰ واصحابه فیرسل الله علیهم النغف فی رقابهم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدة ثم یهبط نبی الله عیسیٰ ع واصحابه الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملأه زهمهم ونتنهم فیرغب نبی الله عیسیٰ علیه السلام واصحابه الی الله فیرسل الله علیهم طیرا کاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حیث شاء الله ثم یرسل الله مطرا لا یکن منه بیت مدر ولا وبر فیغسل الارض حتی یترکها کالزلفة ثم یقال للارض انبتی ثمرتک وردی برکتک فیومئذ تاکل العصابة من الرمانة ویستظلون بقحفها

(ابن ماجہ)

*نوٹ۔ اس حدیث کا پورا ترجمہ صفحہ (۱۰۲) میں آئے گا۔

وبیارک فی الرسل حتی ان اللقحة من الابل لتکفی الفئام من الناس و اللقحة من البقر لتکفی القبیلة من الناس واللقحة من الغنم لتکفی الفخذ من الناس (صحیح مسلم ص ۴ وص ۴۲ وابن ماجہ ص ۴۳)

ایک بڑے قبیلے کے لئے کافی ہو۔ اور ایک گائے کا دودھ اس سے چھوٹے قبیلے کے لئے اور ایک بکری کا دودھ اس سے چھوٹے قبیلے کے لئے یہ چاروں نشان صحیح مسلم کی اور ترمذی وابن ماجہ کی حدیث میں ہیں

جسکا خلاصہ مطلب یہی ہے جو بیان کیا گیا۔ اور اکثر یہ مطالب کتاب الرحمۃ المہداۃ کی حدیث میں بھی پائی جاتی ہے۔ جو عنقریب گیارھویں نشان کے ثبوت میں پیش کی جاویگی

دسواں آسمانی نشان (لوگوں کا مال سے مستغنی ہو جانا اور اسی وجہ سے ان کا بخل مالی و باہمی بغض و کینہ باقی نہ رہنا اور جنگ و لڑائیوں کا یکقلم موقوف ہو جانا اور تلوار کا کھیتی کاٹنے کا اوزار بن جانا) احادیث ذیل میں پایا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت عیسٰے کا آسمان سے اُترنے کا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

باب نزول عیسیٰ بن مریم قال رسول اللہ صلعم والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ان مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابو ھریرۃ واقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدًا۔ (صحیح بخاری ص ۴۹)

ای انھم لا یتقربون الی اللہ الا بالعبادۃ لا بالتصدق بالمال (فتح الباری)

فرمایا ہے مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک عنقریب مریمؑ کے بیٹے حاکم عادل ہو کر اُتریں گے۔ لڑائی کو موقوف کر دینگے۔ اُن کے وقت میں مال ایسا کثرت سے ہوگا کہ کوئی اسکو قبول نکریگا اسوقت ایک سجدہ ساری دنیا سے بہتر معلوم ہوگا۔ ابو ہریرہؓ راوی حدیث نے فرمایا کہ چاہو تو تصدیق اس قول نبوی کے لئے یہ قول خداوندی پڑھو جسمیں یہ بیان ہے کہ موت مسیح کی پہلے سبھی اہل کتاب اُسپر ایمان لائینگے

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ اُسوقت دولت و مال کی افزونی کی وجہ سے لوگ صدقہ و خیرات کرنا چھوڑ دیں گے (کیونکہ قبول کرنیوالا کوئی نہ ہوگا) اور صرف بدنی عبادت سے خدا کا قرب چاہیں گے۔ اسوقت ایک سجدہ تمام دنیا سے بہتر ہوگا۔

اور صحیح مسلم میں اس حدیث کو بیان کرکے اسمیں لکھا ہے۔ کہ اُسوقت اونٹنیاں (جو

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والله لینزلن ابن مریم حکمًا عادلًا فلیکسرن الصلیب و یقتلن الخنزیر و لیضعن الجزیة و یترکن القلائص فلا یسعی علیها ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد و لیدعون الی المال فلا یقبله احد (صحیح مسلم ج۱)

فیبعث الله عیسی بن مریم کانه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة ثم یرسل الله ریحًا باردة من قبل الشام فلا یبقی علی وجه الارض احد فی قلبه مثقال ذرة من خیر او ایمان الا قبضته حتی لو ان احدکم دخل فی کبد جبل لدخلته علیه حتی تقبضه قال سمعتها من رسول الله قال فیبقی شرار الناس فی خفة الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرًا فیتمثل لهم الشیطان فیقول الا تستجیبون فیقولون فما تامرنا فیامرهم بعبادة الاوثان وهم فی ذلک دار رزقهم حسن عیشهم فینفخ فی الصور

(صحیح مسلم ص۳۰۲)

وفی روایة له فیبقی شرار الناس یتهارجون تهارج الحمر فعلیهم تقوم الساعة

(صحیح مسلم ص۳۰۲)

عرب میں بہت پیارا مال ہے) بیکار چھوڑ دی جائیں گی۔ اُن کے لئے کوئی کوشش نہ کرے گا۔ دلوں کی عداوت اور کینہ اور حسد دُور ہو جائیں گے۔ مال کیطرف لوگ بلائے جائیں گے تو کوئی قبول نہ کرے گا۔

ایک روایت صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اللہ تعالے عیسٰے بن مریم کو بھیجیگا۔ وہ دجّال کو طلب کر کے قتل کریں گے پھر تمام لوگ (جن میں حضرت مسیح بھی داخل ہونگے) سات سال ایسے با امن عیش بسر کرینگے۔ کہ دو شخصوں میں آپسمیں عداوت نہ ہوگی پھر اللہ تعالے ایک ٹھنڈی ہوا شام کیطرف سے بھیجیگا جس سے تمام اہل ایمان روئے زمین کے فوت ہو جائیں گے۔ اگر کوئی پہاڑ کے اندر ہوگا۔ تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچیگی اور اسکی جان قبض کرلے گی۔ پھر ایسے لوگ رہ جائیں گے جو جانوروں کے سے ہلکے (بے وقوف) درندوں کے سے سمجھ و خیال والے (ایذا رساں) ہونگے وہ کسی اچھی بات کو اچھا نہ جانیں گے نہ بُرے کو بُرا سمجھیں گے۔ بعض گدھوں کی طرح بازاروں میں عورتوں سے مجفت ہونگے پھر شیطان اُنکے سامنے متشکل ہو کر کہے گا کہ

کیا تم حیا نہیں کرتے۔ وہ کہیں گے۔ تو ہمکو کیا حکم دیتا ہے تو پھر وہ انکو مخلوق پرستی کا حکم دیگا۔ وہ بتانوں کی پوجا کریں گے۔ تو انکا رزق فراخ اور عیش عمدہ ہوگا ایسی حالت میں نفخہ فنا عالم ہوگا۔ اور قیامت برپا ہوگی۔

وتقی الارض افلا ذکبدھا کما جاء فی الحدیث الاخر۔ (شرح صحیح مسلم صفحہ)

اس کتاب کی شرح نووی میں کثرت مال کی تفسیر میں کہا ہے کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑے یعنے سونا چاندی اور خزانے اگل دے گی۔

اور جنگ کے بالکل موقوف ہو جانے اور گھوڑوں کے لڑائی کے کام میں آنے اور بیلوں کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنانے کا ذکر ان احادیث میں ہے جو نشان یازدہم کے ثبوت میں ذیل میں پیش کیجاتی ہیں۔

گیارھواں آسمانی نشان (درندوں کا حیوانوں کے ساتھ چرنا اور بچوں کا سانپوں سے کھیلنا وغیرہ)۔ اسحدیث ابن ماجہ میں ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ حضرت مسیح کا نزول ہوگا تو زہر دار جانور کا زہر جاتا رہے گا۔ کوئی لڑکا سانپ پر ہاتھ ماریگا تو وہ اسکو ضرر نہ دیگا۔ شیر کو کوئی لڑکی بھگا دیگی۔ تو وہ اسکو ضرر نہ پہونچائے گا۔ بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں ایسا رہیگا جیسے اسکا (محافظ) کتا۔ تمام زمین اسلام سے بھر جائے گی۔ جیسے برتن پانی سے بھرجاتا ہے اسوقت بجز خدا واحد کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ لڑائی اپنا بوجھ اتار دیگی۔ اور قریش کی بادشاہی جاتی رہیگی (یعنی حضرت عیسےٰ کے مشورہ و اجازت کے بغیر انکا امیر کوئی حکم نہ کریگا۔ نزول مسیح کے بعد انکی خصوصیت خلافت سے جاتی رہیگی (قالہ ابن حجر ونقلہ عنہ فی الحج صفحہ ۳۹۲) زمین

وتنزع حمۃ کل ذات حمۃ حتی یدخل الولید یدہ علی الحیۃ فلا تضرہ وتفر الولیدۃ الاسد فلا یضرھا ویکون الذئب فی الغنم کانہ کلبہا ویملا الارض من السلم کما یملاء الاناء من الماء ویکون الکلمۃ واحدۃ فلا یعبد الا اللہ وتضع الحرب اوزارھا وتسلب قریش ملکہا ویکون الارض کفاثور الذھب والفضۃ تنبت نباتہا بعھد آدم حتی یجتمع النفر علی القطف من العنب فیشبعہم ویجتمع النفر علی الرمانۃ فتشبعہم۔ ویکون الثور بکذا وکذا من المال وتکون الفرس بالدریھمات قالوا یا رسول اللہ وما یرخص الفرس قال لا ترکب لحرب ابدا فقیل لہ فما یغلی الثور قال تحرث الارض کلہا۔ (سنن ابن ماجۃ صفحہ ۲۷۶)

ایسی ہو جائے گی جیسے سونے چاندی کا طشت وہ اپنی بوٹیاں ایسی اُگائے گی جیسے آدم کے وقت اوگاتی تھی۔ ایک خوشہ انگور اور ایک دانہ انار سے جماعت سیر ہوگی۔

تیل بڑی قیمت سے بکیں گے۔ گھوڑے چند درہموں کو۔ کسی نے اپنی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا گھوڑی پر لڑائی کے لئے کبھی سواری نہ ہوگی اسلئے وہ بیکار ہونگے۔ زمین تمام کاشت کیجائیگی (اسلئے بیل کھیتی کے کام میں آئیں گے) اور گران قیمت ہونگے)۔

اور کتاب الرحمۃ المہداۃ الیٰ من یرید زیادۃ العلم علے احادیث المشکوٰۃ میں ہے کہ

ویھلك الله فی زمانہ المسیح الدجال ثم تقع الامنۃ علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذیاب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات فلا تضرھم فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون۔ وفی روایۃ ویرجع المسلم وتتخذ السیوف مناجل وتذھب حمۃ وتنزل السماء رزقھا وتخرج الارض برکتھا حتی یلعب الصبی بالثعبان فلا یضرہ (الرحمۃ المہداۃ صـ۲۷)

حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں خدا تعالیٰ دجال کو ہلاک کریگا۔ اسکے بعد زمین پر امن قائم ہو جائے گا۔ یہانتک کہ حیوانات اور درندوں پر بھی اسکا اثر ہو پہنچیگا۔ سانپ اونٹوں کے ساتھ چریں گے۔ جیسے گائے کے ساتھ بھیڑئیے بکریوں کے ساتھ۔ اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے۔ تو وہ اُس کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔ وہ چالیس سال زمین پر زندہ رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور مسلمان اُنپر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مسلمان لڑنے سے پھر بیٹھیں گے اور تلواروں کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنایا جاوے گا۔ اور زہر دار جانوروں کا اثر جاتا رہے گا۔ آسمان اپنا رزق اوتارے گا اور زمین اپنی برکت نکالے گی۔ بچے سانپوں سے کھیلیں گے۔ تو وہ اس کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔

عہد عتیق یسعیاہ نبیؑ کی کتاب کے باب ۱۱ میں بھی بعض اُن نشانات حضرت مسیحؑ کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا ہے (۴) بلکہ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لئے انفصال کرے گا۔ اور وہ اپنے مُنہ کی لاٹھی سے زمین کو مارے گا اور لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالیگا (۵) اسکی کمر کا پٹکا راستی ہوگی اور اسکے پہلو وفاداری کے پٹکے سے کسے ہونگے۔ (۶) اُس وقت بھیڑیا

برّے کے ساتھ رہے گا اور چیتا حلوان کے ساتھ بیٹھیگا اور بچھیا اور شیر بچہ اور پالا ہوا بیل ملے جلے رہیں گے۔ اور ننھا بچّہ اُن کی پیشروی کرے گا۔ (۷) گائے اور ریچھنی ملکر چریں گی اور اُن کے بچّے ملے جلے بیٹھیں گے۔ اور شیر ببر بیل کی پوان کھائے گا۔ اور دودھ پیتا بچّہ سانپ کے بِل کے پاس کھیلیگا۔

نوٹ۔ (تذکرہ) اس حدیث میں جو حضرت مسیح کا چالیس برس زمین پر رہنا بیان ہوا ہے یہ پہلی آمد مسیح کی مدت ملاکر بیان ہوا ہے۔ دوسری آمد کی مدت صِرف سات سال ہے چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث سے بصفحہ (۸۶) بیان ہوا۔ ایسا ہی ملا علی قاری رح نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے اور اس حدیث سے پہلی حدیث ابن ماجہ کی اور اُس سے پہلی حدیث صحیح بخاری کی (جس کی صحت پر اتفاق ہے۔ صاف وصریح الفاظ ناطق ہیں۔ کہ مسیح بن مریم آئیں گے۔ تو لڑائی کو موقوف کردیں گے۔ اور تلوار کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بناویں گے اور جو حکم جنگ وجہاد کا اسلام میں مستمر چلا آیا ہے اور زمانہ آخری تک اس امت کا دستور العمل رہے گا۔ اس حکم کو حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں اُٹھا دیا جائے گا۔ اور یہ ظاہر کیا جائے گا۔ کہ اس حکم کا وقت ہو چکا اسکی تعمیل کا وقت نہیں رہا۔ اس حکم کو اوٹھانا حضرت مسیح کی نئی تشریع سے نہو گا۔ بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم اور پیشگوئی مندرجہ ذیل کے مطابق وقوع میں آئے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (چنانچہ ابوداؤد نے نقل کیا ہے) کہ جب سے خدا نے مجھے نبی کر کے بھیجا ہے جہاد جاری ہے اور مستمر رہے گا (مگر) اُسوقت تک کہ اس امت کے لوگ دجال سے لڑینگے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الجہاد ماض منذ بعثنی اللہ الی ان یقاتل اٰخر ھذہ الامۃ الدجال (ابوداؤد ط ۳۴۲)

جسکا صاف یہ مفہوم ہے کہ دجال مارا جائے گا۔ تو جہاد موقوف ہو جائے گا۔ اور یہ بھی آنحضرت نے فرمایا ہے کہ دجال کو حضرت مسیح ابن مریم اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ چنانچہ

پانچویں نشان آسمانی کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا۔ اس پیشگوئی اور اس حکم نبوی سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ مسیح اور قتل دجال کے بعد موقوفی جہاد کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے جسکی تعمیل حضرت مسیح سے ہوگی۔

اس موقوفی جہاد کے فلاسفی (حکمت و سر عقلی) یہ ہے کہ دنیا میں جہاد یا لڑائی دو ہی غرض سے ہوتی اور وقوع میں آتی ہے ایک غرض دنیاوی (بطمع مال یا بوجہ عناد و دشمنی) جو دنیاداروں کو لڑائی پر باعث ہوتی ہے۔ دوسری غرض دینی (اعلاء کلمۃ اللہ و مدافعت اعداء اللہ) جو اہل دین کو لڑائی پر باعث ہوتی ہے اور زمانہ مسیح میں یہ دو نو غرضیں کسی کو پیش نظر نہ رہینگی۔ اسوقت کوئی کافر زمین پر نہ رہیگا۔ تو یہ غرض دوم کسکو ہوگی۔ اور جبکہ زمین اپنے مدفون خزانے دولت باہر نکال پھینکے گی۔ اور مال و دولت کی خواہش کسی کو نہ رہیگی۔ تو پھر غرض اول (طمع مال) سے لڑائی کیسی۔ دشمنی عداوت و ایذا رسانی درندوں اور سانپوں میں نہ رہیگی۔ تو انسانوں میں باہم یکجہتی ہوگی۔ اب جہاد ہو تو کس سے ہو۔ اور کرنے والا کون ہو۔

دجال موعود کو حضرت مسیح علیہ السلام کا قتل کرنا اُسوقت امن سے پہلے ہوگا۔ ایسا ہی دوسرے موذی (ایذا رسان) کافروں سے مسلمانوں کا لڑنا اور امام مہدی علیہ السلام کا اپنے روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے اُن موذیوں کو ہلاک کرنا امن زمانہ مسیحی سے پہلے وقوع میں آئے گا۔ دجال قتل ہوگا تو پھر سیفی جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ دجال کے بعد کفار یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا۔ تو اُنکے مقابلہ میں بھی سیفی جہاد سے کام نہ لیا جائے گا۔ بلکہ صرف مسیح کی دعا سے اُنکی گردنوں میں پھوڑا نکلے گا۔ اور اُسی سے اُن کا کام تمام ہوگا۔ چنانچہ نشان ششم کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا۔ دجال کو حضرت مسیح کا قتل کرنا انکی شان رحیمی و امن گستری کے برخلاف نہ ہوگا۔ وہ موذی یہودی بہت سے مسلمانوں کو سخت اذیت سے ہلاک کریگا۔ اور ستر ہزار یہودی اسکے ساتھ ملکر

مسلمانوں کو تکلیف پہنچا ئیں گے حتےٰ کہ عرب کے لوگ اس موذی یہودی کے ہاتھ سے تنگ ہو کر پہاڑوں میں جا رہیں گے۔ لہذا ایسے موذی کو مارنا ہزاروں مسلمانوں کو زندہ رکھنے کے برابر ہے اور یہ شان حیمی مسیحی اور امن گستری کا عین لازمہ ہے۔

دجال موعود کا خروج اور حضرت مسیح کا اسکو قتل کرنا جو نشان پنجم میں بیان ہوا ہے حضرت مسیح کی آمد ثانی کے لئے ایک بڑی بھاری علامت اور ایک لازمی شرط ہے۔ جبتک دجال نہ نکلیگا مسیح موعود علیہ السلام ہرگز نہ آوینگے لہذا ضروری ہوا کہ اہل اسلام قدیم کا اعتقاد دجال کی نسبت بیان کیا جاوے تاکہ کسی جھوٹے اور بناوٹی مسیح کو یہہ گنجایش نہ رہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرنے اور اپنی مسیحائیت کی پٹڑی جمانے کے لئے جس شخص کو چاہے دجال بنالے۔ اور جس چیز کو چاہے دجال کا گدھا بنالے۔ اور پھر خود بھی اس گدھے پر سوار ہوا کرے جیسا کہ ایک جھوٹے مسیح قادیان پنجاب نے کیا تھا۔ کہ اپنی مسیحائیت کی پٹڑی جمانے کے لئے پہلے اپنے مخالف مولویوں کو دجال قرار دیا پھر عیسائی پادریوں کو دجال ٹھہرایا اور دجال کا گدھا ریل گاڑی کو قرار دیا اور جبتک وہ زندہ رہا اس گدھے پر خود بھی سوار ہوتا رہا۔ اور جب وہ اپنے دعوے مسیحائیت کو جھوٹا کرنے کے لئے مرا تو اسی گدھے پر اسکی لاش کو لاد کر اسکی وطن میں پہنچایا گیا۔

ہمارے بیان اعتقاد اہل اسلام قدیم کو مسلمان پڑھ یا سن لینگے تو پھر کسی ایسے مفتری وکذاب مسیح کے دام میں نہ آئیں گے۔

اس اعتقاد اہل اسلام کا ماخذ وہ مستند احادیث صحیحہ نبویہ اتفاق کے ساتھ مسلمہ اہل اسلام بیان کیجائیں گی۔ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اہل اسلام قدیم دجال موعود کس کو سمجھتے ہیں اور اسمیں کیسی علامات وخواص کا موجود ہونا ضروری جانتے جو اسوقت کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں۔ اور اسکا گدھا کیسا ہوگا۔ ان احادیث میں امور ذیل کا بیان ہوگا:۔

(۱) دجال کہاں سے نکلیگا (۲) وہ کب نکلے گا (۳) وہ کیا ہے (۴) اسکی صورت کیسی ہوگی

بلہ صحیح مسلم صفحہ ۴۰۵ ملاحظہ ہو۔

(۵) اُسکی سواری کیا اور کیسی ہوگی۔ (۶) اسکے پیرو کون لوگ ہوں گے۔ (۷) وہ کیسے شعبدے وخیالی نشان دکھائے گا۔ (۸) وہ ایمانداروں کو کیونکر ستائے گا۔ (۹) وہ کہاں کہاں پہنچیگا۔ (۱۰) وہ کس جگہ ہلاک ہوگا۔ (۱۱) اُسکا گدھا کیسا ہوگا۔

امر اول و ششم کا بیان

کتاب جامع ترمذی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دجال مشرق کی اُس زمین سے نکلے گا جس کو خراسان کہا جاتا ہے۔ اُس کے پیرو وہ لوگ ہوں گے جن کے مُنہ ایسے ہوں گے جیسے ڈھالیں۔ جن پر چمڑے لپٹے ہوئے ہوں۔

باب ما جاء من این یخرج الدجال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم الدجال یخرج من ارض بالمشرق یقال لھا خراسان یتبعہ اقوام کان وجوھھم المجان المطرقۃ (ترمذی صلت ج ۲)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے خراسان مشہور شہر کا نام ہے جو ماورالنہر اور عراق کے مابین ہے۔

خراسان بلدۃ معروفۃ بین ماورالنہر وبلاد العراق (مرقاۃ)

صحیح مسلم میں ہے دجال کے پیرو اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار ہوں گے جو عربی چادریں اوڑھے ہوئے ہونگے۔

یتبع الدجال من یھود اصفھان سبعون الفا علیھم الطیالسۃ (صحیح مسلم ص۴۰۵)

امر ششم کی تائید بیان امر نہم و دہم میں بھی ہوگی۔

امر دوم و سوم و نہم و دہم کا بیان

صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہلوا کر لوگوں کو جمع کیا پھر فرمایا میں نے تمکو اسلئے جمع

عن فاطمہ بنت قیس قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم انی واللہ ما جمعتکم لرغبۃ ولا
لرھبۃ ولکن جمعتکم لان تمیما الداری کان
رجلا نصرانیاً فجاء فبایع واسلم وحدثنی
حدیثا وافق الذی کنت احدثکم عن المسیح
الدجال حدثنی انہ رکب فی سفینۃ بحریۃ
مع ثلاثین رجلاً من لخم وجذام فلعب
بھم الموج شھرًا فی البحر ثم ارفئوا الی جزیرۃ
فی البحر حین تغرب الشمس فجلسوا فی اقرب
السفینۃ فدخلوا الجزیرۃ فلقیھم دابۃ اھلب
کثیر الشعر لا یدرون ما قبلہ من دبرہ من کثرۃ
الشعر فقالوا ویلک ما انت قالت انا الجساسۃ
قالوا وما الجساسۃ قالت یا ایھا القوم انطلقوا
الی ھذا الرجل فی الدیر فانہ الی خبرکم
بالاشواق قال لما سمت لنا رجلا فرقنا منھا
ان تکون شیطانۃ قال فانطلقنا سراعاً حتی
دخلنا الدیر فاذا فیہ اعظم انسانٍ رأیناہ قط
خلقا واشدہ وثاقا مجموعۃ یداہ الی عنقہ ما بین
رکبتیہ الی کعبیہ بالحدید قلنا ویلک ما انت
قال قد قدرتم علی خبری فاخبرونی ما انتم
قالوا نحن اناس من العرب رکبنا فی سفینۃ
بحریۃ فصادفنا البحر حین اغتلم فلعب بنا

نہیں کیا کہ تمکو ترغیب یا خوف کا وعظ سناؤں
بلکہ اسلیے جمع کیا ہے کہ میں تمکو وہ واقعہ سناؤں
جو تمیم داری نصرانی نے مشاہدہ کیا اور اس کو
دیکھ کر وہ مسلمان ہوگیا اور میرے پاس آکر اُسنے
اظہار کیا۔ کیونکہ وہ میرے اس بیان کے مطابق
ہوا جو میں دجال کی بابت تمسے کہا کرتا تھا۔ وہ بیان
کرتا ہے کہ وہ تیس اشخاص قبیلہ لخم وجذام (اہل
فلسطین) کے ساتھ ایک جہاز میں سوار ہوا
موج دریا نے (جو ہوا مخالف سے پیدا ہوئی)
مہینہ بھر انکو خراب کیا پھر وہ ایک مشرقی جزیرہ
کے قریب جا پہنچے۔ اور ایک چھوٹی سی کشتی کے
ذریعہ کنارہ لگے تو اُن کو ایک جانور (اہلب)
ملا۔ جو اپنے بالوں میں ڈھکا ہوا تھا۔ وہ بولے
تو کون ہے اُسنے کہا میں جساسہ ہوں (یعنے
دجال کا جاسوس) وہ بولے جساسہ کیا ہوتا ہے
اُسنے کہا اس صومعہ (عبادتخانہ یہود) میں چلو
وہاں ایک شخص تمہاری خبروں کا مشتاق ہے۔
وہ یہ سُنکر ڈر گئے کہ یہ کہیں بھوت نہ ہو۔ پھر وہاں
جاکر انہوں نے ایک بڑا شخص دیکھا۔ جو آگے کبھی
نہ دیکھا تھا۔ اُسکے ہاتھ گردن سے باندھے ہوئے
اور ٹخنوں تک آہنی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا

الموج شهرا ثم ارفئنا الی جزیرتك هذه
فجلسنا - فی اقربها فدخلنا الجزیرة
فلقیتنا دابة اهلب کثیر الشعر لا تدری
ما قبله من دبره من کثرة الشعر فقلنا ویلك
ما انت فقالت انا الجساسة قلنا وما الجساسة
قالت اعمدوا الی هذا الرجل فی الدیر فانه
الی خبرکم بالاشواق فاقبلنا الیك سراعاً
وفزعنا منها ولم نامن ان تکون شیطانةً
فقال اخبرونی عن نخل بیسان قلنا عن
ای شانها تستخبر قال اسألکم عن نخلها
هل تثمر قلنا له نعم قال اما انها یوشك
ان لا تثمر قال اخبرونی عن بحیرة طبریة
قلنا عن ای شانها تستخبر قال هل فیها
ماء - قالوا هی کثیرة الماء قال اما ان ماءها
یوشك ان یذهب قال اخبرونی عن عین
زغر قالوا عن ای شانها تستخبر قال هل
فی العین ماء وهل یزرع اهلها بماء العین
قلنا له نعم هی کثیرة الماء واهلها یزرعون
من مائها قال اخبرونی عن نبی الامیین
ما فعل قالوا قد خرج من مکة ونزل یثرب
قال اقاتله العرب قلنا نعم قال کیف صنع بهم

پھر وہ بولے کہ تو کون ہے؟ وہ بولا
پہلے تم ہی بتاؤ کہ تم کون ہو انہوں نے اپنا
حال مذکور سنایا۔ وہ بولا بیسان کے باغ کا
(جو اردن اور فلسطین کے مابین ہے) حال سناؤ کیا وہ پھل
لاتا ہے۔ وہ بولے ہاں۔ وہ بولا کہ عنقریب وہ پھل
نہ دیگا۔ وہ بولا بحیرہ طبریہ کا حال سناؤ کیا اس میں
پانی ہے۔ وہ بولے ہاں اس میں پانی ہے۔ اسنے کہا
کہ عنقریب اس میں پانی نہ رہیگا۔ پھر کہا مجھے زغر کی
(ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے) چشمہ کا حال سناؤ کیا
اس میں پانی ہے جس سے اسکے لوگ زراعت کرتے ہوں وہ بولے
کہ ہاں۔ اسنے کہا امیوں (عرب) کے
نبی کا حال بتاؤ۔ وہ بولے وہ مکہ
میں ظاہر ہوا۔ اور یثرب (مدینہ)
میں آ ٹھہرا ہے۔ اور اس کے
قرب وجوار کے لوگ اس کے
مطیع ہوگئے ہیں۔ وہ بولا ان کے
لئے یہی بہتر ہے۔ اور بولا کہ میں
دجّال ہوں۔ عنقریب مجھے نکلنے
کی اجازت ہوگی۔ میں زمین کی
تمام بستیوں میں پھر نکلوں گا
بجز مکہ وطیبہ۔ کہ ان میں داخل

فاخبرناه انه قد ظهر علی من یلیه من العرب واطاعوه
قال قال لهم قد کان ذالک قلنا نعم قال اما ان ذاک
خیر لهم ان یطیعوه وانی مخبرکم عنی انی انا المسیح
الدجال وانی اوشك ان یؤذن لی فی الخروج فاخرج
فاسیر فی الارض فلا ادع قریة الا هبطتها فی اربعین لیلة
غیر مکة وطیبة فهما محرمتان علی کلتاهما کلما اردت
ادخل واحدا منهما استقبلنی ملك بیده السیف صلتا
یصدنی عنها وان علی کل نقب منها ملائکة یحرسونها
قالت قال قال رسول الله صلعم وطعن بمخصرته فی المنبر
هذه طیبة هذه طیبة هذه طیبة - یعنی المدینة الا هل
کنت حدثتکم ذالک فقال الناس نعم فانه اعجبنی حدیث
تمیم انه وافق الذی کنت احدثکم عنه وعن المدینة
ومکة الا انه فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق
ما هو من قبل المشرق ما هو واومی بیده الی المشرق
(مسلم ص۴۰۴ و ص۴۰۵)

ثم تصرف الملائکة وجهه قبل الشام وهنالك
یهلك - (بخاری ومسلم مشکوٰة ص۴۶۲)

قال رسول الله صلعم یجیء الدجال حتی ینزل فی ناحیة
المدینة فترجف ثلث رجفات فیخرج الیه کل کافر
ومنافق - (بخاری ص۱۰۵۵ - و ص۴۰۵)

ہونا مجھ پر حرام کیا گیا ہے۔
جب میں اُن میں داخل ہونا چاہونگا
فرشتے تلوار برہنہ لے کر میرا
مقابلہ کریں گے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا طیبہ یہی مدینہ ہے اور
وہ جزیرہ شام یا یمن میں نہیں
بلکہ وہ مشرق میں ہے۔

اور بخاری ومسلم میں ہے۔ کہ
دجال مشرق سے آئے گا۔ اور
مدینہ طیبہ میں داخل ہونا چاہیگا
تو فرشتے اُس کا مُنہ ملک شام
کی طرف پھیر دیں گے اور وہیں
ہلاک ہوگا۔

دجال مدینہ سے باہر ایک
کنارہ پر آئے گا۔ تو مدینہ میں
تین زلزلے ہوں گے جس سے
مدینہ کے کافر و منافق باہر
نکل کر دجال کے ساتھ
ہو جائیں گے۔

امر نہم ودہم کی مزید تائید بیان امر ہفتم وہشتم میں بھی ہوگی۔

امر چہارم و پنجم کا بیان

قال رسول اللہ ؐ مامن نبی الا وقد انذرہ قومہ ولاکنی ساقول لکم قولاً لم یقلہ نبی انہ اعور۔ (بخاری صفحہ ۱۰۵۵)
وان بین عینیہ مکتوب کافر۔ (بخاری صفحہ ۱۰۵۶)

صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دجال سے ہر ایک نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔ مگر میں تمکو (اُسکی نشانہی کے لئے) ایسی بات کہونگا جو کسی نبی نے نہیں کہی وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔ جسکو ہر ایک اہل ایمان (خواندہ ہو۔ خواہ اَن پڑھ) پڑھ لے گا۔ ہوگا۔ اور اُسکی پیشانی پر لفظ کافر (ک۔ ف۔ ر) ہوگا۔

پڑھنے والے میں اہل ایمان کی قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ لکھا ہوا روحانی طور پر ہوگا جسکو اہل ایمان اپنی روحانی طاقت سے پڑھ لیں گے۔ وہ جسمانی نہ ہوگا۔ کہ اس کو کافر بھی پڑھ سکے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یخرج الدجال علے حمار اقمر ما بین اذنیہ سبعون باعاً رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور (مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۹)

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ دجال ایک ایسے سفید گدھے پر سوار ہوگا جسکے دونو کان میں ستر باع (دو ہاتھ کے مقدار) کا فاصلہ ہوگا۔

امر ہفتم و ہشتم کا بیان

صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے ساتھ جو کچھ ہوگا

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانا اعلم بما

مجھے اسکا خوب علم ہے اسکے ساتھ دو نہریں ہونگی

* اس حدیث صحیح مسلم اور اس [illegible] کے بعد منقول ہوئی ہیں۔ صحیح کے الفاظ ناطق ہیں کہ دجال کی آگ اور
(باقی پر ایندہ)

مع الدجال منہ معہ نہران تجریان احدھما رأی العین ماء ابیض والآخر رأی العین نار تاجج فاما ادرکن احد فلیات الذی یراہ نارا ولیغمض ثم لیطاطا راسہ فانہ ماء بارد۔ (صحیح مسلم صنـ۴)

فنارہ ماء وماءہ نار۔ (صحیح بخاری صفحہ ۱۰۵۶)

فیخرج الیہ یومئذ رجل وھو خیر الناس او من

ایک دیکھنے میں (یعنے نہ حقیقت میں) سفید پانی کی ہوگی۔ دوسرے دیکھنے میں (یعنے نہ حقیقت میں) آگ شعلہ زن ہوگی۔ تم میں سے کوئی اسکو پائے تو آنکھ بند کرکے اسمیں سر جھکا دے وہ سرد پانی ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ دجال کی آگ درحقیقت پانی ہوگا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶ گذشتہ

پانی صرف دیکھنے میں آگ اور پانی ہونگے۔ نہ درحقیقت۔۔۔ بلکہ حقیقت میں انکا عکس ہوگا۔ آگ پانی ہوگا۔ اور پانی آگ۔

اور یہ امر اسپر قطعی دلیل ہے کہ دجال کے افعال صرف شعبدہ بازی اور مسمریزم یا سحر کی قسم سے ہونگے۔ جو بشہادت قرآن صرف دوسرے کے خیال میں صورت پذیر ہوتے ہیں۔

یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی۔ (طہ ع ۳)

) اور وہ افعال قلب حقائق کی تاثیر نہ رکھیں گے۔ بعکس انبیاء علیہم السلام کے معجزے قلب حقائق کرتے۔ لاٹھی کو سانپ اور نار کو گلزار بنا دیتے)

بلکہ ان افعال دجال کے برخلاف وبرعکس مومنوں کی کرامت اور کافروں کی اہانت کے لئے حقائق وجود پذیر ہونگے۔ خداتعالیٰ دجال کی خیالی آگ کو (جو مسمریزم سے وہ لوگوں کو دکھائے گا) مومنوں کی کرامت کیلئے درحقیقت پانی بناویگا۔ اور اسکے خیالی پانی کو (جو اپنے پیروانِ کفار کی آنکھ میں مسمریزم کی تاثیر سے متمثل کردیگا) ان کافروں کو ذلیل اور معذب کرنے کے لئے درحقیقت آگ بنادیگا۔

اسی قسم سے اسکا آسمان سے مینہ برسانا اور زمین سے سبزیاں اوگانا جانوروں کو موٹا کرکے دکھانا۔ زمین سے خزانے نکالتا ہوگا۔ دیکھنے میں سب کچھ ہوگا۔ اور حقیقت میں کچھ نہ ہوگا۔ اور بعض اشیاء میں شیطانی تمثل ہوگا۔ شیطان اُن چیزوں کی صورت اختیار کرکے دکھائیگا۔

اسی قسم کے افعال اس زمانہ کے یوروپین مسمریزیسٹ اپنے تماشوں میں بہت کر دکھاتے ہیں۔ ایکدفعہ ایک انگریز نے اپنے تماشہ میں حاضرین کے خیال میں یہ صورت جمادی کہ اسنے سب حاضرین جلسہ کی جیب گھڑیاں لے کر انکو ہاون (؟) دستہ میں کوٹ کر چور کردیا ہے۔ پھر انکو ایک بندوق میں بھر کر چلا دیا۔ پھر وہ گھڑیاں ویسی کی ویسی [illegible] جو درحقیقت [illegible] خیال تھا۔

خیار الناس فیقول اشہد انک الدجال الذی حدثنا رسول اللہ حدیثہ فیقول الدجال ارایتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ ھل تشکون فی الامر فیقولون لا فیقتلہ ثم یحییہ فیقول واللہ ما کنت فیک اشد بصیرۃ منی الیوم فیرید الدجال ان یقتلہ فلا یسلط علیہ۔ (بخاری صفحہ ۱۰۵۶ ۔ مسلم صفحہ ۴۰۲)

اور پانی درحقیقت آگ ہوگی۔

اور صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے لوگوں سے سب سے بہتر ایک شخص دجال کی طرف آئے گا۔ اور وہ اسکو کہیگا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جسکی خبر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ دجال اپنے پیرواں سے کہے گا۔ کہ اگر میں اسکو مار کر زندہ کردوں گا۔ تو پھر تم میرے خدا ہونے پر شک کروگے وہ بولیں گے نہیں۔ پھر وہ اس شخص کو قتل کردے گا اور پھر زندہ کریگا۔ پھر وہ شخص کہیگا کہ اب مجھے پہلے سے زیادہ یقین ہوگیا ہے۔ کہ تو دجال ہے۔ پھر دجال اسکو قتل کرنا چاہیگا تو پھر قابو نہ پائے گا۔

ایسی ہی صحیح مسلم میں حدیث ہے جسکے شروع میں یہ ذکر ہے کہ اُس مومن کو دجال کے ہتھیار بند لوگ ملیں گے۔ تو اسکو کہیں گے۔ کہ تو ہمارے رب (دجال) پر ایمان نہیں لاتا وہ کہیگا نہیں لاتا۔ تو وہ اُسکو قتل کرنا چاہیں گے۔ مگر وہ دجال کے اس حکم کی نظر سے کہ وہ لوگ کسی کو دجال کے پاس حاضر کرنے سے پہلے قتل نکریں۔ اُسکے قتل سے رک جائیں گے اور اس کو دجال کے پاس پہنچائیں گے۔ پھر دجال اسکو قتل کریگا۔ پھر زندہ کرے گا۔ پھر اسکے قتل پر قابو نہ پائے گا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

دجال کے افعال میں ان مسمریزیسٹ ساحروں کے افعال سے بڑھکر یہ بات بھی خدا کی طرف سے پائیجائیگی۔ کہ اسکے افعال کے برخلاف و برعکس حقائق پیدا ہونگے۔ جو مسمریزیسٹ ساحروں کے افعال سے نہیں ہوتے۔ جن سے مومنوں کی کرامت اور کافروں کی اہانت مقصود ہوگی۔

ہماری اس تقریر سے خوارج وجہمیہ معتزلہ۔ منکرین وجود دجال اور جبائی معتزلی وغیرہ منکرین افعال دجال کے اس شبہ کا کہ اگر دجال سے ایسے افعال صادر ہونے ممکن ہوں تو پھر خوارق و معجزات انبیا کا کچھ اعتبار نہیں رہتا۔ (جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۸ میں منقول ہے) ایک یہ جواب بھی ادا ہوا کہ ان افعال میں قلب حقائق (جو معجزات انبیا میں پایا جاتا ہے) پایا نہ جائیگا۔ بلکہ وہ مسمریزی اثر ہوگا۔ جو صرف دوسرے کے خیال میں پایا جاتا ہے و معہذا ان افعال کے برعکس و برخلاف حقائق واقعیہ کا اثبات ہوا جس نے اس جواب کو مذہب جبائی وغیرہ معتزلہ سے جو ان افعال کو صرف تخیلات بلا حقائق کہتے ہیں ممتاز کردیا۔ وللہ الحمد۔

صحیح مسلم میں یہ بھی حدیث ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ دجال

قلنا یا رسول الله وما اسراعه فی الارض قال کالغیث استدبرته الریح فیاتی علی القوم فیدعوهم فیؤمنون به ویستجیبون له فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیهم سارحتهم اطول ما کانت ذرًی و اسبغه ضروعا وامده خواصر ثم یاتی القوم فیدعوهم فیردون علیه قوله فینصرف عنهم فیصبحون ممحلین لیس بایدیهم شیئ من اموالهم ویمر بالخربة فیقول لها اخرجی کنوزك فتتبعه کنوزها کیعاسیب النحل ثم یدعو رجلا ممتلیا شابا فیضربه بالسّیف فیقطعه جزلتین رمیة الغرض ثم یدعوه فیقبل ویتهلل وجهه ویضحك × فبینما هو کذلك بعث الله المسیح بن مریم فیطلبه حتی یدرکه بباب لدّ فیقتله، (صحیح مسلم صلہ)

کس سرعت سے زمین پر نکلے گا۔ آپ نے فرمایا جیسے مینہ (یا بادل) تیز چلتا ہے جس کو پیچھے سے ہوا دھکیلتی ہو۔ پھر ایک قوم کے پاس پہنچکر اسکو اپنی الوہیت کیطرف بلاوے گا وہ اسکی الوہیت پر ایمان لائیں گے۔ تو وہ ان کے لئے بادلوں کو بارش کا حکم دے گا۔ تو بارش ہوگی اور زمین کو درخت سبزی جمانے کا حکم دیگا تو وہ خوب جمائیگی۔ پس اُن دجال کے ماننے والوں کے جانور مواشی بڑے بڑے کوہان اور بھاری لپستان اور بھرے پیٹ والے ہو جائیں گے۔ پھر وہ دوسرے لوگوں کو الوہیت کی طرف بلائے گا۔ تو وہ اس سے انکار کریں گے۔ جس سے انکے مال مواشی ہلاک ہو جائیں گے اور وہ تہیدست ہو جائینگے پھر وہ کھنڈروں پر گذر کر خزانے نکلنے کا حکم دیگا۔ تو وہ اسقدر خزانے نکال پھینکے گے جیسے شہد کی مکھیاں۔ پھر وہ ایک جوان مرد کو تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالے گا۔ پھر اس کو بلائے گا تو وہ ہنستا و چمکتا ہوا چلا آئے گا۔ ایسے وقت میں خدا تعالےٰ مسیح بن مریمؑ کو بھیجے گا۔ جو اسکو شہر لُد کے (جو شام میں ہے) دروازہ کے پاس ہلاک کر دیں گے۔

مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ وہ دجال ایک اعرابی (جنگلی) سے جا کر کہے گا کہ اگر تیری

وان من فتنته ان یاتی الاعرابی فیقول ارایت ان احییت لك ابلك الست تعلم انی ربك فیقول بلی فیمثله الشیطان نحو ابله کاحسن ما یکون ضروعا

اونٹوں کو زندہ کر دوں تو تو مجھے اپنا رب مان لے گا۔ اعرابی اس امر کو مان لے گا۔ تو وہ شیطان کو حکم دے گا۔ تو وہ اس کے اونٹوں کی سی صورت بنا کر دکھائی دیگا۔

واعظمہ اسنمتہ قال ویاتی الرجل قدمات اخوہ ومات ابوہ فیقول ارایت اذا حییت لک اباک واخاک الست تعلم انی ربک فیقول بلی فیمثل لہ الشیاطین نحو ابیہ ونحو اخیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۶۹)

ایسا ہی وہ ایک اور آدمی کو جس کا بھائی اور باپ فوت ہو چکا ہوگا۔ کہیگا۔ کہ اگر میں تیرے باپ و بھائی کو زندہ کردوں گا تو تو مجھے اپنا رب مان لے گا۔ وہ اس امر کو تسلیم کرے گا۔ تو شیطان اسکے بھائی اور باپ کی صورت بنا کر دکھاوے گا۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث صحیح مسلم کے مضمون کی حدیث نقل کی ہے اسمیں یہ بھی ہے

وان من فتنتہ ان یمر بالحی فیکذبونہ فلا یبقے لھم سائمۃ الا ھلکت وان من فتنتہ ان یمر بالحی فیصدقونہ فیامر السماء ان تمطر فیمطر و یامر الارض ان تنبت فتنبت حتے تروح مواشیہم من یومہم ذلک اسمن ما کانت واعظمہ وامدّہ خواصر وادرہ ضروعا وانہ لا یبقے شیٔ من الارض الا وطئہ وظہر علیہ الا مکۃ والمدینۃ فانہ لا یاتیہما من نقب من نقابہما الا لقیتہ الملائکۃ بالسیوف صلتۃ حتے ینزل عند الظریب الاحمر عند منقطع السبخۃ فترجف المدینۃ باھلہا ثلاث رجفات فلا یبقے منافق ولا منافقۃ الا خرج الیہ فتنفی الخبیث منہا کما ینفی الکیر خبث الحدید ویدعی ذلک الیوم یوم الخلاص فقالت ام شریک بنت ابی العکر یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ قال ھم یومئذ قلیل وجلہم ببیت المقدس امامہم رجل صالح

کہ دجال کے فتنہ میں سے ایک یہ بات ہے کہ وہ ایک گروہ پہ گذرے گا جو اسکو نہ مانیں گے تو انکے مال مواشی ہلاک ہو جائیں گے۔ دوسرے گروہ پہ گذریگا جو اسکو مان لیں گے۔ تو انکی مواشی ایسے موٹے تازے بڑے بڑے کوہان والے بہت شیردار پستان والے ہو جائیں گے۔ وہ تمام زمین پر غلبہ پائے گا بجز مکہ و مدینہ کہ وہاں سے اسکو فرشتے تلوار کے ذریعہ سے ہٹائیں گے۔ مدینہ کے باہر شورناک زمین وہ اترے گا۔ تو مدینہ میں تین زلزلے ہونگے۔ جس سے کا فرو منافق نکل کر دجال کے پاس آجائیں گے راوی حدیث ام شریک نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسوقت عرب کے لوگ کہاں ہونگے۔ آپنے فرمایا۔ وہ اس وقت بہت کم ہونگے اور بیت المقدس میں ہونگے۔ انکا امام ایک نیک آدمی (علماء اسلام کہتے ہیں امام مہدی ہوگا) ہوگا وہ نماز

فبینما امامهم .... تقدم یصلی بهم الصبح اذ نزل علیهم عیسے بن مریم الصبح فرجع ذلك الامام ینکص یمشی القهقری لیتقدم عیسی یصلی فیضع عیسے یدہ بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لك اقیمت فیصلی بهم امامهم فاذا انصرف قال عیسےؑ افتحوا الباب فیفتح ووراءہ الدجال معه سبعون الف یهودی کلهم ذو سیف محلی وساج فاذا نظر الیه الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق هاربا ویقول عیسیؑ ان لی فیك ضربة لن تسبقنی بها فیدرکه عند باب اللد الشرقی فیقتله فیهزم الله الیهود فلا یبقی شیء مما خلق الله یتواری به یهودی الا انطق الله ذلك الشیء لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الغرقدة فانها شجرهم لا تنطق الا قال یا عبد الله المسلم هذا یهودی فتعال اقتله (سنن ابن ماجه مصری)

پڑھانے کو آگے بڑھے گا۔ تو حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہونگے۔ انکو دیکھ کر وہ (امام مہدی) پچھلے پاؤں ہٹ آئیں گے تاکہ حضرت عیسے علیہ السلام آگے بڑھیں اور امام بن جائیں۔ حضرت عیسے علیہ السلام انکی پشت پر دو شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ آپ ہی امام بنے رہیں کیونکہ نماز جماعت آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ لہذا یہ نماز آپ ہی پڑھاویں۔ پس وہ نماز امام مہدی پڑھائیں گے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہونگے۔ تو حضرت عیسے علیہ السلام فرماوینگے کہ دروازہ اس مکان کا (جسمیں وہ لوگ دجال کے خوف سے محصور ہونگے) کھولدو دروازہ کھولیں گے تو اسکے پیچھے دجال ہوگا جسکے ساتھ ستر ہزار زرین تلواروں سے مسلح اور طیلسانوں سے ملبوس یہودی ہونگے۔ دجال حضرت مسیحؑ کو دیکھے گا۔ تو پگھلنے لگ جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ پھر وہ بھاگنے لگے گا۔ حضرت عیسے علیہ السلام فرمائیں گے تو بھاگتا کہاں ہے میرے ہاتھ سے ایک چوٹ تیرے جسم میں مقدر ہے جس سے تو بھاگ نہیں سکتا۔ پھر آپ اسکو شہر لد کے دروازہ کے پاس پائیں گے۔ اور اسکو قتل کر ڈالیں گے۔ پھر یہودی دجال کے ساتھی بھاگنے اور چھپنے لگ جائیں گے اور جس دیوار یا درخت یا پتھر یا جانور کی اوٹ میں وہ چھپیں گے وہ خدا کے حکم سے بولے گا اور یہ کہیگا کہ اے خدا کے بندے مسلمان یہ یہودی ہے اسکو قتل کر۔

ابن ماجہ کی احادیث کے اکثر مطالب حدیث صحیح مسلم میں بھی پائے جاتے ہیں۔

قلنا یا رسول اللہ وما لبثہ فی الارض
قال اربعون یوماً یوم کسنة ویوم
کجمعة وسائر ایامہ کایامکم قلنا یا
رسول اللہ فذلک الیوم الذی کسنة
یکفینا فیہ صلوٰة قال لا اقدروا لہ قدرہ
قلنا یا رسول اللہ ما اسراعہ فی الارض
قال کالغیث استدبرتہ الریح۔
(صحیح مسلم ص۴۰۱)

دجال کے زمین پر ٹھہرنے کی میعاد ابن
ماجہ اور صحیح مسلم میں چالیس روز بیان
ہوئے ہیں جسمیں ایک دن سال بھر کا
ہوگا۔ ایک دن مہینے بھر کا ایک دن ہفتہ
کا باقی ایام اور دنوں کی مانند۔ سال بھر
کے دن کی بابت لوگوں نے آنحضرتؐ سے
سوال بھی کیا کہ کیا اسمیں ہمکو ایک دن کی
صرف پانچ نمازیں پڑھ لینا کافی ہوگا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اس دن کے اوقات کا ہمیشہ کے دنوں کے
اوقات سے اندازہ کرکے ان اوقات پر نمازیں پڑھ لیا کرو۔ ہمنے عرض کیا کہ وہ زمین میں
کس قدر تیز چلے گا۔ فرمایا جیسے بادل چلتا ہے۔ جسکو پیچھے سے آندھی دھکیلے۔

اس بیان سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ دجال موعود کون ہے اور کس شرطہ و علامت
کا وہ آدمی ہے جسکے مسلمان منتظر ہیں۔ اور وہ ایسا وسیع المفہوم والصفات نہیں ہے کہ جس کو
کسی کا جی چاہے دجال بنائے۔ دجال کے عم یا خال یا برادر مصداق سگِ زرد برادرِ شغال قوم
یاجوج ماجوج (جسکا ذکر چھٹی ساتویں۔ آٹھویں اور نویں نشان آسمانی میں ہو چکا ہے) بھی
دجال کی مانند ایک غیر معمولی انسان ہونگے اور اُن کے افعال بھی عام انسانوں کے افعال سے
بڑھکر اور اعجوبہ تر ہونگے۔ مسیحائیت و مہدویت کا ایک جھوٹے مدعی مرزا قادیانی نے
اس شرطہ خروج یاجوج و ماجوج کو پورا کرنے کے لئے یاجوج و ماجوج انگریزوں اور روس کو
قرار دیا ہے۔ اسکے اس قرار داد اور تاویل سراپا تحریف و تسویل کو جھوٹا کرنے کے لئے اور
نیز دوسرے مفتریوں کی دہان بندی کے لئے اس مقام میں یاجوج و ماجوج کے ان افعال
وحالات کو بیان کرنا ضروری ہے جو کسی اَور قوم میں آجتک پائی نہیں گئی اور نہ آئندہ پائی جائیگی
اور اس وجہ سے کوئی مفتری کسی دوسری قوم یا اشخاص کو یاجوج و ماجوج بنا نہ سکیگا۔

نشان ششم لغایت نہم میں صحیح مسلم سے ایک حدیث منقول ہو چکی ہے جس کا پورا ترجمہ*
یہاں لکھا جاتا ہے۔ اسوقت جبکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام دجال کو قتل کرکے اس قوم مومنین کی
(جن کو خداتعالے نے دجال کے فتنے سے بچایا ہوگا) خاطر داری کرتے ہونگے اور انکے چہروں

* یہ وہ ترجمہ ہے جسکا وعدہ ص۴۳ میں کیا گیا تھا۔

پر ہاتھ پھیرتے ہونگے اور انکو بہشت کے درجات کی خبر دیتے ہونگے خدا تعالےٰ انکو بذریعہ
وحی اطلاع دیگا کہ میں نے ایسے بندے نکالے ہیں جنکے جنگ و قتال کی کسی انسان کو طاقت نہوگی
(مرزا تو مر گیا ہے اسکے تابعین سے جو اُسکو ابتک مسیح موعود سمجھے بیٹھے ہیں سوال ہے کہ
کیا انگریز اور روس ایسے ہیں جنکے مقابلہ کی کسی انسان کو طاقت نہ ہو۔ اگر روس ایسا
ہے تو اہی جاپان سے منہ کی کھا کر کیوں ہٹ بیٹھا) تو آپ عیسےٰ میرے (مومن) بندوں
کو ساتھ لیکر کوہ طور میں پناہ گزین ہو۔ پھر خدا تعالےٰ یاجوج و ماجوج کو بھیجیگا۔ تو وہ
ہر بلندی سے دوڑ پڑینگے۔ اُنکی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر پہنچیگی تو اسکا تمام پانی پی جائے گی
پھر آخری جماعت پہنچیگی تو کہیگی کہ کیا یہاں کبھی پانی تھا (قادیانی پارٹی سے سوال ہے کہ
انگریز یا روس نے بھی بحیرہ طبریہ یا کسی اور بحیرہ کا تمام پانی ایسا پیا کہ پھر وہاں پانی کا
نشان نظر نہ آوے۔ ہاں انگریزوں نے پنجاب کے دریاؤں سے نہریں نکالی ہیں مگر وہ دریا
کبھی ایسے خشک نہیں ہوئے کہ وہاں کسی کو کبھی پانی نظر نہ آیا ہو) عیسےٰ علیہ السلام اپنے
ساتھیوں کے ساتھ ایسے محصور ہونگے کہ ان کو ایک گائے کی سری ایسی پیاری لگے گی
جیسے تمکو دینار پیارے ہیں (مرزائیو! تمہارے مسیح اور اس کی پارٹی پر بھی انکی تمام زندگی
میں ایسا وقت آیا ہے جنمیں اُنکا پلاؤ قورما۔ برف۔ سوڈا واٹر۔ میوجات انگریزوں یا کسی
اور کے روکنے سے بند ہو گیا ہو) پھر حضرت مسیح علیہ السّلام ان موذیوں کی تکلیف دہی سے
تنگ آکر جناب باری میں دعا کریں گے تو ان کی بددعا سے ان موذیوں گردنوں میں خدا تعالےٰ
پھوڑا (بطور طاعون) پیدا کرے گا جس سے وہ سب کے سب ایک جی کی مانند مر جائیں گے۔
(مرزائیو! تمہارے مسیح کی بددعا سے بھی اسکے خیالی یاجوج ماجوج انگریز و روس تمام نہ
سہی کوئی ایک ہی مرض طاعون سے ہلاک ہوا ہو۔ اگر کہو کہ انگریزوں کو تو وہ ابر رحمت
سمجھتا رہا۔ ان کے لئے بددعا کیوں کرتا تو پھر کوئی روسی ہی بتاؤ جو مرزا کی بددعا سے مبتلا
طاعون ہوا ہو۔ روسیوں کو بھی رہنے دو۔ کسی مرزا کے مخالف مسلمان یا ہندو ہی کو بتاؤ
جسکے واسطے مرزا نے طاعون کی بددعا کی ہو۔ اور وہ مبتلا طاعون ہو کر ہلاک ہوا ہو۔ اس کے
مقابلہ میں ہم بہت سے مسلمانوں مخالفین مرزا کا نام پیش کر سکتے ہیں جنکی موت کے
واسطے مرزا نے بددعا کی تھی۔ مگر مرزا مر گیا اور وہ ابتک زندہ ہیں۔ کیا یہ تعجب کی بات
نہیں ہے کہ یاجوج ماجوج زندہ رہیں اور ان کو بددعا کرنے والا مر جاوے۔ آپ

نادانو خدا سے یا دنیا سے شرم کرو انکو مرزا کو مسیح موعود نہ کہتے جاؤ) پھر حضرت مسیح پہاڑ طور سے اترینگے تو زمین پر ایک بالشت زمین نہ پاوینگے جس میں یاجوج ماجوج کی لاشوں سے بدبو نہو۔ حضرت مسیح جناب باری میں دعا کرینگے تو خدا تعالے ایسے جانور بھیجیگا جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی سی ہونگی وہ ان خبیثوں کی نعشوں کو اٹھا لیجائینگے (مرزائیو! انگریز اور روسیوں کی نعشوں سے بھی زمین میں ایسی بدبو پیدا ہوئی اور انکے اٹھانے کو کوئی جانور خدا نے بھیجا) پھر خدا [illegible] مینہ بھیجے گا۔ جس سے زمین دھلکر صاف ہوجائے گی۔ او زمین کی پیداوار میں بہت برکت ہوگی۔ باقی حدیث مذکور کا ترجمہ نشان نہم میں گذر چکا ہے بصفحہ ۸۴

ناظرین اسی برکت کو پڑہو۔ او مرزائیوں سے پوچھو کہ تمہارے مسیح کے وقت میں غلہ اور کل پیداوار زمین دن بدن گھٹی جاتی ہے یا اسمیں وہ فراخی ہوتی ہے جو مسیح کے زمانہ میں ہوگی۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں آیا ہے کہ یاجوج وماجوج جبل الخمر میں پہنچینگے۔ (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) وہ کہیں گے کہ ہمنے زمین والوں کو تو قتل کرلیا ہے چلو اب آسمان والوں کو بھی قتل کریں پھر وہ آسمان کو تیر چلائیں گے تو انکے تیر (شاید پرند جانوروں کو لگ کر) خون آلودہ ہوکر واپس آئیں گے جس سے وہ خبیث سمجھ لیں گے کہ ہمنے آسمان والوں کو بھی قتل کرڈالا۔ انکی جہالت اس حد کو پہنچیگی۔ تب خدا تعالے انکی گردنوں میں پھوڑے پیدا کرکے انکو ایک دم میں ہلاک کرے گا۔ اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ بھی اپنی کتابو میں

> ثم یسیرون الی جبل الخمر وهو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض هلم فلنقتل من فی السماء فیرمون نشابهم الی السماء فیرد الله علیهم نشابهم مخضوبة دما (صحیح مسلم ص۴۰۲)

لائے ہیں۔ ترمذی نے اس حدیث میں یہ بیان بڑھایا ہے کہ مسلمان انکے تیروں اور کمانوں اور ترکش ترکشوں کو سات سال تک بطور ایندھن جلائیں گے۔

> ویستوقد المسلمون من نشابهم وقسیهم وجعابهم سبع سنین (جامع ترمذی ص۵۲ جلد ۲ - سنن ابن ماجه ص۲۹۴)

(مرزائیوں سے سوال ہے کہ انگریزوں اور روسیوں میں بھی کسی نے آسمان کی طرف تیر چلائے ہیں۔ پھر تیر چلانے والے ہلاک ہوئے تو ان کے تیر و کمانیں اور ترکش مسلمانوں کا ایندھن بنے ہیں۔ نہیں تو یہ لوگ یاجوج و ماجوج کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اگر کہیں کہ نہیں تو پھر مرزا کیونکر مسیح موعود ہو سکتا ہے۔ جسکی بد دعا سے یاجوج

ماجوج ہلاک ہونگے وہ تو خود مرگیا اور جنکو یاجوج ماجوج قرار دیتا ہے وہ زندہ ہیں۔ اور ملک کے حکمران ہیں۔

حالات وصفات۔ یاجوج وماجوج کی نسبت جو کچھ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ اور وہ کتب تفاسیر میں بیان ہوا ہے۔ اسکو ہم بیان کرتے تو اسپر مرزائی وغیرہ ملحدین منکرین یاجوج ماجوج ہنسی اڑاتے اور ہتیاں سناتے لہذا ہمنے اس بیان سے تعرض نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ احادیث صحیحہ (صحیح مسلم و ترمذی ابن ماجہ وغیرہ) میں آنحضرت صلعم کی زبان وحی ترجمان سے مروی ہے صرف وہ نقل کردیا ہے اس بیان کو پڑھکر اور سنکر امید ہے پھر کوئی مسلمان انگریزوں یا روسیوں یا کسی اور قوم کو یاجوج وماجوج قرار دیگا۔ اور اس باطل تاویل و تسویل سے کسی مفتری کو مسیح موعود بن جانے کا موقعہ نہ ملیگا انشاء اللہ تعالے۔

بارہواں نشان آسمانی یہ کہ روحانی برکات اور آسمانی نشانات میں حضرت مسیح کا ثانی اثنین امام مہدی آپ سے پہلے پیدا ہوگا۔ بلکہ آپکا نزول ان ہی کی تائید وحمایت اور اذیت دجال سے اُنکی اور اُنکی ماتحت جماعت مسلمین کی (جنکا ذکر ابن ماجہ کی حدیث میں بصفت [illegible] ہے) نجات دلانے کے لئے ہوگا

ہرچند یہ نشان قرآن میں اور کسی اتفاقی صحیح حدیث میں امام مہدی کا نام لیکر صاف طور پر پایا نہیں جاتا۔ مگر اکثر علماء اسلام واہلسنت والجماعت میں مسلم چلا آتا ہے اور صحیح بخاری ومسلم کی بعض احادیث میں جس امیر یا امام کا ذکر ہے اس سے علماء اہلسنت کے نزدیک یہی امام مہدی مراد ہے اور اسی کے مطابق ہمارا دلی اعتقاد ہے۔ [*]

[*] مرزائیو! کہو اب تو ہمنے آمد امام مہدی کی نسبت اپنا دلی اعتقاد صاف صاف الفاظ میں بیان کردیا ہے۔ اور باوجود بار بار اظہار اس امر کے کہ "احادیث متعلقہ امام مہدی صحیح نہیں ہیں اور اعلے طبقہ کتب حدیث امام مہدی کے اس لقب (مہدی) و نام و اوصاف کے بیان سے جو سنن اربعہ میں پایا جاتا ہے ساکت ہے"! صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ میں آمد امام مہدی کا جو حضرت مسیح سے پہلے آئیں گے معتقد و قائل ہوں اس سے تمہارا وہ الزام دو رخی جو ریویو آف ریلجنس نمبر جلد میں تم مجھپر لگا چکے ہو باطل و رفع ہوا؟ یا اسمیں کچھ کسر رہ گئی ہے؟

ظالمو! میں نے کب اور کہاں کہا تھا کہ میں آمد امام مہدی کا منکر ہوں اور کب اور کہاں اسکے برخلاف اعتقاد آمد امام مہدی کا زبانی یا قلم سے اظہار کیا تھا۔ پھر دو رخی کجا؟ اور اسکا الزام کیسا؟ کچھ تو انصاف کے دشمنو! میں نے جو اشاعۃ السنۃ جلد ۷، ۹ و ۱۱ وغیرہ میں امام مہدی کی آمد کی نسبت انکار

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ واقعہ مہدی و آمد مسیح کی یوں ترتیب ہے

ترتیب القصۃ ان المہدی یظہر اولاً فی الحرمین الشریفین ثم یاتی بیت المقدس فیاتی الدجال ویحصرہ فی الحال فینزل عیسٰی علیہ السلام من المنارۃ الشرقیۃ فی	کہ اولاً امام مہدی حرمین میں ظاہر ہوں گے پھر وہ بیت المقدس آئیں گے۔ اُس وقت دجال آئے گا اور اون کا محاصرہ کرے گا پھر عیسٰے علیہ السلام دمشق کے مشرقی

نقل وبیان کیا ہے تو وہ نہ تو اپنی طرف سے نقل کیا ہے۔ اور نہ کل مسلمانوں کی طرف سے۔ بلکہ وہ صرف بعض مسلمانان زمانہ سابق وحال کیطرف سے نقل کیا ہے۔

اشاعۃ السنۃ جلد ۷ کے صفحہ ۳۵۰ میں میرے یہ الفاظ پڑہو۔ اسوقت کے مسلمانوں سے کوئی اُسکا قائل ہے کوئی منکر۔ اور جلد ۹ کے صفحہ ۴۹ میں میرے یہ الفاظ آنکہ کہول کر دیکہو۔ ابن خلدون حضرمی اور بعض اہلحدیث زمانہ سابق وحال مہدی سے منکر بہی ہیں۔ اور جلد ۱۱ کے صفحہ ۱۳ میں ان الفاظ پر نظر ڈالو۔ جو لوگ مہدی کو نہیں ملنتے ہیں الخ۔ اور بہر خدا سے ڈر کر کہو کیا ان الفاظ میں [illegible] مسلمانوں کا [illegible] اعتقاد کا اظہار پایا جاتا ہے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اور جو صفحات مذکورہ میں اور جلد ۱۱ کے صفحہ ۲۲۲ میں عدم صحت وقوع آمد مہدی کی نسبت دعوے کیا گیا ہے اور اس کے ثابت کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ بہی خاصکر ان صفات وحالات واسم ولقب (مہدی کی نسبت تہا۔ جنکا ذکر سنن اربعہ میں وارد ہے اور صحیحین ان کے ذکر سے ساکت ہیں۔

جلد ۷ و ۹ کے صفحات مذکورہ میں ہمارے یہ الفاظ پڑھو۔ مہدی کی خبر وپیشگوی سے اعلے طبقہ کتب حدیث (بخاری ومسلم) ساکت ہے (صفحہ ۳۵۰ جلد ۷) اعلے طبقہ کتب حدیث (بخاری ومسلم) مہدی موعود کے ذکر وبیان سے ساکت ہے ××× دوسرے طبقہ کی کتابوں میں جو اس مضمون کی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ وہ غوائل جرح سے خالی نہیں ہیں۔ قاضی ابن خلدون حضرمی نے اپنی کتاب العبر میں ان احادیث کو ایک ایک کرکے رد کردیا ہے" (صفحہ ۴۹ جلد ۹) ان صریح اور صاف کے ہوتے تمہارا یا کسی اور کا میرے نقل انکار وجرح احادیث مذکورہ سے یہ سمجھ لینا کہ میں اس امام کے قبل از مسیح آنے سے جسکا ذکر بخاری ومسلم کی احادیث صحیحہ اتفاقیہ میں آچکا ہے منکر ہوں اور میں نے اپنے انکار کا اظہار رسالہ یا فہرست انگریزی پولٹیکل مضامین رسالہ میں کیا ہے۔ تمہارا کذب وبہتان وافترا واتہام نہیں تو اور کیا ہے۔ رسالہ کے صفحات

دمشق الشام و یجئی الی قتال الدجال فیقتله	منارہ کے پاس آسمان سے اتریں گے۔
بضربة فی الحال فانہ یذوب کالملح فی الماء	اور قتل دجال کی طرف متوجہ ہوں گے۔
عند نزول عیسے علیہ السلام نیجقو علیہ السلام	اور ایک ہی چوٹ سے اسکو قتل کرینگے۔

مذکورہ ہر یک اردو خوان دیکھ سکتا ہے اور فہرست انگریزی بارسال قیمت مع محصول ڈاک ۲ر
انگریزی خوان ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ فہرست مطبوعہ سابق ختم ہو چکی ہے اب دوبارہ چھپوائی جائے گی تو ارسال ہوگی
صحیحین کی اتفاقیہ صحیح حدیثیں متعلق آمد امام قبل المسیح علیہ السلام جنکے دست آویز سے ہیں
اور تمام سنی اہلحدیث آمد امام ممدوح کے قائل ہیں۔ متن رسالہ میں بصفحہ ۱۰۸) منقول ہیں۔

اہلحدیث کہلانے والے اور صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کو صحیح ماننے والے اور اپنے عمل و اعتقاد میں احادیث ان کتب کو دستور العمل بنانے والے لوگوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں اور نہ ہوگا۔ جو ان احادیث میں وارد اور مذکور امام و امیر کے نزولِ حضرت مسیح کے پہلے آنے سے انکار کرتا ہو۔ ان احادیث میں گو اس امام و امیر کو مہدی کے خطاب سے یاد نہیں کیا گیا۔ اور انکے نام اور ان صفات سے جو سنن اربعہ وغیرہ میں وارد ہیں تعرض نہیں کیا گیا۔ مگر اہلسنت اہلحدیث اسی امام کو امام مہدی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ

سے اس لقب و خطاب کے اور ہدایت یافتہ اولیاء اللہ سے زیادہ مستحق ہیں۔

پھر اس امام مہدی کی آمد سے انکار کرنے کو تم لوگوں کا یا کسی اور کا اس خاکسار کی طرف منسوب کرنا افترا نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تمہارے جعلی امام مہدی و فرضی و خیالی مسیح نے اپنی ایک جھوٹی پیشگوئی ۱۲ر نومبر سنہ ۹۹ء کو سچ بنانے کے لئے یہ جعلسازی و دجالی چالبازی کی کہ اپنے دو خلیفوں ڈاکٹر اسمٰعیل خاں اور مرزا خدا بخش کو بعض علماء پنجاب و دہلی کے پاس انکو یہ سوال سکھا کر بھیجا کہ مرزا غلام احمد قادیانی منکر آمد مسیح ہے اسکے حق میں علماء اسلام کیا فتوے دیتے ہیں۔ اور یہ کہر سکھایا کہ تمنے علما کے سامنے مجھے منکر مہدی بنا کر میرے حق میں فتوے حاصل کرنا۔

پھر جب ان علما نے اس انکار کے سبب اسپر فتوے کفر و بدعت لگایا تو اسنے فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنۃ میں میرا احادیث متعلقہ امام مہدی مذکورہ سنن اربعہ کو ضعیف کہنا۔ اور بعض علماء اسلام سے ایسے امام کی آمد سے انکار نقل کرنا دیکھ کر بزعم فاسد خود مجھے بھی اپنی طرح منکر مہدی قرار دیا۔ اور وہی فتوے جو اسپر لگایا تھا مجھ پر چسپان کر دیا۔

تسپر میں نے ان ہی علماء سے استشہاد کیا کہ کیا اب لوگوں نے میرے کسی کلام یا تصنیف میں

بالمھدی وقد اقیمت الصلوٰۃ فیشیر المھدی لعیسیٰ علیہ السلام بالتقدم فیمتنع معللاً بان ھذہ الصلوٰۃ اقیمت لک فانت اولیٰ بان تکون الامام فی ھذا المقام ویقتدی بہ لیظھر متابعتہ لنبینا (شرح فقہ اکبر ص۱۳۶)

وہ انکو دیکھ کر پگھلنے لگ جائے گا۔ جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے عیسےٰ علیہ السلام اور امام مہدی ایسے وقت میں جمع ہونگے۔ کہ نماز کی جماعت کے لئے تکبیر ہو چکی ہوگی۔ حضرت مہدی حضرت عیسےٰؑ کو نماز پڑھانے کے لئے اشارہ کریں گے۔ وہ اس عذر سے کہ یہ تکبیر آپکی امامت کے لئے ہوئی ہے۔ امامت سے انکار کریں گے۔ اور وہ نماز امام مہدی پڑھائیں گے۔ اور حضرت عیسےٰ نماز میں اُن کے مقتدی ہونگے۔

اس مضمون کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ سے بصفحہ (۱۰۱) گذر چکی ہے۔ اور بخاری

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم فیکم۔ (بخاری ص۴۹۰۔ مسلم ص۸۷)

وسلم میں ایک اسی مضمون کی حدیث ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے۔ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم لوگوں میں نازل ہوگا اس حالت میں کہ تمہارا امام تم میں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح میں علماء اسلام کہتے ہیں کہ اسمیں امام سے امام مہدی مراد ہے۔

بقیہ حاشیہ

آمد امام مہدی سے میرا انکار رہا ہے اور وہ فتوے مجھپر لگایا ہے تو سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ ہمنے تمہارے کلام میں نہ انکار پایا اور نہ تمپر وہ فتوے لگایا گیا ہے۔ بلکہ ہمارے پاس تو مرزا غلام احمد کا منکر مہدی ہونا بیان کیا گیا تھا۔ اور اسی پر ہمنے وہ فتوے لگایا ہے۔ اور از انجملہ خاصکر ایک مفتی (مولوی رشید احمد صاحب مرحوم گنگوہی) نے تو با یں الفاظ اس انکار سے خاکسار کو بری کیا تھا یہ اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ہی ثابت ہے۔ تو بندہ کا ہرگز گمان نہیں کہ مولوی محمد حسین نے اس سے انکار کیا ہو۔"

اس جعلسازی و دجالی چالبازی کی تفصیل رسالہ "۱۰ مسلمانوں کی حلفی شہادت" میں چھپکر مشتہر ہوئی ہے اور وہ رسالہ دفتر اشاعۃ السنۃ سے بارسال ٹکٹ محصول ارسل سکتا ہے۔ اور رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۹ کے نمبر ۹ میں بصفحہ ۲۰۳ لغایت صفحہ ۲۰۷ بنقل عبارات اشتہارات قادیانی اسکی ایسی تشریح و توضیح ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باعتراف قادیانی علماء اہل فتا نے وہ فتوے مرزا پر لگایا تھا۔ نہ اس خاکسار پر۔ الحاصل میں آمد اس امام کا جو حضرت مسیح کے پہلے آوینگے اور مسلمانوں کے امام ہونگے قائل ہوں اور انکی آمد سے ہمنے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی اسکا کبھی اظہار کیا ہے (باقی صفحہ آئندہ)

اور جلد اول صحیح مسلم میں اس مضمون کی ایک حدیث یہ آئی ہے۔ کہ عیسے بن مریم اترینگے

> فینزل عیسے بن مریم صلے اللہ علیہ وسلم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علے بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ (صحیح مسلم ص ۸۷ ج ۱)

تو مسلمانوں کا امیر انکو کہے گا۔ کہ آپ نماز پڑھائیے۔ وہ جواب میں کہیں گے۔ کہ نہیں تم میں سے ایک (جو پہلے سے امام و امیر ہے) دوسروں کا امام ہو اسمیں خدا تعالے کو اس امت کا تکریم کرنا منظور ہوگا۔ اس حدیث میں امیر سے امام مہدی مراد بتایا جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں جو بصفحہ نمبر ۳۹۲ جلد دوم ہے اس حدیث کے برخلاف

> فبیناھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا قیمت الصلوۃ فینزل عیسی بن مریم فامھم الحدیث۔ (صحیح مسلم ص ۳۹۲ جلد ۲)

یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسےٰ قتل دجال کے لئے نازل ہونگے۔ تو نماز کی اقامت (تکبیر) ہونے پر وہ خود امام ہوں گے۔ ان دونو حدیثوں میں تطبیق و موافقت یوں ہو سکتی ہے کہ اس حدیث میں دوسری نماز کا ذکر ہے جسمیں امام مہدی کے لئے تکبیر نہ کہی گئی ہوگی۔ بلکہ حضرت مسیح کے لئے تکبیر کہی گئی ہوگی [illegible] کا امام مہدی کے خطاب میں یہ کہنا ہے۔ جو ابن ماجہ کی حدیث میں گذرا ہے کہ چونکہ "یہ تکبیر آپکی امامت کے لئے ہوئی ہے لہذا اس نماز میں امامت آپ ہی کرائیں"۔

ایک حدیث صحیح مسلم میں ابن ابی ذئب راوی حدیث سے امام ہو جانے حضرت مسیحؑ

> ابن ابی ذئب عن نافع مولی ابی قتادہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم فقلت لابن ابی ذئب ان الاوزاعی حدثنا عن الزھری عن نافع عن ابی ھریرۃ وامامکم منکم قال ابن ابی ذئب تدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال امکم بکتاب ربکم وسنت نبیکم (صحیح مسلم ص ۸۷)

کی یہ تفسیر وارد ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کے مطابق حکم و عمل کرنے میں لوگوں کے پیشوا ہونگے اور لوگ ان کی پیروی کرینگے ان تینوں وجوہ تطبیق و موافقت احادیث سے جو وجہ اختیار و پسند کی جاوے وہ وجہ صحیح و لائق پسند ہے۔

یہ احادیث صحیح مسلم اور ابن ماجہ اس باب میں نص قطعی ناقابل تاویل ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم جو قیامت کے قریب نزول اجلال فرمائینگے اور ہیں اور امام مہدی اور ہیں جو ان سے پیشتر موجود ہونگے اور ان دونو حضرات میں بوقت نماز امامت میں تکرار ہوگا۔ امام مہدی حضرت مسیح سے نماز پڑھا

(بقیہ صفحہ گذشتہ۔) مرزائیوں کا مجیب الزام دو رُخی محض اتہام ہے۔ آپ میں نے نقارہ کی چوٹ کے ساتھ اپنا اعتقاد تعدد امام مہدی و مسیح

...نگے۔

...کار کرکے امام مہدی کو (جنکے واسطے نماز کی اقامت ہو چکی ہوگی)
...طعی سے قادیانی پارٹی کی اس جعلسازی و دجالی چال بازی کی
...و اور مہدی معہود ایک ہی شخص (مرزا غلام احمد) کو قرار دیتے
...علیہ بخاری و مسلم میں "وامامکم منکم" کو عطف تفسیر ٹھہرا کر مرتکب تاویل
...تے ہیں اور اس تاویل پر تسویل پر "ابن ماجہ حدیث لا مہدی الا
...یں اور خدا تعالےٰ سے پھر اہل علم حدیث سے شرما کر یہ خیال نہیں
...یں ہے پھر وہ حضرت عیسےٰ کو امام مہدی بنانے میں ان احادیث
...قابلہ کیونکر کرسکتی ہے
... کا غیر صحیح ہونا کتاب حجج الکرامۃ کے صفحہ ۳۸۵ میں ملاحظ کریں۔ ہم اس
...ں کرتے ہیں۔

...ا حدیث انس اخرجہ ابن
...لا مہدی الا عیسےٰ بن مریم
...لا مہدی کاملاً ولا شک ان
...بی اللہ وھذا التاویل متحتم
...ل المتواترۃ۔ حافظ ابن القیم
...یسے۔ از طریق محمد بن خالد
...سن بصری از انس بن مالک او
...ردہ و وے متفرد ست
...ن اسنوی در کتاب مناقب
...روف نزد اہل صناعت از
...ی گفتہ تفرد بہ محمد بن خالد ہذا و
...قد اختلف علیہ فی اسنادہ
...یاش عن الحسن عن النبیؐ
...ت محمد بن خالد وھو مجہول عن

شوکانی نے رسالہ توضیح میں کہا ہے
جو حدیث انس رضی سے ابن ماجہ اور حاکم
نے مستدرک میں روایت کی ہے
اسکی تاویل میں یہ کہنا ممکن ہے کہ
کامل مہدی یعنے ہدایت یافتہ حضرت
عیسےٰ ہیں اور ہمیں شک نہیں کہ وہ
امام مہدی سے بڑھکر تھے۔ کیونکہ وہ
نبی تھے اس حدیث کی یہ تاویل واجب ہے
کیونکہ ظاہری معنے سے وہ حدیث
احادیث متواترہ کے مخالف ٹھیرتی ہے۔
حافظ ابن قیم نے منار میں کہا ہے یہ
حدیث محمد بن خالد جندی نے ابان بن
صالح سے اُسنے حسن بصری سے اُسنے
انس بن مالک سے اُسنے آنحضرت صلعم سے

...ی اسکے نقارہ ہی کی چوٹ کے ساتھ اس امر کا اظہار ہی کر دیا ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت (بر ص ۱۱۱)

ابان وھو متروک عن الحسن و ھو منقطع وجمال...
محمد بن ابی بکر در رسالہ الکلام المجدی فی اثبات خ...
المہدی گفتہ حدیث لا مہدی الا عیسےٰ بن مریم ا...
ابن ماجہ واخرجہ ابو الحسن الآجری وقد جا...
الحفاظ کابی بکر العربی و ابن عبد البر القرطبیین با...
لا یصح فانہ انفرد بروایۃ محمد بن خالد وھو مج...
کما قالہ البخاری واختلف علیہ فی اسنادہ فتا...
عن ابان عن الحسن عن النبی صلعم مرسلاً وتارۃ...
عن انس عن النبیؐ قال القرطبی والاحادیث...
النبوۃ فی خروج المہدی ثابتۃ واصح من ھذا الحد...
بما دونہ قلت وبتقدیر صحت فمندرج وتاویل...
بخلاف تاویل الاحادیث التی فی خروج المہ...
و در مشرب وردی گفتہ فالمراد معناہ اللغوی...
لا مہدی کاملاً فی ذالک الوقت الا عیسےٰ...

(حجج الکرامۃ ص ۳۸۵)

ذریعہ آنحضرت صلعم سے نقل کیا ہے جو منقطع...
جمال الدین محمد بن ابی بکر نے الکلام المجدی میں...
و ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ک...
الحال ہے یہ بات امام بخاری نے کہی ہے اور...
سے بواسطہ آنحضرت صلعم سے نقل کرتا ہے اور یہ...
سے نقل کرتا ہے۔ امام قرطبی نے کہا ہے کہ آمد...
سے زیادہ صحیح ہیں لہذا انکے مطابق فیصلہ جا...
کہتا ہوں کہ بصورت فرض کر لینے صحت اس...
آمد مہدی (کہ وہ صحیح اور نصوص قطعی ہیں)...
حدیث ابن ماجہ میں مہدی سے لغوی معنے...

ابان وهو متروك عن الحسن وهو منقطع وجمال الدين محمد بن ابی بکر در رساله الکلام المجدی فی اثبات خروج المهدی گفته حدیث لا مهدی الا عیسیٰ بن مریم اخرجه ابن ماجه واخرجه ابو الحسن الاجری وقد اجاب عنه الحفاظ کابی بکر العربی وابن عبد البر القرطبيين بانه حديث لا يصح فانه انفرد برواية محمد بن خالد وهو مجهول كما قاله البخاري واختلف عليه في اسناده فتارة يرويه عن ابان عن الحسن عن النبی صلعم مرسلاً وتارة عن الحسن عن انس عن النبی قال القرطبی والاحادیث عن النبی فی خروج المهدی ثابتة واصح من هذا الحديث فالحكم بها دونه قلت وبتقدير صحته فمدرج وتاويله وضح بخلاف تاويل الاحاديث التي في خروج المهدی وور مشرب وردی گفته فالمراد معناه اللغوی للتقدیر لا مهدی کاملاً فی ذلك الوقت الا عیسیٰ۔

(حجج الکرامه ص۳۵۵)

روایت کی ہے اور وہ محمد بن خالد اسکی روایت میں اکیلا ہے اور محمد بن حسن اسنوی نے کتاب مناقب شافعی میں کہا ہے کہ محمد بن خالد اہل صناعت حدیث و اہل علم و اہل نقل کے نزدیک غیر معروف شخص ہے۔ امام بیہقی نے بھی کہا ہے کہ محمد بن خالد اس حدیث کی روایت میں اکیلا ہے۔ امام حاکم (صاحب مستدرک) نے کہا ہے کہ وہ مجہول الحال ہے۔ پھر اس اسی حدیث کی روایت میں اختلاف ہوا ہے۔ ابان بن ابی عیاش نے اس حدیث کو حسن سے اسنے آنحضرت صلعم سے نقل کیا ہے تو اس حدیث کا رجوع محمد بن خالد کی طرف ہوا جو مجہول الحال ہے۔ اسنے اس حدیث کو ابان سے نقل کیا ہے جو متروک ہے۔ اسنے حسن کے ذریعہ آنحضرت صلعم سے نقل کیا ہے جو منقطع ہے۔ (کیونکہ حسن نے آنحضرت صلعم کو نہیں دیکھا) اور جمال الدین محمد بن ابی بکر نے الکلام المجدی میں کہا ہے کہ حفاظ حدیث ساکنین قرطبہ ابن العربی و ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اکیلے محمد بن خالد کی روایت ہے اور وہ مجہول الحال ہے یہ بات امام بخاری نے کہی ہے اور اسکی روایت میں اختلاف ہے کبھی تو وہ حسن بصری سے بواسطہ آنحضرت صلعم سے نقل کرتا ہے اور یہ روایت مرسل ہے اور کبھی بواسطہ انس آنحضرت صلعم سے نقل کرتا ہے۔ امام قرطبی نے کہا ہے کہ آمد امام مہدی کی حدیثیں ثابت اور اس حدیث ابن ماجہ سے زیادہ صحیح ہیں لہذا انکے مطابق فیصلہ چاہیئے نہ انکے برخلاف اس حدیث پر۔ میں (ناقل) کہتا ہوں کہ بصورت فرض کر لینے صحت اس حدیث کے اسکی تاویل واجب ہے بخلاف احادیث آمد مہدی (کہ وہ صحیح اور نصوص قطعی ہیں) مشرب وردی میں کہا ہے کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ اس حدیث ابن ماجہ میں مہدی سے لغوی معنے مراد ہیں یعنی ہدایت یافتہ اور معنے حدیث کے یہ ہیں

کو اسوقت حضرت مسیح سے زیادہ اور کوئی ہدایت یافتہ ہوگا۔

اس غیر صحیح حدیث سے قادیانی کا استدلال کرنا محل تعجب و افسوس نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو وہ کوچہ حدیث سے محض نابلد تھا۔ اور علوم دین سے محض اُمّی و مدعی علم لدنی۔ و ثانیاً اسکی دعوے دروغ مسیحائیت و مہدویت کیلئے یہ ایک لازمی امر تھا کہ وہ دیدہ و دانستہ بھی احادیث صحیح بخاری مسلم سے آنکھ بند کرکے انکے مقابلہ میں احادیث ضعیفہ سے استدلال کرے۔ اور بناءً علیہ خود ہی مسیح اور خود ہی مہدی بن بیٹھے۔ تعجب و افسوس تو مولوی حکیم نور دین اور مولوی محمد حسن پر ہے جو کسی زمانہ میں اہلحدیث کہلاتے تھے اور کم و بیش کتب حدیث میں نظر رکھتے تھے اور اس حدیث کے ضعف سے غالباً واقف ہونگے۔ پھر آنکھ بند کرکے اس حدیث سے استدلال قادیانی کو مان گئے اور اسکو مسیح اور مہدی تسلیم کرکے اسکے نائب و خلیفہ بن گئے ہیں۔ اور اس بیت کے مصداق ہوئے ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد　　صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

ہمارے اس افسوس و تعجب پر وہ لوگ افسوس و تعجب کریں اور اس حدیث کی صحت کے مدعی* ہوں تو اس حدیث کا صحیح ہونا بتصریح و شہادت اہلحدیث ثابت کریں۔ اور احادیث صحیح مسلم کا جو اس واہی حدیث کے برخلاف مسیح و مہدی میں مغائرت کے ثبوت پر نص قطعی ہیں کافی جواب دیں۔ ہم افسوس و تعجب کو واپس لینگے۔ اور مسیح و مہدی کا ایک ہونا مان لیں گے۔ مرزا کے خلیفو! اس سے بڑھکر کیا چاہتے ہو؟ لو ایک ہی بات سے فتح پاتے ہو ورنہ آنکہ امام مہدی کا آنا بھی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے (جنکا ذکر عنقریب آتا ہے) ہوگا۔ اور نزول مسیح علیہ السلام کے واسطے ان کا پیشتر آنا اکثر مسلمانوں میں مسلم و اتفاقی شرط ہے۔ لہٰذا وجود امام مہدی اور انکی روحانی برکات کو حضرت مسیح کی آمد کے نشانوں میں سے تسلیم کیا گیا ہے اور آمد مسیح کے لئے ایک شرط لازمی مانا گیا ہے۔ بالجملہ حضرت مسیح کی دوسری آمد اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں ان بارہ آسمانی نشانوں کے ساتھ ہوگی۔ جیسے انکی پہلی آمد گیارہ آسمانی نشانوں سے ہوئی ہے اور ان کے نزدیک آنے والا مسیح وہی ہے جسمیں یہ تئیس نشانات آسمانی پائے گئے ہیں اور پائے جاینگے وہ ایسے مسیح کی آمد کے منتظر و معتقد نہیں ہیں۔ جو ان آسمانی نشانوں سے خالی اور مظہر ہو اور دنیاوی سازشوں اور ریاکی تدبیروں اور انسانی تدبیروں کے ساتھ وہ مسیح موعود بن بیٹھے

* ریویو آف ریلیجنز ماہ ستمبر ۱۹۰۸ء میں ایک پیرو قادیانی نے اس حدیث کو بزور بلا دلیل قرار دیا ہے۔ مگر اس حدیث کی جرح کا کوئی جواب نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ علوم حدیث سے محض ناواقف ہے۔

یہانتک تو امام مہدی کا آنا حضرت مسیح کی آمد ثانی کے لئے ایک نشان اور بطور شرط ہونا تبعاً وضمناً بیان ہوا ہے۔ اب انکی آمد پر مستقل بحث کی جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوگا کہ وہ بھی حضرت مسیح کی طرح اپنے مشن میں سیفی جنگ و تلوار و تفنگ سے کام نہ لینگے بلکہ صرف آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دنیا میں دین اسلام کی اشاعت کریں گے۔ اور کتاب اللہ (قرآن) اور سنت (حدیث نبوی) کے مطابق حکم کرینگے انکے نشانات وبرکات کو دیکھ کر لوگ جوق جوق وبشوق وذوق داخل اسلام ہونگے۔ لہذا انکا آنا کسی سلطنت کے لئے غیر اسلامی کیوں نہو خطرناک وناگوار نہو گا۔ بلکہ مرغوب وخوشگوار ہر ایک سلطنت کے لئے (اسلامی ہو خواہ غیر اسلامی) خطرناک وہی مہدی ہیں جو آسمانی نشانوں سے محض خالی اور صاف کورے ہیں۔ اور محض کذب وافترا سے مہدی بن بیٹھے ہیں۔ کاذب مہدی سوڈان کا سلطنت ترکی اور مصر کے لئے خطرناک ہونا ہر ایک نے دیکھ لیا ہے۔ جعلی مہدی قادیانی کچھ عرصہ تک زندہ رہتا اور پوری شوکت وجمعیت پاتا تو کچھ کر دکھاتا۔ یہ بات ہم بارہا قادیانی کی زندگی میں کہہ چکے ہیں اور گورنمنٹ کے نوٹس میں لا چکے ہیں صفحہ ۳۵۳ جلد ۱۲ وغیرہ ملاحظہ ہو یہی خطرہ اور اندیشہ اسکے خلیفوں اور جماعت سے ہے (گورنمنٹ ہوشیار رہے)

آمد مہدی کی نسبت اہل اسلام قدیم کا اعتقاد و خیال

امام مہدی کی نسبت بھی اکثر اہل اسلام قدیم کا (جو امام مہدی کے منتظر ومعتقد ہیں) یہی اعتقاد ہے کہ وہ بھی حضرت مسیح کی مانند آسمانی نشانات اور روحانی برکات اپنے ساتھ لائیں گے۔ اور (۲) انکا یہ اعتقاد ابھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح امام مہدی کے وقت آئینگے۔ بلکہ ان ہی کی حمایت اور محاصرہ دجال سے انکی تخلیص وصیانت کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے اور مسلمانوں میں مدت قیام (۳) امام مہدی بھی وہی سات سال تسلیم کی جاتی ہے۔ جو حضرت مسیح کی آمد ثانی کے بعد انکی مدت قیام کی تسلیم کی گئی ہے۔ اور یہ (۴) اعتقاد مسلمانان قدیم کا بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح قتل دجال کے بعد حکم جنگ وجہاد کی تعمیل کو دنیا سے اوٹھائیں گے۔ اور تلوار کو لڑائی کے کام سے بیکار کردیں گے۔ اور یہ بھی (۵) مسلمانان قدیم کے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی صرف ولی ہونگے۔ اور حضرت مسیح نبی۔ اور یہ بھی (۶) انکے نزدیک مسلم ہے کہ ولی نبی کا تابع ہوتا ہے اور نبی اوسکا متبوع اسکا عکس نہیں ہوتا کہ ولی متبوع اور نبی اسکا تابع۔ اور (۷) یہ بھی انکے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی حضرت مسیح کے برخلاف کچھ نہ کرینگے بلکہ انکے مشورہ وحکم پر چلیں گے۔

ان ہفتگانہ اعتقادات و مسلمات اہل اسلام قدیم کا یقینی لازمہ ہے کہ انکے نزدیک امام مہدی بھی اپنے مشن (اشاعت و ترقی دین) کو (جسکے واسطے وہ بھیجے جائینگے۔ جنگ و تلوار سے پورا نکریں گے۔ بلکہ ان ہی روحانی انوار و برکات و آسمانی نشانات سے جنسے حضرت مسیح دین کو ترقی دیں گے۔ اور یہ امر ناممکن اور بحکم مسلمات اسلامیہ و عقائد مذکورہ اہل اسلام محال ہے کہ حضرت مسیح تو لڑائی کو موقوف کریں۔ اور امام مہدی باوجود تابع و مطیع مسیح ہو کے اس لڑائی کی آگ سلگاتے رہیں۔ اور دنیا میں اُسکو بھڑکاتے پھریں جسکو عقائد سبعہ مذکورہ اہل اسلام کا علم و یقین ہوگا وہ انکی طرف اس اعتقاد کو ہرگز منسوب نہ کریگا۔ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے ہر چند معرکہ سفیانی وغیرہ میں مسلمانوں کو ڈیفنڈ (مدافعت) کے لئے تلوار سے کام لینا پڑے گا۔ مگر جب سفیانی مارا جائے گا اور اسکے بعد دجال نکلیگا اور اُسکے قتل کے لئے حضرت مسیح کا نزول ہوگا اور وہ ہلاک ہوگا تو پھر سیفی جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

منجملہ ان عقائد و مسلمات ہفتگانہ اہل اسلام عقیدہ دوم و چہارم و ہفتم کا بیان تو بضمن بیان اعتقاد آمد ثانی مسیح ہو چکا ہے۔ اور عقیدہ پنجم و ششم کسی بیان کا محتاج نہیں۔ بجز کسی آریہ کے کوئی اہل علم مسلمان اُن سے بے خبر و منکر نہیں ہے۔ اب رہا انکا اعتقاد اول و سوم۔ سو ذیل میں بیان اور ثابت کیا جاتا ہے۔ اور اسکے ساتھ یہ بھی ثابت کیا جائے گا۔ کہ حضرت مسیح کی آمد سے پہلے گو مسلمان سیفی جہاد کریں گے مگر آمد مسیح کے بعد سیفی جہاد کا خاتمہ ہو جاے گا۔

اعتقاد اول و سوم اور اُسکے متعلقات کا بیان

امام مہدی کی نسبت اعتقاد اول و سوم اہل اسلام کے بیان سے پہلے یہ بیان ضروری ہے، کہ اہل اسلام قدیم جس مہدی کو روحانی برکات اور آسمانی نشانات کا محل و مظہر سمجھتے ہیں۔ وہ کوئی خاص ایک شخص ہے یا ہر کوئی ملو۔ کلو۔ احما۔ نورا و فتا و جتا و کیما وغیرہ۔ شعبدہ بازی یا مسمریزی طاقت سے نشان نمائی کا مدعی ہو کر امام مہدی بن سکتا ہے۔ پس واضح ہو کہ اہل اسلام قدیم کے نزدیک امام مہدی خاص ایک شخص خالص و صحیح النسب سید ہو گا جو خاتون جنت فاطمہ زہرا کی اولاد سے خاص کر امام حسن کی نسل سے مدینہ طیبہ میں پیدا ہو گا۔

اور مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم اور رکن کے مابین مجبوراً اسکی خواہش کے بغیر اسکو امام بنایا جائیگا اور مہدی ہونے کا خطاب وہ خود لینے کیلئے اختیار نہ کریگا۔ بلکہ یہ خطاب آسمان سے اور فرشتہ کے ذریعہ سے اسکے لئے نازل ہوگا۔ اسکا نام محمد ہوگا۔ اور باپ کا نام عبداللہ اور اسکا حلیہ خاص ہوگا جو کسی دوسرے میں نہ پایا جائے گا۔ اور وہ آنحضرت صلعم کا اخلاق کریمانہ میں مشابہ ہوگا نہ صورۃً تیمزۃً ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دنیا فنا نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب کا مالک نہ ہوجائے گا۔ جسکا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

ابوداود کی ایک روایت میں ہے اسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا اسکی ایک روایت میں ہے مہدی فاطمہ رضہ کی اولاد سے ہوگا۔

اسکی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے اپنے فرزند امام حسن رضہ کو دیکھکر فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے جیسا کہ رسول اللہ نے اسکا نام سید رکھا ہے۔ اسکی پشت سے ایک آدمی پیدا ہوگا۔ جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا۔ وہ صورت میں آنحضرت صلعم کا مشابہ نہ ہوگا۔ مگر خلق میں آپکا مشابہ ہوگا زمین کو عدل سے بھر دیگا۔

اور اسکی ایک روایت میں ہے مہدی میری نسل سے ہوگا۔ روشن یعنے کھلی پیشانی والا اونچی ناک والا زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ جبکہ وہ ظلم سے بھری ہوگی سات برس حکومت کریگا۔ نعیم بن حماد کی

(۱) قال رسول اللہ صلعم لا تذهب اولا تنقضی الدنیا حتی یملك العرب رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی (ترمذی صـ۵۱ ج ۲) (ابوداؤد صـ۲۳۲ - ج ۲)

(۲) وفی روایة یواطئ اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی ابوداؤد (صـ۲۳۲ جلد ۲)

(۳) وفی روایة المهدی من عترتی من ولد فاطمة - (ابوداؤد صـ۲۳۲ جلد ۲)

(۴) وفی روایة قال علی ونظر الی الحسن ان ابنی هذا سید کما سماه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ویخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخلق یملاء الارض عدلا - (ابوداؤد صـ۲۳۲ جلد ۲)

(۵) المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما و جورا یملك سبع سنین (ابوداؤد صـ۲۳۲)

(۶) وفی روایة نعیم بن حماد قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اسمه محمد - (حجج الکرامة صـ۳۵۶)

روایت میں آیا ہے کہ اُس کا نام محمد ہو گا۔

کتاب حجج الکرامہ میں امام مہدی کا حلیہ متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے ہم مقام میں اسکی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے ؎

واما حلیہ وے پس ابو سعید خدری از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روایت کردہ کہ فرمود المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یملک سبع سنین۔ اخرجہ ابو داؤد۔ وآخرجہ الرویانی من حدیث حذیفۃ بلفظ المھدی رجل من ولدی وجھہ کالکوکب الدری قالہ جمال الدین محمد بن ابی بکر الاشخر۔ المھدی من اھل البیت اشم الانف اقنی اجلی یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما۔

محمد بن جعفر گفتہ مہدی باریک حاجب ودراز و کمان ابرو ست وبیست میان ابروہائے وے اقتران وکلان چشم ست اخرجہ الحاکم ونعیم بن حماد۔ ودر روایت علی کرم اللہ وجہہ است کہ انبوہ ریش وسرمگین چشم وسیاہ مردمک ودرخشندہ دندان ست وبر رخ خالے داشتہ باشد وبر شانہ او علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود وعبد الغافر فارسی در مجمع الغرائب ابن الجوزی در غریب الحدیث وابن اثیر در نہایہ آوردہ مرفوعا کہ میان ہر دو ران وی بُعد باشد وعبد الرحمٰن بن عوف گفتہ کشادہ دندان باشد۔ ابو نعیم وابن عباس گفتہ۔ میانہ قد مشروب الحمرۃ باشد۔ وابو امامہ ازان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روایت کردہ۔ روئے او کوکبے ست درخشاں در رخسارہ راست وے خالے سیاہ رنگ باشد وبر وے دو عباے قطران بود گویا مردے از بنی اسرائیل ست۔

رویانی در مسند وابو نعیم از حذیفہ روایت کردہ اند مرفوعا کہ مہدی مردے از اولاد من ست رنگ او رنگ عربی ست وجسم او جسم اسرائیلی ولفظ شیخ علی متقی در حلیہ وے این ست کہ در کتف او علامتے باشد چنانچہ در کتف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود وروے او ہمچو ستارہ درخشندہ باشد پیشانی کشادہ بینی دراز وباریک میان بینی بلند نماید کمان ابرو باشد وبا درازی ابرو چشمہائے او فراخ باشد درمیان دندان او فرقے باشد یعنی سخت متصل نباشد ورنگ او رنگ عربیان باشد یعنے گندم گون وجسم او جسم بنی اسرائیلی یعنے در عرض وطول۔ بر رخسارہ راست او خال سیاہ باشد ومخبئیہ ... راست ... باشد ... زبان او باشد کہ

در وقت بستگی سخن دست راست بر زانوے چپ زند آنگاہ سخن تواند گفت و در میان هر دو زانوے وے کشادگی و بجد باشد و انبوہ ریش بود و چشمہاے او سرمہ رنگ خلقی باشند انتہی وبخوہ فی الاشاعۃ و ابو الطفیل گفتہ کہ آنحضرت وصف کرد مہدی را و فرمود کہ در زبان او گرانی است بزند زانوے چپ خود را بدست راست خود و تمنے کہ در نگ کند بر وے سخن اخرجہ نعیم بن حماد و ایں حرکتے ست کہ از مرد الکن ثقیل اللسان وقت تکلم بے اختیار صادر میشود۔

حدیث چہارم ابو داؤد میں جو امام مہدی کو خلاق نبوی کا مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک بڑا بھاری وصف و نشان ہے۔ جس سے سچے اور اصلی مہدی کے چھوٹے اور نقلی مہدیوں سی جو حشرات الارض کی طرح آئے دن پیدا ہوتے ہیں اور جلد فنا یا ذلیل ہو جاتے ہیں۔ آسانی سے تمیز ہو سکتی ہے اللہ تعالے نے آنحضرت کو شہادت آیت منقولہ حاشیہ (وانک لعلی خلق عظیم (سورہ ن ۱۶۰) خلق عظیم پر پیدا کیا ہے۔ اور منجملہ اخلاق نبوی ایک خلق عظیم جو اس مقام میں لائق ذکر ہے۔ آپکا بے غرض ہونا اور زینت و اموال دنیا میں بے رغبت ہونا ہے۔ آپ نے دنیا کے بادشاہ ہو کر بھی تمام زندگی میں دو روز متواتر جَو کی روٹی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا تھا۔ ازواج اولاد کیلئے سونے چاندی کا زیور نہ بنایا تھا جن کپڑوں میں آپ نے دنیا سے انتقال کیا وہ پیوندوں سی تو بر تو تھے۔ ان حالات کی تفصیل کتب صحاح احادیث اور رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد (۲۰) صفحہ ۱۱۴ میں ہو چکی ہے۔

یہ امام مہدی کو نام و نسب اور اوصاف کو متضمن احادیث ہیں اور انکے مدینہ میں پیدا ہونے اور مکہ میں مجبوراً امام بنائے جانے اور آسمانی مہدی کا خطاب پانے کے متضمن روایات عنقریب منقول ہونگی۔

ان احادیث کا نتیجہ جو اہل اسلام قدیم اس سی نکالتے ہیں

ان احادیث سی اہل اسلام (جو ان احادیث کو مانتے ہیں) یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہر مدعی نمایش نشان آسمانی سحر یا مسمریزم سے کوئی کرتب دکھا کر مہدی موعود نہیں ہو سکتا۔ (۱) اور اگر وہ سید نہ ہو۔ یا سید ہو تو اولاد فاطمہ اور امام حسن سے نہ ہو۔ (۲) یا انکی اولاد سے ہو۔ مگر اسکا نام محمد بن عبد اللہ نہ ہو۔ (۳) یا نام محمد بن عبد اللہ ہو۔ مگر وہ (۵) مدینہ منورہ کی پیدایش نہ ہو۔ پنجاب و ہندوستان کا ... ہو وان کا ... ہو یا ان سب صفات

سے موصوف ہوکر امام مہدی بن بیٹھا ہو۔ مگر اپنی مہدویت و امامت کے ذریعہ ہزارہا روپیہ مریدوں سے بٹور کر اس مال سے دنیا کا عیش اوڑاتا ہو۔ گیہ کی جگہ پلاؤ و قورمہ میں روغن بادام ڈلواتا ہو اور بیوی بیٹی کے لیئے ہزارہا روپیہ کا سر کر پاؤں تک سونیکا زیور بنواتا ہو۔ اور خود بھی لباس فاخرہ مرینہ پشمینہ پہنتا ہو۔ اور بیوی بیٹی کو گوٹا کناری پہناتا ہو۔ ایسا شخص مہدی ہونیکا مدعی ہوگا تو وہ ان اہل اسلام کے نزدیک اس دعوے میں جھوٹا اور مہدی کاذب کہلاے گا۔ اور جو شخص ان صفات ستہ میں سے ایک صفت بھی نہ رکھتا ہو۔ اور صرف وصف تمول ناجائز و تعیش و تن پروری و نفسانی کامرانی سے موصوف ہوکر

رباعی

مہدی کہ کامرانی و تن پروری کند ۔ ہم دعوے مسیحئی و پیغمبری کند
خوش گفت بذلہ سنج کہن سال رند گاؔ ۔ او خویشتن گم است و کرا رہبری کند

کا مصداق بنکر اپنی عمر اسی ناجائز عیش و عشرت کی کامرانی میں اور ہدایت کفار و مشرکین سے بے اعتنائی و ناکامی کے ساتھ مرگیا ہو وہ انکے نزدیک فرعون و ہامان یا دجال و شیطان کہلائیگا اور نیز وہ کافر بھی مسلمان نہ ہوگا۔

یہ اس مدعی مہدویت پر عدم تصادق صفات خلقی و معنوی امام مہدی کی وجہ سے علماء اسلام کا حکم فتوی ہوگا۔ اور جو شخص صفات خلقی و صوری میں حضرت امام مہدی کے حلیہ مذکورہ بالا سے متفارق ہوا ہے یا ہوگا اس کو تو گلی کوچہ کے لونڈے اور بازاری عوام مسلمان (چہ جائیکہ علماء اہل حکم و افتا) بھی مہدی کاذب قرار دینگے۔ اور اسپر ہزار لعنت کہیں گے (جیسا کہ مہدی قادیانی کے ساتھ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں اسکے دہلی میں پہنچکر ایسی دعاوی کرنے پر عوام اہل اسلام دہلی کی طرف سے اسکی خدمت گزاری اور آؤ بھگت ہوئی جسکی وجہ سے وہ جبتک دہلی رہا پولیس کی پناہ لیکر رہا۔ اور جب وہاں سے نکلا تو رات کے تین بجے چوری نکلا۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ اسکے مضمون تمہید کا صفحہ ۹ ملاحظہ ہو) اور اسکو اردو فارسی میں شُد بُد جاننے والے۔ ان مہذبانہ الفاظ سے مخاطب کرینگے ؎ حلوائے خوردن را روے باید ؎

کلاہ خسروی و بادشاہی بہر کل کے رسد۔ حاشا و کلا۔

اس بیان سے مہدی کی تعیین تشخیص ہوگئی۔ تو اب مہدی کی نسبت اعتقاد اول و سوم اہل اسلام کی تشریح کیجاتی ہے۔

سنن ابوداؤد میں ذکر مہدی کے عنوان سے ایک باب منعقد کرکے روایت کیا ہے

عن ام سلمه زوج النبی صلے الله علیه وسلم عن النبی صلے الله علیه وسلم قال یکون اختلاف عند موت خلیفه فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مکة فیاتیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبایعونه بین الرکن و المقام و یبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة فاذا رای الناس ذلک اتاه ابدال الشام و عصائب اهل العراق۔ فیبایعونه ثم ینشو رجل من قریش اخواله کلب فیبعث الیهم بعثًا فیظهرون علیهم وذلک بعث کلب والخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب فیقسم المال ویعمل فی الناس بسنة نبیهم صلے الله علیه وسلم ویلقی الاسلام بجرانه الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلے علیه المسلمون (ابوداؤد صـ۲۳۳ جلد ۲)

کہ آنحضرت نے فرمایا ایک خلیفہ کے فوت ہو جانے کے وقت اختلاف پڑ جائے گا۔ کہ اسکی جگہ کون خلیفہ ہو۔ ایک شخص اہل مدینہ سے مکہ کی جانب نکل جائے گا یعنے اس خوف سے کہ اسکو خلیفہ بناکر بوجہ خلافت اسپر نہ ڈالا جائے۔ مکہ کے لوگ اس کے پاس پہنچیں گے اور اسکو مجبور کر کے مقام ابراہیم اور رکن کے مابین اس سے بیعت خلافت کریں گے۔ اسکے مقابلہ کے لئے شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ وہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسایا جائیگا۔ یہ دیکھ کر شام کے ابدال اور عراق کے [illegible] اس کے پاس پہنچیں گے۔ اور اس کی بیعت کرینگے۔ پھر ایک شخص قریش سے جسکے ننہال بنی کلب کہلائیں گے۔ سر اٹھائیگا۔ حجج الکرامہ میں نقل کیا ہے کہ یہ شخص سفیانی ہوگا۔ جو دمشق سے خارج ہوگا۔ اور بغداد میں پہنچکر ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کریگا۔ پھر کوفہ میں پہنچکر ساٹھ ہزار مسلمانوں کو قتل کرے گا۔ اور تیس ہزار باکرہ عورتوں کی بے حرمتی کرے گا پھر مدینہ کیطرف لشکر روانہ کریگا۔ اور جسکو اہل بیت نبوی اور بنی ہاشم سے پائے گا قتل کریگا اس قسم کے اسکے اور فساد کرے گا) اور وہ اپنا لشکر مسلمانان پیروان امام مہدی کیطرف بھیجیگا۔ مسلمان اسپر غالب آئیں گے۔ سفیانی کے لشکر کو لوٹیں گے جو اس لوٹ میں حاضر نہ ہوا وہ محروم رہا۔ مہدی وہ مال لوگوں میں تقسیم کرے گا۔ اور لوگوں میں انکے نبی کی سنت کا عمل جاری کرے گا۔ اور اسلام اپنی گردن زمین پر رکھ دیگا (جیسے اونٹ آرام کے وقت زمین پر منہ رکھ کر سو جاتا ہے) مہدی اسی حالت میں امن و آرام سے سات برس بسر کرے گا۔ اور پھر فوت ہوگا۔ اور مسلمان اسپر نماز جنازہ پڑھیں گے۔

اس حدیث کے نتائج

اس حدیث کو ماننے والے اور جس امام کی بیعت کا اس حدیث میں ذکر ہے اس کو امام مہدی قرار دینے والے اہل اسلام اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ اور اسکے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں کہ امام مہدی مدینہ میں ہونگے۔ اور مکہ میں لوگوں کے جبر سے نہ اپنی خوشی سے امام بنائے جائیں گے۔ لوگ انکو ڈھونڈ کر زور و جبر سے امام بنائیں گے۔ وہ خود اپنے امام بنائے جانے کی کوشش اور سازش نہ کرینگے۔ خدا انکی تائید کے واسطے یہ نشان آسمانی ظاہر کرے گا۔ کہ ان پر چڑھائی کرنے والے ایک لشکر کو زمین میں دھنسا دیگا۔ اور ایک ظالم لشکر سفیانی پر انکو فتح دیگا۔ اس لڑائی میں پیشقدمی سفیانی کی طرف سے ہوگی لشکر امام مہدی سے صرف اسکی مدافعت ہوگی۔ سفیانی پر فتح پاکر امام مہدی جنگ و قتال سے فارغ البال ہو جائیں گے اور سات سال تک باامن زندگی بسر کریں گے۔ اور اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کا عمل بلا خوف و معاوضہ مخالفین جاری کرینگے۔ یہانتک کہ اس دنیا سے رحلت فرمائیں گے اور مسلمان اس زمانہ [illegible] گے۔

اس حدیث سے یہ بھی قطعی نتیجہ نکلتا ہے۔ اور مسلمانوں میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک جو سوڈان و ہندوستان وغیرہ بلاد میں مہدی موعود پیدا ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب دعوئے مہدویت و امامت میں جھوٹے ہیں اور مہدی کاذب کا خطاب پانے کے مستحق کیونکہ نہ وہ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ نہ مکہ میں جبراً امام بنائے گئے۔ انہوں نے خود اپنی سازش سے اپنی امامت و مہدویت کا سکہ جمانا چاہا۔ مگر خدا تعالٰے نے وہ سکہ جمنے نہ دیا۔ انکی تائید میں نشان مذکور (خسف) یا اور نشان (جسمیں انکی کتر بیونت و تاویل و تسویل کا دخل نہ ہو) ظاہر نہ کیا۔ اور انکی مہدویت و امامت کو دنیا نے کجا ان کے اضلاع و دیہات کے تمام لوگوں نے بھی تسلیم نہ کیا۔ اور ان سے تمام دنیا میں امن و اجراء اسلام و سنت نبی علیہ السلام کہاں خود انکی جان کو بھی امن حاصل نہ ہو۔ اور انکے اپنے گاؤں و ضلع میں بھی اسلام عام نہ پھیلا۔ انمیں کوئی (مہدی سوڈان) مدت العمر خون و کشت میں سرگردان رہا۔ اور اسی حالت میں مرا اور آخر اسکی قبر اور نعش کو اسکے مخالفوں نے ذلیل کیا۔ کوئی (مہدی قادیان) اپنے گاؤں میں حکام وقت کی دار و گیر کے خوف سے بے دست و

دبا و بے زبان ہو کر گوشہ نشین ہو رہا۔ حکام وقت کے خوف کی وجہ سے اتنی جرأت نہوئی کہ وہ اپنے ارادہ و خواہش کے مطابق اپنے خیالات (جن کو صفحہ ۱۰۹ کتاب دافع الوساوس میں ظاہر ہو چکا ہے) بخوبی ظاہر اور اسپر عمل کر کے اپنا مشن پورا کرے۔ بلکہ برخلاف ان خیالات (مندرجہ ۱۰۹ کتاب دافع الوساوس) کی وہ مدت العمر اپنے مخالف عقاد سلطنت انگریزی کی (جسکو خدا تعالےٰ کا نافرمانبردار جانتا رہا) دار و گیر کے خوف سے اسکو ابر رحمت اور تمام اسلامی سلطنتوں سے بہتر و بابرکت کہتا اور اسکو مشتہر کرتا رہا اور اسی کے خوف سے اور جھوٹی خوشامد کی غرض سے اسلام کے ایک حکم اور اسلامی فرض رکن اعظم (جہاد) کو کر مطلق حرام* بتاتا رہا اور اس ایمان ربا اور جھوٹی خوشامد کا ورد کرتا ہوا بے نیل مرام و ناکام اس دنیا سے چل دیا۔ یہ لوگ امام مہدی ہوتے تو اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے (نہ شمشیر سے اور نہ پُرزور تحریروں اور مغالطہ آمیز تقریروں سے) تمام دنیا میں دین اسلام اور سنت نبی بعد اسلام کو پھیلا کر دنیا سے اُٹھائے جاتے اور روئے زمین کو دار الامن والامان بناتے اور کم سے کم اپنی ہی جائے سکونت سوڈان و قادیان کو ایسا دار الامن بناتے کہ انہیں [illegible] اپنے گھر اور گاؤں کو جسکا نام دار الامن و الامان رکھا ہوا تھا۔ حقیقۃً دار الامن نہ بنا سکے۔

اس حدیث ابو داؤد میں جو امام مہدی کی میعاد حکومت سات سال بیان ہوئی ہے یہ بعینہ وہی میعاد ہے۔ جو حضرت مسیح کی مدت حکومت اہل اسلام میں تسلیم کی گئی۔ اور حدیث صحیح

---

* جہاد کو مطلق حرام سمجھنا مسلمان کا کام نہیں ہے جہاد اسلام کا ایک رکن اور قطعی فرض ہے مگر ہاں وہ ایسی شرائط سے مشروط ہے۔ جیسی نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے واسطے شرائط ہیں۔ مثلاً نماز کے واسطے وضو۔ روزہ کے واسطے عورت کا حیض سے پاک ہونا۔ حج و زکوٰۃ کے واسطے مالدار ہونا وعلے ہذا القیاس۔ اور ان شرائط کی تفصیل ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد (اردو۔ فارسی۔ انگریزی) میں ہو چکی ہے۔ ان ہی شرائط سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مذہبی جہاد اُن مخالفین اسلام سے جائز نہیں جو مذہب اسلام سے تعرض نکریں اور مسلمانوں کو مذہب کی وجہ سے نہ ستاویں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ انکو امن دیکر یا اُن سے امن لیکر بکجا رہتے یا راستہ چلتے ہوں۔ یہ رسالہ دفتر اشاعۃ السنۃ سے بارسال قیمت ایک روپیہ ہر ایک زبان میں مل سکتا ہے۔

مسلم میں جو بصفحہ (۸۶) منقول ہے۔ اس میعاد پر تصریح ہوئی ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث مسلم کی دست آویز سے میعاد حکومت حضرت مسیح سات سال قرار دی ہے۔ اور حجج الکرامت میں (بصفحہ ۳۸۲) بدست آویز قول ابن حجر یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ دونو مدتیں ایک ہی مدت ہے۔ اسوجہ سے اس امن برکت عدل کو جو اس مدت میں پایا جائے گا۔ کبھی حضرت عیسے علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کبھی امام مہدی کی طرف۔

اس وحدت و اتحاد مدت حضرت مسیح اور امام مہدی سے بھی یہ نتیجہ یقیناً نکلتا ہے کہ اس مدت سال میں امام مہدی کوئی جنگ جہاد نکریں گے اور اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات کے ذریعہ اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کو دنیا میں پھیلا ئینگے۔ جیسے مسیح علیہ السلام بھی آسمانی برکات سے دین کو ترقی دیں گے۔ دونو حضرت کی مدت حکومت کو ایک مان کر یہ کہنا جائز نہیں۔ اور بحکم عقل ممکن نہیں ہے۔ کہ حضرت مسیح تو اسلام میں امن پھیلا دیں۔ اور تلوار کو بیکا ٹھہرا دیں اور امام مہدی انکے برخلاف ہو کر تلوار کھینچکر دنیا میں خونریزی کریں۔

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید۔

اور یہ حجر ایک دوسرا [illegible] ٹھہرے ہماری اس دلیل و بیان میں اس شخص کے لئے جو اپنا دل (سمجھ) رکھتا ہو یا وہ دل لگا کر کسی کی بات سنے بڑی بھاری نصیحت اور پوری ہدایت ہے۔ اہل اسلام سے بعض حاطب اللیل* مصنف (جنکے علم و رطب یابس روایت کشی کتی کی نسبت اکابر مشائخ نے یہ شعر کہا ہے ؎

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ * وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم*

* حاطب اللیل وہ کہلاتا ہے جو رات کے وقت ایندھن لاتا ہے اور اندھیرے کے سبب سے سوکھی گیلی ہر قسم کی لکڑی بھر لاتا ہے۔ ایسے حضرات اور انکی تصانیف کے حق میں شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم نے رسالہ عجالہ نافعہ کے صفحہ میں فرمایا ہے۔ وطبقہ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہارا اصلے نیافتند تا مشغول بروایت آنہا میشدند یا یافتند و دراں قدحے و علتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا بر ترک روایت آنہا وعلے کل تقدیر ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود ونعم ما قال بعض الشیوخ فی امثال ہذا شعر فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

یعنے اگر تو نہ جانے تو یہ (بے علمی) ایک مصیبت ہی اور اگر کچھ گڈمڈ جان لے تو ایسا جاننا (جس میں صحیح وضعف کی تمیز نہ ہو) بڑی بھاری مصیبت ہے) اپنی تصانیف میں بعض روایات ایسی لائے ہیں جنمیں پایا جاتا ہے کہ آخری زمانہ میں جو لڑائیاں اہل اسلام کی رومی عیسائیوں سے ہوں گی۔ (خصوصًا وہ بڑی لڑائی جس میں رومیوں کے اسّی نشان نکلینگے اور ہر ایک نشان کے نیچے بارہ ہزار جنگی لوگ ہونگے) انمیں امام مہدی شریک ہونگے۔

ان حاطب اللیل مصنفوں کا یہ بھی خیال ہے کہ رومی عیسائیوں کے علاوہ روئے زمین کے کافروں پر امام مہدی چڑھائی کرے گا۔ اور ساری دنیا میں بزور شمشیر اسلام پھیلائے گا۔ بعض نے جو کشفی والہامی کہلاتے ہیں۔ یا اہلحدیث و تارک تقلید کہلا کر ان الہامی کشفیوں کے مقلد بن بیٹھے ہیں۔ یہ بھی لکھ مارا ہے کہ امام مہدی ان اہل اسلام پر (جو خاص خاص مذاہب حنفی شافعی وغیرہ کے پیرو و مقلد کہلاتے ہیں) بہی ہاتھ صاف کرے گا اور انسے تقلید مذاہب مذکورہ چھوڑا کر خالص سنت و حدیث پر بزور شمشیر عمل کرائے گا۔ شاید انکا یہ کہنا بعض مقلدین کے اس غلو و زیادتی کے مقابلہ میں ہے جو انکی بعض کتب فقہ میں درج ہے کہ قیامت کے قریب مسیح بن مریم اترے گا [illegible] گا۔ (جو اس کہنے

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم + و این قسم احادیث را بسیاری از محدثین زدہ است و بجہت کثرت طرق ایں احادیث کہ دریں قسم کتب موجود نہ مغرور شدہ حکم تواتر آنہا نمودہ و در مقام و قطع یقین بدان تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولے و ثانیہ و ثالثہ مذہبی بر آوردند و دریں قسم احادیث کتب بسیار مصنفہ شدہ اند۔ برخے بشماریم۔ کتاب الضعفا لابن حبان و تصانیف الحاکم۔ کتاب الضعفا للعقیلی۔ کتاب الکامل لابن ابی عدی تصانیف ابن مردویہ تصانیف خطیب تصانیف ابن شاہین تفسیر ابن جریر فردوس دیلمی بلکہ سائر تصانیف آو تصانیف ابی نعیم تصانیف جوزقانی تصانیف ابن عساکر تصانیف ابو الشیخ تصانیف ابن نجار و بیشتر مسابلہ وضع احادیث درباب مناقب و مثالب و تفسیر و بیان اسباب نزول و درباب تاریخ و ذکر احوال بنی اسرائیل و قصص انبیاء سابقین و ذکر بلدان و اطعمہ و اشربہ و حیوانات و قعہ شدہ و در طب و رقے و عزائم و دعوات و ثواب نوافل نیز ایں حادثہ رو دادہ۔ ابن الجوزی در موضوعات خود غالب ایں احادیث را مجروح و مطعون ساختہ دلائل وضع و کذب آنہا را مبرہن نمودہ کتاب تنزیۃ الشریعۃ در دفع غائلہ ایں احادیث کافی ست و اکثر مسائل نادرہ مثل اسلام ابوین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و روایات تیسیح الرجلین از ابن عباس و امثال ایں نوادر از ہمیں کتب برآید و مایہ تصانیف شیخ جلال الدین

کے برابر ہے۔ کہ امام مہدی بھی حنفی مذہب کا پیرو ہوگا۔ کیونکہ حضرت عیسے و امام مہدی کا ایک ہی مسلک و طریق ہوگا)۔

ان حاطب اللیل مصنفوں کی روایات اور انکے خیالات مذکورہ میں ہم کوئی محدثانہ یا متکلمانہ بحث کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس بحث کو اس مضمون میں ترک کرنے کا بضمن تمہید وعدہ دے چکے ہیں۔ اس مقام میں ان روایات کا دوسری روایات سے (جو انکی روایات سے درجہ و طبقہ میں برابر یا اُن سے بڑھکر ہیں معارضہ و مقابلہ کرنا چاہتے اور اس معارضہ کو ان روایات کے ناقابل اعتبار ہونے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ وہ روایات جن کو ہم معارضہ میں پیش کرینگے تین قسم کی روایات ہیں قسم اوّل وہ روایات جو روایات کتب مصنفین مذکورہی کے ہم درجہ وہم طبقہ ہیں۔ اور ہمیں صاف پایا جاتا ہے۔ کہ رومیوں سے مسلمانوں کی لڑائیاں امام مہدی کے آنے سے پہلے ہوچکی ہونگی۔ امام مہدی انکے بعد آئیں گے قسم دوم اس مضمون کی روایات دیگر کتب جو کتب مصنفین مذکورین سے درجہ اور طبقہ میں مقدم و بالاتر ہیں۔ اور ان سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ لڑائیاں امام مہدی کے آنے سے پہلے ہوچکی ہونگی۔ قسم سوم دونوں طبقہ و درجہ کی روایات [illegible] ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان لڑائیوں میں شامل ہونا اور سالہا سال تک (یعنے چھ سال تک جو ان لڑائیوں کی میعاد بیان کی گئی ہے) ان لڑائیوں میں سرگردان پھرنا اور فتح کا منہ نہ دیکھنا اور پھر ساتویں سال فتحیاب ہونا امام مہدی کی رفیع شان سے جو ان روایات میں بیان ہوئی ہے۔ نہایت بعید ہے۔

روایات قسم اوّل کی نقل و تفصیل کو ہم فضول تطویل سمجھتے ہیں۔ لہذا بجائے اس نقل و تفصیل کے ان ہی حاطب اللیل مصنفوں کے (جو ان روایات کو اپنی روایات مذکورہ کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کرکے اُنپر اعتماد و تمسک کرچکے ہیں) اس اعتراف کی نقل و بیان پر کہ ان روایات سے ان لڑائیوں کا آمد مہدی سے پہلے وقوع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اکتفا کرتے ہیں۔

سیوطی در رسائل و نوادر خود ہمیں کتابہاست۔ و اشتغال باحادیث این کتب و استنباط احکام از انہا لاطائل ۔ مے نمایند و معہذا اگر کسے را رغبت تحقیق این کتب باشد میزان الضعفا ذہبی و لسان المیزان ابن حجر عسقلانی برائے احوال رجال این کتب بکارش مے آید۔

صاحب حجج الکرامہ فی آثار القیامۃ اسکے صفحہ ۴۹۳ میں اس مضمون کی ایک روایت لایا ہے۔ کہ عیسائی قسطنطنیہ پر متسلط ہو جائیں گے اور انکا عمل و حکم خیبر کے قریب تک پونہچ جائے گا اور شاہ روم قسطنطنیہ چھوڑ کر شام میں چلا جائے گا۔ اور عیسائیوں کے ایک فرقہ سے صلح کر کے دوسرے فرقہ سے لڑائی کرے گا اور اس لڑائی میں مسلمان فتحیاب ہونگے تو ایک عیسائی کہیگا۔ کہ صلیب کو غلبہ و فتح ہوئی۔ مسلمان کہیگا۔ نہیں اسلام کو فتح ہوئی پھر ایک مسلمان غصہ میں آکر صلیب کو توڑ دے گا تو ان دونو جماعتوں میں جنگ شروع ہو جائیگی پھر مسلمان بادشاہ شہید ہو جائے گا اور عیسائیوں کا تسلط ملک شام پر ہو جائے گا اور باقی ماندہ مسلمان مدینہ منورہ کی طرف رجوع کریں گے اور عیسائیوں کا تسلط خیبر کے قریب تک پونہچ جائے گا تو اسوقت مسلمان امام مہدی کی تلاش کرینگے تا کہ انکی مدد سے وہ اس بلا سے نجات پائیں۔

اس روایت کا ظاہر مفہوم بحسب اعتراف صاحب حجج الکرامہ یہ ہے کہ یہ لڑائیاں مسلمان اور عیسائیوں کی حضرت امام مہدی کی آمد سے پہلے ہو چکی ہونگی۔ مسلمانوں کی سلطنت اور حکومت کو روم و شام میں ضعف و زوال آئیگا اور مسلمانوں کی جائے پناہ مدینہ منورہ ہوگا تب [illegible] کا ظہور پذیر ہوگا

در رسالہ حشریہ گفتہ بعد مدتے یعنے از غلبہ بر ملک ہائے بسیار در ملک شام شخصے از اولاد ابوسفیان پیدا شود کہ سادات را بکشد و آئین او در نواحی شام و مصر منتشر شود و درین اثنا بادشاہ روم را با یک فرقہ از نصاریٰ جنگ پیش آید و با فرقہ دیگر صلح۔ مخالفان بر شہر قسطنطنیہ متصرف شوند و آن بادشاہ شہر خود را گذاشتہ بملک شام در آید برفاقت یک فرقہ موافق با فرقہ مخالف جنگ عظیم واقعہ شود و فتح لشکر اسلام را دست دہد بعد شکست مخالفان یکے از نصاریٰ بگوید کہ صلیب غالب آمد و فتح داد۔ و یکے از لشکر اسلام او را بزند و بگوید بلکہ دین اسلام غالب آمد۔ آن نصرانی قوم خود را بخواند و مسلمان کسان خود را پس میان ہر دو لشکر حالۃ جنگی شود و بادشاہ اسلام شہید شود و جمع نصاریٰ در ملک شام عمل نمایند و یا فرنگیان مخالف آشتی کنند و بقیہ مسلمانان رو بمدینہ آرند و عمل نصاریٰ تا قریب خیبر رسد۔ در آنوقت مسلمانان در تجسس شوند کہ حضرت مہدی را تلاش باید کرد تا رفع این بلا از دست ایشان میسر شود انتہیٰ۔ و ظاہر این روایت دلالت کند کہ این فتح و شکست پیش از ظہور مہدی [illegible] متصل

زمانہ وے بود۔ و از روایات دیگر معلوم میشود کہ این اجری منجملہ وقائع ملحمہ کبرٰے است۔	نہ اس سے بیشتر اور لڑائیوں اور خونریزیوں کے وقت ہیں۔

اس روایت رسالہ حشریہ میں امام مہدی کے پہلے چند واقعات کی نسبت اعتقاد اہل اسلام بیان ہوا ہے۔

اول بہت بلاد اسلامیہ پر نصارٰے کا تسلط ہو جانا۔ دوم ایک شخص کا اولاد ابوسفیان سے شام ومصر میں حکمران ہو جانا اور سادات کو قتل کرنا۔ سوم اسی کے درمیان میں نصارٰے کے ایک فرقہ کا شہر قسطنطینیہ پر متسلط ومتصرف ہو جانا اور اس وجہ سے شام روم کا قسطنطینیہ کو چھوڑ کر شام میں چلا جانا اور دوسرے فرقہ نصارٰی سے دوستی اور مصلحت کرکے اسکی مدد سے مخالف فرقہ نصارٰے سے جنگ کرنا اور اس جنگ میں فتح پانا۔ چہارم اس فتح کی نسبت نصارٰے کا یہ دعوٰے کرنا کہ یہ فتح صلیب کو ہوئی ہے۔ اور بعض مسلمانوں کا دعوٰے کرنا کہ یہ فتح اسلام کو ہوئی ہے اور اس تکرار کی وجہ سے نصارٰی کا عہدشکنی کرنا۔ پنجم مسلمانوں اور انکے موافق فرقہ نصارٰے میں جنگ ہو جانا اور اس جنگ میں اسلام کے بادشاہ کا شہید ہو جانا اور اس فرقہ نصارٰے کا دوسرے فرقہ مخالفین [illegible] اور ملک شام پر نصارٰے کا تسلط پالینا اور انکی حکومت کا خیبر کے قریب پہنچ جانا (۶) اور باقیماندہ مسلمانوں کا مدینہ منورہ کیطرف رجوع کرنا (۷) اس وقت مسلمانوں کا امام مہدی کو تلاش کرنا تاکہ انکی مدد سے اُن کو اس بلا سے نجات حاصل ہو۔

ان تینوں واقعات اور واقعہ سوم کے ضمنی امور نہفتگانہ پر احادیث ذیل میں روشنی پائی جاتی ہے۔ جو صحیحین اور سنن ابوداؤد میں مروی ہیں۔

مسلمانوں اور نصارٰے کی صلح کرنے پھر نصارٰے کی عہدشکنی کرکے مسلمانوں سے لڑنے اور جماعت مسلمانوں کی شہید ہو جانیکا ذکر سنن ابوداؤد کی اس حدیث میں وارد ہے۔ کہ آنحضرت

عن خالد قال جبیر انطلق بنا الی ذی مخبر رجل من اصحاب النبی صلعم فاتیناہ فسالہ جبیر عن الھدنۃ فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستصالحون الروم صلحًا امنًا فتغزون انتم وھم عدوا من ورائکم فتنصرون وتغنمون	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ (مسلمانو) رومی (عیسائیوں) سے باامن صلح کروگے اور تم اور وہ ملکر کسی اور دشمن سے لڑوگے پھر تمکو فتح ہوگی تم لوٹ کا مال پاؤگے اور خوب (لوٹے جانے سے) بچوگے لڑائی سے

وتسلمون حتی ترجعون حتی تنزلوا بمرج ذی
تلول فیرفع رجل من اھل النصرانیۃ
الصلیب فیقول غلبت الصلیب فیغضب رجل
من المسلمین فیدقہ فعند ذلک تغدر الروم
وتجمع الملحمۃ وعن حسان انہ زاد فیہ فیثور
المسلمون الی اسلحتہم فیقتلون فیکرم
اللہ تلک العصابۃ بالشہادۃ (رواہ ابوداؤد)

پھر کر ٹیلوں والی چراگاہ میں پہنچو گے۔ تو
ایک نصرانی صلیب کو اٹھا کر کہے گا کہ (اس
لڑائی میں) صلیب کو فتح ہوئی۔ ایک مسلمان کو
اسپر غصہ آوے گا۔ تو وہ صلیب کو توڑ
ڈالے گا (اور کہے گا کہ اسلام کو فتح ہوئی)
اسوقت عیسائی جماعت عہد شکنی کریں گے
اور لڑائی ہوگی اور مسلمان شہید ہوجائینگے۔

عیسائیوں کے مسلمانوں کیساتھ صلح کرکے عہد شکنی کرنے اور انپر چڑھائی کرنے کا ذکر صحیح

عن عوف بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی حدیث ثم ھدنۃ تکون بینکم وبین
بنی الاصفر فیغدرون فیاتونکم تحت ثمانین
غایۃ تحت کل غایۃ اثنا عشر الفا (رواہ
البخاری مشکوٰۃ ...)

لا تقوم الساعۃ حتی ینزل الروم بالاعماق
او بدابق فیخرج الیہم جیش من المدینۃ
من خیار اھل الارض یومئذ فاذا تصافوا
قالت الروم خلوا بیننا وبین الذین سبوا منا
نقاتلہم فیقول المسلمون لا واللہ لا نخلی
بینکم وبین اخواننا فیقاتلونہم فینہزم ثلث
لا یتوب اللہ علیہم ابدا ویقتل ثلثہم افضل الشہداء
عند اللہ ویفتتح الثلث لا یفتنون ابدا فیفتتحون
قسطنطینیہ فبیناھم یقتسمون الغنائم قد علقوا
سیوفہم بالزیتون اذ صاح فیہم الشیطان
ان المسیح قد خلفکم فی اھلیکم فیخرجون وذلک
باطل فاذا جاء والشام خرج فبیناھم یعدون

بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے جس میں
قیامت سے پہلے چھ علامات قیامت کا ذکر
ہے (۱) آپکی موت (۲) فتح بیت المقدس
(۳) طاعون (۴) مسلمانوں میں ایسی
کثرت مال ہوگی کہ سو دینار کو ہیچ سمجھنے کی
وجہ سے خوش نہونگے۔
(۵) فتنہ تمام عرب میں (۶) مسلمانوں
سے نصاریٰ کا صلح کرنا۔ پھر انکا غدر کرنا
اور اسی جھنڈے لیکر جس میں ہر ایک کے
ماتحت ۱۲۰۰۰ ہزار فوج (کل نو لاکھ ساٹھ
ہزار) ہوگی مسلمانوں پر چڑھائی کرنا۔
اور عیسائیوں کے مسلمانوں پر چڑھائی
کرنے اور مسلمانوں میں سے بہت لوگوں کی
شہید ہوجانے پھر قسطنطنیہ پر فتح پانے کا
ذکر صحیح مسلم کی ان احادیث میں ابوہریرہ
وابن مسعودؓ کے جس میں یہ بیان ہے۔ کہ
نصاریٰ اعماق یا دابق (حلب کے قریب

القتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوۃ فینزل عیسیٰ ابن مریم فامہم فاذا راہ عدو الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لا نذاب حتی یہلک ولکن یقتلہ الله بیدہ فیریہم دمہ فی حربتہ - رواہ مسلم)

ملک شام میں دو مقام ہیں) کے قریب مسلمانوں سے لڑنے کو آکیمپ لگائیں گے انکے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت نکلیگی جو اسوقت مسلمانان روئے زمین سے افضل ہونگے۔ جب وہ مسلمانوں کے مقابلہ پر بیڈ میں کھڑے ہونگے تو انکو کہیں گے کہ ان مسلمانوں کی طرف ہمکو جانے دو جنہوں نے ہمارے لوگ قید کئے ہیں ہم ان سے لڑیں گے مسلمان جواب دینگے کہ ہم ان کی طرف تمکو جانے نہ دینگے پھر ان دونو فریق میں لڑائی ہوگی تو ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے جن کو خدا تعالیٰ کبھی معاف نہ کرے گا۔ اور ایک تہائی شہید ہونگے جو بہترین شہید کہلائیں گے اور ایک تہائی فتحیاب ہونگے اور وہ قسطنطنیہ پر (جو انکے ہاتھ سے نکل گیا تھا) فتح پائیں گے اور جب وہ لوٹ کا مال بانٹ رہے ہونگے اور اپنی تلواروں کو درخت زیتون پر لٹکائے ہونگے تو شیطان آواز دے گا کہ مسیح دجال تمہارے پیچھے تمہارے گھروں جا پہنچا ہے۔ اور یہ بات اصلی جھوٹی ہوگی پھر وہ شام میں جائیں گے تو دجال نکلے گا اور جب وہ اسکے مقابلہ کے لئے صف آرا ہونگے تو اسوقت نماز کے واسطے تکبیر ہو جائے گی۔ پھر حضرت عیسےٰ بن مریم نازل ہونگے اور ان لوگوں کے پیشوا نماز ہیں (یا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں (چنانچہ صفحہ -) میں اسباب میں اختلاف اقوال نقل ہو چکا ہے) بن جائیں گے انکو دیکھ کر دجال پگھلنے لگ جائے گا جیسے (پانی میں) نمک پگھل جاتا ہے آپ کو قتل نہ کرتے تو وہ (یوں ہی) پگھل جاتا لیکن وہ اسکو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور لوگوں کو اپنے نیزہ (یا بھالے) پر اسکا خون دکھائنگے یہ حدیث ابوہریرہ کا بیان ہے اور ابن مسعود کی حدیث میں آیا ہے قیامت نہ ہوگی

عن عبد الله بن مسعود قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی لا تقسم المیراث ولا یفرح بغنیمۃ ثم قال عدو یجمعون لاهل الشام ویجمع لهم اهل الاسلام [illegible]

جب تک کہ کوئی شخص نہ ورثہ تقسیم کرے گا اور نہ لوٹ کا مال لینے سے خوش ہوگا۔ (یعنے عموماً مسلمان قتل ہو جائیں گے اس وجہ سے وراثت و مال غنیمت لے کر خوش نہ ہونگے جیسا کہ اسکی تفصیل میں) آپنے فرمایا

الاسلام

المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة
فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفئ هؤلاء
وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم
يتشرط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا
غالبة فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفئ
هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة
ثم يتشرط المسلمون شرطة للموت لا ترجع
الا غالبة فيقتتلون حتى يمسوا فيفئ هؤلاء
وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة فاذا
كان اليوم الرابع نهد اليهم بقية اهل
الاسلام فيجعل الله الدبرة عليهم فيقتتلون
مقتلة لم ير مثلها حتى ان الطائر ليمر
بجنباتهم فلا يخلفهم حتى يخر ميتا فيتعاد بنو
الاب كانوا مائة فلا يجدونه بقى منهم
الا الرجل الواحد فباى غنيمة يفرح واى
ميراث يقسم فبينا هم كذلك اذ سمعوا بباس
هو اكبر من ذلك فجاءهم الصريخ ان الدجال
قد خلفهم فى ذراريهم فيرفضون ما فى
ايديهم ويقبلون فيبعثون عشرة فوارس
طليعة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
انى لاعرف اسماءهم واسماء ابائهم والوان
خيولهم هم خير فوارس او من خير فوارس
على ظهر الارض يومئذ (صحیح مسلم صفحہ ۳۹۲ جلد ۲)

مسلمانان شام کے لئے انکے دشمن نصاریٰ
سامان جنگ جمع کرینگے اور وہ انکو ڈیفنس و
مقابلہ کے لئے سامان جنگ جمع کریں گے
مسلمان ایک جماعت اس شرط سے مشروط
ومقرر کرینگے کہ وہ مرجائیں گے مگر فتح کے بغیر
واپس نہونگے یہی شرط نصرانی کریں گے
پھر باہم لڑینگے یہانتک رات کی ان میں
روک ہوجائے گی۔ پھر فریقین واپس ہونگی
اور کوئی غالب نہوگا۔ اور جماعت مشروط
فنا ہوجائے گی۔ ایسا ہی تین دن تک ہوتا
رہیگا۔ اور جب چوتھا دن ہوگا تو باقی ماندہ
اہل اسلام صف آراء ہونگے اور ایسی لڑائی
ہوگی کہ کسی نے اس سے پہلے کبھی کسی نے نہ
دیکھی ہوگی۔ پھر خدا انتہائے مسلمانوں کو فتح
دیگا۔ اگر کوئی جانور مقتولین کی لاشوں کے
پہلو سے پرواز کرے گا۔ تو وہ ہنوز ان
لاشوں کو پیچھے چھوڑ کر نہ نکلے گا کہ مرکر گر پڑیگا
ایک باپ (جد اعلیٰ) کی اولاد کو جو اس جنگ
میں مقتول ہونگے شمار کیا جاوے گا تو ایک
سو میں صرف ایک بچے گا۔ پھر وہ مال غنیمت
سے کیونکر خوش ہونگے۔ اور وہ اس حالت
میں ہونگے کہ اس سے بڑھکر خوفناک لڑائی کی
خبر سنیں گے کہ دجال انکے گھروں پر آ پڑا۔
وہ یہ سنکر سب کچھ چھوڑ کر گھروں کی طرف پھرینگے اور دس سوار جاسوسوں کو روانہ کرینگے
تاکہ وہ دجال کے نکلنے کی خبر لاویں۔ حضرت صلعم نے فرمایا میں ان سواروں کے اور انکے باپ کے

نام اور انکے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں۔

مسلمانوں اور عیسائیوں میں اس بڑی لڑائی کا واقعہ ہونا اور اسکے بعد قسطنطنیہ کا فتح ہونا اسکے بعد (ساتویں سال) دجال کا نکلنا (جو امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا)۔ سنن ابی داؤد کی ان احادیث میں وارد ہے۔ جنمیں سے ایک حدیث معاذ سے مروی ہے کہ

(۵) عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمۃ وخروج الملحمۃ فتح القسطنطنیۃ وفتح القسطنطنیۃ خروج الدجال۔ (سنن ابوداؤد صفحہ ۲۳۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت المقدس کا آباد ہونا (یعنے جیساکہ اسوقت سے ہی جبسے اسلام کا دارالخلافہ بن گیا) مدینہ کا۔ (پہلے سا) آباد نہ رہنے کا موجب ہوگا۔ اور مدینہ کے ایسے آباد نہ رہنے کے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں میں بڑی لڑائی واقع ہوگی اور بڑی لڑائی کے بعد (جس میں قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ قسطنطنیہ کی فتح مسلمانوں کو ہوگی۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد دجال کا نکلنا ہوگا۔

(۶) وعن عیسے بن یونس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الملحمۃ الکبری فی سبعۃ اشھر۔

(۷) وعن عبد اللہ بن بسر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بین الملحمۃ وفتح المدینۃ ست سنین ویخرج الدجال فی السابعۃ (ابوداؤد صفحہ ۲۳۴)

ایک حدیث عیسے بن یونس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی لڑائی اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں ہوگا۔ اور ایک حدیث عبد اللہ بن بسر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی لڑائی و فتح قسطنطنیہ میں چھ سال ہیں اور دجال ساتویں سال نکلیگا۔

ناقل (اڈیٹر) کہتاہے کہ روایت عیسے بن یونس اور روایت عبد اللہ بن بسر کی تطبیق و موافقت یوں ہوسکتی ہے۔ کہ بڑی لڑائی چھ سال تک ہوتی رہے گی۔ اسکے آخری حصہ میں فتح قسطنطنیہ ہوگی۔ پھر ساتویں سال کے شروع میں دجال کا نکلنا ہوگا جو امام مہدی کے ظہور کا زمانہ ہوگا

منجملہ ان احادیث سبعہ تینوں احادیث (ایک بخاری و مسلم) میں جنکی صحت و ثبوت کی تسلیم بروے زمین کے سنی مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ابوداؤد کی چاروں احادیث (پہلی پانچویں۔ چھٹی۔ ساتویں) میں جنکا صحت و صلاح احتجاج ہونا ابوداؤد کے نزدیک مسلم ہے و اقعات

ثلثہ اور واقعہ سوم کے ضمنی امور ہیں سے امر دوم نہایت ششم صاف اور صریح منطوق نص میں
پائے جاتے ہیں اور باقی امور ضمنی خصوصاً امر اول و ششم (قسطنطنیہ کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل
جانا اور نصاریٰ کا ملک شام و روم پر مسلط ہو جانا ان احادیث کے مفہوم سے (جس کو اصطلاح
اصول فقہ اقتضاء نص کہا جاتا ہے اور انگریزی میں (انڈرسٹڈ) ثابت ہے کیونکہ مسلمانوں کا
خروج دجال کے پہلے اور اسکے قریب قسطنطنیہ کو فتح کرنا تب ہی ممکن و متصور ہے کہ اس سے پہلے
وہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل جا چکا ہو (خدا وہ دن جلد نہ لاوے اور سلطنت ترکی کو جو اسلام
و مسلمانوں کی عزت ہے دیرگاہ قائم و سلامت رکھے آمین ثم آمین ویرحم اللہ عبداً قال آمینا۔
ان واقعات کے تسلیم و اعتقاد کا جنہیں عام سنی فاضل محدث و متکلم متفق ہیں کا نتیجہ لازمہ یہ
ہے کہ انکے اعتقاد میں جو آخری زمانہ میں لڑائیاں و خونریزیاں مسلمانوں اور نصاریٰ میں
ہونگی۔ وہ امام مہدی کے زمانہ سے (جو زمانہ خروج دجال کے قریب ہوگا) پہلے ہو چکے ہوں گے
اور انکی ابتدا نصاریٰ کی طرف سے ہوگی مسلمان صرف (ڈیفنس) موافقت کرینگے۔
اس نتیجہ مسلمہ کو اگر کوئی احادیث و سیر سے جاہل اور اسلام مسلمانوں کا چھپا دشمن یا امام
مہدی کا نادان دوست [illegible] اعتقاد [illegible] یہ تجویز [illegible] (کالشمس بدیہی) کہ چھ سال
تک جو رومی عیسائیوں اور مسلمانوں کی لڑائیاں خونریزیاں ہوتی رہینگی اور مسلمانوں کو شکست
ہو کر انکے مقبوضات قسطنطنیہ وغیرہ بلاد شام و روم انکے قبضہ سے جاتی رہینگی۔ اور عیسائیوں
کے قبضہ و تصرف میں آجائینگے۔ ان لڑائیوں میں اور ان شکستوں میں امام مہدی بھی
مسلمانوں کے شریک حال ہونگے اور وہ بھی تلواروں و تیروں وغیرہ ہتھیاروں سے کام
لینگے۔ تو اسکا منہ بند کرنے اور اسمیں اُدر خاک بھرنے کو صحیح مسلم سے (جسکی صحت تمام سنی مسلمانوں
میں مسلم ہے) ایک حدیث ایسی نقل کی جاتی ہے جس سے بتصریح و بیان نبوی شہر قسطنطنیہ
پر مسلمانوں کی چڑھائی اور آخری لڑائی میں تیروں وغیرہ ہتھیاروں سے مطلق کام نہ لینے
اور صرف لاالہ الا اللہ واللہ اکبر کہکر اس شہر کو فتح کرنے کا بیان ہے۔
جو شخص اس سے پہلے چھ برس کی لڑائیوں میں امام مہدی کا شامل ہونا تجویز کرے گا
اسکو اس آخری لڑائی و چڑھائی قسطنطنیہ میں (جو امام کے وقت ظہور اور زمانہ دجال کے
خروج سے قریب ہوگی) امام مہدی کا شامل ہونا ماننا پڑے گا اور ساتھ ہی اسکے اس حدیث
کو دیکھکر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ لڑائی اور فتح ہتھیاروں کے بغیر صرف لاالہ الا اللہ و اللہ

اکبر کہنے سے ہو گی۔ اس سے اسکو بجسب تسلیم خود ماننا پڑے گا کہ امام مہدی ایسا صاحب کرامات وبرکات تھا تو چھ برس تک اس کو تلوار چلانا اور اس فتح سے پہلے شکست کھانا اسکی شان کے لئے کیونکر مناسب ہو سکتا ہے - وہ حدیث یہ ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھل سمعتم بمدینۃ جانب منہا فی البر و جانب منہا فی البحر۔ قالوا نعم یا رسول اللہ قال لا تقوم الساعۃ حتی یغزوھا سبعون الفا من بنی اسحاق فاذا جاؤھا نزلوا فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسہم قالوا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط احد جانبیہا قال ثور لا اعلم الا قال الذی فی البحر ثم یقول الثانیۃ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط جانبہا الآخر ثم یقول لا الہ الا اللہ واللہ اکبر فیفرج لہم فید خلوھا فبیناھم یقتسمون الغنائم اذ جاءھم الصریخ فقال ان الدجال قد خرج فیترکون کل شیء ویرجعون (صحیح مسلم صفحہ ۳۹۶ جلد ۱)

قولہ بنی ابو اسحاق قال القاضی کذا فی جمیع اصول صحیح مسلم قال قال بعضہم المحفوظ من بنی اسمٰعیل وھو الذی یدل علیہ الحدیث وسیاقہ انما اراد العرب وھذہ المدینۃ ھی القسطنطینیۃ (صحیح مسلم صفحہ ۲۹۶)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کیا تمنے ایسا کوئی شہر سنا ہے جسکی ایک طرف میدان میں ہو اور ایک طرف دریا میں صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ہمنے ایسا سنا ہے پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت نہ ہو گی جب تک ستر ہزار بنی اسحاق (یا بنی اسمٰعیل یعنے عرب چنانچہ امام نووی اور قاضی عیاض کی کلام آئندہ میں ہے) چڑھائی کرینگے جب وہاں پہنچکر اتریں گے تو نہ ہتھیاروں سے لڑیں گے نہ تیر چلائیں گے بلکہ صرف لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہینگے تو اس شہر کی ایک جانب گر جائیگی ثور (راوی حدیث نے) کہا ہے کہ میرے علم میں جانب بحری کا اول گرنا ذکر کیا ہے۔ پھر دوسری دفعہ یہ کلمہ کہینگے تو دوسری جانب گر جاویگی۔ تیسری دفعہ یہ کلمہ کہینگے تو وہ شہر فتح ہو جائے گا پھر وہ اسمیں داخل ہونگے اور لوٹ کا مال لینگے جب وہ اسکو بانٹنے لگینگے تو ایک آواز کرنے والا آئے گا اور کہے گا کہ دجال نکلا پھر وہ سبھی کچھ چھوڑ کر ادھر رجوع کرینگے۔ امام نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے۔ کہ بنی اسحاق مسلم کے سبھی نسخوں میں ہے اور بعض روایات میں بنی اسمٰعیل کا لفظ آیا ہے اور یہی محفوظ ہے اور حدیث کا ظاہر اور سیاق اسی کا مؤید ہے اور اس سے عرب کے لوگ مراد ہیں

اور اس شہر سے قسطنطینہ مراد ہے۔

اِس حدیث میں نظر انصاف کرنے والا ہرگز جرأت نہ کرے گا اور نہ کہے گا کہ امام مہدی اس لڑائی و چڑھائی قسطنطینہ میں ہتھیاروں سے کام لیں گے بلکہ وہ صاف تسلیم کرے گا کہ اگر اس لڑائی میں انکا شمول ہوگا تو اپنی برکات مہدوی سے کام لیں گے اور تیر۔ تلوار کو ذریعہ فتح نہ بنائیں گے۔ پھر اس سے پہلے لڑائیوں میں انکی برکات مہدویت کہاں جائیگی۔ کہ اسکے ہوتے وہ تلوار سے کام لینگے اور پھر شکستیں کھائینگے۔

اس بیان میں دونو قسم کی احادیث سے (جو احادیث متمسکہ مخالفین سے بعض درجہ میں برابر ہیں اور بعض بڑھکر ہیں) ہمنے ثابت کردیا ہے کہ امام مہدی جب تشریف لائیں گے تلوار وغیرہ ہتھیاروں سے کام نہ لیں گے بلکہ آسمانی تائیدات اور روحانی برکات سے دین اسلام پھیلائیں گے۔

اب ہم اس مضمون کی خصائص و برکات امام مہدی کی ان ہی لوگوں کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تلوار و تفنگ اور خونریزی و جنگ امام مہدی کے شایان شان نہیں ہے۔ [illegible] آسمانی برکات [illegible] سے [illegible] کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

پس واضح ہو کہ معتقدین وقائلین حضرت امام مہدی سے وہ لوگ جو اُن احادیث متعلقہ امام مہدی سے (جو صحیحین صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں مروی ہیں تمسک کرتے ہیں اور اُن سے اپنے خیالات کی تائید وثبوت نکالتے ہیں امام مہدی کے حالات میں اِس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا حسن بلکہ ضعیف بھی معرضِ نقل و استدلال میں نہیں لائے جس میں یہ بیان ہو۔ کہ حضرت امام مہدی تلوار کھینچ کر آئیں گے اور بزورِ شمشیر غیرمسلم اقوام کو مسلمان بنائیں گے اور جبر و اکراہ سے دین اسلام دنیا میں پھیلائینگے۔ بلکہ اس کے برخلاف وہی لوگ اپنی تصانیف میں صاف وصریح یہ الفاظ لکھ چکے ہیں کہ امام مہدی کسی سوتے کو نہ جگائینگے اور کسی جان کا خون نہ بہائینگے اور نہ کسی کو کسی جان کی خونریزی کا حکم دینگے۔ اِس تصریح اور بیان صریح کے ساتھ پھر انہی لوگوں کا یہ کہنا کہ امام مہدی بزورِ شمشیر دین اسلام یا سنت نبی علیہ السلام دنیا میں پھیلائینگے۔ اپنے قول کو خود جھوٹا کرنا ہے اور اس قول کی

حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ و اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۳ ملاحظہ ہو۔ اصل عبارت یہ ہے: بیدار نکند مہدی خفتہ را و نریزد خون را۔

تکذیب کے واسطے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ تاہم ہم انہی کی کتابوں سے امام مہدی کے ایسے خصائل وفضائل نقل کرتے ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی اپنے آسمانی نشانات اور الٰہی شہادات سے امام تسلیم کئے جاویں گے انہی نشانات کو دیکھکر لوگ اسلام میں داخل ہونگے خونریزی اور تلوار کشی کے آپ محتاج نہ ہوں گے۔

صاحب حجج الکرامہ نے اس کے صفحہ ۳۶۵ میں کہا ہے۔ کہ جن علامتوں سے امام مہدی پہچانے جائیں گے ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ بادل اُن کے سر پر سایہ فگن ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اس بادل کے اندر سے آواز آئے گی کہ یہ شخص مہدی خلیفہ الٰہی ہے۔ اسکی پیروی کرو۔ تیسرے یہ کہ اس بادل سے ایک ہاتھ نکلے گا۔ اور وہ آپ کی طرف اشارہ کرکے کہیگا۔ کہ لوگو یہ مہدی ہے۔ اس کی بیعت کرو۔ چوتھے یہ کہ فرشتہ آپ کے سر پر آئیگا۔ اور کہیگا کہ یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے۔ اس کی بات سنو۔ اور اسکی اطاعت کرو۔ پانچویں یہ کہ مہدی ایک پرند کیطرف اشارہ کرینگے تو وہ اُن کے ہاتھ پر آپڑیگا۔ چھٹے یہ کہ آپ ایک چھڑی کسی درخت کی زمین میں گاڑینگے۔ تو وہ فی الفور سبز ہو جائیگی اور پتے نکالے گی۔ ساتویں یہ کہ ایک لشکر شام سے آپ کے مقابلے کے لئے نکلے گا۔ تو وہ مکہ و مدینہ درمیان بیداء زمین میں دھسایا جائیگا۔ آٹھویں یہ کہ آسمان سے ایک آواز آوے گی کہ لوگو خدا تعالیٰ نے تمہارے اوپر سے جباروں

اما علاماتے کہ شناختہ شود بآنہا مہدی موعود علیہ السلام پس از آنجملہ آنست کہ بر سرش ابر سایہ کند و منادی از وے ندا دہد کہ این مہدی ست خلیفہ خدا اتباع او کنید و بروں آید از وے دستے کہ اشارہ کند بسوئے مہدی بہ بیعت اخرجہ ابونعیم عن عمرو و در روایتے آمدہ کہ فرشتہ باشد بر سر وے ندا کند کہ ہذا خلیفۃ اللہ المہدی فاسمعوا واطیعوہ اخرجہ ابونعیم عن ابن عمر والخطیب فی تلخیص المتشابہ عن ابن عمر۔ و علی مرتضیٰ گفتہ اشارہ کند مہدی طرف پرند پس بیفتد بدست او و بنشاند شاخے از درختے در جائے از زمین پس سبز شود آنہم و برگ آرد ذکرہ السیوطی و از آنجملہ آنکہ لشکرے از شام بر سر وے رسد در بیداء میان مکہ و مدینہ بزمین فرو رود اخرجہ ابو داؤد عن ام سلمہ فی حدیث طویل و از آں جملہ آنکہ ندا کند منادی از آسمان ایہا الناس برید۔ خدائے تعالےٰ از شما جبارین و منافقین و اشیاع ایشاں را

ذوالی کرد و برشمار بہترین امت محمد علیہ السلام
پس لاحق شوید باو در مکہ کہ وے مہدی
است و نامش محمد بن عبد اللہ است و از انجملہ
بر آوردن زمین ست افلاذ کبد خود را
مثل اسطوانہ و از انجملہ بر آوردن ست کنز
کعبہ مکرمہ را از زیر وے و قسمت نمودن
آں در راہِ خدا و از انجملہ آنکہ تابوتِ
سکینہ از غارِ انطاکیہ یا از بحیرہ طبریہ
بر آوردہ در بیت المقدس نہد و بدیدن و
یہود مسلمان شوند الا القلیل منہم و از انجملہ
انفلاق بحر ست برائے او چنانچہ برائے بنی
اسرائیل شدہ بود۔ و از انجملہ آنکہ فراہم شود
بعیسے بن مریم و نماز گذاردن عیسے پس او
حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۵

اور منافقوں کو کاٹ دیا ہے۔ اور امتِ
محمدیہ میں سے ایک بہترین شخص کو تمہارا
ولی بنا دیا ہے تم اُس سے مکے میں جا
ملو۔ وہ مہدی ہے جس کا نام محمد بن عبد اللہ
ہے۔ نویں یہ کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑے
سونے کے ستون نکال دے گی اور مہدی
اس کو لوگوں میں بانٹ دینگے۔ دسویں
یہ کہ وہ کعبے کے نیچے سے خزانہ نکالدینگے
گیارھویں یہ کہ بحیرہ طبریہ یا غارِ انطاکیہ
سے آپ تابوت سکینہ (صندوق طمانیت
جو بنی اسرائیل میں لڑائیوں کے وقت
میں آگے رکھا جاتا تھا) نکالکر بیت المقدس
میں لا رکھیں گے جسکو دیکھ کر یہود (بجز اقل
قلیل مسلمان ہو جائیں گے) بارھویں یہ
کہ آپکے لئے دریا پھٹ جائے گا۔ جیسے حضرت موسٰے علیہ السلام کے لئے پھٹ گیا تھا۔
تیرھویں یہ کہ حضرت عیسے علیہ السلام آپ کے ساتھ جمع ہونگے اور آپکے پیچھے نماز میں
اقتداء کریں گے۔

ان علامات کے علاوہ بعض علامات اور بھی اس کتاب میں مذکور ہیں۔ ہم نے
انکو اس لئے نقل نہیں کیا کہ ان علامات میں انسانی دخل و اثر کا امکان بھی ہے اور ہمارے
دعوے کے مؤید و مطلوب صرف آسمانی نشانات ہیں۔ ان علامات سے علامات نمبر ا و ۲
و ۳ و ۹ و ۱۰ کو امام مہدی فاطمی کے منکر اور انکی جگہ مہدی قادیانی کے مجوز مرزائی پارٹی
نے بھی ریویو اوف ریلیجنس نمبر ۹ و ۱۱ و ۱۲ جلد ۸ میں تسلیم کیا ہے۔ مگر دجالی تاویلات سے
انکے معنے وہ قرار دئے ہیں جو انکے خیال میں مرزا میں پائے جاتے ہیں۔ ان دجالی معنے
کی دجالیت سے بحث کرنا اس مضمون کا موضوع اور ہمارا اسوقت مطلوب نہیں یہ بحث ہمارے
مضمون منتہی المقال فی شان المسیح المہدی والدجال میں ہوگی۔ اسمیں یہ دجالیت انکی

بخوبی ثابت کیجاوے گی

اس مقام میں ان علامات کے ذکر کرنے سے صرف یہہ مقصود تہا کہ جس شخص کی تائید و تصدیق آسمان و زمین کریں درخت جانور۔ فرشتے اسکی گواہی دیں اور ان نشانات کو دیکھ کر یہود جیسے معاند و سنگدل مسلمان ہو جاویں اس شخص کو کافروں کے مسلمان بنانے یا مقلدین مذاہب اربعہ سے تقلید ائمہ چھوڑا کر انکو اہلحدیث و بلا واسطہ مجتہدین عامل بالحدیث بنانے کے لئے تلوار چلانے اور خونریزی کرنے کی کیا حاجت پڑے گی۔ لہذا ان لوگوں کا باوجود اعتراف اس امر کے کہ مہدی کسی سوتے کو نہ جگاوے گا۔ اور کسی کا خون نہ بہاویگا پہر یہ کہنا کہ مہدی علیہ السلام دین اسلام یا عمل بالسنۃ بزور شمشیر پہیلاوے گا۔ قول المتنافیین نہیں اور محض تعصب اور دین میں غلو و تشدد نہیں تو اور کیا ہے۔ الحق بعض مقلدین فقہا حنفیہ کے اس تشدد نے کہ حضرت عیسے نزول فرمایئں گے تو حنفی مذہب کے مطابق حکم کریں گے۔ اُن لوگوں سے یہ غلو و تشدد کرایا ہے۔ یہ گویا انہوں نے ان حنفیوں سے قصاص لیا ہے۔ اور حنفیوں کے ساتھ غیر مسلم اقوام کو بھی محل قتال امام مہدی قرار دیا ہے سو یہ مقصود و مدعا [illegible] ہی حضرات سے بخوبی ثابت ہو گیا ہے۔ وللہ الحمد۔

اس استدلال میں شاید کوئی سوال کرے کہ اس قسم کے آسمانی نشانات اور الہی شہادات انبیاء علیہ السلام خصوصًا خاتم الانبیاء والمرسلین آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ بہی پائے جاتے تھے۔ اگر نشانات کے ہوتے تلوار اٹھانے اور سیفی جہاد کرنے کی امام مہدی کو ضرورت و حاجت نہوگی تو پہلے انبیاء علیہم السّلام اور آخری نبی صلعم کو کیوں حاجت پڑی اور انہوں نے جہاد سیفی کیوں کیا۔ صرف آسمانی نشانات دکھانے پر اکتفا کیوں نہ کیا۔ جیسا مہدی علیہ السلام کرینگے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام کا وقت (جو بعینہ حضرت مسیح کی آمد ثانی کا وقت ہے) حکم جہاد کو جو ابتداء بعثت نبوی بلکہ اس سے بہی پہلے نبیوں کے وقت سے مستمر چلا آتا تہا) اٹہا دینے کا وقت ہوگا۔ جس کا اٹہایا جانا خود خاتم المرسلین کے حکم اور پیشگوئی سے ثابت و مسلم اہل اسلام ہو چکا ہے۔ چنانچہ نوٹ صفحہ (۹۱) اسکا ثبوت گزر چکا ہے۔ لہذا حضرت امام مہدی بہی حضرت عیسے کی طرح اس منسوخ شدہ حکم کی طرف رجوع کرنے کے محتاج نہ ہونگے۔ حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے جو لڑائیاں اسلام ان کے ساتھ شروع کر بیٹھے ہونگے وہ اس قدیم و مستمر حکم جہاد کے

کے مطابق پوری ہوگی۔ حضرت امام مہدی کے قدوم برکات لزوم کے ساتھ ہی آسمانی
نشانوں سے کام لینا شروع ہو جاوے گا۔ جسکا پہلا نمونہ خسف اہل شام ہے۔ بیداء
مابین مکہ و مدینہ میں دوسرا نشان ہلاکت سفیانی۔ تیسرا سقوط ہر دو جانب شہر قسطنطنیہ
اور بغیر ہتھیاروں کے فتح قسطنطنیہ۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور ایسی حالت میں امام مہدی علیہ
السلام کو سیفی جہاد کی حاجت و ضرورت نہ پڑے گی۔

اس شبہ کے حل ہو جانے سے اور اسوقت سیفی جہاد کی عدم ضرورت ثابت ہونے
سے ہمارا دعوے بلا مزاحمت ثابت ہوا۔ اب ہم اس ثابت شدہ دعوے کا نتیجہ جو
بحق اہل اسلام و بحق گورنمنٹ والا مقام ثابت ہوتا ہے اور اسکے اظہار کا ہمنے شروع
مضمون میں بضمن تمہید وعدہ کیا تھا۔ اثبات کرتے ہیں و باللہ التوفیق۔

نتائج بحق اہل اسلام

واضح ہو کہ مدعیان اسلام اور متکلمین بکلمہ اسلام امام مہدی کی آمد سے انکار و اقبال
کی نظر سے تین قسم ہیں۔ قسم اول خواص اہلسنت اہل علم جو قرآن حدیث میں نظر رکھتے
ہیں اور اپنے اعتقاد و عمل میں قرآن و حدیث اور سلف صالحین صحابہ و تابعین و ائمہ
مجتہدین کے تابع اور انکے اقوال کے پابند ہیں۔ ہندوستان اور اکثر بلاد اسلامیہ میں
یہی لوگ عامہ خلائق کے مقتدا و پیشوا ہیں۔ یہ لوگ امام مہدی کی آمد کی نسبت صرف اسی
قدر اعتقاد رکھتے ہیں (جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے (جس کی صحت پر روئے
زمین کے سنی مسلمان متفق ہیں) ثابت ہے کہ وہ آسمانی نشانات اور روحانی
برکات سے دین اسلام کی تائید کریں گے جیسا کہ ان کے ثانی اثنین حضرت مسیح علیہ السلام
روحانی برکات کی تائید کریں گے ان کے حق میں ہمارے اس مدعا اور اس کے دلائل
احادیث صحیحہ کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کا اعتقاد کسی شخص کے لئے چہ جائیکہ کسی سلطنت

کے لئے (غیر اسلامی کیوں نہ ہو) کسی اندیشہ اور خوف کا محل نہیں ان کے نزدیک
امام مہدی کسی سوتے کو نہ جگائیں گے۔ اور کسی ایک جان کا بھی خون نہ کرینگے۔ تو پھر
کسیکو اندیشہ کیسا اور خوف کس کا۔ قسم دوم خواص شیعہ (اہل تشیع) جو بجائے خود احادیث
واخبار میں نظر رکھتے ہیں اور اخباری کہلاتے ہیں۔ مگر ان کے ہاں تنقید و تحقیق و تصحیح
و تضعیف احادیث کا اسقدر اہتمام نہیں جسقدر محدثین اہل سنت میں ہے۔ لہذا
وہ ہر رطب یابس حدیث سے اپنے اعتقادیات میں تمسک و استدلال کرتے ہیں۔
انہی لوگوں میں اکثر جہال سنی اور بعض ان کے نیم ملا ہیں جو صحیح و ضعیف کی تمیز نہیں
رکھتے اور جو کچھ کسی سے (سنی ہو خواہ شیعی) سن پاتے ہیں۔ اسکو دستور العمل والاعتقاد بنا
لیتے ہیں۔ عشرہ محرم میں جو بدعات شیعہ نے نکالی ہیں۔ ان کے عمل و اعتقاد میں وہ سنی
کہلا کر شیعوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اس قسم دوم کے سنی سنائی اعتقادی باتوں
میں اگر امام مہدی کی نسبت مزاحمت و بجبر مداخلت مذاہب غیر کا خیال ہے۔ تو
اس کے ساتھ ہی امام مہدی کی روحانی برکات اور آسمانی نشانات کی تاثیر کا بھی
قائل یقین ہے۔ جو جبری مداخلت اور قہری مزاحمت کے اعتقاد سے انکو روک سکتا ہے
خصوصاً ان لوگوں کو جن کو قسم اول کے ہادیوں اور لیڈروں کی ہدایات اور تعلیمات
پہنچ جائیں ایسے لوگ اپنی ذاتی رائے یا خیال سے کچھ نہیں کرتے جیطرف انکو خاص لیڈر
لگائیں اس طرف لگجاتے ہیں۔ لہذا اس قسم کے لوگوں کے خیالات بھی کسی مخالف شخص یا
سلطنت کے لئے یقیناً کسی خوف و اندیشہ کا محل نہیں۔ جبتک وہ دائرہ اہل
سنت سے خروج نکرینگے۔ اور اپنے خواص لیڈروں (ہادیوں) کے پیرو رہینگے جیسے
کہ اتبک ہیں۔

قسم سوم وہ لوگ جو حضرت امام مہدی فاطمی کی آمد سے صاف منکر ہیں۔ اور ان
احادیث صحیح بخاری و مسلم کو جو امام مہدی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مگر انمیں امام
مہدی کا صریح نام نہیں ہے غیر صریح ہونے کی وجہ نہیں مانتے اور ان احادیث سنن
اربعہ وغیرہ کو جن میں امام مہدی کا نام و حالات بتصریح مذکور ہیں صحیح نہیں جانتے
اور اس وجہ سے وہ آمد امام سے منکر ہیں۔ پھر اس قسم سوم کے لوگ دو قسم ہیں ایک
قسم پرانے زمانے کے منکر امام مہدی اور وہ فرقہ معتزلہ اور جہمیہ ہے۔ اور بعض محدثین

فرقہ سنفیہ ہیں۔ یہ لوگ آمد اور وجود مہدی سے بالکل منکر ہیں۔ نہ کسی آنے والے مہدی کے قائل اور معتقد ہیں اور نہ اُس کی جگہ کسی دوسرے کو مہدی قرار دیتے ہیں۔ ان کے حق میں ہمارا مدعا اور اسکے دلائل کا اور آمد امام مہدی سے ان کے کلی انکار کا نتیجہ ہی قطعاً یہی نکلتا ہے۔ کہ وہ کسی خوف و اندیشے کا کسی شخص یا سلطنت کے حق میں نہیں ہیں۔ دوسرا قسم اس قسم سوم سے آجکل کا محدثہ (نو پیدا) فرقہ مرزائیہ اور اس فرقے کا لیڈر (ہادی) مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ جو با وجود تصریح اور صریح اقبال اس امر کے کہ جسقدر احادیث متعلقہ امام مہدی صحاح ستہ وغیرہ میں وارد ہیں اور لوگوں کی زبان زد ہیں۔ وہ سب کی سب غیر صحیح و موضوع و بناوٹی ہیں٭ امام مہدی فاطمی کوئی آنے والا نہیں کہ اس کی جگہ آنے والا ایک اور شخص تھا۔ جو آچکا ہے۔ اور وہ یہی مرزا غلام احمد ہے جو مہدی دعوی بھی ہے۔ اور مسیح موعود بھی ہے۔

٭۔ بانی مذہب دہائی فرقہ مرزا غلام احمد نے اپنی جھوٹی پیشگوئی ۱۱ر نومبر ۱۸۹۹ء کو سچ بنانے کے لیے جو اشتہارات ۳-۶-۷- جنوری و ۲۷ر نومبر ۱۸۹۹ء کو جاری کئے ہیں۔ اُن میں جا بجا ان احادیث کو موضوع و مجہول قرار دیا ہے اس کے اشتہار ۳ر فروری کی عبارت یہ ہے:

"ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلاشبہ سچا اور صحیح اعتقاد یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچی۔ اور جسقدر صحاح ستہ میں حدیثیں لکھی گئی ہیں انہیں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں"۔

اور رسالہ حقیقت المہدی کے سرورق کے صفحہ ۲ میں لکھا ہے "جو میرا اور میری جماعت کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے بارے میں ہیں ہرگز قابل وثوق و قابل اعتبار نہیں ہیں"۔ اور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۸۰ میں کہا ہے کہ "مہدی موعود کے بارے میں جسقدر حدیثیں ہیں تمام مجروح و مخدوش ہیں اور ایک بھی انمیں سے صحیح نہیں۔ اور جسقدر افترا ان حدیثوں میں ہوا کسی اور حدیث میں نہیں ہوا"۔ اور اس فرقہ کے ایک وکیل نے ریویو اوف ریلیجنس نمبر ۸ جلد ۷ کے صفحہ ۳۲۵ میں لکھا ہے کہ "مہدی کے متعلق ایک کثیر تعداد ایسی احادیث و روایات کی ہے جو اعتبار کی رو سے بہت گری ہوئی ہیں"۔ اور اسکے صفحہ ۳۲۷ میں لکھا ہے "ان احادیث کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے متعلق اس امر سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ بیہقی رحمہ اللہ بخاری و مسلم میں

یہ لوگ دنیا کی شرم و حیا اور آخرت کا خوف عذاب طاق میں رکھکر پہلے تو امام مہدی کی جملہ احادیث اور روایات کو غیر صحیح و موضوع قرار دے چکے ہیں۔ پھر ان احادیث و روایات جو ان کے خیال میں (نہ واقعہ میں اور دوسرے تمام مسلمانان روئے زمین کے اعتقاد میں) مرزا پر لگائی جا سکتی نہیں۔ مرزا پر لگا کر اپنی اس دجالی اصول و تحویل سے کہ ان احادیث کی مرزا پر صادق آنے سے انکی صحت ثابت ہوتی ہے تا صحیح اور لائق دستاویز بھی قرار دیتے ہیں پہلے تو یہ دجالی چال خود مرزا نے اختیار کی تھی ایک حدیث ضعیف دارقطنی کو جسمیں رمضان میں کسوف و خسوف کو امام مہدی کی علامت ٹھہرایا گیا ہے۔ اس دجالی اصول سے صحیح قرار دیکر اس سے اپنا مہدی ہونا ثابت کیا۔ پھر اس کے حامیوں اور پیروان نے ریویو اوف ریلیجنس نمبر ۹ جلد ۷ کے صفحہ ۳۴۲ میں یہی دجالی اصول گھڑ کر اس کے اوراسکے نظائر سے دستاویز کیا۔ اور ان سے مرزا کا مہدی موعود ہونا نکالا۔

ہمارے مدعا اور اس کے دلائل بیّنہ صحیحہ سے (خصوصاً اس حدیث صحیح مسلم سے جسکا صحت میں اول نمبر پر ہونا مرزاوں نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ چنانچہ حاشیہ صفحہ (ہذا) میں موجود ہے اور اس کے ہیچ مشکوک اور [illegible] الفاظ سے امام مہدی کا حضرت مسیح سے جداگانہ ہونا ثابت ہے) اور اس نئے فرقہ کے آمد امام مہدی فاطمی سے صاف انکار کرنے سے اور انکی جگہ مرزا کو مسیح موعود بھی و مہدی موعود قرار دینے اور تجویز کرنے سے اور اس تجویز میں

مہدی کا کوئی باب نہیں رکھا گیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے ان احادیث کو ایسے درجہ صحت پر نہیں پایا کہ ان کو اپنی تصانیف میں جگہ دیتے۔ صرف راویوں کے لحاظ سے ہی احادیث مہدی مجروح نہیں۔ بلکہ احادیث اور روایات بھی خود اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ اس قابل نہیں کہ انکو معتبر قابل قبول تسلیم کر لیا جاوے۔ کیونکہ وہ اختلاف سے بھری ہوئی ہیں مہدی کے نام کے متعلق اختلاف ہے اسکی نسب کے متعلق اختلاف ہے اس کے مکان و زمان ظہور میں اختلاف ہے۔ اس کے زمانہ خلافت میں اختلاف ہے۔ پھر ان اختلافات کو بتفصیل بیان کیا اور بزعم خود اس کا ثبوت دیا اور اس کے پرچہ ۱۱ ستمبر ۱۹۰۶ء جلد ۶ کے صفحہ ۳۵ میں کہا ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کتب حدیث میں اول نمبر شمار کیجاتی ہیں"۔ اس اعتراف صحت احادیث بخاری و مسلم کو ناظرین یاد رکھیں منتہی بحث کا آمد ہے

[illegible]

پہلے ان روایات کو موضوع کہنے سے پہر اس دجالی اصول سے کہ ان احادیث کے مرزا بر صادق آنے سے انکی صحت ثابت ہوتی ہے صحیح قرار دینے سے صاف اور قطعی و یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ فرقہ انکار آمد مہدی فاطمی اور بجائے انکے اپنے مہدی (قادیانی) کے تجویز و تقرر سے تمام فرقہ ہائے اسلام اور تمام گورنمنٹوں کے لئے جو اس فرقہ کے اعتقاد سے مخالف ہیں اور انکے نزدیک وہ خدا تعالےٰ کے نافرمانبردار ہیں۔ جن کے حق میں اور انکے مالوں اور جانوں کو تلف کر دینے کی نسبت اپنا یہ اعتقاد اپنی کتاب دافع الوساوس میں بصفحہ ۱۰۰ ظاہر و مشتہر کر چکے ہیں کہ جب انسان خدا تعالےٰ کا نافرمان ہو جاتا ہے تو اسکی ملک اصل مالک (خدا تعالےٰ) کی طرف عود کرتی ہے۔ اور پہر اُس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا توسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور انکی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا وے۔ یا کسی رسول کے واسطے تجلی قہری نازل کرے ایک ہی بات ہے! سخت خطرناک اور کمال اندیشہ کا محل ہے۔

جو لوگ ایسے دلیر اور دنیا کی شرم اور آخرت کے مواخذہ سے بے ڈر اور بے باک ہوتے ہیں کہ [illegible] سے اس کو سچی بنا لیتے ہیں۔ اور تضاد اور اختلاف بیانی کی کچھ پروا نہیں کرتے اور ایک شرعی و مذہبی حکم و فیصلہ کو (درباب صحت احادیث) تسلیم کر کے اس فیصلہ کے برخلاف احادیث صحیحہ سے انکار کر جاتے ہیں اور اُن کے مقابلہ میں جہوٹی و بناوٹی حدیثوں سے تمسک کر لیتے ہیں ان سے کیا بعید ہے کہ وہ اپنی منہ بولی ان باتوں کو کہ "یہ آنے والا مسیح و مہدی خونریزی نہ کریگا" اور "ہماری مسیحائیت و مہدویت اسی قسم سے ہے" "ہم مخالفین مذہب گورنمنٹ اور عامہ مخالفین سے جہاد کرنے کو حرام جانتے ہیں۔ اور ہم جنگ و جہاد کے لئے نہیں۔ بلکہ صلح و امن قائم کرنے کے لئے آئے ہیں"! جب قابو اور موقعہ پاویں ایک دم کسی دجالی تاویل سے بدل دیں اور مخالفین کی جانوں اور مالوں کو تلف کر دیں اور اپنے اس اصول کو جسکو صفحہ ۱۰۰ دافع الوساوس میں مشتہر کر چکے ہیں عمل میں لاویں۔

یہاں اگر یہ سوال ہو کہ مسیح و مہدی موعود تو مر گیا۔ اب اس تبدیلی خیال اور تضاد و اختلاف مقال کا خوف کس کیطرف سے رہا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہی خوف و خیال اسکے نائب خلیفۃ المہدی والمسیح اور سٹاف سے ہے۔ کون نہیں جانتا اور مانتا کہ جب

مہدی سوڈان مارا گیا تو اُسکے جانشین خلیفۃ المہدی نے کیا کچھ نہ کیا۔ ان لوگوں کے
اس اعتقاد کے ساتھ جسکو وہ دافع الوساوس صفحہ میں مشتہر کر چکے ہیں یقین ہوتا ہے
کہ یہ گربہ مسکین کی نظیر ہیں بے پر ہونے کی وجہ سے ابھی تک کچھ نہیں کر سکتے جب ان کو
پر لگ جاوینگے تو یہ کسی چڑیا کو جہان میں نہ چھوڑینگے۔ جو شعر ایک پالیٹیکل ایڈیٹر نے
کہا ہوا ہے ؎ گربۂ مسکیں اگر پر داشتے ٭ تخم گنجشک از جہاں برداشتے ٭
یہ ان لوگوں پر خوب صادق آتا ہے۔

گورنمنٹ انکے چکنے چپڑے الفاظ کا ہرگز اعتبار نہ کرے اور ہمیشہ انکی طرف نظر تفتیش
و تحقیق رکھے۔ ہاں اگر یہ لوگ قادیانی کے دعوے مسیحائیت و مہدویت کا جھوٹا ہونا
مان لیں اور اسکے اس مفسدانہ اصول سے جو دافع الوساوس صفحہ ۔ میں وہ مشتہر کر چکا
ہے۔ اپنی بیزاری ظاہر کریں تو پھر وہ لوگ بھی عام مسلمانوں کی طرح محل خوف و اندیشہ نہ رہینگے۔

نتیجہ بحق گورنمنٹ

واضح ہو کہ ہمارا مدعا ایسے دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ انکی صحت پر اس وقت
اور اس ملک کے [illegible] فریق منکر ایک
باطل تاویل ہے ان دلائل سے مدعا اور نتیجہ غلط نکالتا ہے اور اس مدعا کی غلطی بھی
عقلی دلیل سے ثابت ہو چکی ہے۔ تو اس مدعا سے گورنمنٹ کے حق میں یہ نتیجہ نکل
سکتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کو اس ملک کے خواص مسلمانوں کی طرف سے جو قرآن و حدیث
کے پابند ہیں اور ان کے عوام سے جو ان خواص کے فالوئنگ (پیرو) ہیں کسی قسم کا اندیشہ
نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ آمد مہدی کی نسبت جو اُن کا خیال ہے اسکے ابتدائی مقامات
میں جو یہ ذکر ہے کہ آمد مہدی سے پہلے عیسائی حکومت مشرق میں حدود خیبر تک پہنچ جائیگی
اور مغرب میں قسطنطنیہ تک یہ عیسائی گورنمنٹ کے لئے ایک قسم کی خوشی کی خبر ہے نہ کسی
خوف و ڈر کی خبر۔ اور جو اسکے آخری نتیجہ میں ذکر ہے کہ امام مہدی حضرت مسیح کی مانند
آسمانی نشانوں سے دنیا میں اسلام پھیلائینگے تمام لوگ حتے کہ سنگدل یہودی ان نشانات
آسمانی کو دیکھ کر بشوق و ذوق بلا جبر و اکراہ اسلام پر ایمان لے آئینگے۔ پہلی خوشخبری
سے بڑھکر گورنمنٹ کے لئے خوشخبری ہے اور خوش قسمتی ہے۔ عیسائی گورنمنٹ امام مہدی
(حضرت مہدی کی تائید میں حضرت مسیح کی (جنکو وہ اپنا مسیحا نجات دہندہ و ہادی مانتے ہیں اور

ان کو وہ اس حلیہ و علامات سے جو انکی مقدس کتابوں میں وارد ہیں شناخت کرینگے) بشہادت سے امام برحق مان لینگے اور اپنے شوق و ختیار سے نہ اکراہ و جبار سے مسلمان ہو جاینگے اور انکی عیسائی سلطنت بھی بنائی جوں کی توں اسلامی سلطنت بن جائیگی۔ تو اس سے بڑھکر گورنمنٹ کے لئے خوشخبری و خوش قسمتی کیا ہوگی سلطنت بھی بحال رہی اور اسلام کی دولت لازوال بھی ہاتھ آئی۔

اگر مسلمانوں کا اعتقاد اور اسکے متعلق پیشگوئی یوں ہی صادق آگئی جیسا کہ خواص اہل اسلام کے اعتقاد میں ہے تو اس میں کسی قسم کا پولٹیکل انقلاب ظہور میں نہ آویگا۔ صرف عیسائی خیال کا اسلامی خیال سے تبادلہ ہوگا وبس۔ اور یہ تبادلہ اس تبادلہ کی نظیر ہوگا۔ جو اسوقت لورپول کے قدیم عیسائیوں میں ہوا ہے۔ جس کے برخلاف برٹش گورنمنٹ نے کوئی ایکشن (عمل) نہیں لیا۔ اور کوئی اوبجکشن (اعتراض) نہیں کیا۔ بلکہ خوشی اور فراخ دلی سے مسلمانان لورپول سے گورنمنٹ کا وہی سلوک ہوا اور ہو رہا ہے۔ جو عیسائی رعایا سے ہوتا ہے۔

اور یہ تبادلہ اس تبادلہ کی نظیر نہ ہوگا جو دنیاوی سلطنتوں کے انقلاب سے ظہور میں آیا ہے جو بشہادت آیت منقولہ حاشیہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ دنیاوی بادشاہ جب کسی ملک پر تسلط و دخل پاتے ہیں تو اسمیں فساد مچاتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور اُن کی حکومت چھین کر انکی جگہ خود حاکم بن جاتے ہیں۔

> ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ وکذلک یفعلون۔ (النمل ۲۶)

اسپر آفتاب جیسی روشن دلیل جسمیں کوئی اہل بصیرت اور قرآن و حدیث میں صاحب نظر ذرہ بھر اختلاف نکریگا۔ شپر چشم کچھ چوں چرا کریں تو اُن کی کچھ پروا نہیں اور انکے قول کا اسلام اور اہل علم مسلمانوں میں کچھ اعتبار و شمار نہیں۔ چنانچہ ایک پرانے مسلم اہل علم کا قول ہے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❊ چشمہ آفتاب را چہ گناہ ❊
راست خواہی ہزار چشم چناں ❊ کور بہتر نہ آفتاب سیاہ

یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کی شان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شہادت

جو بصفحہ (صفحہ ۱۰۹) منقول ہے کہ آپ دین اسلام کی حمایت اور اشاعت میں آنحضرت صلعم کی نیابت کرینگے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق عمل و حکم جاری کرینگے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اپنے تمام زمانہ رسالت میں یہی رہا ہے کہ آپنے جن سلاطین سلطنت یا اہل شوکت و حکومت کو دعوتِ اسلام کی ہے انکی سلطنتِ دنیاوی اور انکی ملکیت و حکومت ان سے نہیں چھینی۔ بلکہ عملاً و قولاً وہ سلطنت و حکومت بدستور قائم و برقرار رکھنی چاہی اور انکے ہاتھ و تصرف میں رہنے دی۔

ہر چند حضور علیہ الصلوۃ والسلام جیسے سلطان دین تھے ویسے ہی دنیا کے بھی بادشاہ تھے ولیکن آپکی بادشاہی ملک گیری اور دنیا طلبی اور طمع مالی کی غرض و نیت سے نہ تھی بلکہ صرف اعلاء کلمۃ اللہ اور عدل گستری اور مظلوموں کی ظالموں سے دادرسی اور مستحقوں کی حق رسانی آپکی نیت اور غرض تھی۔ لہذا جس غیر اسلامی سلطنت یا حکومت کو آپنے دعوتِ اسلام کی اس دعوت کے ساتھ یہ بشارت بھی دیدی کہ تمہاری حکومت اور سلطنت تمہارے اسلام لانے کے بعد تمہارے ہی ہاتھ میں رہیگی تم سے چھینی نہ جاویگی دنیاوی سلطنت [illegible] آپنے غیر اسلامی سلطنتوں سے انکے اسلام لانے کے بعد باج و خراج لینا نہیں چاہا۔ ہاں انکو اور احکام اسلام نماز و روزہ و حج کی مانند مال کی زکوۃ نکالنے کا حکم دیا اور یہ فرما دیا کہ وہ اپنے ملک کے مالداروں سے زکوۃ لیں اور محتاجوں فقیروں پر اسکو صرف کریں اور اگر کسی دولتمند نے اسلام لانے کے بعد وہ مال زکوۃ آپکے پاس بھیج دیا یا آپکے نائب و وکیل کے اختیار میں سپرد کرنا چاہا (جیسا کہ عمان کی دو رئیسوں سے وقوع میں آیا تھا۔ چنانچہ زاد المعاد کے صفحہ ۵۲۲ میں منقول ہے۔ تو آپنے اپنے اصول مقررہ کے مطابق اسکو مسکینوں میں صرف و تقسیم کر دیا اور اس مالِ زکوۃ کی نسبت صاف فرما دیا کہ یہ مال زکوۃ مجھپر حرام ہے میرے اہلبیت پر حرام ہے اور میرے غلاموں پر حرام ہے۔

آپکے اس حکم نے صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ جو دنیاوی سلطنت اور پولیٹیکل سرداری

قال رسول اللہ صلعم انھا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد (صحیح مسلم صفحہ ۳۴۴)۔

وقال رسول اللہ صلعم انھا لا تحل لنا وان موالی القوم من انفسھم۔ رواہ الترمذی۔

(مشکوۃ صفحہ ۱۶۳)

اپنے مفتوحہ و مقبوضہ ملک عرب پر (جسپر نہ تو آنحضرت صلعم کے پہلے کوئی بادشاہ متسلط تھا اور نہ آپ کے دعوائے نبوت کے بعد کوئی تغلب بخوشی مسلمان ہؤا) اپنے اختیار فرمائے تھے اس سے آپ کی غرض دنیا طلبی نہ تھی بلکہ محض عدل گستری اور خالق اور مخلوق کی حق رسانی اسی وجہ سے آپکو دنیاوی سلطنت اختیار کرنی پڑی تھی۔ ورنہ

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مالی وللدنیا انما انا کراکب استظل بالشجر ثم ترکھا وراح - (مشکوۃ ص ۴۴۲)

آپکو دنیا سے کیا کام۔ آپکا یہ مقولہ تھا کہ مجھے دنیا سے کیا کام۔ میری مثال تو ایسی ہے جیسے ایک رہگذر سوار نے دھوپ کے وقت کسی درخت کے سایہ میں کچھ آرام کیا پھر اسکو چھوڑ کر چلا گیا۔

ذیل میں آپکا قول دخل دول خارجیہ کی نسبت نقل کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلطنت روم و فارس و مصر و اسکندریہ و حبشہ و دولت بحرین و عمان و یمامہ و غوط دمشق کے نام جو مراسلات دعوت اسلام روانہ کی ہیں اُن میں سے بعض مراسلتوں میں صاف الفاظ میں تحریر فرمایا کہ اسلام کے بعد ہم تمہارا ملک تمہارے ہی قبضہ و تصرف میں باقی رہے گا اور بعض مراسلتوں میں یہ مدعا ان جامع و پرمعانی الفاظ سے ادا فرمایا ہے "اسلم تسلم" یعنی اسلام کو قبول کرلو اور اسکے احکام کو دستورالعمل بنالو تمہارے ملک تمہارے ہی جائیں۔ تمہارے مال تمہاری آبرو مزاحمت و مداخلت سے بچ جائینگے۔

ہرقل قیصر روم کے نام جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

بسم اللہ الرحمن الرحیم - من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی - اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم الخ (بخاری ص ۴ و ۴۱۳ و مسلم صفحہ ۹۸ جلد دوم) قولہ اسلم تسلم فی غایۃ من الایجاز

نامۂ دعوت اسلام تحریر فرمایا ہے وہ جو کتب حدیث میں صحیح بخاری و صحیح مسلم سے منقول ہے۔ اس کے اخیر میں آپ کا یہ ارشاد ہے "اسلم تسلم" جسکے معنے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور قسطلانی نے شرح بخاری میں یہی بیان کیئے ہیں۔ کہ تم مسلمان ہو جاؤگے تو دنیا میں آفات

والبلاغة وجمع المعانی مع ما فیہ من
بدیع التجنیس لشموله السّلامة من
خزی الدنیا بالحرب والسّبی والقتل
واخذ الدّیار والاموال ومن عذاب
الاٰخرة (شرح مسلم صفحہ ۹۹ ج دوم)

فان تسلم شامل لسلامة من خزی
الدنیا بالحرب والسّبی والقتل واخذ
الدّیار والاموال ومن عذاب الاٰخرة
(قسطلانی جلد ۵ صفحہ ۱۲۷)

یامعشر الروم هل لکم فی الفلاح
والرشد وان یثبت ملککم فتبایعوا
هذا النبی (بخاری صفحہ ۵)

بسم الله الرحمن الرحیم من محمد عبد الله ورسوله الی
مقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع
الهدی اما بعد فانی ادعوك بدعایة
الاسلام اسلم تسلم الخ
(زاد المعاد صفحہ ۲۱۹ جلد ۱)

بسم الله الرحمن الرحیم۔ من محمد عبد الله
الی جیفر وعبید ابنی الجلندی سلام علی
من اتبع الهدی اما بعد فانی ادعوکما
بدعایة الاسلام اسلما تسلما فانی رسول
الله الی الناس کافة لانذر من کان حیا
ویحق القول علی الکافرین فانکما ان
اقررتما بالاسلام ولیتکما وان ابیتما ان
تقرا بالاسلام فان ملککما زائل (زاد المعاد صفحہ ۲۳۰)

سے قتل ہونے سے قید کئے جانے سے اموال
و دیار داولاد چھینے جانے سے بچ جاؤگے
اور آخرت میں عذاب سے۔

قیصر روم حضور کے ان جامع الفاظ
کو سمجھ گیا۔ اور ان کے عموم وشمول
کی نظر سے اُس نے اپنے ارکان دولت
و اساطین ملت کو اپنے ایوان شاہی
میں جمع کر کے اسلام کیطرف بلایا۔ اور
صاف کہا کہ تم لوگ اس نبی کی دعوت
کو قبول کر کے مسلمان ہو جاؤ گے تو
تمہارا ملک تمہارے لئے ثابت اور
دستور قائم رہیگا۔

یہی الفاظ اسلم تسلم آپنے کسریٰ کے
خط میں لکھے ہیں اُس خط کا ذکر بخاری
کے صفحہ ۱۱۴ ۔ اور مسلم کے صفحہ ۹۹ جلد ۲ میں ہے
اور اس خط کے الفاظ زاد المعاد کے
صفحہ ۱۸۵ میں ہیں۔

یہی الفاظ اسلم تسلم آپنے مصر و اسکندریہ
کے بادشاہ مقوقس اور عمان کے دو وزیر
بھائیوں جیفر اور عبید کے نام کے خطوط
میں تحریر فرمائے اور خاصکر عمانی دونو
رئیسوں کے خطاب میں آپنے صریح یہ الفاظ
بھی تحریر فرمائے کہ اگر تم دونو مسلمان ہوجاؤگے
تو میں تمہارے ملک پر تم ہی کو والی قرار دونگا
اور اگر تم نے اسلام سے انکار کیا تو تمہارا

ملک تمہارے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔

منذر بن ساوی رئیس بحرین (ماتحت کسریٰ) کے نام جو آپ نے

بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم العلاء بن الحضرمی الی المنذر بن ساوی وکتب الیه کتابا یدعوه فیه الی الاسلام فکتب المنذر الی رسول الله صلی الله علیه وسلم اما بعد یا رسول الله فانی قرأت کتابك علی اهل البحرین فمنهم من احب الاسلام واعجبه ومنهم من کرهه وبارضی مجوس ویهود فاحدث الیّ فی ذلك امرك فکتب الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ بسم الله الرحمن الرحیم من محمد رسول الله الی المنذر بن ساوی سلام علیك فانی احمد الیك الله لا اله الا هو واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله اما بعد فانی اذکرك عزوجل فانه من ینصح فانما ینصح لنفسه وانه من یطع رسلی ویتبع امرهم فقد اطاعنی ومن ینصح لهم فقد نصح لی وانّ رسلی قد اثنوا علیك خیرا وانی قد شفعتك فی قومك فاترك للمسلمین ما اسلموا علیه وعفوت عن اهل الذنوب فاقبل منهم وانك مهما تصلح لم نعزلك عن عملك ومن

نامۂ دعوت اسلام تحریر فرمایا اور اس نے آپکی دعوت کو قبول کر کے اپنی ماتحت رعایا (اہل اسلام و یہود و مجوس) کا حکم نبوی استفسار کیا تو آپ نے دوسرے صحیفہ میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسیکی خیرخواہی کرتا ہے وہ اپنی خیرخواہی کرتا ہے اور جسنے میری پیغامبروں کی اطاعت کی اُسنے میری اطاعت کی جو انکا خیرخواہ ہوا وہ میرا خیرخواہ ہوا۔ اور میری پیغامبروں نے تیری اچھی تعریف کی ہے تیری بابت سفارش کی کہ تیری قوم کی نسبت قبول کیا ہے۔ جو لوگ تمہاری رعایا سے مسلمان ہو گئے ہیں ان کے اموال و اراضی کو میں ان ہی کے واسطے چھوڑتا ہوں اور گناہگاروں کے گناہ معاف کرتا ہوں تم بھی ان کے عذر کو قبول کرو۔ اور میں تمکو تمہاری حکومت سے معزول نہ کرونگا۔ جب تک تم اصلاح پر رہوگے اور جو یہودیت اور مجوسی دین پر قائم رہیں اُن پر جزیہ [illegible] یعنے خراج لگانا چاہیئے۔

یمامہ کے رئیس ہوذہ کو آپ نے دعوت اسلام کی اور اُس نے اس دعوت

اقام علی یہودیتہ او مجوسیتہ فعلیہ الجزیۃ۔ (زاد المعاد صـ۲۲)

ان ارکون دمشق عظیم من عظماء النصاری کان عند ھوذۃ فسئلہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال جاءنی کتابہ یدعونی الی الاسلام فلم اجبہ قال الارکون لم لم تجبہ قال ظننت بہ وانا ملک قومی فان اتبعتہ لم املک قال بلی واللہ ان اتبعتہ لملکک فان الخیرۃ لک فی اتباعہ وانہ النبی العربی الذی بشر بہ عیسی وانہ المکتوب عندنا فی التوراۃ محمد رسول اللہ (زاد المعاد صـ۲۲)

سے کہ تیری ریاست باقی رہیگی اسلام قبول نہ کیا۔ تو اس کو دمشق کے ایک رئیس ارکون نامی عیسائی نے کہا کہ اگر تو مسلمان ہو کر آپکا پیرو ہو جاتا تو وہ تجھ ہی کو تیرے ملک کا مالک بنا دیتا۔ یہ وہ نبی عربی ہے جس کی شہادت حضرت عیسے نے دی ہے اور وہ ہماری انجیل میں محمد رسول اللہ لکھا گیا ہے۔ ارکون عیسائی کی یہ شہادت اور ہوذہ کو مسلمان ہو جانے کی مشورت دینا اسوجہ سے تھا کہ آنحضرت صلعم اور انبیاء سابقین کی یہ سنت ارکون کو معلوم تھی جیسے کہ اس سے قبل قیصر روم کو معلوم تھی۔ اور اسی سے اس کا اظہار اپنے ارکان دولت وملت کے پاس کیا تھا۔

وفی کتابہ الی الحارث بن ابی شمر الغسانی وکان بدمشق بغوطتھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی الحارث ابن ابی شمر الغسانی سلام علی من اتبع الھدی وآمن بہ وصدق وانی ادعوک الی ان تؤمن باللہ وحدہ لاشریک لہ یبقی لک ملکک (زاد المعاد صـ۲۲)

حارث بن ابی شمر غسانی رئیس غوطہ دمشق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامہ دعوت اسلام لکھا تو اس میں بھی صاف یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ تم مسلمان ہو جاؤ گے تو تمہارا ملک تمہارے ہی لئے باقی رہے گا۔

یہ آپکے فرمان اور احکام سلاطین ورؤساء کے نام ہیں۔ اب عام اشخاص کے حق میں آپکا یہی عام حکم سنو۔

ایک حدیث متفق علیہ بخاری مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب

فاذا قالوها عصموا منی دماءهم واموالهم الا بحق الاسلام - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اسلم الرجل فھو احق بارضہ ومالہ - رواہ احمد وابو داؤد بمعناہ وقال فیہ یا صخر ان القوم اذا اسلموا احرزوا اموالھم ودمائھم - (منتقی الاخبار صفحہ ۲۱۳ جلد ۷)

لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ کہینگے تو اپنے مال اور جانیں مجھ سے بچا لینگے بجز اس حق کے جو اسلام سے ان پر ثابت ہو - جیسے قصاص یا دیّت وغیرہ - ایک حدیث میں امام احمد و ابو داؤد کی آیا ہے کہ جب کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ اپنی زمین اور مال کا حقدار ہو جاتا ہے - ایک حدیث ابو داؤد میں آیا ہے کہ جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو اپنے مالوں اور خونوں کو بچا لیتی ہے -

ان احادیث کو کتاب منتقی الاخبار میں نقل کیا ہے اور ان کو اس مضمون و عنوان کے باب میں وارد کیا - اور اس کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ جب حربی کافر مسلمانوں کے غلبہ پانے سے پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے مال کو بچا لیتا ہے -

اسی کے مطابق تمام دنیا کے محدثین کے امام بخاری رح نے اپنی کتاب صحیح

باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولھم مال وارضون فھی لھم - عن اسامۃ بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل ترک لنا عقیل منزلا - (بخاری صفحہ ۴۳۰)

میں اس عنوان کا باب عقد کیا اور یہ فرمایا ہے کہ جب کوئی قوم دار الحرب میں مسلمان ہو جائے اور وہاں ان کے مال اور زمینیں ہوں تو ان مالوں زمینوں کے مالک وہی ہوتے ہیں اور اس دعوی پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقیل کے تصرف کو اپنے گھروں کی تملیک میں جائز رکھا -

اس مسئلہ کے متعلق اس حکم اسلام پر علماء و مجتہدین اسلام کی میجارٹی

وان اسلم فی دار الحرب ثم جاء فظھر علی الدار فاولادہ الصغار احرار وما کان من مال اودعہ ذمیا او مسلما فھو لہ وما سوی ذلک فیئ - (ہدایہ صفحہ ۵۶۲ جلد ۱)

(جمہور) کا اتفاق ہے صرف بعض حنفیہ نے (جن کا قول ہدایہ میں منقول ہے اور وہ محض غلط اور صرف عقلی دلیل پر مبنی ہے اور نصوص صریحہ منقولہ کے مخالف ہے)

اسکا خلاف کیا ہے۔

مگر خدا کا شکر کہ حنفی مذہب کے ایک جلیل الشان امام قاضی ابو یوسف نے جو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اول درجہ کے شاگرد ہیں اور غالباً امام اعظم صاحب رحمہ سے وہ اس قول میں موافق اور متبع ہونگے اس قول سے خلاف کیا ہے اور جمہور علماء کی اتفاق کیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کہا ہے۔ کہ امام بخاری رح

اشار بذلک الی الرد علی من قال من الحنفیۃ ان الحربی اذا اسلم فی دار الحرب واقام بہا حتی غلب المسلمون علیہا فھو احق بجمیع مالہ الا ارضہ وعقارہ فانہا تکون فیئاً للمسلمین وقد خالفھم ابو یوسف فی ذلک ووافق الجمہور (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

نے اس قول سے بعض حنفیوں کے اس قول کو رد کرنا چاہا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ان حنفیوں سے خلاف کیا ہے اور جمہور علماء کے قول سے اتفاق کیا ہے۔

ایسا ہی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و

قولہ دیارہم واموالہم یشتمل المنقول وغیر المنقول فیکون المسلم طوعاً احق بجمیع اموالہ وقد صرح بدخول الارض فی حدیث صخر المذکور فی الباب لقولہ فیہ بارضہ ومالہ وقد ذہب الجمہور الی ان الحربی اذا اسلم طوعاً کانت جمیع اموالہ فی ملکہ ولا فرق بین ان یکون اسلامہ فی دار الاسلام او دار الکفر علی ظاہر الدلیل وقال بعض الحنفیۃ ان الحربی اذا اسلم فی دار الحرب واقام بہا حتی غلب المسلمون علیہا فھو احق بجمیع مالہ الا ارضہ وعقارہ فانہا تکون فیئاً للمسلمین

سلم کا یہ قول کہ مسلمان اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیتے ہیں منقول و غیر منقول ہر دو قسم کے مالوں کو شامل ہے جو مسلمان ہو جاوے وہ اپنے سبھی قسم کے مالوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور صخر کی حدیث میں یہ بات صاف طور پر آچکی ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "زمین اور مال" صریح موجود ہے۔ اور جمہور علماء کا یہی قول ہے وہ اسمیں فرق نہیں کرتے کہ کوئی شخص دار الاسلام میں اگر مسلمان ہو جائے یا دار الکفر میں بہکر اسلام ظاہر کرے کیونکہ دلیل حدیث مذکور

وقد خالفہم ابو یوسف فی ذلک ووافق الجمہور۔ × × × × × × ×

ویدل علی ما ذھب الیہ الجمہور ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقر عقیلاً علی تصرفہ فیما کان لاخویہ علی وجعفر والنبی صلعم من الدار والرباع بالبیع وغیرہ ولم یغیر ذلک ولا انتزعہا ممن فی یدہ لما ظفر فکان دلیلاً علی تقریر من بیدہ دار او ارض اذا اسلم وھی فی یدہ بطریق الاولٰی۔ وقد بوب البخاری علی قصۃ عقیل ھذہ فقال باب اذا اسلم الخ۔

(نیل الاوطار صفحہ ۲۱۲ جلد ۷)

دونو حالتوں کو شامل ہے بعض حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی دار الکفر میں مسلمان ہو جائے اور پھر مسلمان اس ملک پر غلبہ پائیں تو مال منقول تو اس کا ہوگا مگر زمین مال غنیمت سمجھی جائیگی جو سبھی مسلمانوں کا حق ہوگا۔ مگر امام ابو یوسف نے انکا خلاف کیا اور جمہور علماء سے اتفاق کیا ہے۔ مذہب جمہور کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقیل کے تصرف کو جو انہوں نے اسلام سے پہلے حضرت علی و حضرت جعفر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں پر کر لیا تھا جائز رکھا۔ تو اسلام لانیکے بعد پر تصرف بطریق اولی جائز سمجھا جائیگا۔ امام بخاری نے اس قصّہ حضرت عقیل سے اس بات کا استنباط و اثبات کیا ہے۔ چنانچہ اس مضمون کا باب منعقد کیا۔ پھر اس باب کو ذکر کیا جو اوپر بیان ہوا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تشریح ہے۔ اب حضور کا عمل سنو۔ اور دیکھو جن سلاطین اور رئیسوں ممالک غیر اسلامیہ کو آنحضرت صلعم نے دعوتِ اسلام کی ان میں سے جو مسلمان ہو گیا۔ اس کا ملک آپ نے نہ چھینا اور نہ اسپر کوئی خراج لگایا۔ عمان کے رئیسوں نے مال زکوٰۃ لینے کا (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عام رعایا اسلامی سلطنت سے بھی لیا کرتے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامبروں کو خود اختیار دیدیا تھا۔ یہ مال زکوٰۃ اسلام میں خاص کر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔ اور اُن کے مالوں میں ایک اسلامی حق ہے جیسا کہ انکی جانوں پر نماز و روزہ وغیرہ۔ اسکا مصرف غریب مسلمان ہوتے ہیں نہ غنی مسلمان اور نہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہلبیت۔ چنانچہ صفحہ ۱۴۴ میں گذرا۔ اور جزیہ یا خراج حربی یا ذمی غیر مسلم اقوام یا اشخاص سے لیا جاتا ہے جو مسلمانوں کے غلبہ پانے سے پہلے خوشی سے مسلمان نہوئے ہوں جیسا صحیح بخاری ص ۲۴۶ میں بیان ہوا ہے، حبشہ کا بادشاہ اصحمہ مسلمان ہو گیا۔ تو بدستور اپنے ملک کا بادشاہ رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو سلطنت سے معزول نہ کیا اور نہ اس سے باج و خراج لیا۔

اس کا مسلمان ہو جانا مسلمانوں میں مسلّم ہے اور بدستور حبشہ کا بادشاہ رہنا بھی مسلّم ہے۔ اسپر شہادت نقل روایت لانے کی چنداں ضرورت نہیں تاہم ایک دو روایت نقل کی جاتی ہے۔

قسطلانی شرح بخاری میں کہا ہے۔ یہ نجاشی (جس کی موت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور اُس پر غائبانہ نماز جنازہ مدینہ میں پڑھی) وہ ہے جسکی طرف مسلمانوں نے ہجرت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف نامہ دعوت اسلام لکھا اور ۶ھ ہجری میں عمرو بن امیہ کے ہاتھ اس کے پاس بھیجا۔ اور وہ خود حضرت جعفر کے ہاتھ پر (جو خود حبشہ میں ہجرت کر کے رہتے تھے) مسلمان ہو گیا تھا۔

> ھٰذا النجاشی الذی ھاجر الیه المسلمون کتب الیه صلی الله علیه وسلم کتابًا یدعوہ فیه الی الاسلام مع عمرو بن امیة سنة ست من الهجرة واسلم علی ید جعفر بن ابی طالب (قسطلانی جلد ۶ ص ۲۳۳)

امام نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ بقول جمہور ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے چھٹے سال حبشہ میں نجاشی بادشاہ حبشہ نے کیا۔ کیونکہ وہ اس ملک حبشہ کا امیر اور بادشاہ تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و عمل سے ثابت ہوا کہ جو بادشاہ

> قال ابو عبید وخلیفة بن خیاط والجمھور تزوجھا سنة ست وقیل تسع واختلفوا این تزوجھا فقیل بالمدینة بعد قدومھا من الھجرة وقال الجمھور بارض الحبشة واختلفوا فیمن عقد علیھا فقیل عثمان وقیل

خالد بن سعید العاصی وقیل الغیاش لانہ کان امیر الموضع و سلطانہ (شرح مسلم صفحہ ۳۰۴ جلد ۲)

یا قوم کا شخص خوشی سے مسلمان ہو جائے تو اسکا ملک اور سلطنت اور گھر اور مال بدستور اس کے تصرف میں رہتا ہے اور یہی سنت خاتم المرسلین ہے۔ اور یہ بات پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت امام مہدی اور انکے ثانی اثنین حضرت مسیح آئینگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت پر عمل کرینگے۔ اور اس سے پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب حضرت امام مہدی اور حضرت مسیح آئینگے تو تمام لوگ حتے کہ سنگدل یہودی بھی انکے آسمانی نشانات اور روحانی برکات وکرامات دیکھ کر بخوشی مسلمان ہو جائیں گے تو ان تینوں مقدمات (جو مسلمان ہو جائے اسکا ملک و مال بدستور اسکے ملک میں رہتا ہے۔ حضرت مہدی و مسیح سنت سید المرسلین پر عمل کرینگے۔ انکے برکات وکرامات سے تمام لوگ مسلمان ہو جائینگے) ثابت مسلمہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام مہدی جب آئینگے۔ وہ کسی سابق سلطنت کو ان کے بادشاہ سے نہ چھینینگے اور اسکی سلطنت میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کرینگے۔ جو ہی مسلمان بادشاہ ان سلطنتوں کے بادشاہ رہینگے وہی ان کے ویسرا۔ وہی گورنر۔ وہی کمانیر وغیرہ وغیرہ ان سلطنتوں میں صرف نام کا تغیر و تبدل ہوگا۔ پہلے وہ غیر اسلامی سلطنتیں کہلاتی تہیں پھر وہ اسلامی سلطنتیں کہلائیں گی وبس۔

اور اسی طور سے وہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہوگی

عن المقداد انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یبقے علی ظہر الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخلہ اللہ کلمۃ الاسلام بعز عزیز وذل ذلیل اما یعزھم اللہ فیجعلھم من اھلھا او یذلھم فیدینون لھا قلت فیکون الدین

جسمیں ارشاد ہے کہ تمام زمین کی پشت پر کوئی گھر خشت و خاک کا یا اون و پشم کا (جیسکہ بادیہ نشینوں کے جنگلوں میں ہوتے ہیں) ایسا باقی نہ رہیگا جسمیں خدا تعالے کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو داخل نہ کریگا۔ عزت والوں میں عزت

کلمہ للہ - رواہ احمد -
(مشکوٰۃ صفحہ ۸)

سے ہو - یا ذلیل لوگوں میں ان کی ذلت سے ہو - یا تو ایسا ہو گا کہ خدا تعالیٰ
ان لوگوں کو عزت دیگا - اور انکو کلمہ گو بنا دیگا - وہ اسلام کی خوبی اور روشنی دیکھکر خود بخود مسلمان ہو جائینگے (جیسا کہ پہلے ہو چکا اور آجکل یوروپ افریقہ وامریکہ میں ہو رہا ہے اور ایسا ہی امام مہدی وحضرت عیسےٰ کے وقت میں ہو گا) یا انکو ڈیفنسو لڑائیوں سے ذلت پہنچا کر اور نیچا دکھا کر آخر مسلمان بنا دیگا (جیسا کہ بعض سابق سلاطین اسلام کے وقت میں ہوا - راوی حدیث مقداد نے کہا آپ کی اس پیشگوئی پر مینے کہا کہ پھر تو تمام زمین میں خدا ہی کا دین ہو جائیگا -
الحاصل امام مہدی اور انکے ثانی اثنین حضرت مسیح کسی جان کا خون نہ بہائنگے اور صرف آسمانی نشانوں سے دین اسلام دنیا میں پھیلائینگے - اور یہی ہمارا اس مضمون سے مدعا ومقصود تھا - جو پورا ہوا - الحمد للہ اولاً وآخراً ظاہراً وباطناً -
اب ہم اس مضمون کے متعلق اپنے مخاطبین اخوان اہل اسلام اور قادیانی مرزائی پارٹی سے اس مضمون کے متعلق داد چاہتے اور ان سے ایک ایک سوال کرتے ہیں -
اخوان اہل اسلام سے یہ سوال ہے کہ اس مضمون میں جو ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت امام مہدی آئینگے تو دین اسلام وسنت خیر الانام کی اشاعت آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے کرینگے اسمیں وہ تلوار وتفنگ اور لڑائی وجنگ سے کام نہ لینگے - اسلام کی روحانیت اور حضرت امام مہدی کی شان وشوکت اس میں زیادہ تر پائی جاتی ہے یا اس کے بر خلاف اس اعتقاد میں جو عوام اور بعض خواص کالعوام میں پایا جاتا ہے کہ وہ جو کچھ کرینگے تلوار کے زور سے کرینگے - اور سالہا سال کافروں سے اور مخالف سنت مسلمانوں اور مذاہب اربعہ خصوصاً حنفی مذہب کے مقلدوں سے جنگ وجہاد میں مصروف وسرگرداں رہکر ساتویں سال فتح کا منہ دیکھینگے - (۱)
جسکو کتب حدیث میں دور سے بھی نگاہ کرنے کا اتفاق ہو گا وہ اس شق دوم کو ہرگز اختیار نکریگا - اور اگر کوئی ایسا ہی شیر بہادر نکلے اور عقل ونقل دونو

کا مقابلہ کرکے شق دوم کی صحت کا مدعی ہو جاوے۔ تو اس سے ہم زیادہ نہیں چاہتے وہ صرف ایک ہی حدیث ایسی پیش کرے جسمیں امام مہدی کا تلوار سے کام لینا اور بزور شمشیر اسلام و سنت کو زمین میں پھیلانا ثابت ہو اس بات کے ثبوت میں کسی کشفی یا الہامی یا حاطب اللیل ملا مولوی کا قول بلا دلیل پیش کیا جائیگا۔ تو بحکم کالای بد بریش خاوند وہ قول اسی کے قائل کے مُنہ پر مارا جائیگا اعتقادیات میں قرآن و حدیث سے قطعی ثبوت پیش کرنا ضروری ہے کسی بے دلیل قول شاذ و نادر کی تقلید کسی مذہب سنی میں جائز نہیں ہے اس کا ثبوت اشاعۃ السنۃ میں بارہا دیا گیا ہے صفحہ ۳۲ نمبر ۵ جلد ۵ بلاحظہ ہو وغیرہ

مرزائی پارٹی سے سوال

دین اسلام اور امام مہدی علیہ السلام کی عالی شان سے جبر و اکراہ کا دھبہ مٹانا اور مخالفین اسلام کی بدگمانی اسلام سے اٹھانا اور غیر اسلامی سلطنت کا اسلامی سلطنت کی نسبت خیال مزاحمت بے جا و مداخلت ناروا کو دور کرنا اور اسلام کی ... اور امام مہدی کی برکت و کرامت کا خیال موافق و مخالف کے دلوں میں جمانا اس بیان و دعوے سے بآسانی اور بے تکلفی سے ہو سکتا ہے جو ہمنے کیا اور اسکو ثابت کر دکھایا ہے یا اس طریق کے اختیار کرنے سے جو تمہارے لیڈر و پیغمبر نے اختیار کیا تھا کہ آنے والا مہدی میرے سوا (جو جہاد کو مطلق حرام جانتا ہوں اور گورنمنٹ کی تعریف میں شب روز زبان سے اور قلم سے لگ رہا ہوں) اور کوئی نہیں ہے۔ کیا اس بات کو کروڑ ہا مسلمانوں نے جو آمد مہدی کے منتظر تھے مان لیا اور ان کے مان لینے سے وہ خیال جو مسلمانونکی طرف سے مخالفین اسلام کو تھا۔ جاتا رہا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ مٹھی بھر مرزائیوں نے زبان سے (نہ دل سے) اس بات کو مان ہی لیا ہے تو اس سے تمام اسلامی دنیا پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اس سوال کا مرزائی کچھ جواب نہ دیں (اور ہرگز نہ دے سکیں گے) تو ہمارے اسلامی بھائی ہی اس کا

* انکا یہ اعتقاد وہی ہے جو اسکی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ... سے نقل کیا گیا ہے۔

بہی جواب دیں اور انصاف سے کہیں کہ اسلامی دنیا کے خیالات پر مرزا کا طریق و دعوے مؤثر ہوسکتا ہے یا ہمارا خیال جسکو ہمنے اسلامی دنیا کے مسلمہ و مستند کتابوں سے بتایا اور ثابت کر دکہایا ہے۔

مرزائیوں کے ایک اعتراض کا جواب

کوئی مرزائی یا انکے عقائد مخالفہ اسلام سے ناواقف کوئی انکا حمایتی شاید یہ اعتراض کرے کہ اس مضمون میں جو مرزا کی کتاب دافع الوساوس صفحہ ۶۰۱ کی عبارت نقل کرکے مرزا اور اسکے خلیفہ اور دیگر پیروان کی طرف سے گورنمنٹ کو بدظن کیا گیا ہے یہ ایک مسلمان فرقہ پر حملہ ہے جو ایک مسلمان کی طرف سے ہونا چاہیئے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ افینسو (پیشقدمی سے) حملہ نہیں ہے بلکہ ڈیفنسو (جوابی) حملہ ہے اس نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو جو آمد مہدی کے قائل ہیں اس اعتقاد کی وجہ سے گورنمنٹ کا باغی و بدخواہ قرار دیا اور ہز مجسٹی امیر صاحب کابل کو جو گورنمنٹ کے بیحد وفادار دوست ہیں ان ہی میں شامل کیا تو اس کے جواب و ڈیفنس میں یہ جملہ لکہا گیا اس ڈیفنسو حملہ کو کوئی ڈیفنسو حملہ سمجہے تو اسکی بہی ہمکو کچہہ پروا نہیں ہے۔ جو کچہہ اس نے مخالف مذہب اشخاص کی نسبت (جس میں گورنمنٹ بہی داخل ہے) اپنا خیال اس عبارت دافع الوساوس میں ظاہر کیا تھا چونکہ وہ ایک غلط اور مذہب اسلام کے مخالف خیال تہا لہذا ہمارا مذہبی اور منصبی فرض تھا کہ ہم اس خیال کی غلطی ظاہر کرتے اور اسلام اور مسلمانوں کو اس سے بری کرتے سو ہم نے ادا کیا۔

۴۴۶ جس شخص کو مرزا کی حملہ میں جو ہز مجسٹی امیر صاحب افغانستان پر ہوا کیا تہا شک ہے وہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۱ کا صفحہ ملاحظہ کرے اور جسکو باقی تمام مسلمانوں پر اسکے حملہ کرنے میں شک ہو وہ اسکا رسالہ کشف الغطاء اور اشتہار متعلق پیشگوئی ۷ نومبر ۱۸۹۸ء جلد ۱۹۔ اشاعۃ السنۃ میں منقول ہے ملاحظہ کرے رسالہ کشف الغطاء کے ضمیمہ میں بصفحہ ۴ وہ لکہتا ہے "اگر اسکے ہم مذہب مولویوں سے جیسے مولوی احمد اللہ امرتسری مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی عبد الجبار امرتسری مولوی محمد بشیر بہوپالی مولوی عبد الحق دہلوی مولوی ابراہیم آروی مولوی عبد العزیز لودیانوی

اشاعۃ السنۃ لاہور

اَلْوَقْفُ عَلَی الْاَوْلَادِ وَالْاَقَارِبِ وَغَیْرِھِمْ

ہرچہ داری صرف کن در راہِ او
لن تنالوا البر حتی تنفقوا

یہ آیت جسکو ہمنے اس مضمون کا ماٹو (زیب عنوان مضمون) بنایا ہے نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ انصاری رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تم نیکی تب ہی پاؤ گے جبکہ اپنا پیارا مال خرچ کرو گے۔ اور [illegible] ہے زیادہ پیارا بیرحا ہے (کھجوروں کا ایک باغیچہ تھا جس میں کنواں بھی تھا۔ آنحضرت صلعم وہاں جاتے اور اوسکا پانی نوش فرماتے) اور وہ خدا کی راہ میں صدقہ (خیرات) ہے میں اسکا نیک اجر اور ذخیرہ اللہ تعالےٰ کے پاس چاہتا ہوں۔ جہاں آپ کی رائے ہو۔ وہاں اسکو لگانے کا حکم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے قرابتیوں میں مقرر کر۔ تو انہوں نے اپنے چچا کے بیٹوں وغیرہ قرابتیوں میں اسکو لگا دیا۔

فلما نزلت هذه الاٰية قام ابو طلحة الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال ان الله عز وجل يقول فی كتابه لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وان احب اموالی الی بيرحا وانها صدقة لله ارجو برها و[illegible] فضعها يا رسول الله حيث شئت قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ذلك مال رابح قد سمعت ما قلت انی ارٰی ان تجعلها فی الاقربين فقسمها ابو طلحة بين اقاربه وبنی عمه
(بخاری صفحہ ۱۹۷ مسلم صفحہ ۳۲۳ - مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۴)

ایسا ہی حضرت فاروقؓ سے مروی ہے کہ انکو خیبر میں زمین ملی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

عن عمر قال اصبت ارضًا من ارض

خیبر فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقلت اصبت ارضا لم اصب مالا
احب الی ولا انفس عندی منہا قال
ان شئت تصدقت بہا فتصدق بہا
علی ان تباع ولا توہب فی الفقراء و
ذوی القربیٰ والرقاب والضیف و
ابن السبیل لا جناح علی من ولیہا
ان یاکل بالمعروف غیر متمول مالا
ویطعم (نسائی ص...)۔
وعن ابن عمر قال فتصدق عمر
بمال لہ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وکان یقال لہ ثمغ ... فصدقتہ
ذلک فی سبیل اللہ وفی الرقاب والمساکین
والضیف وابن السبیل وذوی القربیٰ
(بخاری صفحہ ۳...)

حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے ایسی زمین
پائی ہے جس سے بڑھکر مجھے پیارا اور نفیس
مال اور نہیں ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اگر تو چاہے تو اسکو صدقہ کر تو آپنے
اسکو اس طور پر صدقہ کیا (یعنے وقف
کیا) کہ وہ نہ بیع ہو۔ نہ ہبہ ہو اور اسکی پیداوار
فقیروں اور اُنکے رشتہ داروں اور مہمانوں
اور مسافروں کیلئے وقف ہے جو اسکا متولی
ہو وہ دستور کے مطابق اسمیں سے کھائے
اور دوستوں کو کھلاوے اسکو اپنے لئے
جمع نکرے یہی حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عمر کو اس زمین کی نسبت دیا
جسکو ثمغ کہا جاتا تھا اور وہ مدینہ کے پاس
تھی اور ایسا ہی انہوں نے کیا وہ زمین بہی
آپکے رشتہ داروں اور مہمانوں اور مسافروں
اور مسکینوں کے لئے وقف رہی تہی۔

یہ احادیث اس بات میں نصوص قطعیہ ہیں کہ اسلام میں صدقہ (خیرات) وہی نہیں
کہلاتا جو صرف غریبوں اور فقیروں کو دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ بہی صدقہ و خیرات کہلاتا ہے
جو اپنے خویشوں اور قرابتیوں اور مہمانوں اور مسافروں کو اگرچہ وہ غنی ہوں۔ دیا جاتا
ہے اگر اس میں نیت ثواب و ذخیرہ اخروی ہو۔ کوئی معاوضہ یا غرض دنیاوی اس سے
مقصود نہو۔ جس کا ثواب آخرت میں نہ ملے۔ اس سے بڑھکر آنحضرت کا کلام ارشاد سنو

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
مسلم اذا انفق علی اہلہ نفقۃ وہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب
مسلمان اپنے گھروالوں بیوی بچوں پر بہ نیت

يحتسبها كانت له صدقة (صحيح مسلم صـ ۳۲۴)
وفي بضع احدكم صدقة قالوا يا رسول الله
ياتي احدنا شهوته ويكون له فيها اجر
قال ارايتم لو وضعها في حرام اكان
عليه فيها وزر. فكذلك اذا وضعها
في الحلال كان له فيها اجر۔
(مسلم صـ ۳۲۵)

ثواب خرچ کرے تو وہ بھی اسکے لیے صدقہ ہے۔ اور آپنے فرمایا تم اپنی عورت سے (بہ نیت ثواب واداے حق) ہم بستری کرو تو وہ بھی تمہارے لیے صدقہ (خیرات) ہے لوگوں نے عرض کیا کہ کریں تو ہم اپنی شہوت رانی پھر ہم کو اسکا ثواب ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کہ اگر یہ شہوت رانی محل حرام سے ہو تو اسکا بوجھ (گناہ) ہوتا ہے یا نہیں۔ ایسا ہی اس شہوت رانی کا اجر و ثواب ہونا چاہیئے اگر وہ محل حلال سے ہو۔

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم دينار
انفقته في سبيل الله ودينار انفقته في رقبة
ودينار تصدقت به على مسكين ودينار
انفقته على اهلك اعظمها اجرا الذي
انفقته على اهلك۔
(صحيح مسلم صـ ۳۲۲)

اور آپنے فرمایا ایک دینار (اشرفی) وہ ہے جس کو تم خدا کی راہ (جہاد) میں خرچ کرو ایک وہ ہے جسکو غلام کی گردن چھوڑانے میں خرچ کرو۔ ایک دینار وہ ہے جسکو مسکین پر صدقہ کرو۔ ایک وہ ہے جس کو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔ سب سے زیادہ اجر و ثواب اس دینار کے خرچ کرنے میں ہے جو گھر والوں پر خرچ کرو اس سے بھی بڑھکر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم و ارشاد سنو کہ مسلمان جو خاص اپنی جان پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ (خیرات) کہلاتا ہے اگر اسمیں نیت اجر ثواب آخرت ہو۔ ایک دفعہ آنحضرت نے صدقہ خیرات کرنے کا حکم سنایا تو ایک شخص بولا میرے پاس ایک

عن ابي هريرة رض قال امر النبي صلى الله
عليه وسلم بالصدقة فقال رجل يا رسول
الله عندي دينار قال تصدق به على
نفسك. قال عندي آخر قال تصدق

دینار ہے آنحضرت نے فرمایا اسکو تو اپنی جان پر خیرات کر۔ اسنے کہا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اسکو اپنی اولاد پر خیرات کر اُسنے کہا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اسکو اپنی عورت

به علی ولدك قال عندی اخر قال تصدق
به علی اهلك قال عندی اخر قال تصدق
به علی خادمك قال عندی اخر قال انت
ابصر (سنن ابی داؤد صـ۲۳ و
مشکوٰۃ صـ۱۶۳)

پر خیرات کرو وہ بولا ایک اور بھی ہے آپنے
فرمایا اب تو خود دیکھ اور جان سکتا ہے۔
کہ یہ کس محل پر خرچ کرنا مناسب ہے یعنی
جن پر قرابتیوں کا حق وصدقہ مقدم اور پہلے
ضروری تھا وہ بتایا گیا اب غیروں میں سے
جسکو تو مناسب سمجھے اسکو دے۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے جسمیں ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کر دیا تو

عن جابر انه قال اعتق رجل من بنی عذرة
عبداً له عن دبر فبلغ ذلك رسول الله صلعم فقال
الك مال غيره فقال لا فقال من يشتريه
فاشتراه نعيم بن عبد الله العدوی بثمان مائة
درهم فجاء بها الی رسول الله صلعم فدفعها
ثم قال ابدء بنفسك فتصدق عليها فان فضل
فلاهلك فان فضل عن اهلك فلذی قرابتك
فان فضل عن ذلك فهكذا وهكذا يقول بين يديك
وعن يمينك وعن شمالك (صحیح مسلم صـ۳۱۲)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
پوچھا کہ تیرا مال اور بھی ہے اُسنے
کہا اور نہیں ہے۔ آپ نے اوس غلام
کو فروخت کر کے اُس کا دام اوسکے
حوالہ کیا اور کہا کہ پہلے تو اسکو اپنے
ہی نفس پر خرچ کر۔ اُس سے بچے
تو وہ گھر والوں پر اُنسے بچے تو قرابت
والوں کو دے اُن سے بچے تو اپنے
آگے اور اپنے بائیں بیٹھنے غیروں کو دی

اس حدیث میں تو قطعی اور صاف طور پر فیصلہ کر دیا ہے کہ اور خویش واقارب
ازواج اولاد وغیرہ تو کجا مسلمان جو اپنے نفس وجان پر خرچ کرتا ہے وہ بھی
شرعاً صدقہ کہلاتا ہے اور وہ سب سے مقدم ہے جسکا سِرّ اور فلاسفی یہ ہے کہ
صدقہ وہ ہوتا ہے جس میں نیت ثواب آخرت ہو اور یہ نیت ثواب آخرت اپنے
نفس پر خرچ کرنے میں بھی ہو سکتی ہے شلاً اگر اس نیت سے خرچ ہو کہ خدا تعالے
نے میری جان وجسم کا حق بھی میرے ذمہ لگایا ہے۔ میں اس حق کو ادا کروں گا

قال رسول الله صلعم ان لجسدك عليك

تو خدا تعالے سے اجر پاؤنگا بیں اس کا

حقًا وان لعینك علیك حقًا متفق علیه - (مشکوٰۃ ص۲۸) یہ حق ادا کرونگا - تو اس سے دین و دنیا کا کام لونگا - جو لوگ اس ستر

اور فلاسفی اسلامی کو سمجھتے ہیں وہ اپنے ہر ایک کام میں کھانا پینا بول - براز کرنا عورت سے ہم بستر ہونا وغیرہ ثواب و اجر پاتے ہیں - جو لوگ اس سے غافل ہیں وہ اپنے دنیاوی افعال اور طبعی حرکات و سکنات میں حیوانات سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ وہ حیوانوں کی طرح کھاتے ہیں اور یاکلون کما تاکل الانعام - حیوانوں کی مانند اپنے ازواج اولاد سے طبعی الفت و میلان کرتے ہیں ان افعال میں ان کی کوئی نیتِ ثواب نہیں ہوتی - بلکہ بعض حیوانوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں جو میلان طبعی کے علاوہ گناہ کے اولٓئك كالانعام بل هم اضل بھی مرتکب ہو جاتے رہیں - محل و غیر محل میں تمیز نہیں کرتے - جس سے حیوانات محفوظ ہوتے ہیں - کیونکہ انہیں محل و غیر محل کی تمیز کا مادہ نہیں ہوتا۔

ان ہی ارشادات و ہدایات نبوی کی نظر و استدلال سے فقہاء اسلام رحمہ نے عام وقف کو اور خاص وقف علی الاولاد والاقارب والاغنیاء کو صدقہ جاریہ اور خیرات غیر منقطعہ قرار دیا ہے - اور اس سے مقصود ثواب اخروی متعین کر دیا ہے اگر اس میں کوئی ایسا لفظ نہ بولا گیا ہو - جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے - اور اگر اس میں ایسا لفظ بولا گیا ہو - جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے تو پھر وہ فقہاء اسلام کے نزدیک وقف شرعی نہیں ہے - وقف باطل کھلاتا ہے بالجملہ وقف شرعی اور ثواب اخروی لازم و ملزوم ہیں اور اسکا دائمی و غیر منقطع ہونا ایک لازمی امر ہے۔

ہدایہ (جو حنفی مذہب کی ایک مشہور و معتبر کتاب ہے) میں عام وقف کی تعریف میں لکھا ہے - کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف ایک چیز کو اسکے مالک کی ملک تسلیم کرکے بیدار رکھنے اور اسکی پیداوار

الوقف هو عند ابی حنیفة حبس العین علی ملك الواقف والتصدق بالمنفعة بمنزلة العاریة وعندهما حبس العین علی

حکم ملک اللہ فیزول ملک الواقف
عنہ الی اللہ تعالیٰ علی وجہ تعود
منفعتہ الی العباد فیلزم ولا یباع
ولا یوھب ولا یورث۔
(ھدایہ صـــ ٦١٧)

کو صدقہ وخیرات کرنے کا نام ہے اور امام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے نزدیک اصل چیز کو خدا کی ملک قرار دیکر بند کرنے اور اُسکی آمدن کو صدقہ و خیرات کرنے کا نام ہے۔

ایساہی فتاوے عالمگیری اور درمختار میں کہا ہے۔ درمختار میں علاوہ بران

والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ و
صرف منفعتھا علی کل من احب و
لو غنیا فیلزم فلا یجوز ابطالہ
ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی (ابن
الکمال وابن الشحنۃ (درمختار ج۳)

یہ بھی کہا ہے کہ اسکی آمدنی کا صدقہ خیرات ہونا اگرچہ کیقدر اور کسی وقت میں ہوا ور اسکا صرف کرنا جسپر وقف کنندہ چاہے اگرچہ غنی ہو۔ اس کے حاشیہ ردالمحتار میں وقف کے صدقہ ہونے

کو اگرچہ فی الجملہ ہو ترجیح دی ہے۔ اور قول ابن کمال جس میں وقف اغنیاء کو بلا تصدق وقف قرار دیا گیا ہے۔ رد کیا ہے۔

چنانچہ کہا ہے تصدق فی الجملہ کہنے سے وہ وقف جو خود وقف کنندہ کے

قولہ فی الجملۃ فیدخل فیہ الوقف علی
نفسہ ثم علی الفقراء وکذا الوقف علی
الاغنیاء ثم الفقراء لما فی النھر
عن المحیط لو وقف علی الاغنیاء وحدھم
لم یجز لانہ لیس بقربۃ اما لو جعل
آخرہ للفقراء فانہ یکون قربۃ فی
الجملۃ انتھی وبھذا التعمیم صار التعریف
جامعا واستغنی عما زادہ فیہ الکمال
وتبعہ ابن الکمال من قولہ او صرف

لیے یا اور اغنیاء کے لیے ہو مگر اخیر کو فقیروں کے لیے ہو جاوے داخل ہو گیا۔ یہ شرط (اخیر کو فقراء کے لیے ہو جانے کی) اسلئے لگائی ہے کہ نہر الفائق میں کتاب محیط سے منقول ہے۔ کہ اگر کوئی صرف غنیوں کے لیے وقف کرے تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اسمیں قربت الٰہی نہیں پائی جاتی لیکن اگر اخیر کو فقیروں کے لیے کیا جاوے تو وہ فی الجملہ قربت

منفعتہا الی من احب وقال لان الوقف یصح
لمن یحب من الاغنیاء بلا قصد القربۃ و
ھو ان کان لابد فی اخرہ من القربۃ بشرط
التابید کالفقراء ومصالح المسجد لکنہ یکون
وقفا قبل انقراض الاغنیاء بلا تصدق انتھی
افادہ فی النھر واجاب فی البحر ایضا بانہ قد
یقال ان الوقف علی الغنی تصدق وبالمنفعۃ
لان الصدقۃ تکون علی الاغنیاء ایضا وان
کانت مجازا عن الھبۃ عند بعضھم وصرح
فی الذخیرۃ بان فی التصدق علی الغنی نوع
قربۃ دون قربۃ الفقیر انتھی واعترضہ
حینئذٍ بان ھذا النوع من القربۃ لو کفی
فی الوقف یصح الوقف علی الاغنیاء من
غیر ان یجعل اخرہ للفقراء وعلمت تصریح
المحیط بانہ لا یصح وسیاتی قبیل الفصل قلت
والجواب الصحیح ان الوقف تصدق ابتداءً
وانتھاءً اذ لا بد من التصریح بالتصدق علی
وجہ التابید او ما یقوم مقامہ کما یأتی
تحقیقہ۔ ولکنہ اذا جعل اولہ علی معینین
صار کانہ استثنی ذلک من الدفع الی
الفقراء کما صرحوا بہ ولذا اذا وقف علی
بنیہ ثم علی الفقراء ولم یوجد الا ابن
واحد یعطی النصف والنصف الباقی

ہو جاتی ہے۔ اس کہنے سے تعریف وقف
جامع ہو جاتی ہے اور جو کمال نے اور اسکے
متابعت سے ابن کمال نے وقف اغنیاء کو
وقف میں شامل کرنے کے لیے تعریف وقف
میں یہ لفظ کہ اسکے نفع کو جسپر چاہے صرف
کرے بڑھا دیا ہے اور اس وقف کے صحیح
بنانے کو یہ کہا ہے کہ وقف اغنیا کے لیے بلا قصد
قربت ہوتا ہے اور اس وقف میں اگرچہ اخیر
کو ہمیشہ کے لیے قربت کا ہونا ضروری ہے۔
لاکن وہ قبل اختتام غنیوں کے بدون صدقہ
وقف رہتا ہے اسکی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بات
نہر الفائق میں بیان کی ہے اور کتاب بحر الرائق
میں اس (وقف اغنیاء) کے صحیح کرنے کیلئے
یہ کہا ہے کہ غنی پر وقف بھی صدقہ ہے۔ کیونکہ
غنیوں کے لیے بھی صدقہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ
مجازاً ہدیہ ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ غنی پر
صدقہ کرنے میں بھی ایک طرح کی قربت ہے۔
اگرچہ وہ قربت صدقہ فقراء سے کم ہے اسپر یہ
اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اسقدر قربت وقف
میں کافی ہو تو چاہیئے کہ غنیوں کے لیے وقف
بدون اس شرط کے کہ وہ اخیر کو فقیروں کیلئے
ہو جاوے صحیح ہو حالانکہ محیط کی روایت سے
معلوم ہو چکا ہے کہ ایسا وقف جو صرف غنیوں

للفقراء لان مابطل من الوقف علی ابن
صار للفقراء لان الوقف خرج عن ملك
الواقف بقوله صدقة موقوفة ابدا فقد
ابتدا بالصدقة وختم بها كما قاله الخصاف
فعلم انه صدقة ابتداء لا يخرجه عن ذلك
اشتراط صرفه لمعين (رد المختار مصرية
ص۵۰۳ - جلد ۳)

کے لیے ہو صحیح نہیں ہے۔ پس صحیح جواب (وقف اغنیاء کے شبہ سے) یہی ہے کہ وقف ابتداء و انتہاء میں صدقہ ہے۔ اس کو صاف طور پر صدقہ کہنا یا ایسے طور پر جس سے صدقہ ہونا مفہوم ہو ضروری ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق آگے آتی ہے۔ لیکن جب اسنے اسکو ابتداء میں خاص لوگوں کے لیے مقرر کیا تو گویا اس ابتدائی مصرف کو عطائے فقراء سے مستثنیٰ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اپنی اولاد کے لیے پھر فقیروں کے لیے وقف کرے اور بجز ایک بیٹے کے اس کی اولاد نہ ہو تو بیٹے کو نصف ملے گا۔ اور باقی نصف فقیروں کو اسلیئے کہ جو اس بیٹے سے جاتا رہا وہ فقیروں کا ہو گیا۔ کیونکہ وقف ملک واقف سے صدقہ موقوفہ کہنے سے نکل گیا۔ اس لیے کہ اس نے اسکو پہلے ہی صدقہ یعنی لفظ صدقہ بولا اور اخیر کو بھی الصدقہ کہا یعنی لفظ وقف بولا (جو فقیروں کے لیے عرفاً مخصوص ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق بھی اس تحقیق سابق الذکر میں آتی ہے) اس سے ثابت ہوا کہ وقف (اغنیاء پر کیوں نہو) ابتداء میں بھی صدقہ ہوتا ہے۔ اس صدقہ ہونے سے اس کا کسی خاص محل صرف (اغنیاء یا اولاد) سے مشروط ہونا اسکو خارج نہیں کرتا۔

اور نیز در مختار میں کہا ہے وقف تین قسم ہے (۱) یا تو وہ صرف فقراء کے لیے ہوگا (۲) اور یا اغنیاء کے لیے ان کے بعد فقراء کے لیے (یہ وہ وقف خاص ہے جو اپنی اولاد یا دوسرے اغنیاء کے لیے وقف کر دیا جائے اور اسکے ساتھ لفظ صدقہ کہدیا جائے یا وقف برائے خدا) (۳) یا وہ وقف جس سے غنی و فقیر سب مساوی طور سے فائدہ اٹھاویں جیسے مہمان سرائے کنواں قبرستان - سقاوہ پل

الوقف علی ثلاثة اوجه اما للفقراء
او للاغنياء ثم للفقراء او يستوی
فيه الفريقان كرباط وخان ومقابر و
سقايات وقناطر ونحو ذلك كمساجد و
طواحين وطست لاحتياج الكل لذلك
(در مختار ص۳۹۴)

مسجد و خراس و کنواں وغیرہ جسکی طرف سب کو یکساں حاجت ہوتی ہے۔

ان اقسام کے قسم دوم سے وقف علی الاغنیاء کا وقف کھلاتا ہے۔ وہ بھی ایسی صورت میں وقف شرعی ہو سکتا ہے جبکہ اسمیں لفظ صدقہ یا اور ایسا لفظ لگایا جاوے جس سے آخر وہ فقراء کے لئے ہو جائے اور اغنیاء کے ختم ہو جانے سے وہ ختم ہو جائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے رہے اور اگر اسمیں ایسا لفظ نہ لگایا جاوے اور اسکو اغنیاء سے ایسے طور پر خاص کیا جاوے کہ ان اغنیاء کے منقطع اور ختم ہو جانے سے وہ وقف بھی ختم ہو جائے تو وہ وقف شرعی وقف نہیں رہتا۔ بلکہ وقف باطل کھلاتا ہے۔ چنانچہ عبارت ردمحتار میں محیط سے نقل ہو چکا ہے۔ اس مدعا کو برہان شرح مواہب الرحمٰن اور ہدایہ اور عالمگیری اور ردالمحتار میں اس عنوان سے ادا کیا ہے کہ وقف شرعی تب ہی ہوتا ہے جبکہ اسمیں مصرف منقطع ہونے والا بیان کیا گیا ہو۔ برہان شرح مواہب الرحمٰن[*] [illegible] مصرف کا ذکر چھوٹ جاوے تو بھی وقف صحیح ہو جاتا ہے۔ یہی امام مالک اور امام احمد کا قول ہے۔ اور ایک قول امام شافعی کا پھر جب وہ مصرف باقی نہ رہے گا تو وہ وقف فقیروں کی طرف پھیرا جائے گا یہی قول ہے امام مالک کا۔ اور ایک روایت میں امام احمد کا اور ایک قول امام شافعی کا ہے انکا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وقف وقف کنندہ کے قرابتیوں کی طرف جو محتاج ہونگے پھیرا جاوے گا۔ ایسا ہی امام احمد کا

وصح ترك ذكر مصرف مؤبد بان ذكر جهة تنقطع وبه قال مالك واحمد والشافعي في قول فاذا انقطع صرف الى الفقراء وبه قال مالك واحمد في رواية والشافعي في قول وقال في قول اخر يصرف الى اقارب الواقف المحتاجين وبه قال احمد في رواية وعن احمد يوضع في بيت المال وقال ابو حنيفة ومحمد لا يصح الوقف حتى يذكر مصرفا مؤبدا لان موجب الوقف

[*] برہان شرح مواہب الرحمٰن شیخ ابراہیم بن موسیٰ حنفی طرابلسی مؤلف اسعاف فی احکام الاوقاف کی تالیف ہے جو نویں صدی [illegible]

ذوال الملك بدون التمليك وانه موبد
كالمعين فاذا كانت الجهة متوهمة
الانقطاع لا يتوفر على الوقف مقتضاه
ولهذا كان التاقيت مبطلا للوقف كالتاقيت
للبيع ولابي يوسف ان المقصود وهو
التقرب الى الله تعالى يحصل بالصرف
الى جهة تنقطع والى جهة لا تنقطع
وقيل التابيد شرط بالاتفاق الا ان
ابا يوسف لا يشترط ذكر التابيد لان
لفظ الوقف والصدقة منبئة عنه - وعن
محمد يشترط لان الوقف صدقة بالمنفعة
او بالغلة وذلك قد يكون موقتا وقد
يكون موبدا فمطلقه لا يصرف الى
المؤبد وفي المحيط لو قال ارضي هذه
صدقة موقوفة او محرمة او محبوسة
ولم يذكر التابيد صح الوقف الا عند
ابي يوسف بن خالد السمتي تلميذ ابي
حنيفة فان ذكر التابيد عنده شرط
والصحيح انه ليس بشرط (برهان شرح
مواهب الرحمن من عينه -)

ایک قول ہے - دوسرا قول انکا یہ ہے کہ
وہ اسلامی بیت المال میں داخل ہوگا -
(جس میں مسکینوں کا حق ہوتا ہے) امام
ابو حنیفہ و امام محمد کا قول ہے کہ جب تک
ایسے مصرف کا جو دائمی ہو ذکر وقف میں
نہو وقف صحیح نہیں ہوتا کیونکہ وقف کا حکم
ہے کہ مال وقف سے وقف کنندہ کی ملک بغیر
اسکے کہ وہ کسیکو اس کا مالک بنائے دور ہو جاتی
ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے وقف ہوتا ہے پھر اگر
اس کا مصرف ایسا ہو جس میں منقطع ہو جانے
کا احتمال ہو تو وقف کا مقتضا پورا نہوا - لہذا
اس کا ایسا مصرف مقرر کر دینا جو اسکو موقت
و محدود کر دے وقف کا مبطل ہوگا امام
ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ وقف سے مقصود
خدا تعالے کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ
دونو مصرف (محدود و غیر محدود میں) حاصل
ہو سکتا ہے یعنے جب تک محدود ہے گا اس
سے وہ مقصود حاصل ہوگا اور جب مصرف
محدود اٹھ جائے گا تب وہ غیر محدود
کی طرف پھیر اجائیگا) بعضے کہتے ہیں - کہ

وقف میں ہمیشگی مصرف کا لحاظ سب کے نزدیک ضروری ہے مگر امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا
ذکر بوقت وقف ضروری شرط نہیں ہے کیونکہ لفظ وقف اور لفظ صدقہ (جو اسکے ساتھ
ملایا جاتا ہے) خود اس کا ہمیشگی کے لئے ہونا [illegible] امام محمد سے روایت ہے کہ

اسکا ذکر بوقت وقف شرط ہے۔ کیونکہ وقف میں آمدنی کا صدقہ ہوتا ہے۔ اور وہ کبھی محدود و موقت مصرف میں ہوتا ہے۔ اور کبھی دائمی پھر اگر وہ بے قید رہے تو اس سے دائمی صدقہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ محیط میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری فلاں زمین صدقہ ہے۔ وقف کیا گیا اور بنام خدا لکھا گیا اور خدا کی راہ میں بند رکھا گیا۔ اور ہمیشگی کا اسمیں ذکر نہ کیا گیا ہو تو وہ وقف صحیح ہے۔ مگر ابو یوسف بن خالد سمتی شاگرد امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہمیشگی کا ذکر اسمیں شرط ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ذکر شرط نہیں ہے۔

اور ہدایہ میں کہا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وقف پورا نہیں ہوتا جبتک کہ اسکا اخیر ایسا نہ کیا جائے جو ہمیشہ کو ہے اور منقطع نہ ہو جاوے یعنی فقیروں کے لیے نہ ٹھہرایا جاوے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ اگر اس میں ایسا مصرف مقرر کیا جاوے (جیسے اولاد یا اغنیا کو مقرر کرنا) تو بھی جائز ہے اور بعد منقطع ہو جانے اس مصرف کے وہ فقراء کے لیے خود بخود ہو جائے گا اگرچہ وقف کنندہ نے انکا نام نہیں لیا انکی دلیل یہ ہے کہ وقف سے مقصود خدا کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ دونو صورت (مصرف کو محدود کرنے اور مصرف موبد رکھنے) سے حاصل ہو سکتا ہے اور اخیر کو وقف کا فقراء کے لیے ہوجانا تو عین موجب لازم وقف ہے اور لفظ وقف اور صدقہ خود اس سے خبر دیتے ہیں۔ پھر اگر اس نے نام نہ لیا تو کیا ہوا۔

> قال ولا یتم الوقف عند ابی حنیفۃ و محمد حتی یجعل اٰخرہ بجھۃ لا تنقطع ابدًا وقال ابو یوسف اذا سمی فیہ جھۃ تنقطع جاز وصار بعدھا للفقراء وان لم یسمھم لابی یوسف ان المقصود ھو التقرب الی اللہ تعالیٰ وھو موفر علیہ لان التقرب تارۃ یکون فی الصرف الی جھۃ تنقطع ومرۃ بالصرف الی جھۃ تتابد الی قولہ لان لفظ الوقف منبئ عنہ۔
>
> (ھدایہ صفحہ ۶۱۹)

اور فتاوے عالمگیری میں ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک وقف کی شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسکی اخیر صورت ایسی ہو جو منقطع نہو اگر اس بات کا اسمیں ذکر نہ ہو تو انکی

> وفی العالمگیری ومن شروط الوقف ان یجعل اٰخرہ بجھۃ لا تنقطع ابدًا عند ابی حنیفۃ

ومحمد وان لم یذکر ذلک لم یصح عندھما وعند ابی یوسف ذکر ھذا لیس بشرط بل یصح وان سمی جھۃ تنقطع ویکون بعدھا للفقراء وان لم یسمھم لان قصد الواقف ان یکون اخیرہ للفقراء وان لم یسمھم فکان تسمیۃ ھذا لشرط ثابتاً دلالۃ

نزدیک وقف صحیح نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ابد کا ذکر کرنا شرط صحت وقف نہیں بلکہ وقف منقطع ہوجانے والی صورت کے ذکر کرنے سے بھی صحیح ہوجاتا ہے پھر وہ وقف بعد منقطع ہوجانے صورت کے خودبخود فقراء کے لئے (یعنے دائمی) ہوجاتا ہے اگرچہ انکا نام نہ لیا ہو۔ یہ فقراء کا نام دلالۃً ومعنًا ثابت ہے۔

ایسا ہی در مختار کے حاشیہ ردالمحتار میں بہت بسط وتفصیل سے تحقیق کیا ہے کہ وقف مقید ومخصوص باغنیاء واولاد واقارب باطل ہے۔ ایسا وقف تب ہی صحیح وجائز ہوسکتا ہے کہ اسمیں لفظ صدقہ لگایا جاوے۔ یا اسمیں فقراء کو بھی شامل کیا جاوے جس سے اسکا دوام وغیر منقطع [illegible]

چنانچہ فرمایا ہے کہ اسعاف میں لکھا ہے کہ جب وقف کنندہ کہے میری یہ زمین

قال فی الاسعاف لو قال وقفت ارضی ھذہ علی ولد زید وذکر جماعۃ باعیانھم لم یصح عند ابی یوسف ایضاً لان تعیین الموقوف علیہ یمنع ارادۃ غیرہ بخلاف ما اذا لم یعین لجعلہ ایاہ علی الفقراء۔ الا تری انہ فرق بین قولہ موقوفۃ وبین قولہ موقوفۃ علی ولدی فصحح الاول دون الثانی لان مطلق قولہ موقوفۃ ینصرف الی الفقراء عرفاً فاذا ذکر الولد صار مقیداً

اولاد زید کے لیے وقف ہے۔ اور ایک جماعت خاص کا ذکر کرے تو یہ وقف ابو یوسف کے نزدیک ہی صحیح نہیں اسلئے کہ اون لوگوں کا مقرر کردینا دوسروں کی مراد ہونے سے روکتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی شخص کو مقرر نکرے اس صورت میں اسنے وقف کو گویا فقیروں کے لیئے کردیا کیا تجھے معلوم نہیں کہ وقف کہنے اور فلانے کے لیے وقف کہنے میں فرق ہے؟ بصورت اولے وقف صحیح ہے نہ بصورت ثانی اسلیے کہ بلا قید

فلا يبقى الوقف فظهر بهذا ان الخلاف
بينهما في اشتراط ذكر التابيد وعدمه
انما هو في التنصيص عليه او على ما يقوم
مقامه كالفقراء ونحوهم واما التابيد
معنىً فشرط اتفاقا على الصحيح وقد
نص عليه محققو المشايخ انتهى۔
قلت ومقتضاه ان المقيد باطل اتفاقا لكن
ذكر في البزازية ان عن ابي يوسف في
التابيد روايتين الاولى انه غير شرط
حتى لو قال وقفت على اولادي ولم
يزد جاز الوقف واذا انقرضوا عاد الى
ملكه لو حيا والا على ملك الورثة و
الثانية انه شرط لكن ذكره غير شرط حتى
تصرف الغلة بعد الاولاد الى الفقراء
ومقتضاه انه على الرواية الاولى يصح
كل من الوقف والتقييد وعلى الثانية
يصح الوقف ويبطل التقييد لكن ذكر
في البحر ان ظاهر المجتبى والخلاصة ان
الروايتين عنه فيما اذا ذكر لفظ الصدقة
اما اذا ذكر لفظ الوقف فقط لا يجوز اتفاقا
اذا كان الموقوف عليه معينا انتهى قلت
ليشهد له ما في الذخيرة لو قال ارضي هذه
صدقة موقوفة فهي وقف بالاتفاق

وقف کہنے سے تو وہ بحکم عرف فقیروں
کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور جب اس نے
وقف کے ساتھ اولاد کا ذکر کر دیا تو لحاظ
عرف کا موقع باقی نہ رہا۔ اس سے ظاہر ہوا
کہ صاحبین کا اختلاف لفظ دوام (یا
جو اُسکے قائمقام ہو) کی زبان سے بولنے
میں ہے۔ معنوں میں دوام کا مراد ہونا سب
کے نزدیک شرط ہے۔ چنانچہ محققوں نے
کہا ہے۔ میں کہتا ہوں (مؤلف ردالمحتار
کا قول ہے) اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ
جو وقف خاص اغنیا، یا اولاد سے مقید ہو
وہ بالاتفاق باطل ہے لیکن بزازیہ میں
ہے کہ امام ابو یوسف سے دو روایتیں
ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ دوامی کہنا شرط نہیں
حتی کہ اگر صرف اتنا ہی کہے کہ بیٹے اولاد
کے لیے وقف کیا اور اس سے کچھ زیادہ
نہ کہے تو وقف صحیح ہے۔ پھر جب وہ اولاد
نہ رہی تو وہ وقف ملک واقف میں آجاتا
ہے۔ اگر خود زندہ ہو۔ یا اسکے وارثوں
کو ملجاتا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ
دوامی ہونا شرط ہے پر اس کا ذکر کرنا شرط
نہیں اسلیے وہ غلہ بعد تمام ہو جانے اولاد
کے فقیروں کی طرف صرف ہوگا۔

اذا لم يعين انسانا فلو عين وذكر مع لفظ الوقف لفظ الصدقة بان قال صدقة موقوفة على فلان جاز ويصرف بعده الى الفقراء ثم نقل تائيده عن الهداية والخانية و القدوري والملتقى والنقاية وغيرها من المعتبرات . ثم قال والحاصل انه لا خلاف عندهما في صحة الوقف مع عدم تعيين الموقوف عليه اذا ذكر لفظ التابيد او ما في معناه كالفقراء او كلفظ صدقة موقوفة وكموقوفة لله تعالى وكموقوفة على وجوه البر لانه عبارة عن الصدقة وانه لا خلاف في بطلانه لو اقتصر على لفظ موقوفة مع تعيين الموقوف على زيد خلافا لما في البزازية وانما الخلاف بينهما لو اقتصر بلا تعيين او جمع مع التعيين كصدقة موقوفة على فلان فعند ابي يوسف يصح ثم يعود الى الفقراء وهو المعتمد وقيل يعود الى المالك والمراد بالمعين ما يحتمل الانقطاع كاولاد زيد او فقراء قرابة فلان وهم يحصون .

فاغتنم تحرير هذا المحل فانك لا تجده في غير هذا الكتاب والحمد لله تعالى ملهم الصواب

(رد المحتار ص ۵۶۵ ج ۳)

اس کا مقتضائے یہ ہے کہ بنا بر پہلی روایت کے وقف اور قید منافی دوام دونو صحیح ہیں اور دوسری روایت پر وقف صحیح ہے قید باطل ہے . لیکن بحر الرائق میں (اس روایت بزازیہ کی تاویل میں) لکھا ہے کہ مجتبے اور خلاصہ کے ظاہر الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ دونو روایتیں اس صورت میں ہیں کہ لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ کا بھی ذکر کرے تو بصورت تقرری مصرف کے وقف جائز ہوگا ولیکن اگر صرف لفظ وقف بدون لفظ صدقہ کہے تو بالاتفاق وقف جائز نہوگا .

[illegible] صاحب ردالمحتار [illegible] کہتا ہوں کہ قول صاحب تحریر کا شاہد ہے جو ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری زمین صدقہ ہے وقف کیا ہوا . تو یہ بالاخلاف وقف ہے . اگر کسی آدمی کو اسکے لئے مصرف مقرر نکرے اور اگر کسی آدمی کو خاص کردے تو ساتھ وقف کے لفظ صدقہ بھی ذکر کرے اور یوں کہے کہ یہ صدقہ ہی فلانے شخص پر وقف کیا ہوا تو بھی جائز ہے . اور اس شخص کے بعد وہ فقیروں کے لیے ہوجائے گا . پھر صاحب ردالمختار نے اسکی تائید ہدایہ . خانیہ . قدوری - ملتقی نقایہ وغیرہ معتبرات حنفیہ سے نقل کی ہے پھر کہا ہے حاصل یہ ہے کہ

اگر وقف میں کسی شخص کو مصرف مقرر نہ کرے اور لفظ دوام یا جو اسکے معنے میں ہو جیسے لفظ فقراء یا لفظ صدقہ موقوفہ یا لفظ وقف شدہ برائے خدا۔ یا لفظ وقف شدہ بصورت خیرات ذکر کرے تو اس وقف کے جائز ہونے میں صاحبین کا اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) کہے پھر اسکو کسی شخص سے مخصوص و معین کر دے تو اسکی عدم جواز میں انکا اختلاف نہیں۔ یہ بات بزازیہ کے مخالف ہے اختلاف صاحبین کا انہی صورتوں میں ہے کہ صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) بلا تعیین مصرف کہے یا لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ بھی ملائے اور مصرف کو بھی معین کر دے۔ ابو یوسف رح کے نزدیک یہ وقف صحیح ہوگا۔ پھر بعد اختتام ان اشخاص معینہ کے وہ فقراء کے لیے ہو جاوے گا۔ اور اسی بات پر اعتماد ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بعد انقراض ان اشخاص کے مالک کی طرف رجوع کرے گا۔ اور مصرف معین سے وہ محل مراد ہے جو منقطع ہو جانے کا محتمل ہو۔ جیسے

زید کی اولاد یا کسی گاؤں کے فقیر جو شمار میں آتے ہوں۔ اس تحریر کو غنیمت سمجھ لے۔ اسکو بجز اس [illegible] وہی سب [illegible] ہدایہ الفقہاء میں جو منقول ہوا ہے کہ وقف سے تقرب الی اللہ مقصود ہوتا ہے۔ ایسا ہی اور کتب معتبرہ حنفیہ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ عالمگیری میں کہا ہے کہ وقف سے مطلوب اور اسکی علت غائی خدا تعالی کا قرب حاصل کرنا ہے۔

> اما سببه فطلب الزلفی۔
> (عالمگیری)
>
> وسببه ارادة محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحیاء وفی الآخرة بالتقرب الی رب الارباب۔
> (فتح القدیر)

ایسا ہی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں کہا ہے۔ ان سب عبارات کتب معتبرہ اور اقوال علماء ائمہ مذاہب اربعہ سے یہ امر بطور اصول موضوعہ ثابت ہے کہ وقف شرعی وہی ہوتا ہے جس سے تقرب بارگاہ الٰہی اور ثواب اخروی مطلوب ہو۔ اور اسکا صدقہ جاریہ غیر منقطعہ ہونا اسکی حقیقت میں داخل ہے جو صرف دو ہی صورتوں سے ہو سکتا ہے

(۱)۔ اگر اسمیں صرف وقف بولا جائے تو اسکا مصرف الیا محدود و منقطع مقرر

نکر دیا جائے جسکے قطع وختم ہوجانے سے وہ وقف منقطع ہوجائے اور وہ صدقہ جاریہ ٹھہرے (جیسے کوئی خاص شخص یا اسکی اولاد)۔ (۲) اگر لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ وخیرات یا فی سبیل اللہ یا بنام خدا بولا جاوے تو اُس صورت میں کسی خاص شخص (اپنی ذات یا اپنی اولاد یا دو اغنیاء) کو مصرف ٹھہرانے کی حالت میں امام ابوحنیفہ وامام محمدؒ کے نزدیک ان اشخاص کے ساتھ عام فقراء کا ذکر کردینا اور یہ کہہ دینا ضروری شرط وقف ہے کہ اگر وہ خاص اشخاص نہ رہیں تو وہ وقف عام فقراء کو ملے اور امام ابویوسف کے نزدیک یہ ذکر ضروری شرط نہیں ہے جب وہ خاص اشخاص نہیں گے تو وہ وقف خود بخود فقراء ومساکین کی طرف پھیرا جاوے گا اور اون کو شامل ہوجاوے گا یہ عموم وشمول لفظ صدقہ کا ہمین مفہوم ہے یا محذوف منوی جس کو انگریزی میں انڈرسٹڈ کہتے ہیں۔ یہ وقف عام ووقف خاص کے متعلق عام اصول فقہا ہے اسی اصول سے متفرع چند فروعات عبارات سابقہ کے ترجمہ میں منقول ہوچکے ہیں۔ ان کی مانند متن میں چند فروعات جزئیہ اور نقل کیجاتی ہیں۔ فتاوے عالمگیری میں ہے۔ (۱) ایک شخص نے کہا یہ میری زمین میرے لیے وقف ہے تو یہ وقف جائز ہے۔

(۱) رجل قال ارضی صدقۃ موقوفۃ علی نفسی یجوز ہذا الوقف۔

(۲) ولو قال وقفت علی نفسی ثم من بعدی علی فلان ثم علی الفقراء جاز۔

(۳) ولو قال ارضی موقوفۃ علی فلان ومن بعدہ علی او قال علی وعلی فلان او علی عبدی وعلی فلان المختار انہ یصح۔

(۴) وکذا لو قال علی ولدی وعلی من

(۲) ایک شخص نے کہا کہ مینے اپنی زمین کو اپنے نفس کے لیے اور میرے بعد فلاں شخص کے لیے بعد محتاجوں کے لیے وقف وخیرات کیا تو یہ وقف جائز ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص کہے کہ میری زمین فلاں شخص کیلئے وقف ہے اور اسکے بعد میرے لیے یا میرے لیے اور فلاں شخص کے لیے یا میرے غلام اور فلاں شخص کیلیے تو مذہب مختار یہ ہے کہ وقف

(۴) اور اسی طرح وقف صحیح ہے کہ اگر کوئی کہے

یحدث لی من الولد فاذا انقرضوا فعلی المساکین۔

کہ میں نے اپنی زمین اپنے بیٹے کے لیے جو آئندہ پیدا ہو وقف کی ہے مگر جب وہ نہ ہیں تو وہ وقف مساکین کے لیے ہوگا۔

(۵) ولو قال ارضی هذه صدقة موقوفة علی من یحدث لی من الولد ولیس له ولد یصح۔

(۵) اگر کوئی شخص کہے کہ میری یہ زمین اس بچے کے لیے وقف ہے جو پیدا ہوگا۔ حالانکہ بالفعل اسکے لیئے کوئی بیٹا نہیں ہے تو یہ وقف صحیح ہوگا۔

فاذا ادرکت الغلة تقسم علی الفقراء فان حدث له ولد بعد القسمة تصرف الغلة التی توجد بعد ذلک الی هذا الولد ما بقی هذا الولد فان لم یبق له ولد صرفت الغلة الی الفقراء کذا فی فتاوی قاضیخان۔

جب غلہ (آمدنی) وقف کا وقت آ جائے (اور اولاد پیدا نہ ہو) تو وہ غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا اگر پیچھے کر اولاد پیدا ہو جاوے تو غلہ آئندہ اُن پر صرف کیا جائے گا پھر جب اولاد باقی نہ رہے تو غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا۔ ایسا ہی فتاوے قاضی خان میں ہے۔

(۶) رجل قال ارضی هذه موقوفة علی ولدی کانت الغلة لولد صلبه یستوی فیه الذکور والاناث واذا جاز هذا الوقف فما دام یوجد واحد من ولد الصلب کانت الغلة له لا لغیره فان لم یبق واحد من البطن الاول تصرف الغلة الی الفقراء (عالمگیری)

(۶) ایک آدمی نے کہا میری یہ زمین صدقہ ہے جو میری اولاد کے لیے وقف ہے تو آمدنی اس زمین کی اس کی صلبی اولاد کے لیے ہوگی (مرد ہوں خواہ عورتیں) اور جب یہ وقف جائز ہو تو جب تک کوئی اسکی صلبی اولاد سے موجود ہوگا آمدنی توقیف اسی کے لیے

رہیگی اور جب صلبی اولاد سے کوئی نہ رہے گا تو وہ آمدنی فقیروں کی طرف پھیری جائے گی۔ یعنی اولاد کی اولاد کو نہ دی جائے گی۔

آن روایات میں سے دوسری۔ اور چوتھی اور پانچویں روایت میں وقف خاص اشخاص کا عام ہو جانا اسواسطے قرار دیا گیا ہے کہ انہیں وقف کنندہ کی صاف تصریح و بیان سے وہ وقف آخر عام فقراء و مساکین کے واسطے مقرر کیا گیا تھا اور پہلی اور تیسری اور چھٹی روایت میں اسواسطے وقف خاص کو وقف عام قرار دیا گیا ہے کہ اسمیں لفظ وقف اور لفظ صدقہ اسکی عام ہونے سے خبر دیتے ہیں۔ لہذا باوجودیکہ وقف کنندہ نے اسکو خاص وقف قرار دیا تھا وہ خود بخود وقف عام ہو جائے گا۔ جب خاص وہ لوگ نہ رہینگے۔

آن اصول و فروع فقہیہ سے جیسا کہ اس وقف خاص کا جو اولاد و اغنیاء کے لیے کیا جائے مگر آخر کو بعد انقراض و ختتام اولاد و اغنیائے اسکو عام فقراء و مساکین کے لیے وقف کنندہ کے تصریح و بیان سے کیا گیا ہو۔ اور اس سے مقصود ثواب آخرت و قرب الہی ٹھہرایا گیا ہو وقف جائز اور وقف شرعی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ویسا ہی اور اسیطرح اس وقف خاص کا جس کو وقف کنندہ اپنی اولاد کے لیے خاص کردے اور اسمیں کوئی ایسا لفظ جو اسکو عام فقراء و مساکین کے لیے کر سکے نہ بولے اور اس سے مقصود ثواب اخروی نہ ٹھہرایا جائے۔ بلکہ صرف ننگ و نام و ناموس دنیاوی اور حفظ وضع و خاندان مقصود ٹھہرایا جاوے اور در صورت موجود نہ رہنے کسی فرد اولاد یا خاندان کے اس وقف کی آمدنی کو فقراء و مساکین مسلمین پر صرف نہ کیا جاوے۔ بلکہ وہ ایک غیر اسلامی گورنمنٹ کے ہاتھ و اختیار میں چلی جاوے اور وہ اپنی رائے سے

جس کام تعلیمی یا تمدنی میں چاہیئے اسکو صرف کرے وہ وقف شرعی نہیں ہے۔ بلکہ وقف باطل ہے اور ناجائز اسکی مثال وہ وقف خاندانی ہے جسکو تہذیب الاخلاق ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں سر سید نے تجویز کیا تھا۔ اور اسکی نسبت گورنمنٹ کو یہ جتایا اور سمجھایا تھا کہ یہ وقف خاندانی اس وقف مذہبی سے جو فی سبیل اللہ امور مذہبی کے لیے کیا جاتا ہے۔ جیسے مساجد و مدارس مذہبیہ وغیرہ) سے علیحدہ چیز ہے اس وقف للّٰہی و مذہبی سے ثواب آخرت مطلوب ہوتا ہے اور اس وقف خاندان سے اپنی اور اپنے عیال کی پرورش اور خاندان ریاست کی حفاظت اور نام و ناموس کا باقی رکھنا مد نظر ہوتا ہے۔ اور درصورت عدم موجودگی ان تمام اشخاص (یعنے رشتہ داران و زوجین) کی جایداد گورنمنٹ میں چلی جاوے گی تو وہ بطور [illegible] مسلمانوں کی تعلیمی اخلاقی۔ تمدنی ترقی میں خرچ کریں (مثلاً محمدن کالج علیگڈہ میں لگا دیں۔ یا کسی مسلمان کو بیرسٹری پاس کرنے کے واسطے دیدی) اور چونکہ ایسے وقف خاندانی کا شرع محمدی میں کہیں بھی نام و نشان نہ تھا اسلیے سب سے پہلے رسالہ اشاعۃ السنہ نے اس وقف مجوزہ سر سید کا خلاف کیا۔ اور نمبر ۳ جلد ۴ بابت ۱۲۹۷ھ و ۱۸۸۰ء میں کتب مسلم فریقین سے اس کے خلاف کا ثبوت دیا۔

اسوقت کے قائمقام اور نائب سر سید نعمانی صاحب وغیرہ جو اس وقف خاندانی کو گورنمنٹ سے منظور کرانے کی کاروایاں کر رہے ہیں (جسکو وہ اس خاکسار سے مخفی رکھتے ہیں اور باوجودیکہ میں انکو اخبار وکیل امرتسر میں اپنے رسالہ مذکور کی طرف توجہ دلا چکا ہوں وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے) اگر اسی اصول سر سید پر اس وقف کی بنا قائم رکھیں گے

تو وہ بھی ہرگز کامیاب ہونگے گورنمنٹ اس وقف باطل کو جس میں فقراء و مساکین کی کبھی شمولیت نہو اور وہ ہمیشہ اغنیاء خاندان کیلئے مخصوص رہے یا بالآخر گورنمنٹ کے ہاتھ میں چلا جاوے ہرگز شرعی وقف تسلیم نہ کریگی اور اگر وہ اس وقف خاندانی کو ایسا عام کردینگے جس سے وہ بالآخر فقراء و مساکین مسلمین کو شامل ہوجاسے جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور کتب فقہ مسلمہ سے اسکا ثبوت دیا ہے تو گورنمنٹ کو اسکے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہوگا وہ وقف بعینہٖ ایسا وقف ہوجائیگا۔ جیسا وقف مساجد و مقابر یا مہمان سراء وغیرہ - اسمیں اور اسمیں فرق ہوگا تو صرف یہ ہوگا کہ یہ اوقاف بالفعل اور دم نقد فقراء و مساکین کو شامل ہیں اور سب کے لیے یکساں کار آمد ہیں اور وہ وقف خاندانی ایک وقت کے بعد فقراء و مساکین کو شامل ہوگا جبکہ اغنیاء خاندان سے کوئی نہ رہیگا یا آمدنی وقف اغنیاء خاندان سے کچھ فاضل ہوگی اور بچ رہیگی۔ اس وقف خاص خاندانی کا اصول و فروع فقہاء کے مطابق خیراتی وقف اور جائز ہونا ثابت ہوا تو اب ہم اس وقف خاص کے متعلق چند ایسے مسائل بیان کرتے ہیں جنسے اس وقف خاص خاندانی کا صدقہ و خیرات ہونا ثابت ہو۔ اور جو وقف صدقہ خیرات ہونے سے خالی ہو اسکا وقف باطل ہونا ظاہر ہو۔

پہلا مسئلہ

ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی اپنے وقف میں یہ شرط کرے کہ اس وقف کا متولی میں رہونگا اور اس کی آمدنی میں اپنے نفس پر خرچ کرونگا۔ تو یہ شرط امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف

واذا جعل الوقف غلة الوقف
لنفسه او جعل الولاية اليه جاز
عند ابی یوسف -
ولا یجوز علی قیاس قول محمد
وهو هلال الرازی وهو قال الشافعی
وجه قول محمد ان الوقف تبرع علی
وجه التملیك بالطریق الذی قدمنا
فاشتراط البعض او الكل لنفسه یبطله
لان التملیك من نفسه لا یتحقق وصار
كالصدقة المنفذة وشرط بعض
البقعة لنفسه ولابی یوسف ما روی
ان النبی صلی الله علیه وسلم كان یاكل
من صدقته والمراد بالصدقة الموقوفة
ولا یحل الاكل منها الا بالشرط
فدل علی صحته ولان الوقف ازالة
التملیك الی الله تعالی علی وجه القربة
علی ما بیناه فاذا شرط البعض او
الكل لنفسه فقد جعل ما صار مملوكا
لله تعالی لنفسه لا ان یجعل ملك
نفسه لنفسه وهذا جائز كما اذا
بنی خانا او سقایة او جعل ارضه

کے نزدیک جائز ہے امام محمدؒ کے
قول کی وجہ یہ ہے کہ وقف ایک قسم کا
احسان ہے ایسے طور پر کہ مال وقف
خدا کی ملک میں آ جاوے پھر اسمیں
بعض یا کل کو اپنے نفس کے لیے مقرر
کر لینا اس تملیک الٰہی کو باطل کرتا ہے
اور اپنے نفس کے لیے تملیک متصور
نہیں - اور یہ امر ایسا ہے جیسے کوئی
کسیکو دم نقد صدقہ دیدے اور یہ
شرط کرے کہ اسمیں کچھ میرا رہا - یا
یا کہ سب کا سب اسمیں میرا رہا -
امام ابو یوسف کی جواز پر دلیل یہ
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
اپنے اس صدقہ سے جسکو وقف کر چکے
ہیں خود بھی کھا یا کرتے اسکے جواز کی
(ایک) وجہ عقلی یہ ہے کہ وقف اپنی
ملک کو خدا کی ملک میں کر دینا ہوتا ہے
بہ نیت تقرب پھر اسمیں سے بعض
یا کل کو اپنے لئے مقرر کیا تو خدا کی
ملک کو اپنے لئے جیسے کوئی کاروان
سرائے یا سقاوہ بنا وے یا اپنی بہ

مقبرة او شرط ان ينزله او يشرب منه او ينتفع فيه ولان المقصود القربة وفي التصرف لنفسه ذلك قال عليه السلام نفقة الرجل على اهله صدقة۔
(هدایه ص۶۲۳)

زمین کو مقبرہ بناوے اور یہ شرط کرے کہ وہ خود ہی اس سرائے میں آئیگا اور اس سقاوہ سے پانی پیے گا اور اس مقبرہ میں مدفون کیا جائیگا۔ اور اسکی ایک وجہ (عقلی) یہ ہے کہ مقصود وقف سے خدا کا قرب حاصل کرنا ہے اور یہ اپنے نفس کے لیے تصرف کرنے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا اپنے گھر والوں کو خرچ دینا بھی صدقہ ہے"

ایسا ہی بعینہ برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے۔ اس شرط کے ساتھ اس وقف کے عام خیرات ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس شخص کی فوت ہو جانے کے بعد وہ وقف عام فقراء کو پہنچیگا۔ اور اسیقدر اسکی عام خیرات ہونے کے لیے کافی ہے۔

عبارت ہدایہ کے اخیر میں جو حدیث منقول ہے یہ حدیث صحیح مسلم سے بصفحہ (۱۵۸) رسالہ میں نقل ہو چکی ہے۔ اور جو قول امام یوسف کی تائید میں حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صدقہ وقف سے کھایا کرتے یہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۹۹۶۔ اور دیگر کتب حدیث میں منقول

لا نورث ما تركنا صدقة انما ياكل آل محمد من هذا المال
(بخاری ص۹۹۶ وغیرہ)

ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہو۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاویں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ ہے اسمیں ہمارے اہل بیت کھایا کرینگے۔ امام ابو یوسف رحمہ کا

یہ قول چونکہ صریح سنت وصحیح احادیث سے ثابت ہے اسلیے ہمارے نزدیک اور صاحب ہدایہ کے نزدیک وہی واجب العمل والاعتماد ہے۔

دوسرا مسئلہ

وقف کنندہ اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے متولی وقف ہونے اور کبھی اس تولیت سے معزول نہ کئے جانے کے شرط کرے تو اس صورت شرط میں بھی اسکا احکام شریعت سے فسق یا مال وقف میں اسکا اسراف و خیانت ثابت ہونے پر وہ معزول کیا جاویگا۔ اور اسکی شرط مذکور کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔

برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے کہ اگر وقف کنندہ اپنے لیے متولی ہونا شرط کرے اور وہ امانت دار نہو تو قاضی (یا حاکم وقت) کو پہنچتا ہے کہ وقف کو اسکے ہاتھ سے نکال لے۔ ایسا ہی اس حالت میں قاضی کو اسکے ہاتھ سے وقف کو نکالنے کا اختیار رہے جبکہ وہ شرط کرچکا ہوا ہے کہ قاضی کو اختیار نہوگا کہ وقف اسکے ہاتھ سے نکال لے اور غیر کو متولی کردے کیونکہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے۔

> لو شرط الولایۃ لنفسہ وکان غیر مامون علی الوقف فللقاضی ان ینزعہ من یدہ نظرا للفقراء وکذا ان شرط ان لیس للقاضی ان ینزعہ من یدہ ویولیہ غیرہ لانہ شرط یخالف لحکم الشریعۃ (برہان شرح مواہب الرحمن)

درمختار میں ہے کہ متولی وقف اگرچہ وقف کنندہ ہو وقف ہی بقول بزازیہ وجوباً اتارا جاویگا وقف کنندہ کے سوا کوئی اور متولی ہو تو وہ بطریق اولے اتارا جائیگا۔ ایسا ہی دربحار میں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ

> وینزع وجوبا (بزازیہ) لو الواقف (درر) فغیرہ اولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ او کان یصرف مالہ

فی الکیمیاء (نھر بحثا) وان شرط عدم نزعه۔ ان لاینزع قاضی و لا سلطان لمخالفة لحکم الشرع فیبطل۔ (درمختار صـ۳۹۳)

وہ امانت دار نہو۔ یا اہتمام انتظام وقف سے عاجز و بے وقوف و نالائق ہو یا اس سے کوئی فسق شراب خوری وغیرہ ظاہر ہو۔ یا مال وقف کو کیمیا میں لگاتا ہو۔ یہ بات نہر الفائق میں بحث کے طور پر لکھی ہے۔ اگرچہ وقف کنندہ یہ شرط کر چکا ہو کہ متولی کو نہ قاضی معزول کرے نہ حاکم وقت۔ کیونکہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے۔ لہذا باطل ہے لائق لحاظ نہیں۔

فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ شرائط وقف کا تب اعتبار ہوگا جبکہ وہ شریعت کے مخالف نہونگی۔ ایسا ہی رد المحتار میں ہے۔ ان تصریحات درالمختار اور فتح القدیر اور رد المحتار سے صاف ثابت ہے کہ جو فقہا کا قول ہے کہ ”شرط الواقف کنص الشارع فی المفہوم والدلالة ووجوب العمل“ (درالمختار صـ۳۹۹) یعنے وقف کنندہ کی شرط ویسی ہی واجب العمل ہوتی ہے جیسے شارع کا حکم منصوص وہ اسی شرط سے مشروط ہے کہ وہ شرط خلاف شریعت نہو۔ اس پابندی کے ساتھ واقف جو شرط چاہے اپنے وقف میں کرے۔ قاضی اور متولی وقف (اگرچہ وہ خود وقف کنندہ ہو) کو لازم ہے کہ اس شرط کے پابند رہیں۔ یہ مسئلہ فقیہہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ فلاح پانے والے وہ مسلمان ہیں

والذین هم لاماناتهم وعهدهم راعون (المؤمنون ع۱)

اوفوا بالعهد (بنی اسرائیل ع۴)

جو اپنے امانتوں اور عہد کو نگاہ رکھتے ہیں اور ارشاد ہے۔ مومنو۔ اپنے عہدوں اور عقدوں کو پورا کرو۔

اوفوا بالعقود - (مائدہ ع ۱)	شروط وقف بھی عہد و عقد میں داخل ہے

صحیح بخاری میں حدیث ہے جو شخص ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ کے روسے صحیح نہو اس کے لئے اس شرط کا کوئی حق نہیں اگرچہ سو دفعہ شرط کرلے۔

ماکان من شرط لیس فی کتاب اللّٰہ فھو باطل وان اشترط مائۃ شرط - (صحیح بخاری ص۳۷۷ و ۳۷۹ وغیرہ)

صحیح شروط ہوں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہتے ہیں۔

المسلمون علے شروطھم

اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۳ کے صفحہ ۸۶ میں اور ص۱۰۲ میں بھی اس مسئلہ پوری تفصیل ہوئی ہے۔ سرسید نے اپنی مجوزہ خاندانی وقف میں اس مسئلہ فقہیہ قرآنیہ وحدیثیہ کا بھی خلاف کیا۔

چنانچہ پہلی اپنی تجویز کے نتائج کے بیان میں کیا ہے تیسری یہ کہ جس ترتیب اور جس قاعدہ سے مالک جایداد نے قرار دیا ہو اس قاعدہ اور ترتیب سے کوئی شخص مثلاً بڑا بیٹا بطور متولی جانشین ہوگا۔ چوتھے یہ کہ جانشین کی ترتیب بالکلیہ مالک جایداد کی مرضی پر اور شرع* کے روسے اختیار ہے کہ مالک جایداد جو مناسب سمجھے اوسکے مطابق طریقہ جانشین مقرر کرے کچھہ ممانعت شرع میں نہیں ہے۔ پھر طریقہ جانشین کے بیان میں کہا ہے دفعہ ۲۲ لغایت ۲۸ جو شخص متولی سے قرابت قریبیہ رکھتا ہے اور عمر میں بڑا ہے اس شخص کو استحقاق جانشینی ہوگا۔

اس تجویز میں آپنے صرف متولی کی قرابت اور عمر کا لحاظ کیا ہے دین و

* یہاں لفظ شرع زبان وقلم سے کہا ہے اور طریقہ جانشین کے بیان میں اسکا خلاف کیا ہے۔

چال چلن کو نظر انداز کیا ہے۔ آپ کی اس تجویز کا یہ نتیجہ ہے کہ اگر متولی فاسق اور تارک صلوٰۃ۔ شارب الخمر ہوگا۔ بلکہ اسلام سے مرتد ہوجائیگا اور مال وقف کو بیجا صرف کریگا۔ تب بھی وہی متولی رہیگا جو اس مسئلہ دوم فقہیہ کے صریح برخلاف ہے اور اس وقف خاندانی کو جن میں ایسا متولی ہو ہرگز ہرگز وقف شرعی نہیں ہونے دیتا۔ تاہم مقام و نائیان سرسید بہی متولی کو ایسا ہی عام و بے قید رکھینگے تو انکا وقف بھی شرعی وقف تسلیم کرنے کے لائق ہو گا گورنمنٹ اس کو وقف شرعی تسلیم نہ کرے۔

تیسرا مسئلہ

وقف علی الاولاد والاقارب بہی چونکہ ایک صدقہ یا ہبہ ہے (جبتک کہ اسکی آمدنی صرف غنیوں پر صرف ہو) اور اسکا تبرع و احسان ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا اسمیں جملہ اقربا و اولاد وغیرہ متعلقین میں مساوات مرعی کرنا واجب ہے اور کسی کو اس وقف کے انتفاع سے بلاوجہ شرعی محروم رکھنا او ضرر پہنچانا یا ایک کو دوسرے پر (جو درجہ اور استحقاق میں اسکے مساوی ہو) ترجیح دینا جائز نہیں ہے۔ اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۳ میں صفحہ ۶۲ لغایت ۸۴ تک بسط او تفصیل دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وقف کل جایداد اگر وارثوں اور حقداروں کو چھوڑ کر غیروں کے لیے کیا جائے تو وہ وقف مضار و ناجائز ہے اور اسکا مرتکب گناہگار ہے اور اگر وہ وقف اولاد و اقارب وغیرہ حقداروں کے لیے کیا جاوے تو پھر اسمیں بعض وارثوں کا بلا وجہ شرعی بالکل محروم کر دینا یا بعض کو بعض پر بلا وجہ ترجیح دینا جائز نہیں ہے وقف مضار کی ممانعت پر آیت قرآن غیر مضار اور حدیث نبوی لا ضرر ولا ضرار اور حدیث سعد بن ابی وقاص ان تدع ورثتك اغنياء او

حدیث نہی عن الحبس اور حدیث لاحبس عن فرائض اللہ سے استدلال کیا گیا۔ اور اسکی تائید میں عبارات صحیح بخاری و دراری مضیہ اور فتح القدیر حاشیہ ہدایہ کو نقل کیا گیا ہے۔ اور ترجیح بعض ورثاء کی ممانعت پر حدیث نعمان بن بشیر سے (جس میں اسکا منجملہ ایک بیٹے کو غلام ہبہ کرنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسکو رد کرنے کا حکم دینا مروی ہے۔ اور حدیث ابوہریرہ میں (جس میں دو بیویوں سے ایک بیوی کی طرف جھک جانے پر وعید ہے) استدلال کیا گیا ہے۔

اور چونکہ اس مقام میں زیر بحث وقف علی الاولاد والاقارب ہے لہذا اس وقف کل جایداد کے (جس میں وارثوں کو محروم کرکے غیروں پر وقف کیا جاوے) دلائل پر بحث کرنے اور اسکے ممانعت وارد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف وقف علی الاولاد والاقارب میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے اور اس صورت سے انکو ضرر پہنچانے کی ممانعت و دلائل احادیث مذکورہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

کتاب صحیح بخاری میں یہ باب منعقد کیا ہے۔ کہ جب بعض اولاد کو دوسرں

باب الھبۃ للولد اذا اعطے لبعض ولدہ شیئا لم یجز حتے یعدل بینھم ویعطے الاخرین مثلہ ولا یشھد بمثلہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعدلوا بین اولادکم فی العطیۃ عن النعمان بن بشیر قال اعطانی ابی عطیۃ فقالت عمرۃ بنت رواحۃ لا ارضی حتی

کے سوا کچھہ دین۔ تو جائز نہیں جب تک سب میں مساوات و عدل نہ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کے ہبہ میں عدل کرو۔ بعہ نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ میرے باپ نے مجھے کچھ (غلام) دیا تو میری والدہ (عمرہ) نے کہا کہ میں تب خوش ہونگی جب

تشهد رسول الله صلعم فاتى رسول الله صلعم فقال انى اعطيت ابنى من عمرة بنت رواحة عطية فامرتنى ان اشهدك يا رسول الله صلعم قال اعطيت سائر ولدك مثل هذا قال لا قال فاتقوا الله واعدلوا بين اولادكم فرجع فرد عطيته (صحیح بخاری ص۳۵۲)

تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی گواہ کروگے۔ تب اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ حال عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمنے اور بیٹوں کو ویسا ہی دیا ہے اوسنے کہا نہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کیا کرو۔ پھر وہ وہاں سے پھرا اور اوس غلام کو (جو دیا تھا) واپس لیا۔

سنن ابوداود میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت

عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من كانت له امرأتان فمال الى احدهما جاء يوم القيامة وشقه مائل۔ (سنن ابوداؤد ص)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کی دو عورتیں ہوں اور وہ بخشش وغیرہ حقوق میں ایک کی طرف جھک جاوے یعنے مساواۃ وعدل نکرے تو قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئیگا کہ اسکی ایک جانب گری ہوگی (یعنے فالج زدہ ہوگی۔

اس مسئلہ وجوب مساوات پر علماء اسلام کا اتفاق اور کتب فقہ مذہب حنفیہ وغیرہ میں ایسے وقف کو جس میں کل یا بعض وارثوں کو ضرر پہنچایا جائے ناجائز لکھا ہے۔ اسباب میں ایک رسالہ منشی محمد امیر صاحب رئیس عظیم آباد پٹنہ کا شائع [illegible] صادق پٹنہ میں چھپا ہے۔ لہذا نقل عبارات [illegible] کی جگہ اس رسالہ کا حوالہ کافی سمجھا گیا ہے۔

سرسید نے اس مسئلہ اتفاقیہ اہل اسلام کا بھی اپنی مجوزہ وقف خاندانی میں خلاف کیا ہے۔ پہلے تو بضمنِ تمہید یہ لکھا ہے۔ مسلمانوں کی ملکیت میں جو جایداد ہوتی ہے شرع کے بموجب اسکی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک زمانہ حیات مالک میں اور ایک بعد وفات۔ زمانہ حیات میں ہر ایک مالک کو از روے شرع جایداد کی نسبت اختیار کامل حاصل ہوتا ہے۔ چاہے اسکو بیع کر ڈالے چاہے کسیکو بخش دے۔ چاہے وقف کرے۔ چاہے ایک ثلث کی بپابندی قواعد شرع وصیت کر دے بعد وفات کے اسکی جایداد اسکے وارثوں کو حسب فرائض تقسیم ہو جاتی ہے وراثت کا مسئلہ بموجب شرع کے ایسا مستحکم مسئلہ ہے کہ کوئی مسلمان اسکی بجا آوری سے انکار نہیں کرسکتا اور کوئی شخص اس میں دست اندازی کا مجاز نہیں۔ وصیت کا مسئلہ بھی قریب وراثت کے مسئلہ کے ہے۔ یعنی ہر شخص کو ثلث مال سے زیادہ وصیت کا اختیار نہیں اور نہ ذو الفروض کے حق میں اسکو وصیت کرنیکا اختیار ہے۔ یہ مسئلہ بھی مثل مسئلہ وراثت ایسا ہے کہ نہ کوئی اسمیں دست اندازی کرسکتا ہے اور نہ اس سے انکار کرسکتا ہے۔ مگر وقف کا مسئلہ جسکا مالک کو بموجب شرع کے اپنے حیات میں اختیار حاصل ہے غور کے قابل ہے۔

پھر اس تمہید کے بعد فتاویٰ عالمگیری کی وہ روایت متعلق وقف اولاد جو صفحہ ۱۷ وغیرہ میں منقول ہیں اور انکو وقف خاندانی مجوزہ سرسید سے کوئی تعلق نہیں نقل کرکے لکھا ہے۔ کہ مذکورہ بالا روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کے رو سے علاوہ مسئلہ وراثت و وصیت و وقف واسطے امور مذہبی [illegible] کہ وقف خاندانی کرنیکا بھی اختیار حاصل جس سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہونگے۔ پھر چار نتائج جس میں سے

تیسرے چوتھے کا ذکر اس مضمون میں صفحہ (۱۸۱) ہو چکا ہے۔ بیان کرکے کہا ہے۔ پانچویں یہ کہ مالک جائداد کو اختیار رہے کہ جس جس مقدار سے کہ مناسب سمجھے اور جس جس کے لیے مناسب سمجھے اوسکی آمدنی میں سے لائف مقرر کریں۔ کوئی قید یا ممانعت شرع کے رو سے نہیں ہے۔ پھر طریقہ جانشین بیان کیا جو صفحہ (۱۸۱) منقول ہوا ہے۔ پھر پرورش رشتہ داران کے بیان میں کہا ہے۔ جو دفعہ ۲۹ لغایت ۳۳ پرورش رشتہ داران کے لیے قاعدے بنائے گئے ہیں۔ صوبہ اودھ میں جو ریاستیں تعلقہ داروں کی قائم کی گئی ہیں۔ اونکے رشتہ داروں کی پرورش کا طریقہ جو قانوناً قرار پا گیا ہے۔ وہی طریقہ اس قانون میں رکھا گیا ہے۔ پھر اس اجمال کی تفصیل میں جو آپنے کہا ہے۔ اسمیں سے پانچ قاعدے ہماری تعرض کے لائق ہیں۔ جو ذیل میں منقول ہوتے ہیں:

(۲) ذکور کو اناث پر ترجیح ہوگی اور وہ ذکور جنکی ماں ایک ہو اور باپ مختلف بزمرہ اناث داخل ہونگے۔

۸۔ کبیر السن کی اولاد کو صغیر السن کی اولاد پر ترجیح ہوگی۔

۹۔ ایک باپ کے دو بیٹیوں سے جو مختلف ماؤں سے ہوں اس بیٹے کو ترجیح ہوگی جسکی ماں سے اسکے باپ کا نکاح پہلے ہوا ہو۔

۱۰۔ درصورت عدم موجودگی رشتہ داران نسبی کے جائداد شوہر یا زوجہ کو (جیسی صورت ہو) ملیگی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ زوجہ ہوں تو اس زوجہ کو ملیگی جس کا نکاح پہلے ہوا ہو۔

۱۱۔ درصورت عدم موجودگی ان تمام رشتہ داران نسبی و زوجین کے جائداد گورنمنٹ میں چلی جاویگی تاکہ وہ بطور مناسب مسلمانوں کی

تعلیمی اخلاقی و تمدنی ترقی میں خرچ کرے دفعہ ۲۹ جب کسی جانشین کے مرنے کے بعد ایسے رشتہ داران باقی رہیں جو آگے مذکور ہونگے تو جانشین وقف کو ایسے ہر رشتہ دار کو اپنے حیات میں یا اسی میعاد تک جو آگے مذکور ہوگی بذریعہ بارہ اقساط مساوی ماہواری کے رواج ملک کے مطابق ایک مواجب سالانہ ادا کرنا ہوگا جو اس تعداد سے زیادہ نہوگا جسکا ذکر آگے آئیگا بشرطیکہ رشتہ داران مذکور بروز وفات جانشین متوفے کے اسکے ساتھ سکونت اور خورد نوش رکھتا ہو اور بدیں شرط کہ یہ رشتہ دار کوئی کافی ذریعہ پرورش کا نہ رکھتا ہو اور نہ رکھنے والا ہو*

دفعہ ۳۰ متوفی کی جدین و والدین و بیوگان بیوہ کی حالت میں غایت تعداد واجب سالانہ حسب شرح ذیل ہوگی۔

پھر اس شرح میں سات درجہ مواجب کو ذکر کیا اور درجہ ہفتم کے بیان میں فرمایا۔

(درجہ ہفتم) جب مالیت سالانہ جائداد ہزار سے کم ہو تو تعداد ایک سو اسی روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی‡۔

جانشین متوفی کی بیوہ صغیرہ کی حالت میں تعداد مواجب سالانہ اس غایت تعداد سے نصف ہوگی۔ جسکی بیوہ بموجب جزو ما سبق دفعہ ہذا کے مستحق ہوگی۔

جانشین متوفی کے برادران اور پسران نابالغ کی حالت میں غایت تعداد مواجب سالانہ ایک ہزار دو سو روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی۔

دفعہ ۳۱ جانشین متوفی کے بھتیجوں کی حالت میں جو یتیم اور نابالغ ہوں غایت تعداد مواجب کی چھ سو روپیہ سے زیادہ نہوگی⊙

دفعہ ۳۲ جانشین متوفی کی دختران ناکتخدا اور پسران اور برادران کی بیوگان کی حالت میں غائت تعداد مواجب سالانہ کی تین سو ساٹھ روپیہ سے زیادہ نہوگی۞

* دفعہ ۲۴ ایکٹ ۱۸۶۹ء ‡ دفعہ ۲۵ ایکٹ ۱۸۶۹ء ⊙ دفعہ ۲۶ ایکٹ ۱۸۶۹ء ۞ دفعہ ۲۷ ایکٹ ۱۸۶۹ء

اس تمہید اور اس تمہید کے تفریع میں جو کچھ سرسید نے کہا ہے وہ قرارداد اسلام اور تصریحات قرآن وحدیث وفقہ کے برخلاف کہا ہے اور اسپر بجز ایکٹ ۱۸۶۹ء دفعہ ۲۴ ۲ لغایت ۲۷ کے اسلامی کتب میں کہیں روشنی نہیں پائی جاتی۔ قرآن وحدیث وفقہ میں اسکے خلاف پر ایسی روشنی پائی جاتی ہے کہ کسی مسلمان کو بشرطیکہ قرآن حدیث وفقہ میں نظر رکھتا ہو اسکو تسلیم میں تامل نہو گا۔

اشاعۃ السنہ جلد ۳ کے نمبر ۳ و ۴ میں صفحہ ۵۷ سے صفحہ ۱۰۲ تک اس تمہید اور اسکے تفریعات کا برخلاف کتاب قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور روایات کتب فقہ سے ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۰۲ سے صفحہ ۱۱۰ تک اس وقف خاندانی مجوزہ سرسید کا وقف شرعی نہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اس مقام میں ان ۶۳ صفحہ کا خلاصہ دو صفحہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ جسکا لب لباب چند امور ہیں۔

(۱) مسلمان بحکم قرآن وحدیث جیسے فرائض ووصیت میں پابند احکام شرعی ہیں ایسے ہی وقف وہبہ وصدقہ میں پابند ہیں۔ ایسے خود مختار ومطلق العنان نہیں کہ جو چاہیں کریں۔ انپر شرع کی طرف سے ایک یہ قید اور اسکی سخت پابندی ہے کہ اگر وہ اپنی جایداد غیروں پر وقف یا ہبہ کریں تو کل نکریں جن سے وارثوں اور مستحقوں کو ضرر پہنچے۔ اور وہ آور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے بھیک مانگتے پھریں اور اگر وہ کل اپنی جایداد اپنی اولاد واقارب پر وقف یا اسکو ہبہ کردیں تو اس میں مساوات مرعی رکھیں اور انکی ضرورت وحاجت کا لحاظ کریں وعلیٰ ہذا عام فقیروں ومسکینوں کیلئے بھی اسمیں جگہ وگنجایش رکھیں۔

ایک بیٹے کو اگر وہ عمر میں بڑا ہو اور والد کے ساتھ بودوباش رکھتا ہو اور اسکے سوا کوئی گذارہ رکھتا ہو۔ دوسرے بیٹے پر گو وہ صغیر سن ہو اور والد سے علحدہ کسیکا متبنی ہوکر رہتا ہو۔ اور وہ خود صاحب جایداد بن گیا ہو منافع وقف میں ترجیح نیکے

اور ایک زوجہ کو گو اسکا نکاح پہلے ہو۔ دوسری زوجہ پر گو اسکا نکاح پیچھے ہوا ہو منافع وقف میں ترجیح دیں۔ دوسری قید یہ ہے کہ وقف کنندہ اپنے وقف میں جائز شرط جو چاہے کرے اسپر بحکم مسلمہ فقہیہ شرط الواقف کنص الشارع یعنی وقف کنندہ کی شرط ایسی واجب العمل ہے جیسے شارع کی نص قرآن و حدیث پر عمل و لحاظ ہوگا۔ چنانچہ درمختار وغیرہ سے منقول ہوا ہے۔ مگر اس شرط کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ شرط خلاف شریعت قرآن و حدیث نہو۔ جو شرط ایسی ہوگی۔ وہ قابل عمل و نفاذ نہ ہوگی بلکہ رد کی جاوے گی جیسے اسکا بڑے بیٹے یا اور شخص کو جو فاسق یا خائن ہو متولی کر دینا اور اسکو بوقت ظہور فسق و خیانت علٰحدہ نکرنے کی شرط کرنا۔ یہہ حکم بھی کتب فقہ و حدیث سے منقول ہو چکا ہے) تیسری قید یہ ہے کہ وہ آمدنی وقف سے اپنے لیے اگر وہ خود متولی ہو یا دوسرے متولی اور اسکے جانشین کے لیے بقدر معروف اور بقدر ضرورت گذارہ لینا مقرر کرے اسکا اختیار نہوگا کہ وہ اوروں کو تو صرف گذارہ بقدر ضرورت دے اور باقی کل آمدنی وقف کو اپنے لیے جمع کرے یا اس سے ناجائز عیش اڑائے اور اسراف کے ساتھ خرچ میں لاوے جس وقف میں یہہ تینوں امور جو لوازم وقف سے ہیں پائی نہ جائیں گی وہ شرعی وقف نہوگا۔ بلکہ وقف باطل کہلائیگا یا اسکو انگریزی اور ہندوستانی ریاست یا تعلقہ کا ایک حکم کہا جاوے گا۔ اسی وجہ سے سرسید کے مجوزہ خاندانی وقف کو جو ان امور و لوازم وقف سے معرّیٰ تھا ہندوستان کے اکثر باخبر مسلمانوں نے وقف تسلیم نہ کیا تھا۔ اکثر اہل الرائے و کلاء و علماء و عامہ رؤسا و شرفا٭ کا اس وقف سے خلاف ہوا۔ سرسید کے نائب و قائمقام نعمانی صاحب وغیرہ اگر اپنی مجوزہ وقف کو انہیں اصول سرسید پر (جو ایکٹ نمبر ۱ وغیرہ ۱۸۶۹ء ماخوذ ہیں) مبنی

٭ یہ خلاف عام اخباروں میں اور اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۴ میں بصفحہ ۱۱۵ لغایت ۱۲۲ منقول ہو چکا ہے باقی بر صفحہ ؟

ٹھہرائینگے تو وہ وقف بھی لائق تسلیم اہل اسلام نہ ہوگا اور وہ وقف شرعی نہیں سمجھا نہ جائیگا۔ گورمنٹ اسکا خیال رکھے اور اس امر کو اپنے نوٹس میں لاوے۔

چوتھا مسئلہ

منقولات کا وقف بھی جائز ہے۔ چنانکہ غیر منقول (اراضی و مکانات) کا وقف جائز ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ مذاہب حنفی کا اختلاف ہے۔

ہدایہ میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں۔ امام

ولا یجوز وقف ما ینقل و یحول وعلے ہذا الارسال قول ابی حنیفۃ قال ابو یوسف اذا وقف ضیعۃ ببقرھا واکرتھا وھم عبیدہ جاز وکذا سائر الآت الحراثۃ لانہ تبع للارض فی تحصیل ما ھو المقصود و قال محمد یجوز حبس الکراع والسلاح معناہ وقفہ فی سبیل اللہ وابو یوسف معہ فیہ علی ما قالوا وھو استحسان والقیاس ان لا یجوز وجہ الاستحسان الآثار المشہورۃ فیہ منہا قولہ علیہ السلام اما خالد فقد حبس ادرعاً وافراساً

ابو یوسف رح کا قول ہے کہ اگر کوئی زمین کو وقف کرے تو اسکے ساتھ اور متعلقات میں اسکے متعلق بیلوں اور غلاموں کو جو اس زمین میں کھیتی کرتے ہوں۔ اور دیگر آلات زراعت کو وقف کردے تو جائز ہے امام محمد کہتے ہیں کہ گھوڑوں اور ہتھیاروں کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔ اور اس میں ابو یوسف بھی انکے ساتھ ہوگئے ہیں یہی استحسان (قیاس مخفی) ہے اور اسکی وجہ وہ آثار صحابہ مشہورہ ہیں جن میں بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ خالد اپنی درع اور گھوڑے کی راہ

بقیہ صفحہ ۱۸۹ عام اخباروں اور اشاعۃ السنۃ جلد ۳ نمبر ۴ میں صفحہ ۱۱۵ سے صفحہ ۱۲۲ تک منقول ہے۔

اس مقام میں شمس العلماء امام المحدثین والفقہاء مولانا و شیخنا و شیخ الکل مولوی سید نذیر حسین صاحب قدس اللہ سرہ کا فتوےٰ اس وقف مجوزہ سید کے خلاف میں نقل کرنا مناسب ہے (باقی بر صفحہ ۱۹۱)

فی سبیل اللہ وطلحۃ حبس درعہ
فی سبیل اللہ ویروی اکراعہ والکراع
الخیل ویدخل فی حکمہا الابل لان العرب
یجاھدون علیہا وعن محمد رح انہ
یجوز وقف ما فیہ تعامل من المنقولات
کالفاس والمر والقدوم والمنشار و
الجنازۃ وثیابہا والقدور والمراجل و
المصاحف وعن نصیر بن یحیی انہ وقف
کتبہ الحاقا بالمصحف وھذا صحیح لان
کل واحد یمسک للدین تعلیما وتعلما
وقراءۃ واکثر فقہاء الامصار علی

خدا میں وقف کر چکے ہیں اور طلحہ نے
بھی ذرع اور ایک روایت میں گھوڑی اور گھوڑے
کے حکم میں اونٹ بھی داخل ہے امام
محمد رح کے نزدیک ہر منقول چیز کا جسکے
وقف کرنے میں تعامل لوگوں کا پایا
جاتا ہو وقف جائز ہے جیسے ۔کسی۔
کلہاڑہ ۔تیشہ ۔آرہ ۔میت اٹھانے
کی چارپائی اور اسپر ڈالنے کا کپڑہ
دیگ ۔ ہنڈیا ۔ قرآن شریف وغیرہ
کتب اسلامی شہروں کے اکثر
فقہا اسی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰)

مولانا نے ارشاد فرمایا ہے کہ نفس مسئلہ وقف میں کلام نہیں۔ مگر جو اس وقف خاندانی میں ہے کہ جو شخص متوفی سے قرابت قریبہ رکھتا ہے اور عمر میں بڑا ہے اسی شخص کو استحقاق جانشینی کا ہوگا۔ شرعاً اسقدر کافی نہیں ہے بلکہ باوجود قربت قریبہ اور کلان سالی کے ہوشیار و دیانت دار ہونا اور مسرف و بدکار نہ ہونا بھی ضرور چاہیئے۔ کہ وقف میں خلل و فساد واقع نہ ہو۔ چنانچہ قولہ تعالے لا ینال عہد الظالمین اسپر شاہد ہے (۲) اور جو اسمیں مذکور ہے درصورت عدم موجودگی رشتہ داران نسبی کی جائداد شوہر یا زوجہ کو جیسی صورت ہو ملیگی۔ لیکن اگر مرد متوفی کے ایک سے زائد زوجات ہوں تو اس زوجہ کو ترجیح دیجائیگی جس کا اسکے ساتھ پہلے نکاح ہوا ہو۔ انتہے کلامہ۔ اولاً محل کلام کا اسمیں یہ ہے کہ زوجات کے نان و نفقہ کی خبر گیری حسب حاجت روا رکھی ہے انکے رشتہ داروں کا ہونا نہونا برابر ہے جس قدر نفقہ کے زوجات کو حاجت ہوگی زوجات پائینگیں بطور مدد معاش کے اوقاف میں سے اور جس قدر رشتہ داروں کو حاجت ہوگی ہر واحد موافق حاجت کے پائیگا اور جو کوئی رشتہ دار خواہ ذوی الفروض و عصبات و ذوالارحام سے نہو تو زوجہ ایک ہو یا زائد ہوں بقدر خرچ کے انکو ملیگا باقی اور مصارف فقرا میں صرف ہوگا یا جمع رہیگا آئندہ بمصارف دیگر صرف کیا جائیگا یہ میراث مملوکہ متوفی باقی نہ رہے کہ بوقت عدم موجودگی وارث کے شوہر کیلئے یا زوجہ کیلئے لانورث ما ترکنا صدقۃ الحدیث جیساکہ ابوبکر صدیق اور دیگر خلفاء عمل درآمد کرتے رہے اوقاف فدک وخیبر و بنی قریظہ وغیرہ میں آنحضرت صلعم کے مطابق دستور آنحضرت صلعم کے جو حین حیات میں اپنے ازواج مطہرات و بنات کو برابر دیتے رہے اور اہل حاجات کو حسب حاجت کے دیتے تھے اور ترجیح زوجہ اولے کو بہ نسبت زوجہ ثانیہ کے بھی خلاف شرع محمدی کے ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم زوجہ اولا و ثانیہ و ثالثہ و رابعہ وغیرہ کو برابر دیتے تھے۔ اور پہلی کو باعتبار دوسری کے ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ہاں اگر کسی زوجہ کو کچھ خرچ زائد کی حاجت ہوتی تو بقدر حاجت زائد کے اسکو دیتے تھے ما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتھوا۔ اور جو اسمیں ہے کہ جانشین متوفی کے بیوہ صغیرہ کی حالت میں غایت تعداد مواجب سالانہ کی اسکی نصف تعداد سے نصف ہوگی جبکی بیوہ کبیرہ بموجب جزو ہشتم دفعہ ہذا کے مستحق ہوتے۔ یہ قانون مطابق شرع کے نہیں بلکہ بطور مدد معاش حسب حاجت کے دونو کو دیا جاتا ہے۔ اگر دونوں حاجت میں مساوی ہیں تو برابر دینا چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلعم اوقاف میں سے ہر زوجہ کو نفقہ برابر عطا فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ سے واضح ہوتا ہے۔

قول محمد رحمۃ (ہدایۃ صفہ ۶۲۳) -

قول پر ہیں -

ایسا ہی برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے - علاوہ بریں اسمیں

وصح عند محمد وقف منقول فيه
تعامل كالمصحف وغيره من كتب
العلم وغيرها كالفاس والقدوم
والمنشار والجنازة وثيابها و
الكراع والسلاح وعليه الفتوے
وعند ابي حنيفة لا يصح وعند ابي يوسف
يصح تبعا للعقار وفي الكراع والسلاح
لابي حنيفة ان شرط الوقف التابيد
ولا تابيد في المنقول ولابي يوسف
ان النص ورد في الكراع والسلاح
فيقتصر عليه ولمحمد ان القياس يترك
بالتعامل كما في الاستصناع لان
التعامل اقوى من القياس لانه بمنزلة
الاجماع واكثر فقهاء الامصار على قول
محمد وفي القنية عن المحيط البرهان
وقف مائة دينار على مرضى الصوفية
يصح ويدفع الذهب الى انسان مضاربة
يستغلها ويصرف الربح وكذا وقف
الدراهم والكيل والموزون (برهان)

یہ بھی کہا ہے قنیہ میں محیط برہانی سے
منقول ہے کہ کوئی شخص سو دینار صوفیہ
کے بیماروں پر وقف کردے تو صحیح ہے
وہ دینار بطور مضاربت (حصہ نفع پر
کسیکو تجارت کے لیے) دیجاویں اور
اس سے نفع ہو وہ بیماروں پر خرچ
کیا جائے ایسا ہی دراہم اور وزنی اور
پیمانہ کی چیزوں کا وقف جائز ہے -
ایسا ہی ردالمحتار میں ہے اسمیں یہ بھی
کہا ہے کہ بلکہ درہم و دیناروں کا وقف
بھی جائز ہے - بلکہ قاضیوں کے نام حکم
بھی جاری ہوا تھا کہ وہ اسکے مطابق حکم
دیا کریں - چنانچہ مفتی ابوالسعود کی معروضات
میں ہے اور ہر چیز کا جو لائق وزن و
پیمانہ ہو وقف جائز ہے تا کہ اسکو بطور
مضاربت یا امانت دیا جاوے -
ایسا ہی اگر کوئی وزنی یا پیمانہ کی چیز
وقف کیجاوے تا کہ جسکے پاس بیج نہ
ہو اسکو تخم ریزی کے لیے قرض دیا جاوے

وصح ایضاً وقف کل منقول
قصدًا فیہ تعامل للناس کفاس
وقدوم بل ودراهم ودنانیر
وردا الامر للقضاة بالحکم به کما
فی معروضات المفتی ابی السعود
والمکیل وموزون فیباع ویدفع
ثمنه مضاربة او بضاعة وعلے
هذا الوقف کذا علے شرط ان
یقرضه لمن لا بذر له لیزرعه
لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره
ثم اقرضه لغيره وهكذا جاز
(خلاصه) ومنها وقف بقرة علے
ان ما خرج من لبنها او سمنها
للفقراء وان اعتادوا ذلك رجوت
ان یجوز وقدر وجنازه وثیابها
ومصحف وکتب لان التعامل
لیترك به القیاس لحدیث ماراه
المسلمون حسنًا فهو عند الله
حسن بخلاف ما لا تعامل فیه
کثیاب ومتاع وهذا قول محمد رح
وعلی الفتوی (اختیار)

اور جب درو کا وقت آجاوے تو
اس سے قرض واپس لیکر اوروں کو دیا
جاوے تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے
اور اسمیں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی گائے
وقف کرے یہ کہکر کہ جو اسکا دودھ
یا گھی نکلے وہ فقیروں کو دیا جائے
تو جائز ہے اگر ایسی عادت ہو ایسا
ہی وقف کرنا دیگ۔ چارپائی۔
جنازہ اور کتب کا جائز ہے۔ ہاں
جسکے متعلق لوگوں کا عمل نہ پایا جاوے
انکا وقف جائز نہیں جیسے [illegible] رجات
یا اور اسباب کا وقف کرنا یہ امام محمد
رح کا قول ہے اور اسیپر فتوے ہے
یہ کتاب اختیار میں ہے۔ اور بحرالرائق
میں کشتی کو اسکے اسباب سمیت اسی حکم
میں ٹھہرایا ہے۔ فتاوے بزازیہ
میں ہے کہ کمبل وغیرہ کا وقف بھی
جائز ہے اگر جاڑوں میں مسکینوں
کو دیئے جاویں اور گرمیوں میں وہ
واپس کر دیں۔ امام محمد رح کا یہ مذہب
بہ صریح سنت، اور صحیح حدیث

والحق فی البحر السفینۃ بالمتاع و البزازیۃ جاز وقف الاکسیۃ علی الفقراء فیدفع الیھم شتاء ثم یردونھا بعدہ الیھم۔ (در مختار صفحہ ۲۶۹)	کے مطابق ہے اسلیے اکثر فقہاء کا اسپر عمل ہے اور اسپر فتوے ہے اسی پر ہمارا عمل اعتقاد ہے۔ ہدایہ کی عبارتیں ہیں جن جن آثار حضرت

خالد اور طلحہ کا ذکر ہے وہ کتب احادیث سے صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہیں۔

پانچواں مسئلہ

وقف کنندہ اگر اپنے وقف میں یہ شرط کرے کہ جب وہ خود یا اسکا قائمقام متولی وقف چاہے اور اسمیں وقف اور اسکے مصرف کی بہتری سمجھے تو اس وقف کو بیع کر کے اسکے بدلے اور زمین یا گھر خرید کر وقف کر دو تو یہ شرط جائز ہے اور ائمہ مذاہب امام ابو یوسف اس شرط کو جائز رکھتے ہیں اور اسیکی مطابق ہمارا عمل واعتقاد ہے۔

ولو شرط الواقف ان یستبدل بہ ارضا اخری اذا شاء فھو جائز عند ابی یوسف وعند محمد رح الوقف جائز والشرط باطل۔ (ھدایہ صـ ۶۲۳)	ھدایہ میں کہا ہے اگر وقف کنندہ یہ شرط کرے کہ جب وہ چاہے اس وقف کو فروخت کر کے اسکی جگہ اور زمین خرید کر کے وقف کر دے تو یہ شرط جائز ہے۔

امام محمد کا یہ قول ہے کہ یہ وقف صحیح ہوگا۔ مگر یہ شرط باطل ہے لائق عمل نہیں ہے۔

اور برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے وقف کنندہ کی یہ شرط صحیح

وصح شرط الواقف ان یستبدل بہ	ہے کہ وہ چاہے اس وقف کو فروخت

ای بالوقف ارضاً اخریٰ اذا
شاء ویکون وقفا مکانه والقیاس
انه لا یصح الوقف ولا الشرط و
هو قول الشافعی واحمد لانه شرط
خلاف لمقتضی الوقف فکان
ابطالا له ووجه الاستحسان
ان فیه تحویل الوقف الی ما هو
افضل منه او مثله فکان تقریرا
للوقف لا ابطالا له وعند محمد رح
واهل البصرة وهو وجه احمد رح
ان الوقف جائز والشرط باطل
لان هذا شرط لا یمنع من زوال
الملك قربة الی الله ویتم الوقف
بدونه فکان فاسدًا کالشرط
ان یصلی فی المسجد قوم دون قوم
فان الشرط باطل ووقف المسجد
صحیح وفی شرح الوقایه لامنافاة
بین صحته الوقف وبین الاستبدال
عند ابی یوسف فانه یجوز
استبدال الوقف من غیر
شرط اذا ضعف من الریع (برهان)

کر کے اسکی جگہ اور جگہ خرید کر وقف
کردے۔ اور قیاس تو چاہتا ہے کہ
یہ شرط جائز نہو۔ کیونکہ یہ ایسی
شرط ہے جو مقتضاے وقف کے
مخالف ہے جواز کی وجہ محض یہ ہے،
کہ اسمیں وقف کا ابطال نہیں بلکہ
اسکو پختہ کرنا ہے اور ایسی صورت
سے تبدیلی ہے جو پہلی صورت سے
افضل یا اسکے برابر ہے امام محمد رح
اور اہل بصرہ کا یہ قول ہے اور ایک
روایت امام احمد سے منقول
ہے کہ یہ وقف جائز ہے اور یہ شرط
باطل ہے اس شرط سے وقف کا
ملک وقف کنندہ سے دور ہونا قرب
الٰہی کیلئے پایا جاتا ہے جس سے وقف
پورا ہو جاتا ہے اور صرف یہ شرط
شرط فاسد ہی ٹھہرتی ہے جیسے
کوئی مسجد میں یہ شرط کرے کہ اسمیں
فلاں قوم نماز پڑھے فلاں نہ پڑھے
یہ شرط ہی باطل ہے اور وقف مسجد
صحیح ہے اور شرح وقایہ میں ہے کہ

کہ امام ابو یوسف کے نزدیک صحت وقف اور اسکی تبدیلی میں کوئی فرق نہیں وہ اسکو جائز رکھتے ہیں اگر موجودہ صورت وقف سے فائدہ نہ پہنچے۔ گو وقف کنندہ نے شرط نہ کی ہو۔

اور در مختار میں ہے۔ وقف کو دوسری زمین سے بدل لینے کی شرط جائز ہے۔ یا یہ شرط کہ اسکو نقدی سے فروخت کرکے اسکے دام سے بھی دوسری زمین خریدے جب چاہے جبکہ ایسا کر چکا ہو تو دوسری زمین بھی وقف ہو جائے گی جیسے پہلی تھی اس کے [illegible] میں اگرچہ اسکا ذکر دوسری زمین میں نہوا ہو پھر اس دوسری زمین کے بدلے تیسری زمین خرید نکرے کیونکہ یہ تبدیلی بحکم شرط ہوئی اور دوسری زمین کی نسبت یہ شرط پائی نہیں گئی بلا شرط تبدیلی کا اختیار صرف قاضی کو ہے ایسا ہی دُرر بحار میں ہے اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ تبدیلی کیلئے یہ شرط ہے کہ پہلا وقف لوگوں کے فائدہ رسانی سے بالکل نکل چکا ہو اور اسکا بدل زمین ہو۔

وجائز شرط الاستبدال به ارضًا اخری حینئذٍ وبشرط بیعه ویشتری بثمنه ارضًا اخرے اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیة کالاولے فی شرائطها وان لم یذکرها ثم لایستبدلها ثالثة لانه حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیة واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکه الا القاضی (درر)۔ وشرط فی البحر خروجه عن الانتفاع بالکلیة وکون البدل عقارا۔ (در مختار ص ۳۹۲)

چھٹا مسئلہ

وقف کے منافع سے وقف کی عمارت وقیام کا خرچ سب مستحقوں سے پہلے ہونا چاہیے
چنانچہ ہدایہ میں کہا ہے - واجب ہے کہ وقف کی آمدنی پہلے اسکی عمارت

والواجب ان یبتدئ بارتفاع الوقف بعمارته شرط ذلك الواقف اولم یشترط لان قصد الواقف صرف الغلة مؤبدًا ولا یبقی دائمًا الا بالعمارة ثم ان كان الوقف علی الفقراء ولا یظفر بهم واقرب اموالهم هذه الغلة فیجب فیها ولو كان الوقف علی رجل بعینه وآخره للفقراء فهو فی ماله ای ماله شاء فی حال حیوته (هدایہ صفحہ ٦٢٠)

میں صرف کی جاوے - اس امر کی وقف کنندہ نے شرط کی ہو یا نہ - یہ اس لیے کہ وقف کنندہ کا قصد بھی یہی ہوتا ہے کہ آمدنی وقف ہمیشہ کے لیے رہے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ عمارت وقف قائم رہے - پھر وہ وقف اگر فقراء کے لیے ہو جنکا شمار نہیں ہوتا اور انکا مال وہی غلہ وقف ہوتا ہے تو اسی میں سے عمارت پر صرف کیا جاوے اور اگر وہ وقف کسی خاص (مالدار) کے لیے اور آخر کو فقراء کے لیے ہو تو اس کے مال سے (جس کو وہ دینا چاہے) اسکی زندگی تک عمارت پر خرچ کیا جاوے یعنی اسکی موت کے بعد پھر اسی غلہ وقف سے ہو۔

اس شرط کے بیان سے بیان مصرف کے علاوہ یہ بیان بھی مقصود ہے کہ جو وقف کسی خاص مالدار کے لیے ہو۔ مگر آخر اسکی موت کے بعد فقراء کے لیے کیا گیا ہو تو وہ وقف خاص بھی صحیح ہے۔ کیونکہ آخر وہ فقراء کے لیے ہو جاتا ہے۔ اس نظر سے وہ وقف بھی اس وقف خیراتی کی مانند ہو جاتا ہے جو امور مذہبی کے لیے کیا جاتا ہے جیسے وقف مساجد۔

ان چھ مسائل سے کچھ طور پر ثابت ہوا کہ وقف خاص اولاد و اقارب

وغیرہ بھی ایسا ہی خیراتی وقف ہے جیسا کہ عام وقف ہوتا ہے اور اس سے مقصود وہی قرب الٰہی و ثواب اخروی ہوتا ہے جو وقف خیراتی سے ہوتا ہے اور اسکے احکام بھی مذاہب اسلام میں وہی تسلیم کیے جاتے ہیں جو عام وقف خیراتی میں تسلیم کیے جاتے ہیں۔

بناءً علیہ گورنمنٹ کے حضور میں مودبانہ درخواست کی جاتی ہے کہ اس وقف خاص کو بھی گورنمنٹ ویسا ہی وقف شرعی تسلیم کرے جیسا کہ وقف متعلق امور مذہبی وقف مساجد وغیرہ کو تسلیم کرتی ہے۔ اور اس وقف کو اس وقف خاندانی کی جسکو سرسید نے تجویز کیا تھا نظیر سمجھکر اسکو وقف شرعی تسلیم کرنے میں تامل نہ کرے۔ جیسا کہ سرسید کے مجوزہ وقف کی تسلیم میں اسکو تامل رہا ہے۔ ان نقائص و اعتراضات سے جو سرسید مجوزہ وقف میں پائے جاتے تھے۔ ہمنے اسی وقف شرعی کو پاک اور بری کردیا ہے۔ اور وقف مجوزہ سرسید جابجا تعرض اس غرض سے ہوا ہے۔

اور اگر سرسید مجوزہ وقف اور اس کی شروط مجوزہ کے سوا بھی گورنمنٹ کو نفس مسئلہ وقف علی الاولاد والاقارب کے شرعی وقف ہونے میں تامل ہے (چنانچہ سنا گیا ہے) تو ہمارے مجوزہ و بیان کردہ وقف علی الاولاد کو ملاحظہ فرمانے کے بعد وہ تامل نہ رہنا چاہیے ہمنے اس وقف کو ان کتب شریعت اور فقہ مذہب اہل سنت (ہدایہ۔ عالمگیری وغیرہ سے) جنکا کتب شریعت اور مذہب اہل سنت ہونا گورنمنٹ کے قانون میں تسلیم کیا گیا ہے۔ ثابت کردیا ہے۔ لہذا اب اس وقف کے وقف شرعی ہونے میں گورنمنٹ کے تامل کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ گورنمنٹ ہمارے مضمون کا انگریزی ٹرینسلیشن جس اسلامی سوسائٹی یا انسٹیٹیوشن سے چاہے کرے۔ اور سرکار ترجمہ کراکے خود بھی ملاحظہ کرے۔

یہ تو اس وقف علے الاولاد والاقارب کے وقف شرعی ہونیکا علمی بیان اور اسکا ثبوت ہے اب اس وقف کی ایک عملی صورت گورنمنٹ کے حضور میں پیش کیجاتی ہے اور اسکے متعلق مودبانہ التماس ہے کہ گورنمنٹ اس صورت کو اور اسکی مثل اور عملی صورتوں کو جو اعتراضات و نقائص سے پاک ہوں وقف شرعی تسلیم کرکے مسلمانوں کو اپنی مذہبی رسم و قانون کے عمل

میں لانے کی اجازت عطا فرما کر اپنی نیوٹرلٹی (غیر طرفداری) مذہبی کو اپنے ثابت کر کے انکو اپنے احسانات قدیمانہ کا ممنون و مرہون بنا دے۔ (وہ صورت یہ ہے) کہ یہ خاکسار اپنی خداداد جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو جو خداتعالیٰ نے اس عاجز کو عطا کی ہے۔ اسمیں نہ کوئی حصہ جدّی ہے نہ پدری تعلیم و تعلم علوم دینی عربی اور اتباع شریعت محمدی کے لیے وقف کرتا ہے۔ مگر اسکا مصرف سب مستحقوں سے پہلے اپنی اولاد و اقارب نسبی و صہری (رشتہ نکاحی) کو قرار دیتا ہے۔ اُن سے جو بچے وہ دوسرے متعلموں اور دینی تعلیم گاہوں پر جسکی تفصیل اس مضمون میں ہوگی صرف کیا جاوے اور اگر میری اولاد و اقارب نسبی و صہری سے کوئی نہ رہے یا وہ میری شروط وقف کے پابند نہ رہیں تو میرا مال وقف شدہ سب کا سب دینی متعلموں اور تعلیم گاہوں اور عبادت گاہوں پر صرف کیا جاوے۔ تعیین مصارف اور بیان شروط کے پہلے میں تمہیدی ریمارک کرنا چاہتا ہوں جنمیں یہ بیان ہوگا کہ میں نے اپنی کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو کیوں وقف کر دیا اور اپنی اولاد و اقارب کو کلیات و وراثت کے لیے کہ وہ بھی حکم شرعی ہے کچھ بھی باقی کیوں نہ چھوڑا۔ جس سے غرض مقصود یہ ہے کہ میرے اسلامی بھائی مسلمان اہلحدیث حنفی وغیرہ مجھپر خلاف شریعت کا الزام لگا کر مجھپر بدگمانی و غیبت کے مرتکب ہوں اور میرا کوئی رشتہ دار وارث بننے کا حریص کوئی جھگڑا پیدا کرنے کا خیال باطل دل میں نہ جما بیٹھے۔ دنیاوی اور قانونی اصول نظر سے مجھے اپنی جائداد کا کامل اختیار ہے کہ میں جس قسم کا چاہوں اسمیں تصرف کروں کوئی مجھپر اعتراض نہیں کر سکتا۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ میں شرعی اعتراض کا مورد نہ ہوں۔ کیونکہ میں پیروی شریعت کا مدعی ہوں۔ پس واضح ہو کہ سب سے پہلی اور کل مسلمانوں میں اتفاقی وجہ اس وقف کی وہی ہوئی ہے جو ہر ایک وقف شرعی کی وجہ ہر وقف کنندہ کی نظر میں ہوا کرتی ہے اور اسکا ذکر بیان اغراض وقف میں ہو چکا ہے کہ طلب زلفیٰ الی اللہ تعالیٰ ہے یعنے خداتعالےٰ کا قرب چاہنا اور امید ثواب آخرت رکھنا اسمیں بجز خداتعالےٰ کسی شخص سے رضا کا خیال ہے

نہ کسی پر غصہ پیش نظر ہے اور نہ کسی اور کی حب کا کسی کا بغض۔
اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینے طبقہ اعلے کتب احادیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ کے یہ اقوال پڑھے اور دیکھے ہیں۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلعم ان المکثرین ہم المقلون (وفی روایۃ ہم الا قلون) یوم القیمۃ الا من اعطاہ اللہ خیرًا فنفح فیہ یمینہ وشمالہ ووراءہ وعمل فیہ خیرًا (بخاری صفحہ ۹۵۳)

(۱) آپ کا یہ قول کہ قیامت کے دن مفلس یا کم مال وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں زیادہ مالدار تھے بجز ان لوگوں کے جن کو خدا تعالے نے مال دیا تو انہوں نے دہنے بائیں اور اپنے پیچھے راہ مولے میں اڑا دیا۔

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لو کان لی مثل احد ذہبا لسرنی ان لا یمر علی ثلث لیال وعندی منہ شئ الا شیئا ارصدہ لدین (بخاری ص۹۵۴)

(۲)۔ آپکا یہ قول کہ میرے پاس پہاڑ احد کے برابر سونا ہوتا تو مجھے خوش لگتا۔ کہ مجھ پر تین شب نگذریں کہ اسمیں سے کچھ بھی میرے پاس رہے بجز اسکے کہ میں ادا قرض کے لیے رکھوں۔

وعن اسامۃ بن زید قال قال رسول اللہ قمت علی باب الجنۃ فکان عامۃ من دخلہا المساکین واصحاب الجد محبوسون۔ (بخاری مسلم ومشکوۃ ص۴۴۷)

(۳) آپکا یہ قول کہ میں بہشت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں دیکھتا ہوں کہ اسمیں اکثر مسکین ہی داخل ہوتے ہیں اور غنی (مالدار) دروازہ پر روکے ہوئے ہیں۔

اور روایتوں میں آیا ہے اسوقت تک کہ وہ لوگ غنیوں کے دنیا میں عیش اوڑانے کے بدلے بہشت میں عیش کرلیں۔ اس روکنے کی میعاد مختلف وارد ہے۔ ایک حدیث صحیح مسلم میں چالیس برس ہیں۔ ایک حدیث میں پانچسو برس جو مختلف اشخاص کی نسبت ہیں اور میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول دیکھا جو صفحہ (۲۰۱) منقول ہے۔ کہ آپ نے اپنی کل اراضی ومال کو راہ مولے میں وقف کردیا تھا جسمیں سے آپنے عیال واقربا کے لیے صرف گذارہ مقرر کردیا تھا۔ اور باقی ماندہ اور مصارف خیر کے لیے

ٹھہرایا تھا۔ ہرچند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تمام انبیا کا خاصہ تھا۔ مگر اسکا خاصہ ہونا بنظر فرضیت تھا۔ یعنی آنحضرتؐ اور دیگر انبیا پر ایسا کرنا فرض تھا۔ دوسروں پر فرض نہیں جیسے نماز تہجد جو بحکم آیت نافلۃ لك پہلے آپ پر فرض تھی امت پر نہ تھی نہ خاصہ بنظر اباحت جو کہ اوروں کے حق میں ممنوع ہوتا ہے۔ جیسے چار عورتوں سے زیادہ سے نکاح جو آپ کے لیے بحکم آیت خالصۃ لك من دون المؤمنین جائز تھا اوروں کے لیے نا جائز۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے وقف علی الاولاد والاقارب کو مسلمانوں کے لیے جائز رکھا ہے اور اسمیں بعض مال کی قید نہیں لگائی۔ جسکا کافی ثبوت اوپر گذر چکا ہے۔ اِن اقوال وعمل نبوی کی نظر سے مجھے مدت سے (جبکہ مجھے جائداد غیر منقولہ اراضی ومکانات ملی) خیال تھا کہ میں دنیا سے آخرت کا سفر کروں تو اس حالت میں نہ جاؤں کہ میں اپنی ملک میں کچھ مال چھوڑ کر جاؤں۔ بلکہ اس حالت میں جاؤں کہ دنیاوی مال سے تہیدست ومسکین ہو کر جاؤں اور قیامت کے دن مساکین میں میرا حشر ہو۔

اس بنا پر میں نے ۱۹۰۲ء مطابق سنہ ۱۳۲۰ ہجری کا رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ شائع کیا۔ تو اُس کے تیسرے صفحہ میں مینے اپنی وصیت شائع کی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ میری جائداد غیر منقولہ میرے وارثوں میں بطور وراثت تقسیم نہ ہو۔ بلکہ میرے اُن وارثوں کو جو علوم دینی عربی پڑھیں پڑھاویں اور شریعت محمدی کا اتباع کریں اسمیں سے گذارہ ملے اور باقی جائداد کی آمدنی تعلیم کے لیے اسلامی مدارس دینی میں صرف کی جائے۔

اسوقت تک میری اولاد میں تحصیل علوم عربی دینی اور اتباع شریعت محمدی سے انکار۔ اور اسپر اصرار پیدا نہوا تھا۔ لہذا اس وصیت میں مینے صرف بطور ترغیب یہ شرط تعلیم علوم دینی واتباع شریعت نبوی لگا دی تھی۔ اور یہ امید تھی کہ وہ لوگ ثواب آخرت کی نظر سے نہیں تو میری جائداد سے نفع اٹھانے ہی کی غرض سے دینی علوم عربی کی طرف توجہ کریں گے۔

دینی علوم کی تعلیم کی ضرورت ہر مسلمان کو معلوم ہے اور خاص کر ان اقوام کے لیے جو ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوئے ہوں جس قوم نو مسلم شیخان قانونگوئی میں میری پیدایش ونشو نما ہوا ہے۔ اور وہ مختلف شہروں پنجاب۔ بٹالہ۔ کلانور۔ ہوشیارپور۔ جالندھر۔ وزیر آباد۔ سیالکوٹ۔ لاہور امرتسر وغیرہ میں سکونت پذیر ہیں انکا یہ حال ہے کہ بعض ایسے

عہد سلاطین چغتائی میں برائے نام و بغرض حصول مناصب دنیاوی و انعام مسلمان تو ہوگئے تھے مگر اسلام کا کوئی نمایاں اثر انکو انکے اعمال و اعتقادات و عادات میں ظاہر نہوا تھا۔ بلکہ اکثر رسوم دنیاوی بیاہ شادی۔ ماتم غمی میں اقوام ہنود کی رسوم پر انکا عمل رہا تھا۔

میری علم و مشاہدہ میں میرے والد مرحوم شیخ عبدالرحیم صاحب عرف شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ ہی پہلے شخص تھے جنھوں نے اپنی آخیر عمر میں اس قرب و جوار میں اتباع احکام شریعت اور اجتناب رسوم جاہلیت کی بنا قائم کی اور اسمیں انکو کامیابی بھی ہوئی۔ انکے عالی دماغ میں یہ خیال خوب مستحکم ہوگیا تھا کہ اتباع احکام شریعت و اجتناب از رسوم جاہلیت اسی صورت میں قائم رہے گا۔ کہ اس قوم میں دینی علوم کی تحصیل کی رسم عام طور پر جاری ہوجائے گی۔ اس خیال سے انہوں نے اپنی متعدد اولاد کی تعلیم علوم دینی میں کوشش کی جو خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے اس عاجز کے حق میں بارآور ہوئی۔ اس خاکسار سے پہلے ہماری قوم میں ایک صاحب مولوی عطا محمد نامی ہوشیارپور میں گذر چکے ہیں اور ایک صاحب میرے وقت میں قصبہ کلانور میں میرے برادر دوست مولوی عبدالحکیم صاحب ہوئے ہیں جو عالم و فاضل وغیرہ متعدد القاب سے ممتاز ہیں۔ مگر ان دونو صاحبوں کو علوم دینی کی درس و تعلیم کا اتفاق نہیں ہوا۔ یا بہت کم ہوا ہے۔ اور انکا زیادہ تر شغل سرکاری ملازمت تعلیم سکولوں و کالجوں سے رہا اور انکی ذریات میں سلسلہ تعلیم و درس علوم دینی بھی نہیں چلا۔ اور آئندہ بھی اسکی کوئی صورت امید نظر نہیں آتی ہے۔ اسی وجہ اور فکر و خیال سے یہ عاجز ابتدا سے آجتک اپنی اولاد کی تعلیم دنیاوی کے ساتھ انکی تعلیم عربی علوم دینی کے لیے ساعی رہا ہے۔ اور اب تک ہے۔ مگر افسوس ہے کہ میری سعی کا کافی اثر اب تک میری اولاد پر ظاہر نہیں ہوا۔ میری وصیت مذکورہ اور اسکی ضمن میں ترغیب مذکورہ شائع ہوئی تو بڑے پانچ جوان لڑکوں پر اسکا بُرا اثر ظاہر ہوا اور انھوں نے تحصیل علوم عربی دینی سے صاف انکار اور خلاف ورزی احکام شریعت پر اصرار اختیار کیا۔ اور میری نافرمانبرداری اور میری اطاعت سے سرکشی کی جس سے اس جائداد کو وقف کرنے کے لیے دو وجہ اور پیدا ہوگئی ہیں جو ذیل میں معروض ہیں۔

وجہ دوم۔ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے کہ تم اپنے مالوں کو جس کو خدا تعالیٰ

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ
لکم قیاما وارزقوھم فیہا واکسوھم
وقولوا لھم قولا معروفا۔
فان آنستم منہم رشدا فادفعوا الیہم
اموالھم۔ (نساء ع ۱۱)

نے تمہارے قیام کا ایک سبب بنایا ہے۔
بے وقوفوں (بدکاروں) کو نہ دو اسمیں انکو
کھانے اور پہنے کو دو جب تک کہ انمیں صلاحیت
و رشد نہ دیکھ لو یہ حکم ان بے وقوفوں (بدکاروں)
کے مالوں کا ہے جو بذریعہ وراثت دم نقد انکی
ملک میں آچکا ہو اور وہ انکے ولیوں کی حفاظت میں بطور امانت ہو۔

اس حکم سے اس مال کا حکم جو ہنوز انکی ملک میں نہ آیا ہو اور وہ صرف اسکے امیدوار بعد موت
مورث ہوں اور انکی سفاہت درجہ فسق سے گذر کر درجہ کفر تک پہونچ گئی ہو۔ بطریق اولیٰ ثابت
ہوتا ہے۔ جس کو اصطلاح اصول فقہ میں فحوائے خطاب کہتے ہیں۔ اور چونکہ میرے لڑکوں کی سفاہت
درجہ فسق کو کامل کرکے درجہ کفر کو پہنچ گئی ہے جسکا بیان اس مضمون کے اوائل میں ہو چکا ہے اور
تحصیل علوم دینی سے جو رشد و ہدایت کا ایک ہی قوی اور موثر ذریعہ اور سبب ہے انکے انکار اور فسق
و فجور پر سالہا سال سے انکے اصرار کرنے سے کوئی صورت انکو رشد و ہدایت کی نظر نہیں آتی لہٰذا
میرا اپنی جائداد کو اپنی ملک سے نکالکر وقف کر دینا اور انکو فسق و فجور کے لیے کچھ نہ چھوڑنا اس
آیت قرآنی کے الفاظ اور فحوائے خطاب کی پوری تعمیل ہے۔ جو لوگ اپنی اولاد کے فسق و فجور
کی حالت میں انکی تملیک و توریث کے لیے اپنی جائداد چھوڑ جاتے ہیں وہ اس آیت کا صریح خلاف
کرتے ہیں اور وہ اپنی عاقبت کو خیرباد اور اپنی اولاد کے دین و دنیا کو برباد کرکے دنیا سے جاتے
ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انکے سینکڑوں ہزاروں لاکھوں روپیہ کی جائداد کو ان تھوڑے ہی
دنوں میں تلف و تباہ کر دیتے ہیں۔

اسکی مثالیں ایک نہیں دو نہیں۔ ہزاروں ہیں۔ ان نظائر ہزار در ہزار اور واقعات بے شمار
کو دیکھکر اپنے لڑکوں کے حالات اور بد اطوار اور علوم دینی سے انکے جہل اور اس جہل پر انکے
اصرار کو خیال میں لاکر مجھے ظن غالب قریب بیقین پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اگر میں اپنی جائداد کو جو
پچیس ہزار روپیہ سے زیادہ مالیت کی ہے۔ اپنی ملکیت میں چھوڑ کر مرونگا تو ان نالائقوں

میں جو زنا کاری۔ شراب خوری میں مبتلا ہیں وہ اس مال کو تھوڑے دنوں میں رنڈی بازی
و شراب خوری میں تلف کر دینگے۔ اور جو ان آفات میں اسوقت تک مبتلا نہیں وہ اس جائداد
کو اپنی ذاتی اغراض میں صرف کرینگے۔ اور میرے چھوٹے پانچ بچوں کو اور اپنی سوتیلی والدہ
کو جو دو صغیرہ لڑکیوں کی والدہ ہے کچھ نہ دینگے۔ بلکہ وہ انکو چوٹی سے پکڑ کر گھر سے باہر
نکال دینگے چنانچہ یہ بات وہ للکار کر بارہا کہہ چکے ہیں اور انکی بدکاری و ظلم کا مظلمہ میری
گردن پر رہیگا۔ ان ظالموں اور بدکاروں کے دست برد اور تظلم کے خوف سے میں نے کوئی
حصہ جائداد منقولہ کا بھی پسماندگان کی توریث تملیک کیلیے نہیں چھوڑا اور سب کا سب وقف
کر دینا چاہا ہے۔ اور اگر انکا کچھ بھی تعلق میری کسی حصہ جائداد سے رہیگا تو وہ اسکے ذریعہ
دخل پا کر جو چاہینگے کر لینگے۔ اس صورت وقف میں نا کردہ گناہ بچوں کا حق تلف نہ ہوگا۔
انجمن قائم مقام انجمن اہلحدیث متولی وقف کی توجہ سے اور گورنمنٹ کی مدد سے انکا حق ان کو
پہنچیگا اور اگر [illegible] دیکھا جاوے تو اس تحریر وقف سے ان ظالموں بدکاروں کا بھی
کوئی حق [illegible] (یعنی اس
جائداد سے نفع اٹھانا اور اسکو اپنے جائز کاموں میں لانا۔ اس سے کھانا پینا وغیرہ ضروریات
دنیا کو پورا کرنا) اس مقصود سے میں نے انکو قطعاً محروم نہیں کیا بلکہ انکے لیے اس مقصود کی طرف
راستہ کھول دیا ہے۔ اور ایک شرط وقف میں صاف کہدیا ہے کہ جو شخص میری اولاد سے
(باغی و سرکش نہ بنیں [illegible]) شرط وقف کو پورا کرے وہ اس وقف سے کھانے پینے کا نفع اٹھاوے
اور اگر اس شرط کو پورا کرنے سے وہ محروم رہیں گے تو خود محروم رہینگے۔ میرے فعل سے وہ محروم نہ ہونگے۔

وجہ سوم کتب فقہ و فرائض و حدیث میں صاف حکم شرعی وارد ہے کہ اگر کوئی
وارث اپنے مورث کو قتل و ہلاک کرے تو وہ اسکی وراثت سے محروم کیا جاوے۔ یہ حکم اسلام
میں بالاتفاق مسلم ہے۔ اور پہلے سے مضمون عقوق میں اسکے دلائل کا بیان ہو چکا ہے اور
میرے لڑکوں میں سے ایک نے میرے قتل و ہلاکت کا ارادہ کر کے اسکا کچھ سامان بہم پہنچانے
میں کوشش کی بھی تھی۔ جس میں وہ کامیاب نہوا جسمیں میرے جملہ متعلقین واقف ہیں۔ اور دو
اور بیٹے نے برملا اس ارادہ کا اظہار کیا [illegible] میرے [illegible] نے بھی سنا انکو اس ارادہ

افعال واقوال سے مجھے ظن غالب قریب بہ یقین پیدا ہو گیا کہ میں اپنی جائداد ومال کو اپنی ملک میں رکھونگا۔ تو ایک نہ ایک دن یہ مال میری جان کا وبال ہو جائے گا۔ اس ظن قریب بہ یقین نے مجھے اس امر پر امادہ کیا ہے کہ اپنی جائداد ومال کو وقف کرکے اپنی ملک سے نکالدوں اور خدا تعالےٰ کی ملک میں داخل کردوں جس سے ان ناعاقبت اندیش میرے مخفی دشمنوں کو توریث وتملیک مال کی طمع سے میرے قتل وہلاکت کا خیال اٹھ جائے۔ اور وہ میری زندگی میں یقین کرلیں کہ اب اس کو ہلاک کرنا فضول ہے اسکی ملک میں ایک کوڑی بھی باقی نہیں ہے تو اب اسکے ہلاک کرنے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ اور یہ فقہی خیال میرے دل میں آیا کہ جس حالت میں شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتل مورث کو موجب حرمان وراثت ٹھہرایا ہے۔ تو جس شخص کو اپنے وارث سے اپنے قتل کا قبل از وقوع یقین ہو اسکو اپنے قاتل کو ارث سے (نہ مطلق انتفاع بمال مورث سے) محروم کرنا اس تعلیل شارع کا عین اتباع ہے۔ اور شارع کی مجوزہ علت سے اسکے معلول تک پہنچنا ہے اور یہ وہ گناہ نہیں ہے جو کسی جائز اور مستحق [illegible] لہ جائے یہ خیال میں گذرتا ہے۔ اور اس شخص کو یہ جائز نہیں اور خلاف عقل ودین وحزم ہے کہ وہ باوجود علم ویقین ارادہ وارث کے اس حکم پر اثر علت مرتب ہونیکا انتظار کرے اور اس بات پر راضی ہو بیٹھے کہ اسکا وارث پہلے اسکو قتل کرلے اسکے بعد وہ میراث سے محروم ہو۔ جو ایسا کرے یا اس امر کو جائز رکھے اسکو تفقہ فی الدین سے کوئی مس وتعلق نہیں ہے۔

> قال صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ۔
> (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۵)

اس حکم فقہی حدیثی اتفاقی سے مینے اپنی تجویز وقف کا جواز نکالکر اس مضمون کو رسالہ جلد ۱۲ کے نمبر اول میں درج کرکے اسکے پروف علماء وکلاء اور انجمن ہاء میں مشتہر کیے تو دو ہمنام وعلم میں ہم رتبہ فاضلوں نے میرے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا کہ ارادہ قتل مورث کو کسینے موانع ارث سے شمار نہیں کیا۔ ان کی خدمت میں دوستانہ وبرادرانہ گذارش ہے کہ مینے بھی اس ارادہ قتل کو مانع ارث ثابت قرار نہ دیا تھا۔ بلکہ اس خیالی امر فرضی ارث کا مانع وعائق جو ہنوز

وجود میں نہیں آئی اور وہ موت مورث کے بعد حیات وارث کے فرض وجود سے (جو ہنوز موہوم و مفروض ہے نہ یقینی ثابت) وجود اور وقوع میں آتی۔ اگر موت مورث کے بعد انکو زندہ رہنے سے پائی جاتی۔ جسکی پوری تقریر و تفصیل مینے اب کردی ہے، وہ حضرات اس تقریر پر غور سے نگاہ ڈالیں اور مجھے اپنی اراء سے دوبارہ آگاہ کریں۔

اس وجہ سوم پر شاید کسی کو یہہ اعتراض پیدا ہو کہ ارادہ قتل تو بعض وارثوں نے کیا اور تمنے اس وقف کی تجویز سے سبھی وارثوں کو جنمیں پانچ معصوم و نادان بچے بھی ہیں ارث سے محروم کردیا۔ لہذا تمپر اس گناہ کا الزام قائم ہوگا۔ جو ظاہر الفاظ حدیث منقولہ بالا سے خیال میں آتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس وقف کی تجویز سے اور کل جائداد کو وقف کرنے سے اس صورت میں معصوم و نادان بچوں کو ارث سے محروم کرنا لازم آتا ہے۔ جبکہ اس جائداد کو صرف غیروں پر وقف کیا جائے۔ اور جس حالت میں یہہ جائداد انپر وقف کیجاوے اور جملہ مصارف و مستحقوں سے انکو مقدم کیا جاوے تو یہہ وقف ان بچوں کے لیے ایک دائمی اور ابدی جاگیر ہے اور گو [illegible] مگر معنے و مقصود ارث یعنے مال وراثت سے نفع اٹھانا اسپر پورا صادق آتا اور یہ مال اسی صورت میں انکے لیے جاگیر ہوسکتی ہے۔ کہ اسکو وقف کیا جاوے اگر وقف نہ کیا جاویگا تو یہہ ظالم و بدکار اسکو چند روز میں خورد بُرد کرلینگے۔ اور ان بچوں اور انکی عاجز والدہ کی طرف سے عدالت سے چارہ جوئی کرنیوالا بھی کوئی نہ ہوگا۔ تو وہ سب اپنے حقوق سے محروم ہوجائینگے۔ بلکہ غور کرو تو ان فاسقوں بدکار لڑکوں کو بھی اس جاگیر سے گذارہ پانے کی راہ بھی رکھدی ہے۔ اگر وہ شرط وقف کو پورا کرکے اس سے گذارہ لینے کے اپنے آپکو مستحق بنالیں گے اور مسلمان عالم تابع شریعت محمدی بن جاوینگے۔

حدیث مذکورہ بالا کے ظاہر الفاظ سے جو وراثت وارثوں کے قطع کرنے پر وعید وارد ہے تو وہ اس صورت میں ہے کہ کل جائداد غیروں کو دیدیجاوے اور وارثوں کے لیے صورتِ گذارہ کی تجویز نہ کرکے انکو مفلس و قلاش اوروں کے آگے دست سوال پھیلانے کو چھوڑا جاوے

چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں وارد ہے کہ حضرت

عن سعد بن ابی وقاصؓ قال قلت یا رسول اللہ صلعم ان لی مالا کثیرا ولیس یرثنی الا بنتی - افاتصدق بثلثی مالی قال لا قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیر انک ان ترکت ولدک اغنیاء خیر من ان تترکھم عالۃ یتکففون الناس (صحیح بخاری صفحہ ۹۹)	سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے کل مال کے دو ثلث کو پھر نصف کو غیر وارث پر خیرات کرنا چاہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو اجازت نہ دی اور فرمایا ایک ثلث خیرات کر اور ثلث بھی بہت ہے اور پھر فرمایا اگر تو وارثوں کو غنی چھوڑ جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو

ان کو محتاج چھوڑ جاوے جو لوگوں کے آگے دستِ سوال پھیلاتے پھریں۔

یہی محمل ان احادیث و آثار صحابہؓ کا ہے جن میں حبس فرائض سے نہی وارد ہے اور جو وقف یا خیرات کل ایسی صورت سے کرے جس میں اپنے وارثوں کو وہ مستحقوں ہو تو کہلے۔ تو وہ اس وعید قطع میراث اور حبس فرائض کا مورد نہیں ہے، جس پر آفتاب جیسی روشن دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل موجود ہے کہ آپ نے ساری جائداد کو وقف کر دیا۔ جسمیں سے اپنی اہلبیت کا حق مقدم کیا۔ اور فقہاء اسلام کا وقف علی الاولاد والاقارب کو جائز رکھنا اور اسمیں بعض مال کی قید نہ لگانا اس فعل نبوی کو صحت کے لیے لائق اقتدا قرار دیتا ہے۔ کیونکہ مفاہیم کتب بالاتفاق حجت ہیں گو مفاہیم نصوص میں حنفیہ و شافعیہ کا اختلاف ہے (رد المحتار حاشیہ در المختار ملاحظہ ہو)۔

تمہیدی ریمارک ختم ہوا۔ جس سے ثابت ہوگیا کہ خاکسار کا اپنی کل جائداد کو اولاد۔ اقارب وغیرہ مستحقین پر وقف کرنا کافی وجوہات رکھتا ہے۔ اور وہ کسی شرعی اعتراض کا محل نہیں ہے۔

اب میں اس وقف کی شرائط بیان کرتا ہوں اور اسکے مصارف کی تعیین اور ایک ہی منصفانہ پیمانہ (جس میں نہ ایک بیٹے کو دوسرے بیٹے پر کسی قسم کی ترجیح دیگئی ہے۔ اور نہ ایک بیٹی کو دوسری بیٹی پر نہ ایک زوجہ کو دوسری زوجہ پر) سے اس وقف کی تقسیم عمل میں لاتا ہوں۔ وباللہ التوفیق ومنہ الوصول الی حق الحقیق

مخفی نہ رہے میری ملک اور قبضہ و تصرف میں جو جائداد غیر منقولہ ہے دو مکان
سکونتی۔ قیمتی تقریباً چار ہزار روپیہ (۱) حویلی قدیم۔ (۲) دیوان خانہ ہیں۔ اک
تیسرے مکان منہدم کی زمین ملبہ قیمت تقریباً دو ڈھائی سو روپیہ۔ اور چار مربعہ زمین
جو اپر گوگیرہ برانچ سوئیر چناب پر چک نمبر ۱۲۳ میں سرکار انگریزی سے عنایت
ہوئی ہے۔ اس زمین کی قیمت رائج الوقت بیس ہزار روپیہ اور چار مربعہ زمین کے حق
تعہد (حق کاشت) میں ریاست بہاولپور میں ہے۔ دو مربعہ کے قریب علاقہ ضلع
خانپور میں۔ اور دو مربعہ علاقہ نوشہرہ میں۔

زمین سرکار انگریزی کے علاقہ کی آمدنی اسوقت نو سو روپیہ سالانہ ہے۔ جو
ایک ٹھیکہ دار کاشتکار سے وصول ہوتی ہے۔ اور اپنے اہتمام سے کاشت کرانے پر
سہ چند اور کم از کم دو چند ہو سکتی ہے۔ اور ریاست بہاولپور کے علاقہ کی زمین۔ جو
عرصہ ڈیڑھ سال سے میرے قبضہ میں ہے۔ اس سے ابتک کچھ آمدنی نہیں ہوئی۔ جو لوگ
اس زمین میں میرے کاشتکار و حصہ دار ہیں وہی اسکی کاشت کراتے ہیں۔ اور
ابھی تک نفع و نقصان مساوی بتاتے ہیں۔ بلکہ ایک فصل کا معاملہ سرکاری مجھی
سے لے چکے ہیں۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ وہاں نگرانی کرنے والا میرا اپنا آدمی کوئی نہیں ہے۔
میں عنقریب وہاں خود پہنچکر اپنا کوئی قائممقام مقرر کرونگا۔ تو امید ہے کہ اسکی آمدنی
سے بھی مجھے کچھ نہ کچھ وصول ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

دونو سکونتی مکانات کی نسبت میں صاف اور قطعی طور پر کہتا ہوں کہ وہ فی سبیل
اللہ وقف ہیں۔ اسمیں سکونت کا حق میری زندگی میں مجھے ہے اور ہوگا۔ اور میرے
اس عیال کو جو حکم خدا اور رسول کے مطابق میری اطاعت میں رہکر اس مکان میں رہنا
چاہیں۔ اور اس شرط کے پابند رہیں۔ کہ وہ نماز روزہ وغیرہ احکام اسلام کے پابند
رہینگے۔ اور جو بلحاظ عمر علوم دینی کی تعلیم پانے کے لائق ہوں وہ قرآن و حدیث
وغیرہ علوم دینی اور انکے مبادی و وسائل پڑھینگے اور شریعت کے گناہوں کا عملاً
ارتکاب نہ کرینگے۔ جسکا ادنے درجہ حقہ نوشی ہے اور جوان لڑکوں کے ریش تراشی۔
اسی پر بقیہ گناہوں کو قیاس کرنا چاہیے۔

میرے پانچ جوان لڑکوں (عبد السلام۔ محمد اطہر۔ احمد حسین۔ عبد النور۔

(جو ایک والدہ سے ہیں) اور حمید الشکور نے (جو دوسری والدہ سے ہے) میری اطاعت سے بغاوت اختیار کی اور تعلیم دینی حاصل کرنے سے صاف انکار کر کے اور نماز وغیرہ احکام اسلام سے بعض نے عدم التزام و ترک سے اور بعض نے صاف انکار کر کے اور حقہ نوشی سے بڑھکر منہیات شرعیہ اور بعض نے جرائم قانونی (جن کی مثلیں عدالت میں موجود ہیں) کا ارتکاب کر کے بعض نے ڈاڑھیاں صفا چٹ کرا کے بعض خشخشی کرا کے شرط مذکور کا خلاف کیا۔ اور وہ میرے پاس سے چلے گئے۔ اور پہلے تین اپنی والدہ کو بھی میری اجازت کے بغیر بلکہ صریح ممانعت کے ساتھ ناشزہ بنا کر اپنے پاس لے گئے ہیں۔ لہذا ان میں سے کوئی میرے مکانات میں سکونت رکھنے کا حق نہیں رکھتا۔ بجز اس حالت کے کہ وہ اپنی سرکشی اور بغاوت اور نشوز اور جرائم شرعیہ سے تائب ہو کر مسلمان اور تعلیم پانے کے لائق ہیں وہ تعلیم علوم دینیہ میں مصروف ہو کر عالم باعمل ہو جاویں۔

پانچ لڑکوں کے علاوہ میری تین جوان لڑکیاں صاحب اولاد و بعض صاحب اولاد اولاد (امۃ السلام۔ امۃ الرشید۔ امۃ الکریم) ہیں یہ جب تک صغیر سن رہیں میری تربیت و تعلیم سے میری اطاعت میں رہیں۔ اور جب جوان ہوئیں۔ اور انکی شادی ہو گئی تو وہ تینوں بحکم مقولہ سعدیہ الناس علے دین ملوکھم اپنے شوہروں کے جو تینوں (کوئی دینی اختلاف کی وجہ سے کوئی دنیاوی اغراض فاسدہ کی وجہ سے) میری مخالف ہیں میری اطاعت سے خارج اور شرط وقف کے مخالف ہو گئیں۔ اور بعض انمیں سے نماز و روزہ کی پابند بھی نہیں رہیں۔ لہذا وہ تینوں اور انکے شوہر ان مکانوں میں سکونت کرنے یا ایک دن یا رات عارضی قیام کرنے کے لیے بھی مستحق نہیں ہیں۔

بالفعل ان مکانوں میں سکونت کرنے کے مستحق میرے علاوہ میری متعلقین سے قطعًا سات اشخاص ہیں اور وہ معلق و مشروط بہ شرط۔

اول میری ہمنام زوجہ (والدہ صفیہ و رقیہ) دوم اسکی لڑکی صفیہ (جو چوتھے سال عمر میں ہے) سوم اسکی لڑکی رقیہ (جسکی عمر دو سال ہے) چہارم اسکی والدہ میری خوشدامن (جو بہت ضعیف العمر ہے) پنجم میری لڑکی فاطمہ (جو گیارہ سال کی

عمر میں ہے) ششم اسکا بھائی عبد الباسط (جو تیرہ سال کی عمر کا ہے) ہفتم اسکا بھائی ابو اسحٰق (جو پندرہ سال کی عمر کا ہے) اور معلق و مشروط بشرط ایک میری وہ زوجہ ہے جو نشوز اختیار کر کے بیٹوں کے پاس چلی گئی ہے وہ ان نافرمان بیٹوں سے بیزار ہو کر میری زندگی میں میرے پاس چلی آوے تو وہ مستحق سکونت ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

دوسرے میری ربیبہ میری ایک سرکش لڑکے عبد الشکور کی زوجہ ہے جسکا نکاح بعد الخلع دوبارہ اس لڑکے سے میری مرضی کے برخلاف ہوا ہے۔ اس کا قیام اس گھر میں دو شرط سے مشروط ہے۔ اول یہ کہ اسکا شوہر سرکشی چھوڑ کر اور نیک چلن ہو کر اسکو اپنے پاس نہ رکھے۔ اور اسکی خبر گیری نہ کرے۔ دوسری یہ کہ جب تک وہ بدچلن ہے وہ اس گھر میں اسکے پاس نہ آوے۔ اور جب وہ مسلمان تائب عالم باعمل ہو کر میری شرط وقف کا پابند ہو جائیگا تو وہ اور اسکی زوجہ دونو مستحق سکونت ہونگے۔

یہ میری زندگی میں ان مکانات سے فائدہ اٹھانے کے شروط ہیں۔ اور میری فوت ہو جانے کے بعد ان دونوں مکانات کو انجمن اہلحدیث حنفیہ وغیرہ۔ جو میری قائم مقام و متولی ہو گی بحکم مسئلہ (پنجم) فروخت کر کے اسکے بدلے دو یا ایک مکان لاہور میں یا جہاں مناسب سمجھے اور وہاں میرے پسماندگان کی تربیت و تعلیم کی نگرانی کر سکے خرید کر اسکو وقف کر دیں۔ اسمیں بھی ان ہی مستحقوں کو اسی شرط مذکوری استحقاق سکونت ہو گا۔ اور جو حصہ مکان انکی رہایش سے خالی ہو اسکو کرایہ پر دیکر اسکی آمدنی کو غلہ وقف میں شامل کیا جائیگا۔ اس تجویز فروخت میں وقف اور اسکے مستحقوں کا فائدہ یہ ہے کہ میری وفات کے بعد اتنے بڑے مکانوں کی ان پسماندگان کو رہایش کے لیے ضرورت نہیں۔ اور میرے بعد اس شہر و محلہ (پوریاں بٹالہ) میں انکی خبرگیری اور خیر خواہی کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔ میرے اقارب کا لعقارب میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو انکو با امن ان مکانوں میں رہنے دیگا۔ بلکہ وہ ان مکانات سے انکو باہر نکالکر انمیں اپنا بیجا تصرف کرینگے۔ اور قرآن و حدیث پڑھنے کی جگہ وہ ان مکانات میں بدکاریاں کرینگے۔

میری اس تجویز کا میری قائم مقام انجمن خلاف کریگی تو اس وقف اور اسکے مستحقوں کو سخت نقصان پہنچانے والی ہو گی۔

تیسرے مکان منہدم کی زمین و ملبہ کی نسبت میں اپنی وصیت مندرجہ نمبر ا جلد ۱۹ - رسالہ اشاعۃ السنہ میں مشتہر کرچکا ہوں۔

"یہ منہدم مکان کو میری زندگی میں اسکا ملبہ (خشت و چوب) اپنے تصرف میں لاکر میری بیٹی امۃ السلام جو صاحب اولاد ہے۔ اپنے خرچ سے تعمیر کرلے۔ یہ مکان اسکے اور اسکی اولاد کے لیے وقف رہے۔ میرے کسی وارث کا حق نہوگا کہ وہ اس مکان سے اسکو بے دخل کرے یا سکونت میں انکی مزاحمت یا مشارکت کرے۔ ہاں وہ اپنی مرضی سے جسکو چاہیے ساتھ رکھے۔"

پھر جب اسنے وہ مکان تیار کرنا چاہا تو مجھ سے دوبارہ اجازت چاہی۔ میں نے اسکی نافرمانبرداری کے کچھ آثار دیکھکر اسکو شرطی اجازت دی اور وہ شرط ایک کاپی پر جو انکے پاس ہے لکھکر انکے حوالہ کردی اور پھر اس شرط کا خلاصہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲* جلد ۲۱ میں درج کرکے اسکی متعدد کاپیاں ان لوگوں میں اور متعدد علماء (مولوی عبداللہ صاحب مدرس آرہ۔ مولوی عبداللہ صاحب مفتی و ناظم مشتشار العلماء) اور وکلا (خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب میاں فضل حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا) کے پاس بھیجدیا ہے۔ اس مقام پر [illegible] خلاصہ [illegible] بعینہٖ [illegible] ہے

اس رسالہ کے صفحہ ۳۳ و ۳۴ میں ہے :- بڑی لڑکی (امۃ السلام) نے میرے منہدم مکان اور اسکی زمین و ملبہ (جسکی قیمت دوسو روپیہ قرار پائی ہے) لے کر میری اجازت مندرجہ وصیت اوّل کے مطابق اپنی زر سے تعمیر کرالیا ہے وہ اس مکان کی سکونت کا فائدہ اٹھاسکتی ہے۔ اگر میری وصیت باقی رہی اور قانون انگریزی نے منسوخ نہ کردی تو وہ مکان اسکے اور اسکی اولاد کی سکونت کے واسطے وقف ہے۔ اسمیں اسکو اور اسکی اولاد کو سکونت کا اختیار ہوگا۔ اسکو یا اسکے کسی اولاد کو بیع و ہبہ و رہن کا اختیار نہ ہوگا۔ اس وقف کے واسطے بھی وہی شرط ہے کہ وہ اور اسکے متعلقین جو اس مکان میں رہیں احکام شریعت کا خلاف نہ کریں۔ اور اسمیں کسی گناہ شرعی کا (جیسے نماز۔ روزہ وغیرہ فرائض ترک کرنا۔ یا کسی امر معروف شرعی میں میری نافرمانبرداری کرنا۔ یا بیاہ شادی وغیرہ مواقع پر کسی گناہ یا رسم جاہلیت کا ارتکاب کرنا) عمداً ارتکاب اور اسپر اصرار نکریں اور اگر وہ اس شرط کا خلاف کریں تو وہ بھی نافرمانبردار [illegible] اس مکان سے سکونت کا فائدہ اٹھانے سے

* یہ نمبر عام لوگوں میں شائع نہیں ہوئے عام لوگوں میں جو جلد ۲۱ شائع ہوئی ہے اسمیں یہ نمبر بدلے گئے۔

محروم کیے جاویں۔ اس صورت میں مکان کی رائج الوقت قیمت تشخیص کرا کے اس میں
دو ہزار سو روپیہ قیمت زمین وملبہ وضع کرکے باقی روپیہ اسکو دیا جاوے۔ اور اس مکان
سے علیحدہ کیا جاوے۔ اور اگر وہ بلا ارتکاب شرط مذکور اپنی خوشی و مرضی سے
اس مکان کو خود چھوڑنا چاہے تو اس صورت میں بھی قیمت رائج الوقت تشخیص
کرا کے اسمیں سے دو ہزار سو روپیہ قیمت زمین وملبہ وضع کرکے باقی روپیہ اس کو
دیا جاوے۔

یہ بات تعمیر مکان سے پہلے انکو کہی گئی تھی۔ اور ایک کاپی پر جو ان کے
پاس ہے لکھکر دی گئی تھی۔ اس خاکسار ہیچ کار کا اپنے سبھی متعلقوں کے
ساتھ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ ازواج ہوں یا انکی اولاد ایک ہی اصول پر
عمل ہے۔ کہ وہ میرے گھر میں اور میرے مال میں خدا کا کوئی گناہ عمدًا
نکریں اور اسپر مصر نرہیں۔ اور اگر میری وصیت کو قانون نے توڑ دیا۔ اور میری
جائداد لائق تقسیم قرار پائی تو پھر اگر میری جائداد میں سے اس لڑکی کا حصہ دو ہزار
سو روپیہ سے زیادہ نکلا تو باقی بقدر زائد اسکو دیا جاوے اور اگر دو ہزار سو روپیہ
سے کم نکلا تو قدر فاضل واپس لیا جاوے۔ اور باقی وارثوں پر تقسیم کیا جاوے۔

پھر جب امۃ السلام باتباع شوہر اور اپنے چھوٹے بھائی عبد السلام کے (جو اسکا
شوہر بھی ہے) (عبد السلام کی بیٹی سے اسکے بیٹے کی نسبت کتخدائی ہوئی ہے) اور اسوجہ
سے جیسا کہ لڑکوں میں اول درجہ کا میرا نافرمان بردار و متکبر و سرکش وہ لڑکا
ہے ویسے ہی لڑکیوں میں اول درجہ کی نافرمان بردار سرکش و متکبر وہ لڑکی ہے)
میری اطاعت سے زیادہ سرکش ہوگئی اور میری شرط وقف سے اسکے گھر میں
پوری مخالفت ہونے لگی۔ اسکے گھر میں نماز برائے نام رہ گئی ہے نہ اس کا
شوہر التزام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے نہ جوان بیٹیاں اور بیٹا اور نہ داماد۔ بلکہ داماد ڈاڑھی
صفاچٹ کرا کے اسکے گھر میں آتا اور ٹھہرتا ہے۔ اور نمازوں کے وقت
بے نمازوں میں بیٹھا رہتا ہے۔ اور نماز نہیں پڑھتا جس سے مجھے اسقدر رنج
آتا ہے۔ جس کو میں ظاہر نہیں کرسکتا اور حقہ نوشی کے علاوہ اس گھر میں
افیون خوری کا سلسلہ بھی جاری ہے

اور جو مکان اسنے تعمیر کیا ہے اسکو اسنے اپنی ملک بنا لیا ہے وقف نہیں رہنے دیا۔ اس مخالفت شرط کی وجہ سے جیسا کہ اسلام سے حسب قرارداد مذکورہ بالا زمین اور ملبہ کی قیمت دو سو روپیہ واپس لینا یا اسکی تاوان مانگنے کا معہ پیدا کرکے اسکو مکان سے علٰیحدہ کرنا چاہا تو اسنے زمین و ملبہ کا واپس دینا منظور کر لیا۔ اور زمین مجھے واپس دیدیا۔ پھر اسکے شوہر نے اس زمین و ملبہ کو قیمت ڈیڑھ سو روپیہ مجھسے خرید لیا۔ اور کچھ روپیہ اسی وقت دے بھی دیا۔ اور باقی کے ادا کا وعدہ عرصہ چھ ماہ تک کیا۔ وصول شدہ روپیہ کی رسید اسنے مجھسے لکھوالیں۔ جن میں میں وعدہ درج کرا لیا کہ باقی ماندہ رقم وصول کرکے میں اس زمین و ملبہ کے بیع کی رجسٹری اسکے نام کرا دونگا۔

باقی روپیہ ادا کرنے کا وعدہ تو چھ مہینے کا تھا۔ اور عرصہ ایکسال سے زیادہ گذر گیا ہے۔ اب بھی وہ وعدہ پر وعدہ کرکے ٹلاتا ہے۔ اور لوگوں میں یہ کہتا ہے کہ اس مکان کا ملبہ اور زمین وہ بیٹی کو ہبہ کر چکے ہیں۔ لہذا اب وہ اسکا معاوضہ مجھسے نہیں لے سکتے۔ جن برادری کے لوگوں نے میرا اور اسکا یہ معاملہ کرایا تھا۔ وہ بھی اسکو سمجھا چکے ہیں پر وہ نہیں سمجھتا لہذا میرا ایمانی اور مذہبی فرض ہے کہ اگر وہ روپیہ باقی ماندہ ادا نکرے۔ تو میں اس وقف مال کو اس ظالم و غاصب سے چھڑاوں اور اس مال وقف کو کسی نوع تلف کرےگا یا اسکا مکان بنا لے گا یا اگر وہ عدالت میں دعویٰ دائر کرنے کے بغیر اسکو نہ چھوڑے۔ تو عدالت کے ذریعہ اس سے اس مال کو چھڑاوں میری طرف سے یہ قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ ہاں علماء دین کی اسمیں کچھ اور رائے ہو تو وہ مجھے اس سے اطلاع دیں میں اسپر عمل کرونگا۔ انشاء اللہ تعالٰے۔

بالفعل زمین رعی کے حق کاشت تعہد کو جو نانو ایک تقوم شرعی بحکم مسئلہ چہارم وقف کرتا ہوں جب وہ زمین میری ملک میں آ جائیگی تو اسوقت اصل زمین کو وقف کر دونگا۔ سرکار انگریزی کا عطیہ زمین تو امید ہے کہ اپریل ۱۹۱۸ء کو میری ملک میں آ جائیگی۔ اور عطیہ ریاست بہاولپور۔ جب مولوی عبید اللہ صاحب افسر مال اور مولوی رحیم بخش خانصاحب بلقابہ پریزیڈنٹ کونسل کی نظر توجہ ہوگی۔ افسر مال صاحب کا پانسو بیگہ اور نہری زمین عطا کرنیکا بھی وعدہ ہے۔ وہ وعدہ پورا ہوا تو میں اس زمین کو بھی اسی وقف میں شامل کر دونگا۔ انشاء اللہ تعالٰے۔

حق کاشت تعہد کی آمدنی کی تقسیم میں اپنی فرمانبردار عیال میں اس ایک ہی منصفانہ جیسے لگاو بیان سے (جسکا واجب العمل ولازم ہونا مسئلہ سوم میں بیان ہوا) کرتا ہوں۔ کہ ان تشم

* شیخ عنایت اللہ سیالکوٹی اپیل نویس لائل پور۔ عرف میں بھی مطابق قانون ہر یہ حق بیع بھی ہو سکتا ہے اور ہبہ بھی شرع کی اصطلاح کے رو سے اسکو قابل بیع کہا جاتا ہے اور یہ فقہا کے نزدیک [illegible]

باعث بائیس سو روپیہ کے قریب ہے۔ جو اس زمین کی قیمت میں سرکار کو قرض اٹھا کر دیا جاویگا۔ جسکے پانچ سال ۱۹۰۶ء تک وضع کرنیکی ضرورت ہے۔ اس روپیہ کے ادا ہو جانے کے بعد جو غالباً دو سال میں ہو جائیگا) اسکی آمدنی کے مصارف مذکورہ پر سات سو روپیہ صرف ہو جانے کے بعد جو دو سو روپیہ سالانہ کی بچت دکھائی گئی ہے۔ وہ گورنمنٹ کی نگاہ میں اس وقف کے عام خیراتی وقف ہونے کے لیے کافی ہے۔ فقہاء اسلام نے تو اس صورت وقف کو کہ وقف کنندہ ساری آمدنی وقف کو اپنے وارثوں کے لیے مخصوص کرے۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ انکی موت کے بعد تو وہ وقف اور فقیروں کو ملیگا۔ وقف شرعی قرار دیا ہے۔ اور وقف مجوزہ خاکسار میں تو دو سو روپیہ سالانہ دم نقد اور شخصوں کے لیے موجود ہے۔ پھر اس وقف کے وقف شرعی تسلیم کرنے میں گورنمنٹ کو تامل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس موجودہ دم نقد بچت کے مقابلے میں اگر یہ موہوم خیال ہو کہ نافرمانبردار کو نہیں سے دو یا تین اس شرط وقف (عالم باعمل ہونے) ہونیکو پورا کرکے اس بچت روپیہ کا بھی وہ مستحق ہو جائینگے۔ اور غیروں کے لیے کچھ نہ بچیگا تو اسکے مقابلہ میں یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ ان شخصوں کے عالم باعمل ہونے تک موجودہ شخصوں سے خصوصاً وہ وقف کنندہ جو اپنی عمر کے آخری حصے (عشرہ ہشتم) کو پہنچا ہوا ہے فوت نہ ہوگا اور اپنی جگہ خالی نہ کریگا اور [illegible] تو وہ شرط وقف کو پورا کرکے مستحق خرچ ہو جائینگے۔ اور کوئی بھی انمیں سے اپنی جگہ خالی نہ کریگا تو اس شرح ماہوار کو گھٹا کر بچت نکالنے کا متولی کو اختیار ہوگا۔ جیسے عول کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے بھی اپنی جگہ خالی کی تو بھی فقہائے کی وہ وجہ اور دلیل کہ جب کوئی فوت ہوگا تو تب ہی اسکا حصہ فقراء کو پہنچیگا اس وقف کو وقف شرعی بنانے کے لیے کافی ہوگی۔ اور خیال کرنا چاہیے کہ کیا اسوقت تک اس وقف کی آمدنی میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔ خصوصاً اراضی ریاست بہاولپور کی اوس زمین سے جو کہ خاکسار کے تعہد میں ہے یا جسکے عطا ہونیکا وعدہ ہے) حاصل کلام یہ ہے کہ موجودہ آمدنی موجودہ کو اراضی مستحقوں اور مصارف وقف سے زیادہ ہے لہذا اسی وقف خیراتی ہونے میں تامل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اور میری جائداد منقولہ سے زیادہ قیمت کی کتابیں ہیں۔ وہی انکے سوا بہت قلیل۔ آٹھ دس چارپائیاں ہیں۔ چار فرشی چوکیاں۔ ظروف بھی بہت تھوڑے جنکی قیمت دس پندرہ روپیہ کی بھی نہیں ہوگی۔ تین صندوق۔ تین الماریاں۔ پارچات پوشیدنی بہت کم۔ چار جوڑی ثابت کپڑے میرے گھر میں نکلینگے اور کچھ بھی نہیں۔ نقد وہی ہوتا ہے جو میری جیب میں رہتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار روپیہ میرے پاس آیا ہے۔ تو وہ دو تین مہینہ سے زیادہ میری پاس نہیں رہا۔ [illegible]

[illegible] فائدہ اٹھاویں [illegible] خالی کریں گے۔

نقد گھر میں چھوڑا۔ اس کتب خانہ کو (جو میری جائداد ہے بحکم مسئلہ چہارم پرچہ رسالہ اشاعۃ السنہ میں فی سبیل اللہ وقف کرتا ہوں۔ جب تک میں زندہ ہوں میری تولیت و تصرف میں رہیگی۔ میرے بعد اگر میری اولاد میں کوئی عالم باعمل ہوا۔ تو اسکی تولیت و تصرف میں رہیں۔ ورنہ حسب صواب دید انجمن اہل حدیث کسی درسگاہ یا مکتب میں بھیجی جاویں تب کے مدارس اہلحدیث میں کتب حدیث کی ضرورت ہو تو وہ اوروں سے مقدم ہیں۔ میری جائداد کے وقف کا بیان پورا ہوا جسمیں (جہاں) ایسا سمجھ کر جو شرع مضمون میں بیان ہوئی ہے مطابق عمل ہوا۔ اب آخر میں میں گورنمنٹ کے حضور میں مؤدبانہ التماس کرتا ہوں کہ میرے اس وقف کو وقف شرعی تسلیم کر کے اُسکے نفاذ کا حکم صادر فرماوے تاکہ میری زندگی کے بعد وارثوں کو جھگڑا اٹھانے کی گنجایش باقی نہ رہے۔ اور تمام مسلمانوں کے لیے اپنی نالائق اولاد کی دست برد سے اپنی جائداد بچانے اور سنبھالنے اور انکو قائم و بحال رکھنے کی صورت شرعی و قانونی پیدا ہو جاوے جس سے تمام مسلمان گورنمنٹ کے کمال ممنون ہونگے اور اسکے نیوٹرلٹی کے شکرگذار ہونگے۔ الراقم ابوسعید محمد حسین

مستشار العلماء لاہور۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ وغیرہ اسلامی علماء اہل افتا سے سوال نمبر ۱ وغیرہ جلد ۲۲ رسالہ اشاعۃ السنہ کے مضمون وقف علی الاولاد والاقارب میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ قرآن و حدیث و فقہ مذہب حنفی کے مطابق ہے یا نہیں۔ سوال دوم اس مسئلہ فقہی و حدیثی کے مطابق جو ایک عملی صورت [illegible] اپنی وقف کردہ جائداد کے متعلق بیان کی ہے۔ اس میں علماء اہل افتا کو کوئی شرعی اعتراض تو نہیں۔ اسلامی وکیلوں بیرسٹروں سے سوال نفس مسئلہ وقف علی الاولاد میں اور خاص اوس صورت میں جو سائل نے بیان کی ہے۔ کوئی قانونی اعتراض تو نہیں +

السائل ابوسعید محمد حسین۔ ایڈیٹر اشاعۃ السنہ لاہور

---

* رسالہ ماہوار اشاعۃ السنہ کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا جاری رہنا اور مال متقوم ہونا میری ذات سے وابستہ ہے۔ بذات خود یہ کوئی متقوم چیز نہیں ہے۔ جاری رہا تو بڑا قیمتی ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ میری زندگی میں اس کا نفع و نقصان میری رائے سے اس کے اجرا میں خرچ و محسوب ہوگا۔ میرے بعد اگر میری اولاد میں اسکو جاری رکھنے والا کوئی نکلا تو وہ اسکا مستحق ہوگا۔ ورنہ میری قائم مقام انجمن متولی وقف اسکی مستحق ہوگی ہاں جو اسکی پہلی جلدیں جلد کرا کے میں نے اپنی کتب میں شامل کر دی ہیں وہ اور کتب کی طرح وقف میں ہیں۔

(اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا)

عقوق

ہر کس از دست غیر نالہ کند * (الحصر) از دست خویشتن فریاد — سعدی

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اے ایمان والو۔ تمہاری بعض بی بیاں۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم۔ انما اموالکم واولادکم فتنہ۔ واللہ عندہ اجر عظیم۔ (سورہ تغابن ع ۲)

(ازواج) اور بعض اولاد تمہارے دشمن ہیں۔ ان سے بچتے رہو۔ اور اگر (اس دشمنی کو) معاف کرو اور (ان سے) درگذر کرو اور انکو بخشو تو خدا تعالےٰ (بھی تمہارے گناہ) معاف کرنے والا اور تمہیر رحم کرنے والا ہے (مگر اس معافی اور درگذری میں تمکو یہ لحاظ رہے) کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (تمہاری) آزمایش (کا محل) ہیں اور (تم ان سے درگذر کرو اور انکو معافی دو تو ایسے طور پر دو کہ تمہارے لیے) خدا تعالےٰ کے پاس بڑا ثواب ہے۔ یعنی ایسے طور پر ان سے معافی اور درگذر نہ کرو کہ اس میں تم گنہگار ہو جاؤ۔ اور معصیت کے مددگار بنو۔ مثلاً وہ گناہ کریں اور تم مال سے یا جان سے انکو مدد دو۔ یا اس گناہ پر تم ان سے خوش رہو۔ بالجملہ تم اپنا حق اُن کو چھوڑ دو خدا تعالےٰ کا حق نہ چھوڑو اور نہ چھوڑنے پر ان سے راضی رہو۔

ان آیات میں صاف اور قطعی افادہ فرمایا ہے۔ کہ اولاد و ازواج میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو باوجود تعلق نسب و رشتہ ازدواج اہل ایمان سے انکا تعلق قطع ہو جاتا ہے۔ اور وہ دشمن کہلاتے ہیں۔ اس دشمنی کے کئی مراتب و درجات ہیں جنمیں سے بعض سے عفو کا ارشاد ان ہی آیات میں ہوا ہے۔ اور جو قابل عفو نہیں اُن سے ان ہی آیات کے آخیر میں روکا بھی گیا ہے۔ ناقابل عفو دشمنی سے ایک تو اختلاف دین ہے۔ دوسرا قتل مورث۔ مورث مسلمان ہو۔ اور وارث اسلام کا معتقد نہو۔ یا بعد قبول اسلام سے مرتد ہو جائے تو وہ اس کا وارث نہیں رہتا۔ اسیطرح اگر وہ اسکو قتل کر ڈالے تب بھی محروم الارث ہو جاتا ہے۔

یہ دونو مسائل جملہ مذاہب اسلام میں اتفاقی شئے مسلم چلے آتے ہیں۔ اور قرآن و

حدیث انکی صحت میں شاہد ناطق ہیں۔

فرائض سراجی میں ہے۔ دوسرا مانع ارث وہ قتل ہی۔ جسپر قصاص

والثانی القتل الذی یتعلق بہ وجوب القصاص اوالکفارۃ۔ والثالث اختلاف الدینین فلا یرث الکافر من المسلم اجماعًا (شریفیہ وسراجی مطبوعہ مصطفائی صفحہ ۱۲ و ۱۷)	یا کفارہ لازم ہو۔ تیسرا مانع اختلاف دین ہے لہذا کافر مسلمان کا وارث نہوگا۔ اور اسپر اجماع ہے۔

اور حدیث میں ہے۔ دو مذہب مختلف کے لوگ آپس میں وارث نہونگے

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلعم لا یتوارث اھل ملتین شتی رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ۔ وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القاتل لا یرث رواہ الترمذی وابن ماجۃ (مشکوٰۃ)	اور یہ بھی ارشاد ہے۔ قاتل مقتول کا وارث نہ ہوگا۔ رہا یہ امر کہ کفر وارتداد کن کن اقوال و اعمال واعتقادات سے ثابت ہوجاتا ہے سو یہ بھی ایک طے شدہ امر ہے ہمارے

رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ کے نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ میں مضمون کفر و کافر، اور اس جلد ۲۲ کے پہلے نمبر میں مضمون گریجویٹ مسلمان اور اسلام کو ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ اہل سنت و جماعۃ کے قرارداد وموافق ہر ایک فعل معصیت کا ارتکاب یا ہر فعل اطاعت کا ترک کرنا موجب کفر وارتداد نہیں ہوتا۔ بلکہ قطعی احکام قابل الطاعت سے انکار اور نیز استہزاء اور قطعی معصیت کا استحسان اور انکا استخفاف موجب کفر وارتداد ہوتے ہیں کیونکہ ان دونوں (انکار واستخفاف) میں دین اسلام کی تکذیب پائی جاتی ہے۔ اس مسئلہ کی صحت پر بھی قرآن وحدیث شاہد ناطق ہیں۔ جن کا ذکر ہمارے مضامین مذکورہ بالا میں ہوچکا ہے۔

اسمقام میں ایک کتاب علم عقائد کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ **فقہ اکبر** میں کہا ہے۔

استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونها معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ وکذا الاستہانۃ بھا کفر	گناہ کو (چھوٹا ہو خواہ بڑا) حلال جاننا کفر ہے۔ جبکہ اسکا گناہ ہونا دلیل قطعی سے معلوم ہوجائے۔ ایسا ہی گناہ کو ہلکا

بان یعدها هینة سهلة وارتکبها
من غیر مبالاة ویجریها مجری
المباحات فی ارتکابها وکذا الاستهزاء
علی الشریعة الغراء کفر لان ذلک
من امارة تکذیب الانبیاء قال
ابن الهمام وبالجملة فقد ضم الی تحقق
الایمان اثبات امور الاخلال بها
اخلال بالایمان اتفاقا کترک السجود
للصنم وقتل نبی والاستخفاف به او
بالمصحف او بالکعبة وکذا مخالفة
ما اجمع علیه وانکاره بعد العلم به
یعنی من امور الدین فان من انکر
وجود حاتم او شجاعة علی لا یکفر قال ابن
الهمام وقد کفرت الحنفیة من واظب علی
ترک سنة استخفافا بها بسبب انها
فعلها النبی زیادة او استقباحها کمن
استقبحها من آخر جعل بعض العمامة
تحت حلقه او احفاء شاربه قلت
وقد روی ان ابا یوسف رح ذکر انه
علیه السلام کان یحب الدباء فقال
رجل انا ما احبها فحکم بارتداده وعلی
هذا الاصل تبتنی الفروع التی ذکر فی
الفتاوی الی ان ذکر مسائل عن الفتاوی
من صفحه ۱۲۱ - الی صفحه ۱۲۶ - ثم قال
کذا النووی. الکفر فی الاستقباح کفر

جاننا اور بے پروائی سے اس کا مرتکب
ہونا۔ اور اسکو امر مباح کیطرح سمجھنا اور شریعت
کے احکام کو ٹھٹھا کرنا کفر ہے۔ کیونکہ اسمیں
انبیاء کی تکذیب پائی جاتی ہے۔ شیخ
ابن الہمام نے کہا ہے کہ حاصل کلام یہ ہے
کہ باتفاق علماء کسی کا ایمان ثابت ہونے
کے لیے ایسے امور کا اسمیں پایا جانا اور
ثابت ہونا ضروری ہے۔ جنکے خلل سے
ایمان میں خلل واقع ہوتا ہے۔ جیسے
بُت کے آگے سجدہ کرنے اور نبی کو قتل کرنے یا اسکی
یا قرآن کی یا کعبہ کی اہانت کرنے کو ترک کرنا
اور ان امور سے بچنا ضروری ہے۔ اور
ان کا ارتکاب (سجدہ صنم و قتل نبی و توہین
کعبہ) کفر ہے۔ ایسا ہی اسلامی اجماعی
مسائل و امور کی مخالفت دیدہ دانستہ
کفر ہے۔ اس سے وہ امور اجماعی مراد ہیں
جو داخل و متعلق دین ہیں۔ کیونکہ جو امور
داخل دین نہوں۔ جیسے حاتم طائی کی سخاوت
یا حضرت علی رض کی شجاعت ایسے امور سے
انکار کفر نہیں۔ شیخ ابن الہمام نے کہا ہے
کہ حنفیہ نے اس شخص کو کافر کہا ہے۔ جو
ہمیشہ سنت کو ہلکا جانکر ترک کرے یا
اسکو بُرا سمجھے۔ جیسے عمامہ کا شملہ رکھنے
کو یا لبوں کے بال کٹوانے کو بُرا جاننا۔
امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ انہوں نے

فی الحال ص ۱۴۷۔
(المنح الازہر شرح فقہ الاکبر)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کدو کو پسند کرنا بیان کیا تو ایک شخص نے کہا کہ مجھے تو کدو پسند نہیں (اسپر) امام ابو یوسف نے اس شخص پر مرتد ہو جانے کا حکم فوراً لگا دیا۔ اسی قاعدہ پر کہ احکام دین کی اہانت کفر ہے۔ بہت سے فروعات مبنی ہیں جنپر کتب فتاوے میں حکم کفر لگایا گیا ہے۔ ان فروعات کی تفصیل شرح اکبر کے ص ۱۲۱ سے ص ۱۴۶ تک ہوئی ہے۔ پھر ص ۱۴۷ میں کہا ہے کہ جو شخص آئندہ کافر ہو جانے کا ارادہ ظاہر کرے وہ فی الحال کافر ہو جاتا ہے"

اہل دنیا کے اکثر اشخاص کی اولاد و ازواج ان دونو قسم کی دشمنی اپنے والدین سی کرتے ہیں۔ وہ اس دشمنی کو محسوس نہیں کرتے انکو دوست سمجھتے رہتے ہیں۔ ہم انکی فہمایش کے لیے کسی قدر تفصیل بطور تمثیل عمل میں لاتے ہیں۔ اکثر اشخاص جب ازواج و اولاد کے طالب ہوتے ہیں اور نکاح کی تجویز و سامان کرنے لگتے ہیں۔ تو خدا تیعالےٰ کے گناہ جوق جوق انکا استقبال کرتے ہیں۔ اور انکے گھروں پر ڈیری لگا لیتے ہیں۔ سودی روپیہ قرض اٹھا کر اس سے ناچ و رنگ کی تیاری آتشبازی کی خریداری دہوم دھام کی برات فخر و نمائش کی دعوت وغیرہ اسباب معاصی بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ بیوی گھر میں آئی اور پسند خاطر ہوئی تو پھر جو کچھ وہ چاہتی ہے۔ سو میاں سے گناہ کے کام کرا لیتی ہے۔ اولاد پیدا ہوئی تو گناہوںکی آؤ بھگت ہونے لگی۔ آج کیا ہے چھٹی (عقیقہ) ہے جس میں برات نکالی جاتی٭ ہے۔ انگریزی باجہ ساتھ ہے۔ ناچ ہو رہے ہیں۔ کل کو سنت (ختنہ) ہے مگر اس سنت کے ساتھ ناچ کی معصیت بھی شامل ہے۔ لڑکے کی بسم اللہ شروع ہوئی اسمیں بھی رنڈی کا ناچ ہی۔ رات کو آتشباری ضرور ہوتی ہے۔ اکثر دنیا دار اور بعض دیندار لوگ (مگر احمق اور بے علم) مسلمان ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ بذاتِ خود نماز روزہ وغیرہ فرائض اسلام کے پابند ہوتے ہیں۔ اور محرمات و منہیات شرعیہ کو برا سمجھتے ہیں۔ اور ان سے اجتناب رکھتے ہیں اور بذات خود انکے ارتکاب کو پسند نہیں کرتے۔ مگر بیاہ شادی کے موقعہ پر وہ اپنی ازواج و اولاد سے دبکر سبھی جرائم کے ارتکاب پر سکوت اختیار کر لیتے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان سب واہیات کو پسند نہیں کرتے مگر کیا کیا جائے

٭ [illegible] ایک [illegible] بھی عمل انہوں نے کیا [illegible] افسوس ہوا۔ اور یہ مصرعہ یاد آیا۔
چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

مستورات نہیں مانتیں۔ لڑکا یہ کہتا ہے کہ اگر میری شادی پر ناچ نہو گا تو میں نکاح ہی نکرا ونگا۔ اور آخر انکے مال سے انکی اجازت سے سب ہی منکرات کا سامان مہیّا کیا جاتا ہے۔ گو بعض لوگ خود ان مجالس منکرہ اور افعال قبیحہ میں شریک نہیں ہوتے مگر جو کچھ ہوتا ہے ان ہی کے روپیہ سے ہوتا ہے اور انکی اجازت سے۔ باپ چہرہ پر ڈاڑھی رکھتا ہے۔ اور اسکو منڈوانا کبھی جائز نہیں رکھتا۔ مگر اسکا بیٹا برابر چہرہ پر استرہ پھروانا اور ڈاڑھی صفاچیٹ کرواتا ہے۔ پھر بھی والد کو اسپر غصّہ نہیں آتا۔ اور وہ اس کو اپنے گھر سے نہیں نکالتا۔ والد پانچوقت نماز پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ دیتا ہے۔ کعبہ کا حج بھی کر آیا ہے۔ مگر بیٹا نماز کا نام تک نہیں لیتا۔ شراب پیتا ہے۔ رنڈی بازی کرتا ہے۔ پھر وہ والد کے گھر میں آجاتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے۔ گھر سے لے جاتا ہے۔ اسپر بھی والد اس کو گھر میں آنے سے نہیں روکتا۔ اور نہ اپنے مال میں اس کو تصرف بیجا کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہتا ہے کہ میرا مال اولاد ہی کے واسطے ہے۔ میری زندگی میں بھی یہی مالک ہیں۔ میرے مرنے کے بعد بھی یہی مالک ہونگے۔ والد نے اگر کسی گناہ [illegible] تو پھر والدہ اس روک کو اٹھا دیتی ہے اور بیٹا جو مانگے وہ دیدیتی ہے۔ پھر اس کے حکم کو والد بھی نہیں ٹلا سکتا۔

یہ فرضی وخیالی مثالیں نہیں۔ بلکہ چشم دید مشاہدات ہیں جو بہت سے وضیع گھروں اور شریف ورفیع خاندانوں کو تباہ کر چکی ہیں۔ یہ نادان وبے علم مسلمانوں کا ہی حال و ذکر نہیں۔ بعض ازواج واولاد اپنے پڑھے لکھے متعلقین داناؤں کو بھی نادان بنا دیتے ہیں۔

اس زمانہ کے بڑے دانائی اور ظاہری وباطنی علوم میں امامت کے مدعی مہاراج کرشن قادیانی (علیہ ما یستحقہٗ) کا حال سنو کہ ایک فرضی وخیالی زوجہ (محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ ساکن پٹی کی محبت آپ کے دلمیں سمائی تو آپنے اُسکے واسطے یہ پیشنگوئی گھڑ کر شایع کی کہ اگر وہ عورت مجھے چھوڑ کر کسی اَور شخص کے نکاح میں دیجاویگی تو اتنے عرصہ میں اسکا باپ فوت ہو جائیگا۔ اور اتنے عرصہ میں اسکا وہ شوہر جس سے اسکا نکاح کیا جائیگا۔ فوت ہو جاویگا۔ اور پھر وہ بیوہ ہو کر میرے

نکاح میں آجائیگی۔ پھر آپنے اس پیشگوئی کے وقوع اور اسکی تصدیق کے واسطے تائید آسمانی کے انتظار پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ دوسرے شخص (مرزا سلطان محمدؐ) سے اسکی تجویز نکاح کا حال سُنکر اس ایک تدبیر نادانی کا بھی ارتکاب کیا کہ ایک اشتہار جس کا عنوان یہ تھا۔ "اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین متین" اور اس کا مائو یہ شعر تھا ؎

چو بدنداں تو کرمے اوفتاد ✤ آں ندنداں نے بکن اے اوستاد۔

اس مضمون کا شائع کردیا۔ کہ اگر اس کی قدیمہ زوجہ اور اسکے بطن سے اسکے دونوں فرزند (مرزا سلطان احمد و مرزا فضل احمد) اس نکاح کی تجویز و تائید سے دستکش نہ ہونگے تو اس زوجہ قدیمہ پر طلاق ہوگی۔ اور اسکے دونو فرزند عاق ہونگے مگر یہ تدبیر آپکی کارگر نہوئی۔ اُس بیوی کا نکاح دوسرے شخص مرزا سلطان محمد سے ہوگیا۔ اور وہ ابتک زندہ* اپنے شوہر کے گھر میں خوش وخورم آباد ہے اور صاحب اولاد ہوگئی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۶ میں ہوچکی ہے۔

اس سوال میں اگر حق بجانب [illegible] جیسے کہ وہ لوگ مدعی ہیں تو پھر انکی وہ قدیمہ بیوی اور اسکے دونو فرزند کرشن مہاراج کے دشمن اور آیت مذکورہ صدر کے مصداق ٹھیرتے ہیں۔ اور اگر حق بجانب پارٹی مخالف (زوجہ قدیمہ و فرزندان کرشن مہاراج) تسلیم کیا جائے۔ تو پھر انکی وہ خیالی و فرضی زوجہ (جس کا نکاح انکے انکے خیال میں خدا تعالےٰ نے آسمان پر کردیا ہوا ہے۔ (دیکھو نمبر مذکور اشاعۃ السنۃ) انکے دشمن اور آیت مذکورہ کے مصداق ٹھیرتے ہیں۔ اور طرفہ ظلم و عداوت یہ کہ اس خیالی بیوی کرشن جی نے ہنوز خود انکے گھر میں آکر اسکو آباد اور انکے دلکو شاد اور انکی پیشگوئی کو سچا و صادق المیعاد نہ کیا تھا کہ مہاراج مذکور اس دنیا سے چل بسے اور اپنی ازواج و اولاد مذکور کی عداوت پر مُہر لگا گئے۔ ہمارے نزدیک انکی دونو بیویاں قدیمہ واقعی اور جدیدہ خیالی فرضی اور قدیمی کی اولاد ان کے دشمن اور آیت مذکورہ کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔ ایک بیوی آپکی اور ہے جو اماں جی کہلاتی ہے۔ اور آپکی ایک جماعت میں ام المومنین کے لقب سے ملقب ہے۔ وہ اور اسکی اولاد اور وجہ سے آپکو دشمن ہوچکے ہیں۔ [illegible] نے آپکی جائداد کو لیتے

* ہم نے سنا ہے کہ اسکے فوت ہونے کے بعد وہ بھی فوت ہوگئی ہے سو کیا مرزا جی نے یہ سنکر کہا کہ اب انکا نکاح عالم بالا میں ہوگا۔

نام رہن کرالیا ہے اور اس حیلہ میں سے دوسرے وارثوں کو محروم کردیا ہے۔
اسکی تصدیق سرکاری عدالت ضلع گورداسپور سے ہوسکتی ہے۔ اور یہ مثال دشمنی ازواج
و اولاد کی کچھ کم عبرت خیز و حیرت انگیز مثال نہیں ہے۔
ان تمثیلات کے ذکر سے ایک مقصود تو اس امر کا اظہار ہے۔ کہ بعض اولاد و بعض
ازواج عوام کے تو کجا۔ بڑے بڑے مدعیان تقدس کو بھی نہیں چھوڑتے۔ دوسرا
مقصود یہ ہے کہ اس مضمون میں جو ہمنے اپنے پانچ لڑکوں کا حال بیان کرنا ہے۔
اسکو پڑھکر مہاراج کرشن جی کی پارٹی کی رال نہ ٹپک پڑے اور وہ اس حال کو پڑھکر
اسکو اپنے گرو کی کرامت نہ بنالیں۔ اور کسی قسم کی شماتت نہ کریں۔ بلکہ اپنے گریبان
میں منہ ڈالکر اپنے گرو کی ازواج و اولاد کا حال دیکھکر سکوت اختیار کرلیں۔ اور اس
مثل ہندی کو سوچیں کہ چھاج تو بولتا ہے چھلنی کیا بولیگی۔ جسمیں ہزار چھید ہوتے ہیں
ایسے ہی لوگ آیات مذکورہ بالا میں مخاطب ہیں۔ اور انکی اولاد اور ان کی
ازواج انکے دشمن قرار دیے گئے ہیں۔ انکو ان آیات میں یہ حکم ہوا ہے کہ وہ ان
دشمنوں سے بچتے رہیں۔

اور دوسری آیات میں ارشاد ہے۔ کہ اے ایمان والو اپنے آپ کو

یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم
واھلیکم نارًا (التحریم ع ۱)

اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے
(جو گناہوں کا نتیجہ ہے) بچاؤ اور انکی

ومن الناس من یتخذ من دون
اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ
والذین اٰمنوا اشد حبًا للہ ۔
(بقرہ ع ۲۰)

ایسی محبت نہ کرو جیسے کہ خدا کی چاہیئے
ایسا کروگے تو تم انکو خدا کا شریک
ٹھہرانے والے ہوگے۔

لا تجد قومًا یؤمنون باللہ والیوم
الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ
ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم
او اخوانھم او عشیرتھم ۔
(مجادلہ ع ۳)

مومن ایسے نہیں ہوتے کہ خدا و رسول
کے مخالفوں (نافرمان برداروں)
سے محبت رکھیں گو وہ نافرمانبردار ما
باپ ہوں۔ یا بیٹے ہوں۔ یا بھائی
ہوں یا قبیلہ۔
آگے ... کی یہی صورت

ہے کہ وہ انکے کہنے سے کوئی گناہ کا کام نکریں اور کسی گناہ کے کام میں انکو مدد نہ دیں۔ اور جس صورت سے بن پڑے اور ہو سکے ہاتھ سے زبان سے ان کو گناہوں سے روکیں۔ وہ نہ مانیں تو دل سے ان سے بیزار رہیں۔ اور انسے علیحدگی اختیار کریں۔ اور اپنے گھروں سے اور اپنے اموال سے ان کو علیحدہ کردیں۔

قرآن مجید ارشاد ہے۔ نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی میں مددگار نہ ہو۔

وتعاونوا علے البر والتقوٰی ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان (مائدہ ع ۱)

حدیث شریف میں ہے جو شخص کوئی بری بات دیکھے اسکو طاقت ہو تو ہاتھ سے اسکو ہٹاوے۔ یہ طاقت نہو تو زبان سے ہٹاوے اور یہ طاقت بھی نہو تو دل سے اسپر انکار متوجہ رکھے اسکے بعد (یعنے اسکے بغیر) دانہ رائی کے برابر ایمان نہیں رہتا۔

من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ولیس وراء ذٰلک حبّۃ خردل من الایمان۔ (رواہ مسلم ونحوہ فی المشکوٰۃ ص ۴۳۸)

اور یہ حدیث بھی رسالہ جلد ۲۰ میں گذر چکی ہے۔ کہ ایک بستی کو الٹا کر پھینک دینے کا جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا۔ تو اونہوں نے عرض کیا کہ اُس بستی میں ایک ایسا شخص ہے جسنے ایک لمحہ گناہ نہیں کیا۔ تو پھر حکم ہوا کہ اسکو بھی اس حکم عذاب میں شامل کرو۔ کیونکہ وہ میرے گناہوں پر غیرت کرنے سے ایک ساعت چین بجبیں بھی نہیں ہوا۔

بنا ئً علے ہذا۔ یہ خادمِ قوم خیر خواہ برادران دین اُن حضرات کو جن کی اولاد وازواج خدا کے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور اسی حال میں وہ مال سے انکو مدد دیتے ہیں۔ اور خوشی اور الفت سے ان کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ نصیحت کرتا ہے کہ وہ اپنی اولاد وازواج کو خدا کا شریک نہ بناویں۔ اور خدا کے گناہوں میں انکی اعانت سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ اور اپنے

خداداد اموال کو ان کے دستِ ظلم سے بچاویں۔ انکو یہ نصیحت کرنے سے پہلے
اس خاکسار شرمسار نے خود اسپر عمل کیا ہے۔ جبکہ اپنے پانچ جوان لڑکوں
کو خدا کی معاصی میں مبتلا پایا۔ اور دینی علوم عربی سے (جو خدا تعالےٰ
کی اطاعت کا توفیق الٰہی سے ایک ہی کامل ذریعہ ہے) روگردان دیکھا تو
جلد نوزدہم رسالہ بابت ۱۳۲۰ہجری مطابق ۱۹۰۲ء کے پہلے نمبر میں مضمون
وصیت شائع کردیا۔ جسکا خلاصہ یہ تھا کہ میری جائداد غیر منقولہ مکانات و
میری مقبوضہ اراضی میرے وارثوں میں تقسیم نہ ہونے پاوے۔ بلکہ وہ
میری اولاد و اقارب پر جن کا نفقہ میرے ذمہ واجب ہے۔ وقف رہیں۔
اور ان سے میرے اقارب نفع اٹھاویں۔ اور گزارہ لیں۔ بشرطیکہ وہ نماز
روزہ وغیرہ احکامِ اسلام سے پابند رہیں۔ اور علمِ دین (قرآن وحدیث)
پڑھیں پڑھاویں۔

میری اس وصیت کو میری اولاد نے منظور نکیا اور اسکے برخلاف
بعض اخباروں میں یہ مضمون مشتہر کردیا تو میں نے [illegible] میں ایک اور
مضمون شائع کیا۔ جسکا عنوان یہ تھا "میری وصیت سے میرے بعض وارثوں کی
ناخوشی اور اسکا نتیجہ۔ انکی محرومی" خلاصہ جسکا یہ تھا۔ کہ اگر تم میری وصیت کو
منظور نکروگے تو میں جائداد وقف اغیار کردونگا۔ یا کسی غیر کے نام ہبہ کردونگا
تم اپنی بہتری چاہتے ہو تو میری وصیت کو مان لو اور تمام جائداد سے تم ہی
نفع اوٹھاؤ۔

میرے یہ دونوں مضمون جلد انیس میں شائع ہوئے۔ تو میری اولاد و متعلقین
خلاف ورزئے احکامِ شریعت اور تحصیلِ علوم دینی سے انکار پر مصر ہو گئی بعض
نے میرے منہ پر صاف کہدیا کہ تو ہمارا باپ نہیں۔ اور بعض غائبانہ کہنے لگ گئے
کہ یہ ہمارا باپ کیسا ہے کہ ہمارے لیے کچھ وراثت چھوڑنا نہیں چاہتا۔ سب سے بڑا
لڑکا عبدالسلام ہے۔ دوسرا اس سے چھوٹا محمد اطہر۔ تیسرا اس سے چھوٹا احمد حسین
چوتھا اس سے چھوٹا عبدالنور (جو ایک والدہ سے ہیں) پانچواں عبداللہ اکبر جو دوسری
والدہ سے ہے۔ ان سب میں اول ... کا متکبر اور میری اطاعت سے سرکش بغیر

اول ہے۔ اسنے سرکشی اختیار کی تو پھر جو سرکش ہو گیا اور تحصیل علوم دینی سے انکاری ہو کر بھاگا۔ اوسکو اُسنے اپنے پاس جگہ دی اور روپیہ پیسہ سے اسکی مدد کی۔ اور سب سے بڑھکر بدچلنی اختیار کرنے والا اور مجھے جانی و مالی ایذا پہنچانے والا نمبر چہارم و پنجم ہے۔ اور احکام شریعت نماز وغیرہ کا استخفاف اور تحصیل علوم دین کے انکار سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ ان میں بعض ایسے ہیں جو اسلام چھوڑ کر عیسائی یا آریہ ہو جانے کا ارادہ کر چکے تھے۔ بعض جو میرے جبر سے نماز میں کھڑے ہو گئے تو بے وضو بلا استنجا بول و براز اور بعض نماز کو صریح گالیاں بھی دے چکے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو قانونی جرائم کے بھی مرتکب ہو گئے ہیں۔ اور ان کے مقدمات کی مثلیں عدالت میں موجود ہیں اور بعض میری جان کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بھی ظاہر کر چکے۔ اور اسکے وسائل بہم پہنچانے میں بھی سعی کر چکے ہیں جنمیں وہ کامیاب نہ ہوئے۔ اس امر کو میرے متعلقین بخوبی جانتے ہیں۔

میری وصیت مذکورہ سے ناراض ہو کر اور نیز اپنے شوہرونکی مطابقت و موافقت اختیار کر کے میری تینوں جوان لڑکیوں نے بھی میری اطاعت سے سرکشی اختیار کی سب اولاد سے بڑی لڑکی امۃ السلام ہے۔ وہ لڑکیوں میں اول درجہ کی سرکش و متکبر ہے جیسے لڑکوں میں اول درجہ عبدالسلام ہے۔ جیسے وہ بھاگ کر باہر چلے جانے والوں کا مددگار بن رہا ہے ویسے وطن میں رہکر میرا مقابلہ کرنے والی لڑکونکی یہ مددگار اور اپنے گھر میں انکو جگہ دینے والی بنی رہی۔ دوسری امۃ الرشید ہے۔ یہ بذات خود تو سرکش نہ تھی۔ مگر اوس کے شوہر نے (جو کہ انگریزی خوان گریجویٹ بی اے ہے) اور مذہب میں مجھ سے مخالفت رکھتا ہے۔ اُسکو سرکش بنا دیا ہے۔ اور وہی ان لڑکوں کا قانونی مشیر ہے۔ اور مواخذہ عدالت سے انکو بے ڈر کر کے میرے مقابلہ کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ یہی شخص ہے جسنے میری پہلی وصیت کے جواب میں میرے بعض لڑکوں سے اپنے ایک ہندو دوست بیرسٹر و ایڈوکیٹ چیف کورٹ پنجاب کی معرفت نامنظوری وصیت کا نوٹس دلوایا تھا جس کا ذکر میرے رسالے جلد ۹ نمبر ۱۹ میں ہے۔ میں نے ایک لڑکے کو اس سے نقض امن کا خوف کر کے اُسپر زیر دفعہ ۱۰۷ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کرنے سے ڈرایا۔ تو اس گریجویٹ نے میرے مُنہ پر یہہ کہا۔ کہ اگر تم اسکی

برخلاف استغاثہ کروگے تو میں اسکی ضمانت دونگا اور تمہارے برخلاف استغاثہ
دائر کرکے تمہاری ضمانت ہوجانے کی کوشش کرونگا۔ اور یہ بات اُسنے اس لڑکے کی
والدہ (اپنی خوشدامن) کو بھی کہلا بھیجی۔ تیسرؔی لڑکی مریم ہے۔ جو شادی ہونے سے
پیشتر تو بالکل سادہ طبع اور بے کینہ تھی۔ مگر اُسکی شادی ایک مولوی فاضل صاحب سے
ہوگئی۔ جو دینی علم وفضل کے ساتھ خشیۃ اللہ وتقویٰ ومروت ووفا وشکر احسان
سے بہت کم حصّہ رکھتے ہیں۔ اور اپنے علم وفضل کا فائدہ زیادہ تر دونیا میں بذریعہ
ملازمت وغیرہ اوٹھا رہے ہیں وبس۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرًا۔ اور وہ
بٹالہ میں رہکر اپنی ہم زلف امۃ السلام کے شوہر (جو ایک عامی دنیا دار اور اتباع
احکام شریعت نماز وغیرہ سے بے پرواہ ہے) کے تابع ہوگئے ہیں۔ اور انہوں نے
اس سادہ لوح لڑکی کو بھی میری اطاعت سے سرکش کردیا ہے۔ ان اٹھوں (پانچ لڑکوں
اور تین لڑکیوں) نے اپنی ایک والدہ کو بھی مجھ سے نشوز اختیار کراکے اپنے ساتھ
ملالیا ہے۔ اِن گیارہ اشخاص (پانچ لڑکوں اور تین لڑکیوں اور اُنکے تینوں
شوہروں) کا میرے برخلاف اتفاق اور جتھہ ہوگیا ہے اور میری بیوی جو پہلے چار
لڑکوں اور دوسری لڑکی کی والدہ ہے مجھ سے نشوز اختیار کرکے اپنے بیٹوں کے
پاس چلی گئی۔ ان سب کے جتھے نے شاید میری نسبت یہ خیال کرلیا ہوگا۔ کہ ہم سب
اس سے جدا ہوجاوینگے۔ تو بیچارہ رہ جائیگا اور عاجز ہوکر ہماری اتباعیت اختیار کریگا
اس خیال سے وہ بٹالہ میں یا اور جگہ جہاں میں رہوں رہکر مجھ سے نہیں ملتے
میرے پاس سے گذر جانے پر بھی سلام نہیں کرتے وعلیٰ ہذا القیاس۔ مگر ان نادانوں کو
یہ علم واعتقاد نہیں کہ ہماری علیحدگی سے وہ اکیلا نہ رہیگا ایک زبردست طاقت
والا آسمان وزمین کو قائم رکھنے والا جسپر اُس کا بھروسہ ہے اور اسی کی رضامندی
کے واسطے اُس نے یہ وصیّت کی تھی جسنے ہم سب کو اُسکا مخالف بنا دیا ہے۔ اس کے
ساتھ ہوگا وہ انّ اللہ معنا وانّ معی ربّی کہتا ہوا کسی مخالف حق کی پرواہ نہ کریگا
اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقابلہ میں کسی مخلوق کی رضا یا غضب کی پرواہ نہیں کیا
کرتا اور اسی روش پر اسکی عمر کے ستر سال گذر چکے ہیں۔ جوانی میں اُسنے مخلوقات
کے خوف ولحاظ سے خالق ومالک کو نہیں چھوڑا تو اب بڑھاپے میں وہ اپنے اس

محسنِ قدیم کو چھوڑ کر مخلوق کو کب اپنا معبود بنا سکتا ہے۔ میری نا فرمانبردار اولاد از واج
ومتعلقین پر آیت قرآن محولہ بالا جس نے مومنوں کو اسکے دشمن سے بچنے اور اس سے
بچکر رہنے کا حکم دیا ہے۔ پوری صادق آتی ہے۔ اسلیے میں نے بامتثال حکم قرآنی انکو
اپنا دینی دشمن قرار دیا ہے۔ اور انکی دشمنی سے بچنے کے لیے اور نیز ذخیرہ ثواب
آخرت حاصل کرنے کے لیے اپنی کل خداداد جائداد کو خدا تعالیٰ اور اسکے دین کی تعلیم کے
لیے وقف کردی ہے۔ جسکی شروط ومصارف کی تفصیل میرے دوسرے مضمون وقف
علی الاولاد والاقارب میں ہو چکی ہے۔ اس مضمون میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ وہ پانچوں
لڑکے اور تینوں لڑکیاں اور ان کے متعلقین میرے عاق ونافرمانبردار ہیں اور جبتک
کہ وہ موجودہ حالت عقوق ونشوز پر قائم رہیں میری وقف شدہ جائداد سے اور مستحقوں کی
طرح فائدہ اٹھانے کے مستحق نہیں۔ ہاں اس عقوق ونافرمانبرداری ونشوز سے نادم و
تائب ہو کر حکم اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق میرے فرمانبردار ہو جائینگے
اور میری اطاعت کرینگے۔ تو پھر وہ میرے اور میں انکا۔ اس اطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ اعلیٰ
اور اونٰے [illegible] یہ ہے کہ وہ [illegible] علمِ دین [illegible] اسکے مطابق اپنا عمل کرکے
منافع وقف سے حصہ لینے اور نفع اوٹھانے کے مستحق ہیں۔ اور ادنے یہ کہ وہ
کم ازکم میری نافرمانبرداری وسرکشی سے تائب ہو کر میری وقف اور وصیت کو تسلیم
کریں صرف اس صورت کو اختیار کرنے سے گرچہ وہ منافع وقف سے حصّہ لینے
کے مستحق نہونگے۔ مگر عقوق اور اسکی سزا عذاب جہنم ومحرومی نعیم جنت سے تو بچ
جائینگے۔ اگر وہ یا انمیں سے کوئی اسلام کو مانتے اور قیامت کی اعتقاد رکھتے ہیں۔
ان ہی مدعیان اسلام ومعتقدین اعتقاد قیامت کو خصوصًا مولوی فاضل صاحب کو
جو فاضل کم جاہلوں کی تابع ہو گئے ہیں کہ یہ میں نصیحت بھی کرتا ہوں کہ وہ دین اور دنیا کے
مضار ومنافع میں موازنہ کرکے خود یہ سوچیں اور ان لوگوں کو سمجھاویں کہ باپ صرف
دہی نہیں ہوتا جو اولاد کے لیے وراثت چھوڑ جاویں اور اسکے احسانات اولاد پر وراثت
چھوڑ جانے سے بڑھکر ہیں۔ پہلے انکا وجود ہی باپ کے ذریعہ ہوا ہے۔ اس احسان کو
شاید آزاد منش انگریزی خوان نہ مانیں اور یہ کہیں بلکہ بعض کہتے ہیں کہ والد نے اپنی
ضرورت وخواہش نفسانی کو پیدا کیا جس سے ہم قدرتی طور پر پیدا ہو گئے۔ ہم پر انکا

کیا احسان کیا۔ اسکا جواب وہ خود سوچیں کہ پیدا ہونے کے بعد کیا وہ پرورش بھی گھاس پھوس کی طرح قدرتی طور پر پا گئے ہیں یا انکی پرورش میں باپ کا بھی خرچ ہوا۔ اور باپ انکو گودیں اُٹھائے لئے نہیں پھرا۔

پھر جس کمال یا روٹی کمانے کے ذریعہ کو وہ پہنچ گئے وہ قدرتی طور پر انکو حاصل ہوا ہے اور باپ کا اسمیں کوئی دخل نہیں ہے؟

اور یہ بھی سوچیں کہ باپ سے قطع تعلق کرکے اولاد کی عزت ہی کیا ہے۔ اور قوم وسوسائٹی میں جبکے باپ کی عزت نہ ہو اسکو کیا عزت ہوسکتی ہے۔ اور جبکے باپ کی عزت ہو اسکو باپ سے علیحدگی وانحراف سے وہ عزت کب حاصل ہوسکتی ہے۔ اور قوم وبرادری میں اسکا رشتہ ناطہ کیونکر ممکن ہے۔ رشتہ ناطہ دینے والے جیسے کہ وَر کو دیکھتے ہیں گھر کو بھی دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان لڑکوں میں تین کی جبکہ وہ مجہ سے سرکش ہوگئے تھے۔ اپنی قوم میں اور اچھے گھروں میں شادیاں ہوگئی ہیں۔ اور باقی ماندہ اس سرکشی کی وجہ سے اب تک رنڈوے بیٹھے ہیں۔ ان سب باتوں اور دنیاوی مضار ومنافع کے علاوہ انکو یہ بھی سوچنا چاہیئے [illegible] جو بحکم کل من علیہا فان ہر ایک متنفس کو لازم ہے۔ انکو دوسرا عالم اخروی بھی درپیش ہے۔

قال رسول الله صلعم لا یدخل الجنۃ عاق - رواہ النسائی مشکوٰۃ (صـ ۴۲۰)

اسمیں صاف قطعی حکم ہوگا۔ ماں باپ کا نافرمانبردار بہشت میں داخل ہونا نہ پاوے۔

عن ابی امامۃ ان رجلا قال یا رسول الله ما حق الوالدین علی ولدھما قال ھما جنتک ونارک - رواہ ابن ماجۃ مشکوٰۃ (صـ ۴۱۹)

آنحضرت صلعم سے کسی نے پوچھا کہ والدین کا اولاد پر کیا حق ہے۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ دونوں تیری بہشت یا دوزخ ہیں۔ یعنی انکی فرمانبرداری کرے وہ تیرے لیے بہشت ہیں ورنہ دوزخ۔

وعن ابن عباسؓ قال رسول الله صلعم من اصبح مطیعاً لله فی والدیہ اصبح له بابان مفتوحان الی الجنۃ وان کان واحدا فواحدا ومن اصبح عاصیا لله

اور آپنے ارشاد فرمایا ہے جو شخص خدا تعالیٰ کے واسطے (یعنی نہ بغرض دنیاوی) ماں باپ کا مطیع ہوتا ہے اسکے لیے بہشت کی طرف دو دروازے کھل جاتے ہیں۔ ایک ماں یا باپ

لی والدیہ اصبح لہ بابان مفتوحان
الی النار وان کان واحدًا فواحدًا۔ قال
رجل وان ظلماہ قال وان ظلماہ و
ان ظلماہ وان ظلماہ رواہ البیہقی۔
(مشکوٰۃ ص ۴۲۱)

ہو تو ایک دروازہ۔ اور جو شخص خدا
کا نافرمانبردار ہو کر ماں باپ کا نافرمان
بردار ہو اسکے واسطے دو دروازہ دوزخ
کی طرف کھل جاتے ہیں ایک ہو تو ایک
کسی نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں باپ ظلم کرتے
ہوں تو آپنے تین دفعہ فرمایا کہ ہاں اگرچہ ظلم کرتے ہوں۔

وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال
رسول اللہ صلعم رضی الرب فی رضی
الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد
رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱۹)

اور آپ نے فرمایا خدا کی رضامندی
باپ کی رضامندی میں ہے۔ اور
خدا تعالیٰ کا غصہ باپ کے غصہ
میں ہے۔

یہ احادیث نبوی صاف فیصلہ کرتی ہیں کہ جس بیٹے یا بیٹی پر باپ راضی نہیں۔
اُسپر خدا تعالیٰ بھی راضی نہیں اور اُسکے واسطے دوزخ کے دروازہ کھلے ہیں اور
جنت کے بند۔ اور یہی قرآن مجید کا فیصلہ ہے جس میں جا بجا ماں باپ کے
ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے۔ وبالوالدین احسانًا ہاں اس حصول
رضامندی اور وجوب اطاعت کے لیے لازمی شرط ہے۔ کہ خدا کے گناہ میں ماں
باپ کی اطاعت نہ ہو۔ اور نہ کسی ایسے امر میں جو اولاد کی طاقت سے باہر ہو۔ سو
خدا کے فضل و توفیق سے میں نے کبھی کسی گناہ میں اولاد سے اطاعت نہیں چاہی
اور نہ انکی طاقت سے باہر انکو کسی کام کی تکلیف دی ہے۔ میں نے ان سے یہی
چاہا ہے کہ وہ دینی علوم عربی پڑھیں اور نماز باوضو ادا کریں اور حقہ نوشی وغیرہ
منہیات شرعیہ کے مرتکب نہوں۔ اور کسی سے اپنی خدمت مالی نہیں چاہی۔ اور نہ
اسکے ترک پر خفگی کی ہے۔ بدنی خدمت کا بھی مجھے خدا تعالیٰ نے اولاد کا محتاج
نہیں کیا۔ اور نہ ہی اُن سے یہ خدمت چاہتا ہوں۔ جب تک کہ وہ صغرسنی کی حالت
میں رہے عام دستور کے موافق گھر کے کام کرتے رہے اور جب سن بلوغ کو پہنچ گئے تو
گھر کے کام بھی چھوڑ بیٹھے اور خود کارفرما بن گئے۔ اور اپنی جنٹلمینی وضع قائم
رکھنے کے لیے بجائے اسکے کہ میری خدمت کریں ناجائز طور پر زبردستی میرے گھر کا مال

مارنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ کبھی والدہ کا زیور گھر سے نکال کر لے گئے۔ کبھی چھوٹی ہمشیرہ کا اتار کر لے گئے وعلیٰ ہذا القیاس۔

یہاں یہ سوال ہوگا کہ سب کے سب لڑکے کیوں ایسی بدچلنی و سرکشی و آوار گی کے طریق پر نکلے۔ یہ تمہاری تربیت کا قصور ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ میری تعلیم و تربیت تو انکے حق میں اس طرح ہوتی رہی ہو (جس کو میرے اقربا دوست آشنا بخوبی جانتے ہیں) کہ جب میرا کوئی بچہ بولنا سیکھا تو میں نے اسکو اللہ تعالیٰ کا نام لینا سکھایا۔ پھر تھوڑے تھوڑے کر کے عقائد اسلامی اور نماز پڑھنا سکھایا۔ میری لڑکی صفیہ تین سال کی ہے۔ اس سے بہت لوگوں نے حمایت اسلام کی دوسری کتاب کی نظم حمد و نعت کے اشعار سنے ہیں۔ اور جو چاہے سن لے :۔

خدا ایک ہے کوئی اس سا نہیں ✣ کسی کام میں ساجھی اسکا نہیں
نہیں اسکی کچھ ابتدا انتہا ✣ سدا سے ہی اور رہے گا سدا الخ

پھر جب وہ مکتب کے لائق ہوئے۔ تو معلمین قرآن کے سپرد کیا۔ اور ساتھ ہی اسکے اُردو کے [illegible] جب [illegible] ہوئے تو سکول میں داخل کیا۔ اور جب چھٹی جماعت تک پہنچے تو مدرسہ میں بھی عربی پڑھوائی اور ایک گھنٹہ گھر پر خود عربی صرف و نحو پڑھائی اور حلقہ درس قرآن میں ہمیشہ انکو شامل رکھا۔ نماز کے لیے اپنے ساتھ مسجد میں لے جانا اور اپنے وطن میں ہونے کی حالت میں انکو اوارہ لڑکوں کے ساتھ کھیلنے سے روکنا برابر جاری رکھا۔ ہاں میں جب کبھی سفر میں جاتا تھا۔ تو میرے قائم مقام نگرانی کرنے والا کوئی نہوتا تھا۔ اور میرے وطن میں ہونے کی حالت میں بھی سکول کے چھ گھنٹوں میں انکو صحبت ان لڑکونکی اور سکول کے ماسٹروں ٹیچرونکی جو مذہب غیر اسلامی رکھتے یا وہ مذہب سے بالکل آزاد تھے رہی جوانکے خیالات کو بے شک خراب کرتی رہی۔ اسوجہ سے میری تعلیم و تربیت کا اثر انپر کم ہوا۔ اور سکول کی صحبت و تعلیم کا اثر زیادہ ہوا۔ میرے اصول دینی کے مطابق یہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے ان لڑکوں کو قبل استحکام عقائد و اعمال شرعیہ غیر اسلامی سکولوں میں تعلیم کے لیے سپرد کیا۔ اور ہز [illegible] امیر صاحب افغانستان کا بیان فرمودہ اس شعر کا

جو انجمن حمایت اسلام کے بنیادی پتھر رکھنے کے موقعہ پر بیان فرمایا تھا۔ ؎

ہمچو پر کاریم یک پا در شریعت مستقیم ✤ پاے دیگر سیر ہفتاد و دو ملت کردہ ایم

کا خلاف کیا۔

میری اس تعلیم و تربیت کے ساتھ سب سے پہلے لڑکے نے تعلیم عربی علوم دینی ضروری کے علاوہ سکول کی تعلیم بھی چھوڑ دی اور صرف مڈل پاس کر کے سرکاری نوکری اختیار کی۔ اسکی پیروی دوسرے۔ تیسرے۔ چوتھے اور پانچویں نے اختیار کی۔ اور کسی نے ان میں سے مڈل بھی پاس کیا۔ اور عربی میں کافیہ۔ شرح ملا سے اوپر نہ پڑھا۔ اب منصفین انصاف سے کہیں کہ میری تعلیم و تربیت کا کہاں تک قصور ہے۔ اور وہ آیت قرآنی و اشعار و اقوال ذیل کو بھی عبرت کی نگاہ سے ملاحظہ فرماویں۔

آیت قرآن میں ارشاد ہے۔ اور نوحؑ نے اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں سے ہے۔ اور تیرا وعدہ کہ "میں تیرے گھر والوں کو بچاؤنگا" حق ہے تو خدا نے فرمایا کہ وہ تیرے گھر والوں سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بد عمل ہے۔	ونادیٰ نوح ربّه فقال ربّ ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق و انت احکم الحاکمین۔ قال یا نوحُ لیس من اھلک انه عمل غیر صالح۔ (سورۃ ھود۔ع ۴)

؎

پسرِ نوح با بداں بنشست ✤ خاندانِ نبوتش گم شد

؎ حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم

زِ خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی ✤

؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل ✤ کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

ع

تربیت نا اہل را چوں گردگاں بر گنبد است ✤

راقم ابو سعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ

لاہور۔

عیسائیوں کا توحید سے تثلیث نکالنی میں پولوسی مکر و اجترا

اور

توریت و انجیل و قرآن پر کذب و افترا۔

عیسائیوں کے مقدس **پولوس** کا یہ قول ہے کہ میں یہودیوں کے درمیان یہودی سا شریعت والوں میں شریعت والا۔ بے شریعت لوگوں میں* بے شریعت سا۔ میں سب آدمیوں کیواسطے سب کچھ بنا۔ (قرنتیون ۹/۲۰) اور بھی اس کا عمل ہے جسکی خبر وہ یوں بھی دیتا ہے کہ مسیح کی خبر دیجاتی ہے خواہ سچائی سے خواہ مکاری سے (فلپیون ۱/۱۸) اسی **قول و عمل** کیمطابق اکثر عیسائی [illegible] تقلید [illegible] مباحثہ کرتے ہیں عمل ہے ہندوں کو بہکانیکے لیئے وہ لوگ ہندوؤنکا سا لباس پہنکر ہندوں کے سے پیتل کے برتن ہاتھ میں لیکر ہندی بھاشا بولکر ہندو بنجاتے اور ہندول کو عیسائی بناتے ہیں جاہل مسلمانوں کو پھنسانے کے لیئے وہ قرآن مجید ہاتھ میں لیکر آیات قرآنی کا مطلب بگاڑکر انکو سناتے اور بہکاتے اور عیسائی بنانا چاہتے ہیں۔ اندنوں ایک مضمون بہ عنوان **ثالوث مقدس کی توحید** نولکشور پریس لاہور میں چھاپ کر انہوں نے شایع کیا ہے اور وہ برخوردار خان سعول برجن چمیبہ کیطرف منسوب ہے۔ اور اسکی کاپی مشن بٹالہ کے ایک پادری پارس ناتھ صاحب نے خاکسار کے پاس بھیجی ہے۔ اور یہ سفارش کی کہ اور مولویصاحبان کو بھی یہ کاپی دکھائی جاوے اس مضمون میں وہی پولوسی مکر عمل میں لایا گیا ہے کہ قرآن مجید

*اس قول کے بعد وہ ان بریکٹ (دو حدانی خطوط) میں کہتا ہے ہر چند میں خدا کے نزدیک بے شریعت نہیں ہوں بلکہ مسیح کی شریعت کے تابع تھا۔ مگر یہ قول بھی اس کا مکاری سے خالی نہیں مسیح کی شریعت اسکے نزدیک وہ ہوگی جو شریعت توریت کے مخالف ہو جس پر آج تمام عیسائیوں کا شریعت توریت کے برخلاف عمل ہے۔

کی سورہ نور کی چند آیات اور اسکا ترجمہ نقل کیا ہے جنمیں خدا تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کا نور کہا گیا ہے
پھر اسکے نور کی تشبیہ ایک چراغ سے دی ہے جو ایک موتی کے سے صفا شیشے میں ہو اور وہ
چراغ یا شیشہ ایک طاق میں ہو۔ اور وہ چراغ ایسے تیل زیتون سے روشن کیا گیا ہو جو نہ شرقی
ہو نہ غربی بلکہ وسطی اور ایسا صاف اور قابل چمک ہو کہ اگر اسکو آگ چھوئے تو بھی قریب ہے
کہ وہ خود بخود چمک اُٹھے۔ پھر اس کی متصل ہی کہا ہے۔

(۲) عام قاعدہ کہ چراغ تب روشنی دیتا ہے کہ جب اس کا تیل آگ سے جلے۔ مگر قرآن کی
اس مثال میں بتایا گیا ہے کہ اللہ جو نور ہے وہ لاثانی اور بذاتِ خود قایم ہے اور چراغونکی طرح
کسی وسیلہ کا محتاج نہیں۔ زیتون کا تیل صرف اسکا مظہر ہے جیسا کہ مسیح کی وقت جھاڑی
نور کا مظہر تھی۔

(۳) پھر اسکے متصل ہی کہا ہے کہ خدا کس معنی میں نور ہے۔ محمدی مفسر نکو ابھی تک اس کا پتہ
ہی نہیں لگا۔ وہ اپنی عقل کے موافق مختلف معنی لگاتے ہیں۔ (دیکھو تفسیر حسینی) مگر امام غزالیؒ
فرماتے ہیں۔ کہ نور درحقیقت نام ہے ایسی چیز کا جو اپنی ذات میں ظاہر ہو۔ اور وہ دوسری چیزوں کے
ظاہر کرنیوالی ہو۔ تفسیر حسینی والا کہتا ہے۔ کہ محققین کے نزدیک نور حقیقی خدا تعالیٰ ہی کی ہستی ہے
کہ سب موجودات اسکے سبب سے ظاہر ہیں۔ اور وہ سب سے پوشیدہ ہے۔

(۴) پھر اسکے متصل ہی کہا ہے اس مثال سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی ذات
نور ہے اور وہ بذات خود قایم ہے۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ اس نور میں تثلیث فی التوحید اور
توحید فی التثلیث موجود ہے۔ نور کا ایک حصہ شیشے کی چمنی کے جوف کے اندر ہے۔
دوسرا حصہ چمنی کی موٹائی کے اندر ہے تیسرا حصہ چمنی کے باہر۔ تاہم یہ تین نور نہیں اور
نہ ہی ایک نور کے ایسے حصے ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں۔ یا ہو سکیں
ذات کے واحد ہونیکے سبب ایک نور دوسرے سے پہلے یا پیچھے نہیں۔ ایک دوسرے سے
بڑا چھوٹا نہیں ایک تین میں اور تین میں ایک ہے۔

(۵) اگر کوئی انجیل شریف کی تعلیم سے روشنی حاصل کرکے قرآن کی اس مثال کو پڑھے تو اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مقدس آتھانیس کا عقیدہ لفظاً لفظاً اس مثال پر ٹھیک بیٹھتا ہے چمنی کے جوف کے اندر والے کا نام باپ رکھدیں۔ باپ نہ کسی سے مصنوع ہے نہ مخلوق نہ مولود چمنی کے اندر والے نور کا نام رکھدیں بیٹا (بیٹا صرف باپ ہی سے ہے نہ مصنوع و نہ مخلوق بلکہ مولود۔ سچے خدا سے سچا خدا۔ نور سے نور۔ فٹ نوٹ بدر نور پسر نور یست مشہور از ینجا فہم کن نور علی نور تفسیر حسینی) چمنی کے باہر والی نور کا نام رکھدیں روح القدس جو باپ اور بیٹے سے ہے۔ نہ مصنوع نہ مخلوق نہ مولود۔ بلکہ صادر ہے۔

(۶) خدا کی مثل تو دوسرا خدا ہی نہیں اسکے واسطے صرف مثالیں ہیں قرآن نے ایک مثال دی مگر کسی کی سمجھ میں اس کا مطلب نہ آیا ہمنے توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کا ذات الٰہی میں بھید اس مثال سے روشن کر دیا مثال میں شیر خان کی دم نہیں ہوتی طالب الحق محمدی اس مثال میں بہ نظر انصاف دیکھیں کہ تین میں ایک اور ایک میں تین کس طرح عقل کے برخلاف نہیں۔

ان پانچوں (۲ سے ۶ تک) **فقرات** میں جنپر ہمنے از خود نمبر لگا دیئے ہیں جو حضرات عیسائیوں نے پولوسی مکر ادر قرآن اور تورات و انجیل پر اور علماء اسلام پر افترا کئے ہیں وہ واقف حال اہل علم پر مخفی نہیں۔ ناواقفوں کی آگاہی کیواسطے ہم ان مکروں و افتراؤں کی تفصیل و تشریح کرتے ہیں

فقرہ نمبر ۲ میں قرآن اور تورات پر انہوں نے یہ افترا کیا ہے کہ زیتون کا تیل اور جھاڑی خدا تعالےٰ کے جو نور ہے۔ اور بذات خود قائم ہے مظہر ہیں قرآن مجید نے زیتون کو ذات خداوندی کا مظہر نہیں ٹھیرایا۔ اور نہ تورات نے جھاڑی کو مظہر ذات خدا کہا ہے۔ بلکہ **تورات** میں اس آگ کو جو جھاڑی میں نظر آئی تھی ایک فرشتہ کا مظہر قرار دیا ہے۔ چنانچہ خروج باب تین میں ہے اور موسیٰ اپنے سسر یترو کے جو مدیان کا کاہن تھا گلے کی نگہبانی کرتا تھا تب اُسنے گلے کو بیابان کی ایک طرف ہانکدیا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا (۲) اس وقت خداوند کا فرشتہ ایک بوٹے

میں آگ کے شعلے میں اس پر ظاہر ہوا۔

اور قرآن نے تیل و چراغ کو کسی کا بھی مظہر نہیں بتایا۔ بلکہ خدا کے اس نور کو جو آنحضرت صلعم میں پایا اور مومنوں اور عارفوں کے دل میں پایا جاتا ہے (جس کا بیان تفسیر حسینی کے مضمون آئندہ میں آتا ہے) نہ اس نور کو جس کا اطلاق اسکی ذات پر ہوا ہے۔ وہ بذات خود قائم ہے۔ اور اسکا قیام کسی اور ذات سے نہیں ہے۔ چراغ والے نور کی مثل بفتح میم اور مشابہ قرار دیا ہے۔ اور یہ بات ہر عقلمند جانتا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونو متغایر بالذات اور فی الوجود ہوتے ہیں۔ شیر اور ہے جو ایک حیوان درندہ ہے۔ اور زید ایک بہادر جو اسکے مشابہ ہے اور جیسے انسان ہے نہ یہ اس کا مظہر ذات ہے نہ وہ اسکا مظہر ذات۔ پھر راقم مضمون کا یہ کہنا کہ قرآن میں زیتون کی تیل کو اس نور کا (جو بذات خود قائم ہے) مظہر بتایا ہے محض دروغ اور قرآن پر افترا نہیں تو اور کیا ہے۔ فقرہ نمبر ۳ میں انہوں نے مفسرین اور علماء اسلام پر افترا کیا ہے۔ کہ انکو پتہ نہیں لگا۔ کہ خدا کس معنی میں نور ہے [illegible] امام غزالی اور تفسیر حسینی سے ان معنی کا پتہ لگ جاتا ہے نقل کیا ہے امام غزالی سے یہ نقل کیا ہے کہ نور درحقیقت نام ہے ایسی چیز کا جو اپنی ذات میں ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرنیوالی ہو اور تفسیر حسینی سے یہ نقل کیا ہے کہ محققین کے نزدیک نور حقیقی خداتعالیٰ کی ہستی ہے کہ سب موجودات اسکے سبب سے ظاہر ہیں اور وہ سب سے پوشیدہ ہے۔ ان دونو تفسیروں کو حضرات عیسائیوں نے باہم متخالف سمجھکر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان مفسرین کو اس نور کا پتہ نہیں لگا اسلیئے وہ اس نور کی تفسیر میں اختلاف کر رہے ہیں۔ اور درحقیقت ان دونوں تفسیروں کا مآل ایک ہے۔ اور انمیں کسی قسم کی مخالفت نہیں ایسی ہی جسقدر نور کی تفسیریں مفسرین نے بیان کی ہیں وہ سب کی سب باہم متوافق ہیں اور سب کی سب خدا کی ذات پر اس چراغ والی تشبیہ پر چسپاں ہوسکتی ہیں۔ اور ہر ایک سے قرآن مجید کا اعجاز اور فصاحت و بلاغت میں کمال ثابت ہوتا ہے اور وہ تفسیریں اس بیت عربی کا مصداق ہیں ؎

عبَاراتُنا شتّیٰ وحُسنُک واحِدٌ ۔ وَکُلٌّ اِلیٰ ذاک الجمال یُشیر

یعنی ہمارے بیانات جن سے ہم تیرے حُسن کی تعریف کرتے ہیں گو مختلف پیرایوں میں ہیں مگر وہ سب کی سب ایک ہی جمال کی طرف اشارہ کرتی ہیں
اس مقام میں ان سب تفسیروں کو جنمیں وہ دو تفسیریں منقولہ ان حضرات کی بھی داخل ہیں بیان کر کے ہم ثابت کرتے
ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات پر اور اس چراغ والی مثال پر وہ سب تفسیریں بلا مزاحمت صادق آتی ہیں پس
واضح ہو کہ اس آیۃ میں لفظ نور کا اطلاق دو جگہ ہوا ہے۔ ایک جگہ تو ذات خدا تعالیٰ پر ہوا
ہے جہاں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کا نور ہے دوسری جگہ اس چیز پر جو خدا کی طرف مضاف
ہے۔ اور اس سے مغائر نہ عین ذات خدا تعالیٰ جیسے کہا جاتا ہے غلام زید کا۔ تو غلام کو کوئی شخص
عین ذات زید نہیں سمجھتا۔ پہلے لفظ کی تفسیر میں جس کا اطلاق خدا تعالیٰ کی ذات پر ہوا ہے
مفسرین کے چار اقوال ہیں جو تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور تفسیر امام غزالی اور تفسیر معالم و تفسیر حسینی
وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں۔ **قول اول** وہی جو ان حضرات نے امام غزالی و تفسیر حسینی سے دو مختلف
قول سمجھکر نقل کئے ہیں اور حقیقت وہ ایک قول ہے کہ خدا تعالیٰ بذاتِ خود موجود اور ظاہر ہے
اور اپنے سوا سب چیزوں کا موجد اور ظاہر کرنیوالا ہے نور بذات خود ظاہر ہوتا ہے۔ اور
دوسری چیزوں کو ظاہر کرنیوالا ہوتا ہے ظہور اصل وجود ہے جیسا کہ خفا کا اصل عدم ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ
بذات خود موجود ہے اور دوسری اشیا کو عدم سے وجود میں لانیوالا اس لئے پر اس معنی سے نور
کا اطلاق ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ خدا تعالیٰ کا ظاہر ہونا بنظر
اسکے آثار و افعال کے ہے جن پر وجود مخلوقات شاہد ہے۔ و معہٰذا وہ بنظر کُنہہ و حقیقت باطن ہے
جسکو کوئی مخلوق جسمانی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ (لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار
وھو اللطیف الخبیر) مخلوق کی جسمانی آنکھیں اسکو نہیں پا سکتیں وہ سب آنکھوں اور انکی بصارت
کو دیکھتا ہے وہ باریک بین اور خبردار ہے۔ **دوسرا قول** یہ ہے کہ وہ ہادی۔ آسمانوں اور زمین
میں جسقدر ہدایات ظاہری باطنی اور ادراکات جزئیہ کلیہ حسیہ عقلیہ پائی جاتی ہیں وہ سب
ابتدا ایک واسطہ اور وجود ملائکہ و انبیا کی بعد بالواسطہ خدا تعالیٰ کے فیض سے ہیں لہٰذا اسی

معنی کہ اسکا نور ہونا ہی صحیح ہے۔ اور یہ ایسا ہے۔ جیسا کہ حاکم عادل کو عدل اور ایک رحیم کو رحم کہا جاتا ہے۔ تیسرا قول یہ کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ انمیں ہے ناظم و مدبر ہے اس معنی سے شہر کے حاکم و رئیس کو نور کہتے ہیں۔ چنانچہ جریر شاعر مشہور نے اپنے ممدوح کو کہا ہے ؎

أَنْتَ لَنَا نُوْرٌ وَغَيْثٌ وَعِصْمَةٌ

یعنی تو ہمارے لئے نور ہے اور باران رحمت اور عصمت ہے ایک اور شاعر اپنی ممدوح کی حقیقی کہتا ہے ؎

إِذَا صَارَ عَبْدُ اللهِ مِنْ مَرْوَ لَيْلَةً ٭ فَقَدْ سَارَ مِنْهَا نُوْرُهَا وَجَمَالُهَا

از انجا کہ آسمان اور زمین کا سارا انتظام تدبیر خدا تعالے کے ہاتھ میں ہے لہذا اس معنی سے بھی اسپر اطلاق نور صحیح ہوا۔ چوتھا قول یہ کہ وہ آسمان و زمین کو ظاہری و باطنی انوار سے منور کرنیوالا ہے کہ آسمان میں سورج چاند۔ ستارہ وغیرہ پیدا کر کے۔ اور زمین کو انبیاء اور صالح علماء و عقلاء کے وجود سے اُسنے منور کیا ہے۔ ان چار اقوال کو جو لفظ نور کی تفسیر میں وارد ہیں انصاف اور غور سے ملاحظہ کرنیوالا یقین کریگا کہ ان میں باہم کوئی مخالفت نہیں [illegible] ہادی یا مدبر یا [illegible] سے خداتعالی پر نور کا لفظ بولا جاوے۔ اسی معنی سے اسکا نور ہونا صحیح ہے۔ اب رہا وہ نور جسکو خداتعالےٰ نے کیطرف مضاف کیا ہے اور اسکو چراغ والی نور کی مثل قرار دیا ہے۔ اور اس سے ذات خداتعالیٰ ہرگز مراد نہیں ہوسکتی ہے بلکہ کوئی اور چیز مراد ہے جو اس محدود نور سے جو چراغ میں ہے مشابہت رکھتی ہے اس میں بھی مفسرین کے متعدد اقوال ہیں جو آپسمیں سب کے سب متفق ہوسکتے ہیں اور ایک دوسرے کا مخالف نہیں وہ اقوال اکثر تفاسیر (تفسیر کبیر۔ تفسیر معالم تفسیر بیضاوی و تفسیر حسینی وغیرہا) میں منقول ہیں مگر چونکہ حضرات عیسائیوں نے اپنے مضمون میں تفسیر حسینی کا حوالہ دیکر اس مثال قرآنی سے حضرت مسیح کا بیٹا ہونا اور خداتعالیٰ کا باپ ہونا مدعا قرآن قرار دیا ہے۔ لہذا ہم اسی تفسیر سے وہ اقوال نقل کر کے ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ تفسیر حسینی میں جو متعدد اقوال دوسرے نور کی تفسیر میں نقل کئے ہیں وہ سب باہم متفق ہیں اور ان میں کسی قول میں خدا کو باپ اور مسیح کو بیٹا نہیں کہا گیا یہ عیسائیونکا قرآن پر اور تفسیر پر محض افترا اور دروغ بے فروغ ہے اور کذب ہے تفسیر حسینی میں کہا ہے کہ اس آیتہ

وگفتہ اند آں نور نورِ معرفت اسرار آلہی ست یعنی چراغ معرفت از زجاجۂ دل عارف و مشکوٰۃ سینۂ او افروختہ است از بابرکت زیتونِ تلقین شجرۂ وجود مبارکِ محمدی کہ نہ شرقی ست و نہ غربی بلکہ مکّی ست و مکّہ نافِ عالم ست و از فرا گرفتن عارف آں اسرار را از تعلیم سیّد ابرار سرِ نورٌ علیٰ نور معلوم تواں کرد قولِ آنست کہ آں نور قرآن ست و قلب مومن زجاجہ و زبان او مشکوٰۃ و قرآن مصباح و شجرۂ وجود حق تعالیٰ کہ نہ مخلوق ست و نہ بمخلوق نزدیک ست کہ ہنوز قرآن ناخواندہ دلائل حجج او برنگاہ واضح شود و چوں قرآت بداں کند نورٌ علیٰ نور شود در روح الارواح آوردہ کہ آں نور محمدی است مشکوٰۃ آدم باشد و زجاجہ نوحؑ و زیتونہ ابراہیمؑ کہ نہ بیہودی مائل ست چہ یہود غرب را قبلہ ساختہ اند۔ و نہ بنصرانیت چہ نصاریٰ روی بشرق آوردہ اند مصباح پیغمبر علیہ السلام یا مشکوٰۃ ابراہیم ست و زجاجہ اسمٰعیلؑ و مصباح حضرت رسالت پناہ علیہ السلام و شجرہ شجرہ نبوت کہ نہ کذب ست و نہ ہزل یا مشکوٰۃ مشروحہ

میں نور سے مراد معرفت اسرار آلہی ہے۔ یعنی چراغ معرفت اور شیشہ سے مراد عارف کا دل اور طاق سے مراد اسکا سینہ وہ چراغ اس بابرکت زیتون سے روشن ہوا ہے جس سے تلقین وجود مبارک حضرت محمد صلعم مراد ہے جو نہ شرقی تھی نہ غربی بلکہ مکّی تھی۔ اور مکّہ عالم کی ناف ہے ان اسرار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سمجھنے سے عارف کو دلبر نورٌ علیٰ نور کا بھید ظاہر ہو جاتا ہے۔

(۲) نور سے اور چراغ قرآن مراد ہے اور مومن کا دل شیشہ ہے اسکی زبان طاق ہے اور شجرۂ زیتون سے مراد وجود حق تعالیٰ ہے جو نہ مخلوق ہے نہ مخلوق کے سامنے اُنکی نظر میں ہے جسکے دلائل عقلی و آثار مومن پر قرآن پڑھنے کے پہلے واضح ہوتے ہیں۔ اور جب وہ قرآن پڑھ لیتا ہے تو وہ اور بھی کھلتے ہیں اور نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے۔

(۳) نور چراغ سے مراد محمد صلعم ہیں مشکوٰۃ سے مراد آدم علیہ السلام شیشہ سے مراد حضرت نوحؑ سے زیتون سے مراد حضرت ابراہیمؑ جو نہ یہودی تھے جو مغرب کو قبلہ بنائے ہوئے تھے نہ نصرانی جو شرق کیطرف منہ کرتے تھے۔

(۴) یا طاق سے مراد حضرت ابراہیم ہیں شیشہ سے

آنحضرت علیہ السلام و زجاجہ دل صافی مطہر او و مصباح علم کامل او و شجرہ خلق شامل بود۔ کہ نہ در جانب غلو و افراط ست و نہ در جانب تقصیر و تفریط بلکہ بطریق اولی اعتدال کہ خیر الامور اوسطہا۔ و صراط سوی عبارت از آنست و در عین المعالی فرمودہ۔ کہ نور محبت حبیب یا نور خلت خلیل نورٌ علیٰ نور ست ؎

پدر نور و پسر نور یست مشہور
ازینجا فہم کن نورٌ علیٰ نور

(تفسیر حسینی)

مراد حضرت اسمٰعیل اور چراغ سے مراد حضرت محمد صلعم اور شجرۂ زیتون سے مراد آنحضرت صلعم کا سینہ ہے جو فراخ کیا گیا۔ اور شیشہ سے مراد آپ کا دل مصفیٰ اور چراغ سے مراد آپکا علم کامل اور زیتون کے مراد آپکا حلم ہے جسمیں غلو و زیادتی ہے نہ تقصیر و کمی بلکہ کمال اعتدال مصداق خیر الامور اوسطہا (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نور محبت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نور خلت سے بلکہ نورٌ علیٰ نور کا مصداق ہے۔ جیسے یہ بیت صادق آتا ہے ؎ پدر نور و پسر نور یست مشہور ازینجا فہم کن نورٌ علیٰ نور ۱۲

اس نور تمثیل والی میں جسقدر اقوال بیان ہوئے ہیں وہ سب باہم متفق ہیں اور ہر ایک معنی نور کے اس مثل میں مراد خداوندی ہو سکتے ہیں اس بیان تفسیر حسینی کے جیسا کہ فقرۂ دوم مضمون میں ان حضرت کا افترا ہونا ثابت ہوتا ہے ویسا ہی انکے فقرۂ پنجم کا محض دروغ ہونا اور اسمیں قرآن اور مؤلف تفسیر حسینی پر افترا کرنا ثابت ہوتا ہے جسکا مفصل بیان آئندہ ہوگا۔

فقرۂ چہارم میں قرآن پر یہ افترا کیا ہے کہ اسکی مثال میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث موجود ہے۔ اور پھر اسکی تفصیل چراغ کے نور کے تین حصوں سے کی ہے۔ اہل عقل و انصاف ادنی توجہ سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس تثلیث کا قرآن کی مثال میں نام و نشان و اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ ان ہی حضرات نے خود اس کو گھڑ لیا ہے اور قرآن پر تھوپ دیا۔

اور اگر یہ خیال ہو کہ واقعہ میں اس نور کے جو چمنی میں ہے یہ تین حصے ہو سکتے ہیں اور حسب قرآن نے اس مثال میں اپنے نور کو بیان کیا۔ تو گویا ان تین حصص واقعیہ کو وجود کو مان لیا تو اسکا بطلان

یہ ہے کہ مَثَل بفتح میم بمعنی مثال میں ایک تشبیہ ہوتی ہے اور تشبیہ صرف بعض وصفا میں ہوتی ہے۔ نہ جملہ صفات وحالات واقعیہ میں شیر خان نامی انسان میں جسکو تشبیہاً شیر کہا جاتا ہے دم کا ہونا ان حضرات نے فقرہ ششم میں حق وہاں لیا ہوا ہے۔ لہذا ضروری نہیں کہ جو خصوص واقعہ جمنی کی نور کے ہو سکتے ہیں۔ وہ قرآن کی مراد یا مسلمہ ہوں یہ بات ہم پہلے جتا چکے ہیں کہ اس آیت میں خداتعالیٰ نے اپنی ذات کی جو نور ہے اور بذات خود قائم ہے جمنی والے نور سے تشبیہ نہیں دی بلکہ اس نور کی جو اسکے خواص نبدل (آنحضرت صلعم یا اور مومن عارف انبیا و صلحا) میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ اسکا عطیہ ہے اور اسکا ظل ہے تشبیہ دی ہے لہذا جو حالات اس مثال میں پائے جاتے ہیں وہ واقعی ہی ہیں تو ذات خداتعالےٰ کیطرف رجوع نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ اگر مراد خداوندی ہونگے تو اس نور کیطرف رجوع کرینگے جس نور کو اس جمنی کی نور سے تشبیہ دیگئی ہے مگر اس فرق بیان کو سمجھنے کیلئے عیسائی عقل وفہم کافی نہیں مشکوٰۃ نبوت محمدیہ کی چراغ سے نور کا فاضل ہونا اسکے فہم کیلئے لازمی شرط ہے اور علوم عربی [illegible] اور علم معانی میں کافی نظر ہونا ضروری ہے انکی فہمائش کیلئے ہمارا سابق قول کافی ہے کہ جو تثلیث تمنے گھڑی ہے مثال قرآنی میں اسکا ذکر و بیان نہیں ہے اور نہ وہ مراد خداوندی ہو سکتی ہے۔ تم سچے ہو تو بتاؤ کہ اس مثال کے کس لفظ سے تمنے یہ تثلیث نکالی ہے؟

پانچویں فقرہ میں ایک تو انکا افترا قرآن مجید پر ہے۔ کہ اسکی مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نور میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث موجود ہے اور اسکا افترا ہونا ظاہر ہے مثال مذکور میں باپ بیٹے روح القدس کا ذکر یا بیان یا اشارہ تک پایا نہیں جاتا جس کا بیان اظہار افترا فقرہ چہارم میں گذرا۔ دوسرا افترا انکا مؤلف تفسیر حسینی پر کہ جو انہی شعر مذکور فقرہ پنجم میں خدا کا باپ ہونا اور مسیح کا بیٹا ہونا مانکر انکو نورٌ علیٰ نور کہا ہے اسکا افترا ہونا ناظرین اصل عبارت تفسیر حسینی پر جو منقول ہوئی مخفی نہ رہیگا۔ اس عبارت میں خداتعالیٰ کو باپ و مسیح کو اسکا بیٹا قرار دیکر نورٌ علیٰ نور نہیں کہا۔ بلکہ ابراہیم کو باپ و حضرت محمد صلی اللہ کو

ان کا بیٹا سمجھکر نورٌ علی نور کہاہے۔ تیسرا افترا خداتعالیٰ پر یہ کہ وہ مسیح کا باپ ہے چوتھا افترا خدا پر یہ کہ مسیح اسکا بیٹا اور اس سے مولود ہے پانچواں افترا خداتعالیٰ پر یہ کہ روح القدس اس سے صادر ہے اور معہذا وہ روح خدا ہے یا خدا کے برابر نہ اس سے چھوٹا نہ بڑا نہ پہلے نہ پیچھے بلکہ خدائی کمیٹی میں تین ممبروں سے ایک تیسرا ممبر "وَنّ آف تھری ایگل گاڈز"۔ ان آخری تین افتراؤں کا افترا ہونا ان تینوں کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

اور عقل جسکی سبب انسان مکلف بایمان ہے۔ اسپر گواہ ہے باپ و بیٹے میں تقابل تضایف پایا جاتا ہے ایسا ہی صادر میں اور محل صدور میں جو فاعل ہے۔ تقابل ہی۔ لہذا بحکم عقل ممکن نہیں بلکہ محال ہی کہ دو متقابل ایک شیٔ ہو جیسا کہ ناممکن و محال ہی کہ صدر و زوج بھی ہو اور فرد بھی۔ اعتقاد تثلیث کی تاریکی سے عیسائیوں کو جو معتقد تثلیث ہیں عقل میں فتور آگیا ہے لہذا وہ ایسی بدیہی اور بدیہی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے جسکو معمولی عقل والا سطحی انسان سمجھ سکتے ہیں چھٹا افترا انجیل پر کہ تثلیث کا عقیدہ جوانا سیس کا عقیدہ کہلاتا چلا آتا ہے، انجیلی تعلیم ہے۔ اور اسپر انجیل شریف کی تعلیم سے روشنی پڑتی ہے اس افترا کے ثبوت کیلئے محمدیوں کو از خود لکھنے کی کچھ حاجت و ضرورت نہیں۔ بلکہ بحکم کفی اللہ المومنین القتال یعنی خداتعالیٰ مومنین کی طرف سے لڑائی کو خود کافی ہو گیا ہے۔ خود بعض فرقہ عیسائیوں یونی ٹیرین (موحدین عیسائیوں) سے اس دعویٰ کا افترا ہونا تاریخی شہادت اور انجیلوں کے بیان سے ثابت کر دیا ہوا ہے۔ اس مقام میں ان ہی کی عبارات کا نقل کر دینا کافی ہے۔ اسکا ان کے ذمہ وار وہی ہیں۔

ڈاکٹر احمد شاہ جو بظاہر مولف امہات المومنین ہیں اپنی کتاب ماخذ التثلیث میں پہلے یہ بیان کر کے کہ عقیدہ تثلیث رومی اور ہندوستانی و تبتی وغیرہ بت پرست قوموں سے اخذ کیا گیا ہے اور اسپر بڑے بڑے مشہور عیسائی مصنفوں کے اقوال و عبارات بطور

شہادت پیش کر کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں (۱) یہاں پر مختصر تواریخ توحیدی عیسویت کے غیر مروج اور تثلیثی عیسویت کے مروج ہوجانیکی عرض کی جاتی ہے۔ مسٹر اکبر مسیح کے رسالہ تنقیح تائید التنقیح سے ثابت ہو گیا۔ کہ تثلیث کو عیسائیوں کے صحف ایمانیہ یعنی اناجیل سے کوئی مدد نہیں ملتی۔ اور اس سوال کا جواب کہ یہ مسئلہ تثلیث عیسائیوں میں کہاں سے آ گیا اس مختصر ترجمہ سے دیا گیا۔ ان دونوں امروں کی مناسبت سے زمانہ مابین کی تاریخ بخوبی دکھلاتی ہے۔

عیسائیوں کے درمیان فی الحال ۴ عقائد مروج ہیں تین تو پروٹسٹنٹ و رومن کیتھلک دونوں کے متفق علیہ ہیں چوتھا صرف رومن کلیسیا کا عقیدہ ہے جسمیں پروٹسٹنٹ لوگونکی تعلیم سے خلص طور پر مخالفت کیگئی ہے ان چارونکی (عقیدوں) کی نسبت میں رومن کیتھلک لوگونکی مستند کتاب Manual of Christian Doctrine

(مینول آف کریسچن ڈاکٹرائین)

حصہ اول باب ... نقل کرتا ہوں

(۱) سب سے پرانا خلاصہ تعلیمات کلیسیا کا جامع وہ ہے جو رسولوں کے عقیدے کے نام سے مشہور ہے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسولوں نے انجیل کی منادی کیواسطے دنیا کے مختلف حصوں میں جدا ہوکر جانیکے قبل اس عقیدے کو تصنیف کیا۔ جو انکے نام سے معروف ہوا۔ اسطور سے مومنین کی تعلیم میں آسانی ہوئی۔ ایمان کی تمام جہان میں یکسانی بہت فصاحت سے ظاہر ہوئی۔ ہمارے خداوند کے شاگرد اسی ایمان کے اظہار سے بیدینوں پر ممتاز ہوئے۔ اور سادہ و نادان لوگونکا ایمان بھی خالص ہوکر محفوظ رہا۔ بعضوں کا گمان ہے کہ مقدس پولوس تمطاؤس کو تاکید کرنے میں اسی رسولی عقیدے کیطرف اشارہ کرتے ہیں "ان صحیح باتونکو جو تونے مجھ سے سنیں ایمان اور محبت کے ساتھ جو یسوع مسیح میں ہے نمونہ بنا رکھ ۲ تمط ۱۳/۱ اور مقدس ایرینیس جسکا استاد مقدس پولیکارپ مقدس یوحنا کا شاگرد تھا۔ اس رسولوں کے عقیدے کی نسبت یوں فرماتا ہے کہ "کلیسیا نے جو تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے اس ایمان کو جو ایک خدائے قادر مطلق باپ پر الخ ہے رسولوں سے اور انکے شاگردوں سے پایا ہے

جب بدعتیں پیدا ہوگئیں جو گو رسولی عقیدہ کے الفاظ کو قبول کرتے ہیں تاہم اسکی ایمانی صداقتوں سے منکر ہیں تو ضرور ہوا کہ کوئی خلاصہ تعلیمات کلیسیا مرتب کیا جاوے جو صاف اور غیر مشتبہ زبان کیساتھ ان عقاید پر مشتمل ہو جو متنازعہ ہو گئی تھی پس جب ایریس اپنی بدعت پھیلانا شروع کی اور یسوع مسیح کی خدائی کا انکار کیا۔ تو ۳۲۵ء میں ایک کونسل عامہ بمقام نائس منعقد ہوئی جسمیں ایریس ملزم ٹھیرایا گیا۔ اور وہ عقیدہ تصنیف ہوا جو اسوقت سے عقیدہ نائس کہلاتا ہے۔

بعد اس کے کہ یسوع مسیح کی الوہیت اور اسکے باپ کے ساتھ ہمذات ہونیکا مسئلہ کونسل نائس میں طے ہو گیا۔ ایک دوسری کونسل عامہ ۳۸۱ء میں قسطنطنیہ اس غرض سے منعقد ہوئی۔ کہ روح القدس کی الوہیت سے ڈومیوں اور یونومیوں کی بدعت کے خلاف قرار دے۔ اس کونسل میں چند توضیحی الفاظ عقیدہ نائس میں داخل کئے گئے۔ اور بعد ان الفاظ کے میں اعتقاد رکھتا ہوں روح القدس پر یہ اضافہ ہوا۔ جو خداوند اور زندگی کا بخشنے والا اور جو باپ سے نکلتا ہے اور بوجہ ملحقات جو اس موقعہ پر کئے گئے عقیدہ نائس معہ ملحقات کے بعض اوقات عقیدہ قسطنطنیہ کہلاتا ہے۔ بالآخر اتنیں وجوہ نے جنکی بدولت یہ الحاق و تشریح ضروری سمجھی گئی کلیسیا کو چند مزید الحاقات کرنے پر راغب کیا جنمیں سے بہت اہم وہی جو روح القدس کے باپ اور بیٹے سے مستخرج ہونیکی بابت ہے۔

۳۔ عقیدہ اتھاناسیس ایک دوسرا خلاصہ ایمان ہے جسکو عالمگیر کلیسیا نے قبول کرلیا ہے... مستند عالم آلبن ٹیلر کی رائے ہے کہ وہ پانچویں صدی میں زبان لاطینی میں تالیف ہوا۔

۴۔ ان بڑے ایمان کے خلاصوں میں جو تمام کلیسیا میں عام طور سے جاری ہیں۔ سب سے پچھلا وہ ہے جو عقیدہ پوپ پائس چہارم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عقیدہ فوراً کونسل ٹرمینٹ کے بعد میں مرتب ہوا جسمیں لفظ بلفظ عقاید نائس و قسطنطنیہ کا اعادہ ہوا ہے اور جسکی بعد ان خاص الخاص مسائل ایمانی کی تفصیل آئی ہے جنکی مقدس کونسل ٹرمینٹ نے مصلحین کے اغلاط کی رد میں تشریح کی۔

پس کلیسیا کا ایمان ہمیشہ واحد و یکساں ہے خواہ اسکا اظہار مختصر خلاصہ رسولی عقیدہ سے کیا جاوے خواہ زیادہ کامل و واضح عقیدہ پوپ پائس کی کیا جاو۔" مگر ہم دکھلاتے ہیں عقیدے نہ واحد ہیں۔ اور نہ یکساں انہیں مناسبت مجمل و مفصل کی نہیں ہے۔ بلکہ بالبدایت ایک دوسرے کے مبطل ہیں چنانچہ پہلا عقیدہ اپنی اصل میں ان سب عقیدوں سے قدیم ترین ہے۔ یہ عقیدہ رسولی کہلاتا ہے کیونکہ رسولی زمانہ کے عقائد پر شاہد ہے اس کا بنانیوالا کوئی ایک شخص نہیں نہ کوئی خاص زمانہ اسکی تصنیف کا تعیین کیا جاتا ہے رسولی زمانہ سے یہ چلا آیا۔ اور رسولی کہلایا۔ اور ہمیشہ بطور انجیلی ایمان کے نو مریدوں کیواسطے متصور ہوا یہ توحیدی ایمان پر بہت بڑا اور قدیم ترین شاہد ہے اور ہماریطرح پکارتا ہے "میں اعتقاد رکھتا ہوں خدائے قادر مطلق باپ پر جو آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا ہے"۔ نہ اس میں تثلیث ہے نہ اسمیں تثنیہ نہ اسمیں مسیح کی الوہیت ہے نہ روح القدس کی الوہیت یا شخصیت جب لوگ انجیل سے بہکے اور "خدا قادر مطلق باپ" کی الوہیت سے راضی نہوے۔ تو انہوں نے اس عقیدہ حقہ کو اپنے ایمان کیلئے کافی نہ سمجھا۔ اور وحدت سے تثنیہ کیطرف رجوع ہوئے۔ کونسل نائیس ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی۔ اسمیں پہلا حصہ اس عقیدہ کا مرتب ہوا جو اس کونسل سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اسمیں نہ خالص وحدت ہے نہ خالص تثلیث بلکہ دو خداؤں کی تعلیم ہے ایک بڑا بزرگ خدا جسکو ایک خدا قادر مطلق باپ آسمان و زمین اور سب دیدنی و نادیدنی چیزوں کا بنانیوالا کہا دوسرا چھوٹا خدا جسکو ایک خداوند جو خدا سے خدا سچے خدا سے سچا خدا مصنوع نہیں بلکہ "مولود کہا۔" خدا سے خدا" یعنی خدا میں سے خدا نکلا۔ اسلئے اس کو مصنوع نہیں بلکہ "مولود" کہا بہر کیف یہ ایک خدا قادر مطلق باپ سے کمتر ہے اور یہ دو مختلف درجوں کے خداؤں کی تعلیم ہے۔ ایک خدا مقدم دوسرا خدا مؤخر ایک خدا بالذات دوسرا خدا "خدا سے خدا"۔ اخیر فقرہ اس عقیدہ کا صرف یہ تھا۔ "میں روح القدس پر اعتقاد رکھتا ہوں"۔ جس میں نہ تو روح القدس کی الوہیت اور نہ اسکی شخصیت تسلیم کیگئی۔ اب دیکھو۔ ۳۰۰ برس ختم ہونیکو آتے ہیں مگر تثلیث گراہی اپنی تثلیث کی تصویر پوری نہیں بنا سکے جب اسکی نوبت تک پہنچی تو

تو اور بڑھی کونسل نائس میں روح القدس کا مسئلہ طے نہ ہو سکا۔ کیونکہ جیسا ترجمہ میں دکھلایا گیا
مصر والے بجائے روح القدس کے کنواری مریم کو لانا چاہتے تھے پس ۵۰ برس کی غور و فکر کے بعد
روح القدس کا مسئلہ بھی داخل کیا گیا۔ ۳۸۱ء میں دوسری کونسل قسطنطنیہ میں منعقد ہوئی اسمیں
روح القدس کو خدا خداوند اور زندگی کا بخشنے والا کہہ کے اسکی الوہیت و شخصیت کو قبول کر لیا
مگر اب بھی تثلیث پوری نہیں بنی اس عقیدہ میں روح القدس کی بابت یوں آیا تھا "جو باپ اور
بیٹے سے نکلتا ہے۔" اسکی بھی ترمیم فرض تھی۔ چنانچہ ۴۴۷ء میں ملک سپین میں دوسری کونسل
نے اس جملہ کو یوں گھڑا۔ "جو باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے"۔ مگر تثلیث اب بھی پوری نہ ہوئی۔
کیونکہ عقائد نائس باوجود ان سب ترمیموں کے "ایک خدا پر جو قادر مطلق باپ ہے" اعتقاد رکھتا ہے
اور یسوع مسیح کو اور نیز روح القدس کو صرف "خداوند" کہتا ہے۔ گو ایک کو باپ سے مولود اور
دوسرے کو باپ بیٹے سے منتج۔ اور یوں تثلیث کا عقیدہ ناقص اور غیر کامل رہا جاتا تھا۔ پس
آٹھویں صدی عیسوی میں اصلی تثلیث کا عقیدہ یہ کہتا ہوا کسی زمین جیلی سے برآمد ہوا
"عقیدہ جامع یہ ہے کہ ہم تثلیث میں واحد خدا کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کریں" باپ بیٹے
اور روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے جلال برابر عظمت ازلی یکساں جیسا باپ ہے ویسا
ہی بیٹا ویسا ہی روح القدس ہے۔ باپ خدا بیٹا خدا اور روح القدس خدا تسپر بھی تین
خدا نہیں بلکہ ایک خدا"۔ مابعد کے تمام عقائد اسی کے مقروض ہیں۔ اسپر اضافہ ہوتا گیا۔ مگر
اسمیں کمی نہیں کی گئی۔ پس پہلی تین صدیوں میں جملہ عقائد "ایک خدا سے قادر مطلق باپ پر جو
آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا ہے" ہمزبان انجیل کے ایمان رکھواتے تھے اور توحید خالص
کیطرف دعوت کرتے تھے۔ چوتھی صدی کے اوائل میں بجائے خالص وحدت کے ناقص وحدت
مروج ہوئی۔ جو ایک خدائے قادر مطلق باپ سے "ایک خداوند" کے مولود ہونیکی
قائل ہوئے۔ اور اس مولود کو دوسرے درجہ کا خدا مانا۔ چوتھی صدی کے اواخر ایک تیسرا خدا وضع
کیا گیا جسکی شخصیت کی خبر اب تک کسی کو نہ تھی۔ اور جو دوسرے کا ہمسر ہوا مگر نہ مولود ہو کر۔ بلکہ

مستخرج ہو کر پانچویں صدی کی نصف تک اس تیسرے شخص کو تیسرا درجہ دیا گیا۔ اور اسکو پہلے اور دوسرے دونوں سے مستخرج مانا۔ پھر آٹھویں صدی میں پوری تثلیث تین ہمسر برابر شخصوں کی وضع ہوئی جو آجتک کم و بیش رائج ہے۔

مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس تثلیث کی بارہ میں تثلیثی ہم ایمان ہیں ہرگز نہیں نہ لفظاً نہ معناً۔ معناً تو اختلاف اس وجہ سے کہ ہر تثلیثی اپنے ذہن میں ایک نرالی تثلیث سمجھے ہوئے ہے۔ لفظاً ایک بڑا فرق یہ ہے کہ یونانی کلیسیا جسکو مشرقی کلیسیا بھی کہتے ہیں روح القدس اقنوم ثالث کو صرف اقنوم اول سے مستخرج مانتے اور اسکے اقنوم ثانی سے مستخرج ہونیکی منکر ہے۔ مگر مغربی کلیسیائیں اسکو اقنوم اول و ثانی دونوں سے مستخرج مانتی ہیں۔ عظیم اختلاف کی اور اسی پایہ کا ہے۔ کہ کوئی اقنوم ثانی کو بجائے صرف باپ کی روح القدس سے بھی مولود سمجھے یا باپ کو بیٹے سے مولود یا بیٹے اور روح القدس سے مستخرج سمجھے بس شرقیوں کی تثلیث اور مغربیوں کی اور دوسری صدی کی نسبت تثلیثی مورخ تسلیم کیا اقرار کرتا ہے کہ عیسائی مذہب اسوقت تک اپنی اصلی حسن و سادگی کو بچا رکھا تھا۔ اور اسکے چند مختصر عقائد تھے۔ اور دین کی تعلیم سوائے ان تعلیمات کے جو رسولوں کے عقیدہ میں سکھائی گئیں کوئی اور تعلیم علانیہ نہ سکھاتے تھے"۔ (دوسری صدی حصہ دوم)

یہ ماخذ التثلیث کا ایک تاریخ ولادت تثلیث کے متعلق بیان ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ عقیدہ اتھانیسیس انجیلی عقیدہ نہیں ہے۔ اور نہ یہ انجیلی تعلیم ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب میں پانچویں صدی میں ایک بدعت پیدا ہوئی ہے۔ انجیلی تعلیم اس عقیدہ بدعی کے برخلاف خدا تعالےٰ کی توحید کا اعتقاد ہے۔ چنانچہ مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی نے بیان کیا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح رسالہ تنقیح الوہیت مسیح تثلیث کے صد ۱۵۲ میں لکھتے ہیں۔

باب ہشتم خلاصہ شہادت انجیل

(۱) انجیل کی ان ۱۳۲۶۔ آیات میں جنمیں خداوند کو آیا ہے ایک آیۃ بھی ایسی نہیں جس میں

کثرت فی الوحدت کا اشارہ ہوا۔ (۲) جن آیات میں باپ کو ایک اور اکیلا خدا کہا ہے وہ شمار میں ۱۷ ہیں۔

(۳) جن آیات میں باپ کو خدا کا لقب مطلقاً باعتبار بزرگی و جلال کو دیا ہے وہ ۳۲۰ ہیں۔

(۴) جن آیات میں باپ کو خدا کہا۔ اور ساتھ ہی اس کے مخصوص القاب و خطاب وصفات کا تذکرہ آیا جس طرح بیٹے کا تذکرہ نہیں آیا۔ وہ ۱۰۵ ہیں۔

(۵) جن آیات میں یہ لکھا ہے کہ تمام دعا، وحمد باپ ہی کی خدمت کرنا لازم ہے اور عزت وجلال مطلقاً اسیکو سزاوار ہے۔ وہ ۹۰ ہیں۔

(۶) خداوند مسیح کو ۱۲۰ جگہ بیٹا کہا ہے.............

... ۵۶ جگہ خدا کا بھیجا ہوا۔ ۶۰ جگہ ابن آدم۔ ۲۷ جگہ آدمی۔ ۱۹ جگہ نبی اور بہت جگہ خادم کہا ہے

(۷) خدا باپ کو ۸۶ جگہ یسوع مسیح کا باپ کہا ہے اور ۲۳ جگہ یسوع مسیح کا خدا کہا ہے۔

(۸) جن آیات میں بیٹے کی نسبت صریحاً یا ضمناً کہا گیا کہ وہ باپ سے کمتر اور اپنی ہستی کے لئے خدا کا محتاج ہے اور تمام اختیارات اسنے خدا سے حاصل کئے ہیں۔ اور سب کچھ وہ خدا کی مرضی کے مطابق کرتا ہے۔ وہ ۳۰۰ ہیں۔

(۹) جن مقامات میں خدا کی نسبت ایسے مخصوص خطاب استعمال کئے گئے جن میں سے ایک بھی مسیح کے حق میں استعمال نہیں کیا گیا وہ ۴۵۰ ہیں۔

شاید تثلیثی عیسائی ان توحیدی عیسائیوں کے جواب میں یہ کہیں۔ کہ یہ لوگ تثلیثی نہیں تو عیسائی ہی نہیں بلکہ بدعتی ہیں۔ انکا قول ہمارے نزدیک لائق التفات نہیں ہے یا یہ کہیں کہ اب یہ لوگ توحیدی نہیں رہے تثلیثی لوگ ہیں۔ اور انکے اعتقاد بدل گئے ہیں چنانچہ مسٹر اکبر مسیح کی نسبت بٹالہ کے ایک عیسائی ڈاکٹر عنایت اللہ نے کہا تھا۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ اگر وہ عیسائی نہیں تو جن لوگوں کے اقوال وہ اپنے بیان کی تائید میں لاتے ہیں وہ تو مسلم عیسائی ہیں۔ اگر انکے اعتقادات اب بدل گئے ہیں تو انکے دلائل ور دہ تاریخیں کتابیں تو نہیں بدلیں۔ لہذا انکے اقوال کی تسلیم یا جواب انکے ذمہ لازم ہے اور جب تک وہ اسکا جواب نہ دیں ان کو یہ ماننا پڑیگا۔ کہ یہ تعلیم انجیلی تعلیم نہیں۔ بلکہ پانچویں صدی کی بدعت ہے۔ اس فقرہ

پنجم میں ساتواں دلیرانہ افترا و مغالطہ آمیز مکر و خداع یہ ہے جو کہا گیا ہے۔ کہ خدا کی مثل تو دوسرا خدا ہی نہیں الخ حالانکہ اس سے پہلے خدا تعالیٰ کو جس نور کی مثال بنا کر اسکے تین حصّے مساوی کئے ہیں جنمیں کوئی چھوٹا نہ بڑا نہ پہلے نہ پیچھے اور یہ عموماً تثلیثی عیسائیوں کا خدا کی نسبت عقیدہ ہے کہ وہ وَن آف تھری اَیکل گاڈز یعنی تین مساوی درجہ کے خداؤں میں سے ایک خدا اس عقیدہ کے ساتھ یہ کہنا کہ خدا کی مثل دوسرا خدا ہی نہیں کذب و مغالطہ و مکر و خداع نہیں تو اور کیا ہے عیسائیوں کے اعتقاد میں خدا کی تین الگ الگ اشخاص ہونگی تشریح آئندہ جواب جوابات اعتراضات قرآنیہ میں بھی ہوگی۔ عیسائیوں کا یہ کہنا کہ تثلیث ایک بھید ہے۔ اور پھر اسکے تشریحیں از خود کرنا ہی ایک مغالطہ و دھوکہ ہے جس چیز کو بھید خدا کا کہا جاتا ہے اسکی تشریح بجز اس خدا تعالیٰ کے جسکا وہ بھید ہو کون کرسکتا ہے عیسائی عقل و انصاف سے کام لیکر یا تو تثلیث کو الٰہی بھید کہنا چھوڑ دیں یا اسکی کوئی تشریح از خود نہ کریں۔ قرآن مجید و توریت و انجیل پر افترا پردازی اِن حضرات کا بیان ہو چکا ہے اب ہم ان حضرات کے ان دلیلوں کا جواب دیتے ہیں جو الوہیّت مسیح پر اعتراضات قرآنیہ کے جواب میں ان سے عمل میں آئی ہے اور مثال مذکور کے متعلق افترا پردازی کے بعد راقم مضمون نے کہا ہے۔ اس چراغ والی مثال کی روشنی کے آگے وہ ساری اعتراضات تاریکی کی طرح دور ہوجاتے جو کہ قرآن کے مصنف نے تالوث مقدس کی واحدانیت کا بھید نہ سمجھنے کے سبب مسیح کی الوہیت و ابنیت پر کئے ہیں۔

اعتراض (۱) خدا کا بیٹا کہاں سے ہو۔ اور کیونکر ہو جبکہ اسکی کوئی جورو ہی نہیں (سورہ انعام ۱۳ ع ۱۰۱ - آیت) **جواب** ضروری نہیں کہ چمنی کے اندر والا نور چمنی کے ساتھ نکاح پڑھائے پھر اسکے ساتھ جماع کرے تب نو مہینے کے بعد چمنی کی موٹائی کے اندر باپ سے الگ ایک بیٹا نور پیدا ہو۔ **جواب الجواب** چمنی کی جوت والا اور اسکی موٹائی کے اندر والا اور چمنی کے باہر والا تینوں جیسے مخلوق یا محدود اور لیمپ کے بتی کے ساتھ قائم ہیں ایسی حقیقی نور (خدا تعالیٰ) کی جو بذات خود قایم ہے مثل نہیں ہوسکتی۔ اور نہ قرآن نے ان تینوں کو

خدا تعالیٰ کی مثل بتایا ہے عیسائیوں نے قرآن پر افترا کیا ہے۔ کہ حمپنی کی نور کو خدا تعالےٰ کی مثل قرار دیا ہے۔

ایک مخلوق و محدود و قایم بغیر کو خدا تعالیٰ کی (جو مخلوق نہیں بلکہ خالق ہے محدود نہیں بلکہ لامحدود ہے قایم بغیر نہیں بلکہ بذات خود قایم ہے) مثل قرار دینا ان ہی لوگوں کا کام ہے جنکا دل تثلیث کی تاریکی سے سیاہ ہو چکا ہے اور آفتاب توحید ان خفاش سیرت کو نظر نہیں آتا۔

جب ایک چیز کو دوسری سے مولود کہو گے تو ضروری ہے کہ انمیں شرعی نہ سہی قدرتی ہی سہی ازدواج ہو جو عموماً حیوانات و نباتات میں بلا واسطہ یا بواسطہ ہوا اور مکھیوں کے وقوع میں آتا ہے پھر ایک کے انشقاق و انتفاخ سے دوسرا متولد ہوتا ہے اور جس حالت میں خدا تعالیٰ ان لوازم جسمیہ سے منزہ و پاک ہے۔ لہذا اسکی طرف توالد و مولود نسبت کرنا کمال ظلم اور افترا ہے اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ اور اسی پر خدا تعالیٰ کی یہ حجت ہے کہ اسکا بیٹا کیونکر ہو اسکی جورو تو ہے ہی نہیں۔ قطعی طور پر قایم ہے مسٹر البرسیح پر افسوس ہے کہ یونی ٹیرین ہو کر انہوں نے قرآن کی اس استدلال کو نہیں سمجھا۔ اور ضمیمہ تنقیح تثلیث الوہیت مسیح الٹا قرآن پر الزام قایم کیا کہ قرآن نے مسیح کی ابنیت کے مفہوم کو نہیں سمجھا تب ہی یہ استدلال پیش کیا۔

عیسائیوں میں اگر مسیح کو صرف ابن کہا جاتا نہ مولود خدا تو قرآن مجید انکے مقابلہ میں یہ استدلال نکرتا۔ اور یہ تسلیم کر لیا جاتا کہ انکے قدیم محاورہ اور بول چال میں ابن کا اطلاق مجازاً محبوب پر بھی ہوتا ہے۔ جو مسیح اور مسیح کے علاوہ عام ہدایت یافتہ اشخاص کے حق میں پایا گیا ہے۔ مگر جب انہوں نے یہ غضب ڈھایا کہ مسیح کو خدا تعالیٰ کا ولد اور مولود ہی بنا دیا تو قرآن مجید کو استدلال کا حق پیدا ہو گیا۔ کہ خدا کی جورو نہیں تو ولد کیونکر ہوا۔

اس استدلال قرآنی کو یوحنا (۱-۱۳) کا یہ قول کہ وہ لہو سے نہ جسم کی خواہش سے نہ مرد کی خواہش سے مگر خدا سے پیدا ہوئے ہیں محل اعتراض نہیں بتاتا۔ کیونکہ یہ قول عام لوگوں کی بنسبت ہے جو خدا کے فرزند کہلاتے ہیں چنانچہ یوحنا (۱-۱۲) میں ہے ۱۲ جنہوں نے

اسے قبول کیا اُسنے انہیں اقتدار بخشا کہ خدا کے فرزند ہوں یعنی انہیں جو اسکے نام پر ایمان لائے"۔ اور انکے خدا سے پیدا ہونیکے یہی معنی متعین ہیں۔ کہ خدا نے ان کو پیدا کیا اور وہ خدا کی مخلوق ہیں۔ ان معنی کر خدا کا فرزند ہونا اُسی مجازی محاورہ کی رو سے خدا کا محبوب ہوتا ہی مسیح کو عیسائی خدا کا ولد اور مولود بتلاتے ہیں جو جورو ہونیکا مقتضی ہی۔ یا جورو کی مانند اور محل تولد ہو۔ جو عموماً حیوانات و نباتات میں پایا جاتا ہے۔ لہذا استدلال قرآن بلا معارضہ صحیح ہے۔ اور بالکل صحیح مسٹر اکبر مسیح پر اس سے بڑھکر یہ افسوس ہے۔ کہ وہ برہمو ازم کو سلام پر اس دلیل سے ترجیح دیتے ہیں۔ کہ برہمو عیسائیوں سے سیکھ کر مسیح کو خدا بیٹا اور خدا کو سب کا باپ کہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ آپس میں اخوت کی نسبت کا خیال کرکے محبت رکھتے ہیں۔ اور محمدی خدا کو صرف حاکم اور ایک شخصی بادشاہ سمجھکر اس سے ڈرتے اور کانپتے ہوئے اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ اور اسکو ابا کہکر یا باپ سمجھکر اس سے باپ کی سی محبت نہیں رکھتے اور تمام بنی آدم [illegible] اور بھائی سمجھکر ان سے بھائیوں کی سی محبت رکھتے ہیں۔

افسوس مسٹر اکبر مسیح کو سلام کے ماخذ (قرآن و حدیث) پر جو قرآن کی شرح ہی کافی نظر نہیں ہے اسلام نے ماں باپ سے بڑھکر خدا تعالیٰ کو رحم اور محبت کرنیوالا بتایا ہے قرآن میں خدائے تعالیٰ کا ایک نام وَدُودٌ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ محبت کرنیوالا۔

إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ (هود ع ۸) وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ (بروج ع ۱) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ	حدیث نبوی میں خدا کے رحم و محبت کی یہ شرح ہوئی ہی کہ جسقدر رحمت تمام مخلوق میں (جن میں جنوں انسانوں کے ساتھ حیوانات اور درندے بھی اپنی اولاد پر رحمت کرتے ہیں شریک ہیں) پائی جاتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا سوواں حصہ ہے خدا تعالیٰ نے اس

وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَاَخَّرَ ہا تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ یرحم بہا عبادہ یوم القیامۃ صحیح مسلم ۲ - قدم علی رسول اللہ سبی فاذا امرأۃ من السبی تبتغی اذا وجدت صبیا فی السبی اخذتہ فالصقتہ ببطنہا وارضعتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترون هذه المرءة طارحۃ ولدها فی النار قال لا واللہ وہی تقدر ان لا تطرحہ فقال اللہ ارحم بعبادہ من هذه بولدها (صحیح مسلم ص ۳۵۶)

اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ صحیح مسلم ص ۳۵۶ وصحیح بُخاری ص ۱۱۱۰

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ الحجرات ع لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (ممتحنہ ع ۲)

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ (نساء ع ۶)

ان عبد اللہ بن عمر ذبحت لہ شاۃ

کے ننانویں حصے قیامت کے دن بندوں پر رحمت کریگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں قیدیوں میں ایک عورت اپنے بچے کی تلاش میں پھرتی تھی جب وہ اسکو ملگیا تو اُسنے پیٹ سے لگا لیا آنحضرت نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالیگی اصحاب نے کہا کہ مقدور ہوتے نہ ڈالیگی۔ آنحضرت نے فرمایا بخدا خدا تعالیٰ اس عورت سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے یعنی جہانتک اسکے قانون میں گنجائش ہوگی اسکو آگ میں نہ ڈالیگا۔ اور حدیث قدسی میں ارشاد ہوا ہے کہ میری رحمت میرے غصہ سے بڑھکر ہے اور قرآن میں کل مومنوں کو باہم بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ بلکہ مومنوں کے علاوہ ان کافروں کے جو مسلمانوں کو امن دیکر اپنی ملک میں رکھیں یا انکے ساتھ رہیں بھی نیکی و سلوک کا حکم دیا ہے خصوصاً جو ہمسایہ ہوں اور ان کی جس سے نہ ستاویں اور قرآن میں ہمسایوں سے سلوک و احسان کا حکم تاکید سے ہوا ہے۔ جو تمام لوگوں کو مسلم ہوں خواہ کافر۔ پرہیزگار ہوں خواہ بدکار دوست ہوں خواہ دشمن شامل ہے اسی نظر سے حضرت ابن عمر صحابی کے

فِیْ اَہْلِہٖ فَلَمَّا جَاءَ قَالَ اَہْدَیْتُمْ لِجَارِنَا الْیَہُوْدِیِّ؟ اہدیتم لجارنا الیہودی؟ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یوصی بالجار حتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سیورثہ (ترمذی صفحہ ۱۶ جلد ۲)

والقدر المرفوع منہ (فی البخاری ص۸۸۹) واسم الجار یشمل المسلم والکافر والعابد والفاسق والصدیق۔ وقد حملہ ابن عمر علی العموم فامر لما ذبحت لہ شاۃ اَنْ یُّھْدِیَ لجارہ الیہودی (فتح الباری)

قال رسول اللّٰہ صلعم لا یرحم اللّٰہ من لا یرحم الناس (بخاری مسلم مشکوۃ ص۴۲۳)

قال رسول اللّٰہ صلعم الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ (مشکوۃ ص۴۲۵)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ کَانَ رَجُلًا سَقَی الْکَلْبَ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فغفر لہ قالوا یا رسول اللّٰہ صلعم اِنَّ لَنَا فِی الْبَھَائِمِ اَجْرًا؟ قَالَ فِیْ کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ۔ وَعَنْ اَسْمَاءَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم دنت منی النار فاذا امرأۃ حبست تخدشہا ھرۃ۔ قَالَ مَا شَانُ ھٰذِہِ الْھِرَّۃِ قَالُوْا حبستہا حتی ماتت جُوْعًا (بخاری ص۲۱۸ وغیرھا)

گھر میں بکری ذبح ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے یہودی ہمسایہ کو گوشت بھیجا ہے۔؟

ایک حدیث نبوی میں عام لوگوں کا خواہ مومن ہوں یا غیر مومن کی نسبت کہا گیا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا ۔ایک حدیث نبوی میں لوگوں کے علاوہ مخلوق کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ سب مخلوق خدا کا عیال (وہ کنبہ جسکو وہ پالتا ہے) لہٰذا خدا کا سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جو خدا کے عیال کے ساتھ احسان کرے۔ ایک حدیث نبوی میں بیان ہے کہ ایک شخص نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا اسکی وجہ وہ بخشا گیا۔ یہ حدیث سنکر لوگوں نے آنحضرت سے سوال کیا کہ ہمکو جانوروں پر رحم کرنے میں بھی اجر ہے تو آپ نے فرمایا ہر تر (زندہ) کلیجہ پر رحم کرنے میں اجر ہے اور ایک حدیث نبوی میں آیا ہے کہ ایک عورت نے بلی کو باندھ رکھا اور وہ بھوک سے مر گئی اُس پر عذاب ہوتا آنحضرت کو دکھایا۔

اِن آیات اور احادیث میں جو اسلام و مسلمانوں میں طبقہ اعلیٰ کی صحیح حدیثیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ صاف پایا جاتا ہے۔ کہ اسلام نے خدا تعالیٰ کو باپ سے بڑھکر مہربان

قرار دیکر نہ صرف بنی آدم میں (مومن ہوں خواہ کافر) رشتۂ اخوت قایم کر دیا ہے۔ بلکہ حیوانات اور درندوں کتے بلیوں تک رحم و محبت کرنیکا حکم دیا ہے مسٹر اکبر مسیح نے ان آیات واحادیث سے غافل و بیخبر ہونے کی وجہ سے اسلام کو تعلیم اخوت سے خالی سمجھکر عیسائیت اور برہموازم کو تعلیم ابوت خدا و بنوت بنی آدم کے سبب جو ان مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ اسلام پر ترجیح دی ہے۔ اب ان آیات و احادیث کو پڑھکر مسٹر اکبر مسیح بتائیں۔ کہ خدا تعالیٰ میں اور اسکی مخلوقات میں رحم واخوت کا تعلق پیدا کرنا خدا تعالیٰ کو مخلوقات کا رب (پروردگار) اور رحیم اور ودود مان لینے اور تمام مخلوقات کو اس کا عیال سمجھکر اپنا ہم جنس خیال کر لینے سے (جیساکہ اسلام نے سکھایا ہے۔ آسانی اور ایسی خوش اسلوبی سے ہو سکتا ہے۔ جس میں کسی قسم کا شبہ یا عیب خدا تعالیٰ کی نسبت کسی کے خیال میں نہیں گذرتا) یا اس تعلق کو پیدا کرنیکے لئے خدا تعالیٰ کو باپ بنانا اور مسیح کو اُس کا اکلوتا بیٹا۔ اور درجہ اول کا فرزند بنانا۔ اور دوسرے نیک بندوں کو (نہ کافروں کو) کیونکہ کافر لوگ عیسائی مذہب میں ہلاکت کے فرزند ہیں۔ نہ خدا کے فرزند۔ (روم ۸/۱۲) کو دوسرے درجہ کے بیٹے بنانا ضروری ہے۔ جس سے ذات خدا تعالیٰ کی نسبت ولد و مولود کا عیب لگا۔ پھر چوتھی صدی عیسوی میں (۳۲۵ء میں) کونسل نائس میں خدا تعالےٰ کی الوہیت میں اس کے ایک ہم ذات اور ہم کفو بیٹے کو اس کا شریک بنانے کا بہتان قایم ہوا۔ اور خدا واحد کا تثنیہ تجویز ہوا پھر ۳۸۱ء میں روح القدس کی الوہیت کا بہتان قایم ہوا۔ اور اس تثنیہ کے بعد تثلیث قایم ہوئی۔ اور پانچویں صدی

میں وہ عقیدہ اتھانیسس قرار پایا۔ اور ان بہتانوں کو دُور کرنے اور اس ثنیہ اور تثلیث کو باطل کرنے کے لئے آپ کو کتاب تنقیح الوہیّت مسیح و تثلیث تالیف کرنی پڑی۔ اگر ضروری ہے۔ تو کیوں اور کس وجہ سے؟ مسٹر اکبر مسیح ہم کو اس سوال کا جواب دیں۔ اور ضرور دیں۔

مسٹر اکبر مسیح نے اس ضمیمہ میں اس استدلال قرآنی پر کہ خدا کا بیٹا کیونکر ہو۔ اس کی جورو تو ہے ہی نہیں۔ ایک یہ اعتراض بھی کیا ہے۔ کہ اسلام میں خدا تعالےٰ کا ہاتھ بیان ہوا ہے۔ اس پر یہ سوال کیوں نہ ہوا۔ کہ اس کا کندھا تو ہے ہی نہیں۔ ہاتھ کیونکر ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جہاں قرآن میں خدا کے ہاتھ اور آنکھیں۔ سننا۔ دیکھنا۔ اور خدا تعالیٰ کا غصہ اور رحم وغیرہ صفات بیان ہوئے ہیں۔ وہاں ایک جامع آیت میں صاف فرما دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (شوریٰ ع ۲)

کی مانند کوئی چیز نہیں۔ وہ سُننے دیکھنے والا ہے۔ جس نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی نسبت جو صفات و الفاظ تشبیہی وارد ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ کی مماثلت مخلوقات سے ہرگز مراد نہیں۔ اور نہ ان کی حقیقت صفاتِ مخلوق کی حقیقت سے مشابہ ہے۔ وہاں صرف نتیجہ اور افعال میں تشبیہ ہے۔ اُسکا ہاتھ وہ ہے جسکا نتیجہ آسمان و زمین وغیرہ مخلوق کو بنانا ہے۔ اور اسکی حقیقت اس ہاتھ کی مانند نہیں جو کندھے کو چاہتا ہے۔ اسکی آنکھیں وہ ہیں جن کا فعل انکشاف مبصرات

ہے۔ اور اس کی حقیقت اُس آنکھ کی مانند نہیں ہے۔ جو سیر کو چاہتی ہیں۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

عیسائی مذہب کی جن کتابوں میں مسیح کو خدا تعالےٰ کا ولد مولود کہا گیا ہے۔ اگر وہ کتابیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوتیں۔ اور یہ الفاظ خدا تعالےٰ کے ہوتے۔ تو وہاں بھی اس آیت قرآنی کے مضمون کی کوئی ایسی آیت ہوتی جس میں تصریح ہوتی کہ خدا کا ولد مولود ہے۔ پر نہ ایسا جیسا کہ انسان یا حیوان یا نباتات کا ہوتا ہے۔ اس صورت میں نہ اس کے ولد مولود کی نسبت انسان یا حیوان یا نباتات کی مانند مولود ہونے کا کسی کو خیال پیدا ہوتا۔ اور نہ قرآن اس کے مقابلہ میں استدلال قایم کرتا کہ اس کی جورو نہیں۔ تو اس کا ولد کیونکر ہو سکتا ہے ان کتابوں کے مصنفوں نے خدا تعالےٰ کے لیے ولد مولود کا لفظ تو گھڑ لیا مگر اسکے ساتھ ایسا لفظ جس سے مخلوق سے اسکی مماثلت کی نفی ہو درج کرنا بحکم "دروغ گو را حافظہ نباشد" بھول گیا۔ تو انکا خدا تعالےٰ پر یہ افترا کرنا اس اعتراض کا محل بن گیا سچ کہا گیا ہے "عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیئے"۔ اس مماثلت کی مثال کو جو یوحنا کا قول مسٹر اکبر مسیح نے نقل کیا ہے وہ اس آیۃ قرآنی کا مضمون ہو ہی نہیں سکتا جسکا بیان مفصل اوپر ہو چکا ہے مسٹر اکبر مسیح نے اس ضمیمہ میں کئی اور جگہ ایک یہ غضب ڈھایا ہے اور آنحضرت صلعم پر یہ اتہام باندھا ہے کہ آنحضرت یہودی عیسائی موحدوں کے شاگرد و متعلم تھے اور وہ لوگ آپکی دینی معلم (صفحہ ۵۲ تنقیح وغیرہ) یہ افترا و اتہام آنحضرت کی زندگی میں بھی آپ پر لگایا گیا تھا اور اسکا جواب خود خدا تعالےٰ نے اسی وقت دیدیا تھا۔ اس مقام میں ہم اسی جواب کو معہ تشریح نقل کرتے ہیں سورۂ نحل میں ارشاد ہوا ہے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۔ نحل ع ۱۴ ترجمہ البتہ ہم جانتے ہیں کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اسکو (یعنی رسول کو) کوئی آدمی تعلیم کرتا ہے۔ اور وہ یہ سبق غور اعتقاد کرکے جس شخص کی طرف اس تعلیم کو × مجوسی سے نسبت کرتے ہیں۔ اُس کا

کلام عجمی (غیر عربی) ہے اور یہ قرآن کلام عربی ہے۔ وہ باتیں ظاہر کرنیوالا جنکی ان معلموں کو خبر تک نہیں۔ اور اگر ہے تو اسمیں انکا اختلاف ہے جس کا فیصلہ یہ قرآن کرتا ہے اور اسوجہ سے یہ سول ان لوگونکا معلم ٹھیرا۔ نہ انسے تعلیم حاصل کرنیوالا۔ اور یہ قرآن پچھلی کتابوں کا محافظ و رقیب ٹھیرا نہ ان سے ماخوذ و مستفاد۔ اس مضمون کو دوسری آیت میں اس پیرایہ میں ادا کیا ہے یہ قرآن

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (النمل ع) وَقُرْآنٌ مُبِينٌ (رجوع یٰس ع ۳)

بنی اسرائیل کی اکثر باتوں کو جنمیں وہ اختلاف کرتے ہیں بیان اور فیصلہ کرنیوالا ہے۔ اور اسی معنے سے کئی جگہ قرآن کو بیان کرنیوالا کہا گیا ہے۔

جو احکام کتاب حلال وحرام کے بیان کے علاوہ اختلاف اہل کتاب کے بیان کرنے کو بھی شامل ہے۔ اس معنی سے اس قرآن کو مُہیمن یعنی پہلی کتابوں کا مصدق و محافظ و رقیب کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:۔

أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ ... مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (مائدہ ع)

ہم نے تیری طرف کتاب اُتاری ہے پہلی کتابوں کو (جو اس سے پہلے ہیں) سچا کرنے والی اور ان پر رقیب و محافظ*

اس سوال وجواب کو اور جگہ اس پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے۔

وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۞ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (الفرقان ع)

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پہلوں کی کہانیاں ہیں اسنے لکھالی ہیں جو صبح شام اس کو پڑھ پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو کہدے یہ قرآن اس نے اتارا ہے جو زمین و آسمان میں بھیدوں کو جانتا ہے۔ (یہود و نصاریٰ تو ایک طرف رہے۔ اُن بھیدوں کو زمین آسمانوں میں کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ وہی جانتا تھا۔ جسنے وہ بھید اُٹھائے ہیں اسلیئے) کہ وہ معاف کرنے والا رحم والا ہے"۔

خدا تعالیٰ کا یہ جواب جو کلام الملوک ملوک الکلام کا مصداق ہے مسٹر اکبر مسیح کی بہتان

تعلیم کا پورا جواب ہے۔ مگر شاید وہ اس جواب پر واقعات سے شہادت طلب کریں۔ اور یہ سوال کریں کہ وہ کونسے مسائل و احکام و اسرار ہیں جو اہل کتاب جانتے تھے۔ یا ان میں باہم اختلاف رکھتے تھے۔ اور قرآن اور آنحضرت صلعم نے انکو بیان کر کے فیصلہ کیا ہے۔ اور وہ یہود و نصاریٰ کے استاد بنے ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ وہ ایک نہیں دو نہیں بیسیوں ہیں۔ مگر اس مقام خطاب پروٹسٹنٹ میں انکا بیان اجنبی ہے۔ سردست ہم اسی مسئلہ توحید کو پیش کرتے ہیں جسپر یونی ٹیرین (توحیدی عیسائیوں) کو ناز ہے۔ جس طرز و توضیح و تفصیل سے قرآن نے اس توحید کو بیان کیا ہے۔ کہ نہ تو خدا کی ذات میں خدا تعالیٰ کا کوئی شریک ہوتا ہے۔ نہ صفات میں نہ استحقاق عبادت میں۔ اس توضیح و تفصیل سے وہ توحیدات ثلثہ کو توریت اور انجیل اور اسکی حواشی سے بلا مزاحمت تعارض و تناقض نکالدیں۔ اسکے بعد ہم اور احکام و اسرار کو پیش کرینگے جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود نصاریٰ کا اور قرآن کا پہلی کتابوں کا استاد ہونا ثابت ہوگا نہ شاگرد ع کجا بودا شہب کجا تافتم۔ خطاب تو پروٹسٹنٹ عیسائیوں سے تھا اور میں چلا کہاں گیا خیر اب میں پھر ان ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

~~اعتراض اول [illegible]~~

اعتراض ۲۔ مسیح اللہ نہیں۔ کیونکہ اللہ اگر اس کو ہلاک کر ڈالنا چاہے تو کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی۔

جواب۔ نور تاریکی کو فنا کر سکتا ہے۔ اپنی ذات کو نہیں چمنی کے جوف کے اندر کا باپ نور چمنی کی موٹائی کے اندر والے بیٹے نور کو ہلاک نہیں کرتا۔

جواب الجواب

چمنی کے اندر والا نور بذاتِ خود قایم نہیں بلکہ وہ چراغ کی بتّی اور اسکے تیل سے قایم ہے۔ جب تیل کم ہوا اور چراغ گل ہو۔ تو چمنی کے جوف والا نور بھی کافور ہوا اسکے کافور ہونے سے چمنی کی موٹائی کے اندر اور چمنی کے باہر والے نور بھی دور ہوئے اور تاریکی چھاگئی۔ ان میں سے کوئی نور بھی اس حقیقی نور کی جو بذاتِ خود قائم ہے مثل نہیں۔

وہ جس نور کی مثل ہے۔ وہ خدا کی مخلوق ہے۔ اور خدا کا عطیہ اور اس کے نور کا ظل جو بحکم کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ زوال پذیر ہیں۔

اعتراض ۳۔ وہ کیونکر خدا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ کھانا کھاتا تھا۔ عیسائیوں کو جو عربیت کا مذاق نہیں رکھتے معلوم نہیں کہ کھانا کھانا کنایہ ہے پاخانہ پھرنے سے۔ لہذا صحیح مفاد اس دلیل کا یہ ہے کہ وہ پاخانہ پھرتا اور پیشاب کرتا تھا۔ اور ایسے گھنے موتنے والا شخص کیونکر خدا ہو سکتا ہے۔

جواب

چمنی محتاج ہے۔ کہ خاک سے بنے اور کہ لیمپ اس کو اٹھا رکھے۔ مگر اس چراغ والی مثال میں نور بذاتِ خود قایم ہے۔ آگ کا محتاج نہیں۔ مسیح کا جسم کھانے کا محتاج تھا اس کی الوہیت کا نور کھانے سے قایم نہیں تھا۔ چمنی میں سے نور کا گذرنا نور کو چمنی کا محتاج نہیں بناتا۔ اور نہ ہی چمنی کے ٹوٹ جانے سے نور تاریکی بن جاتا ہے۔ محمدی صاحبان خود ہی کہہ رہے ہیں۔ شعر

آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں ٭ لیکن خدا کے نور سے آدم جُدا نہیں

جواب الجواب:۔ چمنی کو تو تم نے محتاج مان لیا ہے۔ لیمپ جس میں وہ چمنی دہری ہے۔ چمنی کی طرح طاق کا محتاج ہے جس میں وہ رکھا ہوا ہے۔ ان دونوں کا محتاج ہونا اور محدود ہونا بتا رہا ہے۔ کہ جو نور ان میں نظر آرہا ہے۔ وہ اس نورِ حقیقی کے جو قایم بذاتِ خود ہے۔ مثال نہیں ہے۔ اور نہ وہ نور الوہیت ہے۔ بلکہ وہ عطیہ اور مخلوق الٰہی ہے۔ جو نورانی بندگانِ خدا کو عطا ہوتا ہے۔ اور وہ نور چمنی اور لیمپ اور طاق اور تیل سب کا محتاج ہے۔ ان میں سے ایک کوئی فنا ہو تو وہ نور فنا ہو جاتا ہے۔ مسیح کسی مصداق میں اگر اس کا جسم ہی شامل و داخل تھا۔ تو تمہارے اعتقاد کے مطابق مسیح دو چیز سے مرکب ٹھہرا۔ ایک الوہیت دوسری انسانیت۔ اور یہ لوازم حدوث و افتقار و احتیاج ہیں۔ اور ایسا خدا جو حادث وغیر حادث سے مرکب ہو خدائی کے لائق نہیں ہوتا اور وہ ہرگز خدا نہیں۔ لیکن شاعر محمدی نے جو شعر کہا ہے اس میں آدم کو خدا کی اُس

نور کا فیض و اثر قرار دیا ہے۔ جو اس کی ہر ایک مخلوق کو پہنچا ہے۔ اور تب ہی وہ وجود میں آیا۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح علیہ السلام میں خدا کے اس نور کا فیض پایا جانا تجویز کیا جاوے تو اس میں کسی محمدی کو کلام نہیں ہے۔ چشمِ ماروشن دِلِ ماشاد۔

اعتراض ۴۔ قرآن کا مُصنّف خیال کرتا ہے۔ کہ عیسائی تین خدا مانتے ہیں اور اس واسطے وہ ان کو منع کرتا ہے۔ کہ تین خدا مت کہو۔ اور اس پر یہ دلیل دیتا ہے۔ (۱) خدا کے ساتھ اَور خدا ہوتے تو بعض بعض پر چڑھائی کرتے (۲) وہ صاحبِ عرش کے ساتھ جھگڑے کی راہ ڈھونڈتے۔ (۳) تب آسمان و زمین تباہ ہو جاتے۔

جواب

عیسائی کبھی الگ الگ تین خدا نہیں مانتے۔ وہ ثالوث مقدّس میں توحید اور توحید میں تین اقانیم مانتے ہیں جو کہ تینوں ذات و صفات میں ایک ہیں۔ ایک دوسرے کے اوپر غلبہ نہیں چاہتا۔ اور نہ ایک دوسرے کے انتظام کو تباہ کرتا ہے کبھی کسی نے نہیں دیکھا یا سنا ہوگا۔ کہ چمنی کی موٹائی کے اندر کا نور یا چمنی کے باہر کا نور چمنی کے جوف کے اندر والے نور کے دشمن بنکر اس کو دور کرنے کے واسطے جھگڑے کی راہ پکڑتے ہوں۔ یا ان تینوں نوروں سے ایک دوسرے پر غلبہ چاہتا ہو یا ان کا اس میں نفاق ہو۔ اور اس نفاق کے باعث لیمپ تباہ ہو گیا ہو

جواب الجواب

یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ محض دروغ بے فروغ اور الفاظی گلٹ سازی ہے۔ دیگر ہیچ۔ عیسائیوں کے تین خدا الگ الگ اقنوم یعنی شخص و شخصیّت رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک اقنوم کے (یعنے شخص) کے نام و احکام و صفات و خواص جداگانہ ہیں شکل جداگانہ عیسائیوں کے نزدیک اقنوم (شخص) اول کا نام خدا اور باپ ہے۔ اور اس کا وصف ابوت اور خالقیت اور تولید اور اس کی شکل جسمانی آنکھ سے کسی نے نہیں دیکھی۔ مگر بُت پرستوں نے بنا کر دکھائی ہے۔ جو کہ خدا تثلیث کے صف

میں منقول ہے۔ اقنوم (شخص) دوم کا نام عیسیٰ مسیح اور اس کا وصف بنوت (بیٹا ہونا اور مولود ہونا)، اور شکل انسانی جو عام انسانوں کے دیکھنے میں آئی ہے۔ سوم کا نام روح القدس اور صادر یا منبثق اور اس کا وصف صادر ہونا ہی اور اس کا کام خدا کی طرف سے مسیح کا پیغام لانا۔ اور شکل فاختہ یا کبوتر کی ہے۔ اس کا ذکر بھی ماخذ التثلیث کے صفحہ ۵ میں ہوا ہے۔ پروٹسٹنٹ عیسائی اگر اس کتاب کو جو ایک توحیدی عیسائی کی تصنیف ہے نہ مانیں تو لوقا ۳/۲۲ میں روح القدس کا کبوتر کی شکل میں ہونا تو انکو ماننا پڑیگا۔ جس سے اس کی شکل کا شکل اقنوم اول و دوم سے جداگانہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس امتیاز صفات و اشکال کے ساتھ کہ "ایک باپ ہے اور دوسرا بیٹا اور تیسرا کبوتر یا فاختہ کی شکل میں باپ کی طرف سے بیٹے کے واسطے شہادت اور تسلی لانیوالا اور بیٹا اقرار کرتا ہے کہ باپ مجھسے بڑا ہے۔ اور میں اس سے کمتر ہوں۔ اور میں جو اقتدار حاصل کیا ہے خدا سے کیا ہے۔ اور وہ عاجزی کے ساتھ خدا سے دعا کرتا ہے۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یہ پیالہ موت صلیبی مجھے ٹال دے۔ اور خدا تعالیٰ اس پیالہ کو نہیں ٹلاتا۔ عیسائیوں کا یہ کہنا۔ کہ وہ الگ الگ تین۔ اقنوم نہیں مانتے۔ ایک سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور جھوٹ بول کر لوگوں کو بہکانا۔ اور دام میں لانا نہیں تو جھوٹ بولنا کس چیز کا نام ہے۔

چمنی کے نور کی مثال جو بار بار پیش کی جاتی ہے۔ اس کا بارہا جواب دیا گیا ہے کہ اس چمنی میں جو نور ہے۔ وہ اس نور حقیقی کی جو قایم بذات خود ہے مثال نہیں ہے۔ بلکہ اُس نور کی مثال ہے۔ جو خدا کی طرف سے اس کے نیک بندوں کو عطا ہوا ہے۔ وہ نور مخلوق ہے۔ اور محدود اور قایم بذاتِ غیر ہے۔ اس کے تینوں حصوں میں کمی و بیشی ہے۔ اور ان کی نسبت بارہا بہت لوگوں کے مشاہدہ میں آ گیا ہے کہ بمقدار مُناسب سے زیادہ بتی نکل جاتی ہے۔ تو بھب بھب کر کے وہ چمنی کو توڑ دیتی ہے۔ بلکہ لیمپ بھی اُس سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور آخر جب بتی جلکر خاک ہو جاتی ہے۔ تو وہ چمنی کا نور خود ہی کافور ہو جاتا ہے۔ اور اس سے باقی دو نور بھی فنا ہو جاتے ہیں۔ ایسی ظلی نی مثالیں

خدا باقی کے شان کے شایاں نہیں ہیں۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ قرآن مجید نے خدائے واحد کو جو حقیقی نور ہے۔ اور بذاتِ خود قایم ہے۔ چمنی والے نور سے تشبیہ نہیں دی۔ بلکہ خدا تعالےٰ سے نور یافتہ بندوں کو تشبیہ دی ہے۔ عیسائیوں نے قرآن پر افترا کیا ہے۔ کہ تشبیہ و مثل کو خدا کی مثل قرار دیا ہے۔ اخیر مضمون میں اِن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تابعین مسلمانوں پر یہ طعنہ زنی کی ہے۔ کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو جو حقیقی نور ہے۔ نہیں دیکھا۔ چنانچہ صحیح مسلم سے ابوذر سے منقول ہے۔ کہ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ۔ یعنے خدا نور ہے۔ میں اس کو کیونکر دیکھوں۔ اور یہ بھی انہوں نے فرمایا ہے مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ۔ ایسا ہی ایک اسلامی شاعر مرزا بیدل نے کہا ہے۔ اور مسیح اور ان کے تابعین کی نسبت یہ لاف زنی کی ہے۔ کہ مسیح نے خدا کو دیکھا ہے۔ اور وہ جس کو چاہے۔ دکھا سکتا ہے۔ پھر اس سے تناقض و متضاد یہ بھی لاف زنی کی ہے کہ مسیح خود نور تھا۔ اور اس کے مومن جس کو وہ روح القدس دیتا ہے کہتا ہے تم خود دنیا کے نور ہو۔ جو خوش ہو کر کہتے ہیں۔ ہماری شراکت باپ کے ساتھ اور اس کے بیٹے یسوع مسیح کے ساتھ ہے۔ اور اس لاف زنی کے ثبوتِ تائید میں حوالجات ذیل کو پیش کیا ہے۔ یوحنا ۱۸/۱ یوحنا ۱/۹ ۱۔ الخ یوحنا ۹/۱۲ یوحنا ۱۴/۱۰و۱۱ متی ۵/۱۴ افسیون ۵/۱۴ ۔

طعنہ زن کا جواب

جس کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابوذر سے یہ روایت ہے کہ خدا نور ہے میں اس کو کیونکر دیکھوں۔ اُسی صحیح مسلم میں بصفحہ ۹۸۔ اُسی روایت کے ساتھ دوسری یہ روایت بھی اُسی حضرت ابوذر سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا ہے۔

رَاَیتُ نُورًا یعنی نور کو دیکھا - اور ان دونوں روایتوں کی باہم موافقت و تطبیق یون ہو سکتی ہی کہ جسم کی آنکھ سے نہین دیکھا دل کی آنکھ سے دیکھا - (دل کی آنکھ وہ ہی جس سے انسان نیکی کی باتین بھی واقعات کو دیکھتا ہی جس سے نہ تو کسی مومن کو انکار ہے نہ کافر کو) چنانچہ اسی صحیح مسلم مین صفحہ ۹۸ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دو دفعہ دیکھا - اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے کہا ہی کہ جو قرآن میں ارشاد ہوا ہے - کہ دل نے جھوٹ نہین دیکھا - اور اسکو مرتبہ اور بھی دیکھا - اس سے مراد آنحضرتؐ کا خدا تعالیٰ کو دیکھنا ہی

عن عطاء عن ابن عباسؓ قال رَاٰہُ بقلبہٖ وعن ابی العالیہ عن ابن عباس قال مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی وَ لَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی قال راٰہ بفؤادہٖ مرتین صحیح مسلم ص ۹۸ ھذا الذی قالہ ابن عباسؓ معناہ انہ راٰی النبی صلعم ربہ سبحانہ تعالیٰ شرح مسلم ص ۹۸ جلد

لاف زنی کا جواب

جس شخص کو یوحنا $\frac{1}{9}$ الغایۃ و یوحنا $\frac{8}{12}$ و متی $\frac{5}{14}$ مین نور کہا گیا کہ وہ خدا کے نیک بندون میں پایا جاتا ہی اسکو تو مومن دیکھتا ہی مسیح کی اور اسکے تابعین کی اسکی رویت سے کیا خصوصیت ہی اور جو نور بذاتِ خود قایم ہی اور اس سے مراد خدا تعالیٰ و تقدس ہی کی ذات ہی اسکو مسیح کا یا اسکے متبعین کا دیکھنا ان حوالجات مین یا یہ نہین جا تا یوحنا $\frac{1}{3}$ و یوحنا $\frac{12}{10}$ و ا مین اس نور کا ذکر تک نہین* اس مین پہلی لاف زنی کی متضاد و متناقض دوسری لاف زنی پائی جاتی ہی کہ مسیح اور انکے تابعین جو خود نور ہیں اسپر ایک اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر وہ خود نور ہین تو پھر انکا کسی نور کو دیکھنا اور جاننا کیا معنی رکھتا ہی دوسرا یہ کہ اس نور سے اگر حقیقی نور جو قایم بذاتِ خود ہی مراد ہی تو محض دروغ ہی حضرت مسیحؑ کے یہ شان ہرگز نہیں کہ انہون نے ان معنی کر نور ہونیکا دعوی کیا ہو جیسی حالت مین اسکی برخلاف انجیل کے دو سو مقام مین انکے یہ دعوی پائے جاتے ہین کہ وہ باپ سے کمتر ہی اور اپنے نفس کیلئے خدا کا محتاج ہی اور تمام اختیارات انہونے خدا سے لئے ہیں (تنقیح ص ۱۵۳) - اور اس دعوی دروغ کو انکے حق مین عیسائی اندھا دھند مان لیں گے تو انکے تابعین کے حقمین اسکو کیونکر تسلیم کرینگے اور وہ ان معنی کر نور ہونے میں مسیح اور اسکے باپ کے شریک کیونکر ہو سکیں گے جیسا کہ یوحنا ۱: مین کہا گیا ہی اور اگر اس سے مراد وہی نور ہی جو تمام نیک بندگان و دیگر مخلوقات خدا میں خدا کیطرف سے پایا جاتا ہے تو پھر یہ لاف زنی عبث و فضول ہی مسیح اور اسکے تابعین کی اس نور سے کیا خصوصیت خدا کے سبھی نبی و انکے برگزیدہ اس معنی کر نور ہیں جو جہان کو روشن کر گئے ہیں -

* [illegible]

التماس بٹالہ کے پادری پارس ناتھ صاحب اور دیگر پروٹسٹنٹ عیسائیوں سے ہماری یہ ناصحانہ التماس ہے کہ اس مضمون کو توجہ سے پڑھیں اور خدا تعالیٰ واحد جاایم بالذات و قیوم عالم کی ذات و صفات میں اس کی جناب میں عاجزی کرنیوالے ایلی ایلی پکارنیوالے یسوع کو اسکا بیٹا اور شریک نہ بناویں۔ قرآن کی تعلیم قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ترجمہ: یعنی تو کہدے کہ اللہ ایک ہی وہ بے نیاز بے احتیاج ہے وہ نہ کسی سے جنا گیا اور نہ اُسنے کسیکو جنا اور نہ اسکا کوئی ہمتا اور برابر ہے۔ وہ فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے تو توریت و انجیل اور اسکے حواشی کی تعلیم منقولہ ذیل کو غور سے پڑھیں اور اس سے فائدہ اُٹھاویں۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا معبود نہ ہو اپنے لئے تراشی ہوئی صورت یا کسی کی مورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے مت بنا اور تو انہیں سجدہ نہ کر (استثنا ۵ باب ۷ و ۸۔ ۴) سن اے اسرائیل خداوند تمہارا خداوند اکیلا خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور سارے جی اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خداوند کو دوست رکھ (استثنا ۶ باب ۴ و ۵) سب حکموں سے پہلے یہی ہے کہ اے اسرائیل وہ خداوند جو تمہارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے۔ (مرقس ۱۲ باب ۲۹) ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھکو اکیلا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تونے بھیجا ہے جانیں (یوحنا ۱۷ باب ۳) مسٹر ابرنسٹ جو توحیدی عیسائی کہلاتے ہیں ان سے التماس ہے کہ وہ بھی ہمارے اس مضمون کو جو انکے خطاب میں ہے۔ توجہ سے پڑہیں اور مسیح کے بیٹے اور خدا کے باپ ہونے کے اعتقاد سے توبہ کریں یہی باپ بیٹے ہونے کی تعلیم ہے جسنے عیسائیوں سے توحید چھوڑائی اور تثلیث کی تاریکی انمیں پھیلائی جس سے آپکو خدا تعالیٰ نے نجات دی۔ پھر آپ اسی ذریعہ تاریکی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اسکے انجام سے نہیں ڈرتے

الراقم ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ از بٹالہ

فٹ نوٹ: گھر میں لگی آگ کو بجھانا باہر کی آگ بجھانیسے مقدم ہوتا ہے۔ لہذا عیسائیوں وغیرہ مخالفین اسلام سے مخاطب ہونیکا ہمکو کم اتفاق ہوتا ہے۔ اسکی نوبت تبہی آتی ہے جبکہ وہ لوگ ہمکو اسطرف توجہ دلاتے ہیں۔ بٹالہ کے پادری پارس ناتھ صاحب نے ہمکو ڈاکٹر برخوردار خاں کا رسالہ بھیجا۔ تو ہمکو اسکا جواب دینا پڑا دیکھئے اب عیسائی صاحب اسپر کیا نوٹس لیتے ہیں جو صاحب اس باب میں کچھ خامہ فرسائی کریں۔ اس کی ایک کاپی ہمیں بھی بھیجدیں۔ ۱۲

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

جیسا کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے برخلاف ہم ایک مختصر ریمارک نوٹ صفحہ ۹ نمبر ۲ جلد ہذا میں کر چکے ہیں ویسا ہی ہم اسکی تائید میں اور اسکو مفید اسلام بنانے کے لئے ایک مختصر ریمارک کرتے ہیں۔ خدا کرے حامیان و بانیان کانفرنس خصوصاً نواب وقار الملک صاحب کی اسطرف توجہ ہو اور وہ کانفرنس اسلام و مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہو۔

کانفرنس کی جسقدر توجہ مغربی علوم اور مسلمانوں میں اسکی اشاعت کیطرف ہو رہی ہے۔ اس سے دو چند ہو تو ہمکو اس سے مسرت ہے چشم ما روشن دل ما شاد۔ کیونکہ ہم مغربی علوم انگریزی کے مخالف نہیں۔ بلکہ موافق و مؤید ہیں۔ اشاعۃ السنہ جلد ۲ نمبر ۲ صفحہ ۱ وغیرہ ملاحظہ ہو مگر یہ اسی صورت و حالت میں ہے کہ مغربی علوم دینی کی طرف اسکا نصف یا ربع یا کم از کم اسکا عشر ہی توجہ ہو۔

علوم دینی سے [illegible] مغربی علوم [illegible] جسقدر وہ اپنے دین و اسلام کو گھٹا ئینگے۔ اور رفتہ رفتہ ایتھیسٹ (دہریہ) ہو جائینگے۔ اور اگر مغربی علوم کا دسواں حصہ بھی وہ عربی علوم دینی میں دستگاہ پیدا کر لینگے تو وہ بمضمون "ان یکن منکم مأۃ صابرۃ یغلبوا مائتین"۔ والحق یعلو ولا یعلی مغربی علوم کے دس حصہ سے مقابلہ کر کے انکی مضرت سے بچکر ان پر غالب آ جائینگے۔ کاش مسلمان مغربی علوم کی توجہ سے دسواں حصہ ہی عربی علوم دینی کی طرف توجہ کریں اور بانیان و حامیان کانفرنس اسی قدر کی طرف ان کو توجہ دلا دیں اور کانفرنس کے جلسوں میں منجملہ دس رزولیوشنز ایک ہی رزولیوشن ضرورت تعلیم عربی علوم دینی کی متعلق بھی پاس ہوا کرے۔

اگر کوئی شخص ابتداء بنیاد کانفرنس سے سال گذشتہ کے جلسہ تک جسقدر رزولیوشن کانفرنس میں پاس ہوئے ہیں ان کو شمار کریگا تو عربی علوم دینی کی اشاعت کے متعلق اتنا ذکر بھی نہ پاویگا جتنا آٹے میں نمک ہوتا ہے یا بقول ایک نامی لکچرار مولوی حافظ دہلوی کے چلتے گاڑی کے پہیئے کو تیل لگایا جاتا ہے۔ بلکہ ایک جلسہ کانفرنس میں تعلیم مذہبی کی بابت کسی نے سوال اٹھایا تھا تو اس کا جواب ملا کہ مذہبی تعلیم کے متعلق علماء

وقت کافی کوششیں کر رہے ہیں۔ کانفرنس کو اسکے متعلق کچھ کرنے کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ گذشتہ را صلوٰت آئندہ ہی کانفرنس اس تعلیم مذہبی کی طرف توجہ کرے اور اپنے رزولیوشنوں میں مسلمانوں کو توجہ دلاوے۔

سال حال کے جلسہ میں ہمارے مضمون "گریجوایٹ مسلمان اور اسلام" کی طرف کانفرنس کی توجہ ہو۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں خصوصًا ممبران کانفرنس کو اسکی طرف توجہ دلائی جاوے اور ہمارے مضمون پولیٹیکس اور اسلام کے ضمن میں جو مذہبی تعلیم پر بحث ہوئی ہے اور سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم کی ایک صورت تجویز کرکے زائد و فضول حصہ تعلیمات کو سکولوں سے خارج کرنے پر گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی ہے۔ اسپر کانفرنس بحث کرے پھر اگر اسکو توجہ گورنمنٹ کے لائق سمجھے تو گورنمنٹ کو اسکی طرف توجہ دلاوے۔

اس کانفرنس کے مفید اسلام و مسلمانان ہونے کے لئے ایک اس امر کی بھی سخت ضرورت ہے کہ اسکی عملی کارروائی میں کسی متفق علیہ قرار داد قدیم مسلمانوں کا خلاف عمل میں نہ آیا کرے جیسے کہ اسدفعہ کے جلسہ بمقام امرتسر سید بانی کانفرنس کی تصویر کا آویزان کرنا عمل میں آیا ہے [illegible] پاپولر (عام پسند) اور یوسفل (مفید عام) ہونے کے لئے سدّ راہ ہے۔ ہرچند نئے فیشن کے مسلمانوں میں تصویروں کا اپنے مکانوں کے کمروں میں لٹکانے اور اپنی جیبوں میں دوستوں کی تصویریں رکھنے کا ایسا رواج ہے جیسے اُنکا ڈاڑھی کا صفایا کرانے اور بلا تکلف اور بلا روک سونے اور ریشم پہننے اور اتفاقیہ احکام اسلام صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ کو خیرباد کہنے کا عام رواج ہے۔ مگر حامیان کانفرنس سے جو ہنوز احکام اسلام صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں اور اپنے بابرکت چہروں پر ڈاڑھیاں رکھتے ہیں وہ تو ان اتفاقی ممنوعات سے کانفرنس کے جلسوں کو بچایا کریں۔ اور اگر سبھی حضرات حامیان و ممبران و شرکاء جلسہ کانفرنس ڈاڑھیاں والے اور ڈاڑھی مونڈے نمازی اور بے نماز سونا ریشم پہننے کو حرام جاننے والے اور پہننے والے ذی روح کی تصویر کو جائز جانتے ہیں تو از راہِ نصیحت و ہدایت ہمکو اسکے جواز کے دلائل سے آگاہ کریں اور احادیث صحیحہ اتفاقیہ منقولہ ذیل میں جو ان تصاویر کے گھر میں رکھنے اور بنانے پر لعنت وغیرہ وعید آئی ہے اسکا جواب دیں

(۱) عن عائشہ ... نمبر قدر	... عائشہ ... سے روایت ہے کہ

تعمیل کرے یا اس کو دین سے اٹھا دے۔ وما علینا الا البلاغ۔ ہماری ان گذارشوں پر کانفرنس کی توجہ ہوئی تو آئندہ

فیها تصاویر فلما جاء رسول الله صلی الله علیه
وسلم قام علی الباب فلم یدخل فعرفت فی وجهه
الکراهة قالت قلت یا رسول الله اتوب الی
الله والی رسوله ماذا اذنبت فقال رسول
الله صلعم ما بال هذه النمرقة قالت اشتریتها
لتقعد علیها و توسدها فقال رسول الله صلعم
ان اصحاب هذه الصور یعذبون یوم القیمة
یقال لهم احیوا ما خلقتم وقال ان البیت الذی
فیه تماثیل لا یدخل فیه الملائکة . متفق علیه
(۲) وعنها عن النبی صلی الله علیه وسلم
قال اشد الناس عذابا یوم القیمة الذین
یضاهئون بخلق الله - متفق علیه -
(۳) وعن ابی هریرة قال سمعت
رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول قال الله
تعالی ومن اظلم ممن ذهب یخلق کخلقی
فلیخلقوا ذرة ولیخلقوا حبة او شعیرة -
متفق علیه -
(۴) وعن ابن مسعود قال سمعت رسول الله
صلی الله علیه وسلم یقول اشد الناس عذابا
المصورون متفق علیه - مشکوۃ صفحہ ۳۸۵ -
(۵) عن عائشة ان ام حبیبة وام سلمة ذکرتا
کنیسة یقال لها ماریة بالحبشة فیها تصاویر
لرسول الله صلعم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان اولئک اذا کان فیهم الرجل الصالح فمات
بنوا علی قبره مسجدا و صوروا فیه تلک

مینے ایک تکیہ خریدا - جسمیں تصویریں تھیں -
آنحضرت صلعم گھر میں آنے لگے - تو دروازہ پر کھڑے
ہو گئے - کہ گھر میں داخل نہ ہوئے - مینے عرض
کیا کہ مینے کونسا گناہ کیا - میں اوس سے
توبہ کرتی ہوں - آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ تکیہ
کیسا ہے - مینے عرض کیا کہ آپکے بیٹھنے کے لئے
خریدا ہے - آپنے فرمایا کہ ان تصویروں کے
بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب کیا
جاویگا اور کہا جاویگا - جو تمنے بنایا ہے اسمیں
جان ڈالو - اور فرمایا فرشتے (رحمت کے) اُس
گھر میں داخل نہیں ہوتے - جسمیں تصویریں ہوں
(۲) ان ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ قیامت کے دن سخت عذاب ان لوگوں
کو ہوگا جو خدا کی مانند خالق بنتے ہیں -
(۳) ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ انہوں نے
آنحضرت صلعم کو یہ قول خداوندی بیان فرماتے سنا
کہ اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو میری مخلوق کی
مثل پیدا کرنے یعنے تصویریں بنانے لگتا ہو
کوئی ایک ذرہ یا دانہ یا جو تو پیدا کرکے دکھاوے -
(۴) ابن مسعود سے روایت ہی کہ مینے آنحضرت صلعم
کو یہ کہتے سنا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب
میں مبتلا مصوّر ہونگے -
(۵) حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ ام حبیبہ اور
ام سلمہ نے حبشہ میں ایک گرجا جسمیں تصویریں
تھیں دیکھا اور آنحضرت صلعم کے پاس اوسکا ذکر

النصاویر اولئک شرار الخلق عند الله یوم القیمة (صحیح بخاری صـ ۶۱ صحیح مسلم صـ ۲۰۱)

(۶) وعن ابی جحیفة قال لعن رسول الله المصورین (بخاری صـ ۲۸)

(۷) وعن ابن عباس قال سمعت رسول الله یقول من صور صورة فان الله یعذبه حتی ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ فیھا ابدًا۔ فربا الرجل ربوة شدیدة واصفر وجھه فقال ویحك ان ابیت الا ان تصنع فعلیك بھذا الشجر وکل شئ لیس فیه روح۔ (صحیح بخاری صـ ۲۹۶)

کیا۔ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا۔ تو وہ اسکی قبر پہ مسجد بنالیتے۔ اور اس میں وہ تصویریں بناتے۔ وہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن برے لوگوں سے ہونگے۔

(۶) ابو جحیفہ نے کہا کہ آنحضرت نے مصوروں کو لعنت کی ہے

(۷) ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلعم کو یہ کہتے سنا۔ جو کوئی تصویر بناویگا تو اللہ اسکو عذاب کریگا۔ جبتک کہ وہ روح نہ پھونکیگا اور یہ کام کبھی اوس سے نہ ہوگا۔ ایک آدمی نے (جو تصویر بناتا تھا) بڑی سخت ٹھنڈی سانس لی۔ اور اسکا چہرہ زرد ہوگیا۔ حضرت ابن عباس رضی نے کہا۔ تجھیر افسوس ہے تو تصویر بنانے سے نہ رہ سکے۔ تو درخت وغیرہ کی تصویر بنا جن میں جان نہیں ہے

ان احادیث کے مقابلہ میں اگر کوئی تصویر دوست وہ آیت سبا پیش کرے جسمیں ذکر ہے کہ جن حضرت سلیمان کے لیے تصویریں بنایا کرتے جو وہ چاہتے تو اس کے جواب میں کانفرنس کے پابند شریعت ممبران کو یہ کہیں کہ اولًا اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ وہ تصویریں جاندار چیزوں کی تھیں کیوں جائز نہیں کہ وہ مکانات باغات کی ہوں وثانیًا۔ اگر فرض کیا اور مان لیا جاوے کہ وہ جاندار چیزوں کی تھیں توجبکہ ہماری شریعت محمدیہ میں اس کے برخلاف ذی روح اشیاء تصویروں کی ممانعت آچکی ہے تو پھر ایک سلیمانی عمل وتقریر کی پیروی کیونکر جائز ہے۔ ہم محمدی ہیں نہ سلیمانی۔

> یعملون له مایشاء من محاریب وتماثیل (سباء ۲۶ پ ۲۲)

اور اگر کوئی صاحب تصویروں کے مجوز احادیث نمبر ا لغایت ۴ و نمبر ۶ و ۷ سے آنکھ بند کرکے اور صرف حدیث نمبر ۵ کے ظاہر الفاظ سے ہاتھ مار کر یہ عذر کرے کہ شریعت محمدی میں تصویر کی ممانعت اسوجہ سے ہوئی تھی کہ عیسائی لوگ تصویروں کی عبادت کرتے اور ان کو عبادت خانوں میں رکھتے اس زمانہ میں تو ہم پرستی اٹھتی جاتی ہے اور مورتی پوجا

ڈالا کہ انکی صحبت کی برکت سے جو لذت وحلاوت عبادت حاصل ہوتی تھی وہ اب نہیں رہی (بقیہ بر صفحہ ۲۶۷)

۴۸۶

کیا حنفی اہل حدیث نہیں ہوتے؟

تمہیدی ریمارک

یہ مضمون عرصہ تقریباً دو سال سے راقم مضمون نے طبع واشاعت کی غرض سے ہمارے پاس بھیجا ہوا تھا۔ یہ پہلے بعض عمائد حنفیہ کو ملاحظہ کرایا گیا۔ پھر بعض اعیان اہلحدیث امرتسر کی نظر سے گذرا۔ ان میں سے کوئی تو اسکا موافق ومصوب ہوا۔ اور کسی نے اسکے خلاف کا اظہار کیا اور اسی وجہ سے اسکی اشاعت کو ضروری نہ سمجھا گیا۔ اور اس میں التوا ہوتا چلا گیا۔ [illegible] اہلحدیث کے نام سے نامزد ہو کر قائم ہوئی ہے۔ جس کے صدر ہونے کی عزت اس ناچیز خاکسار کو بخشی گئی ہے۔ اسمیں یہ امر بحث میں آیا تھا۔ کہ اہلحدیث کی (جسکی طرف یہ انجمن منسوب ہوتی ہے) کی کیا تعریف ہے۔ اور اہلحدیث کے نام سے کون شخص موسوم ہوسکتا ہے۔ (جو اس انجمن کے ارکان اور مجلس منتظم میں داخل ہونے کا استحقاق رکھتا ہو۔ اور اس کا تصفیہ رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۲ کے صفحہ ۱۰۵ کے (جو اہلحدیث کا (قوم اور گورنمنٹ میں) مسلم ایڈووکیٹ اور ریپریزنٹیو ہے) اس بیان سے ہوگیا کہ اہلحدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بنا دے۔ اور جب اسکے نزدیک ثابت ومحقق ہو جاوے کہ انکے مقابلہ میں کوئی معارض مساوی یا اس سے قوی پایا نہیں جاتا تو وہ ان احادیث وآثار پر عمل کرنے کو مستعد وتیار ہو جاوے۔ اور اس عمل سے اسکو کسی امام یا مجتہد کا قول بلا دلیل مانع نہو۔

آنجا کہ اس تعریف کی رو سے بہت سے بے تعصب و منصف مزاج مقلدین مذاہب اربعہ حنفیہ وغیرہ (جو عمل بالحدیث کو جائز رکھتے اور سعادت سمجھتے ہیں اور تقلید مذہب انکو اس عمل سے مانع نہیں ہوتی) داخل ہو سکتے ہیں۔ نظر بر آں اس انجمن کے صدر (پریسیڈنٹ) خاکسار کی یہہ رائے قرار پائی۔ کہ اس انجمن کے نام میں ایسی تعمیم و توسیع ہو جانی چاہیئے کہ اسکا نام سنتے ہی وہ مقلدین جو عمل بالحدیث کو سعادت سمجھتے ہیں بھی داخل سمجھے جاویں۔ بناءً علیہ اسکے تجویز یہ ہوئی کہ لفظ انجمن اہلحدیث کے ساتھ ان بریکٹ (دو خطوط قوسی یا وحدانی ہیں) لفظ حنفیہ وغیرہ بڑہا دیا جاوے جسکے معنے یہہ سمجھے جاوینگے کہ یہہ انجمن ان اہلحدیث کی ہے جو عمل بالحدیث کو جائز اور موجب سعادت سمجھتے ہیں۔ پھر وہ دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو اہلحدیث ہونے کے ساتھ حنفی بھی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو بجز اہلحدیث کسی دوسرے نام حنفی یا شافعی کو اپنے لیے تجویز نہیں کرتے۔

صدر انجمن خاکسار ایسے باوجود اہلحدیث ہونے کے حنفی بھی کہلانا جائز رکھتا تھا۔ لہٰذا اس امر کا اظہار اسنے اپنے ماہوار رسالہ اور سراج الاخبار کے ذریعہ کر دیا۔ یہ امر ہمارے ایک روحانی فرزند ایڈیٹر اہلحدیث کو جو صرف اہلحدیث کہلاتے ہیں اور وہ حنفی وغیرہ کہلانا پسند نہیں کرتے ناگوار گذرا اور انھوں نے خاکسار کے اس اظہار کے برخلاف اپنے اخبار اہلحدیث میں یہ نوٹ مشتہر کر دیا۔

علماء کے اس معمولی تساہل نے آج امت کو یہ بُرا دن دکھایا ہے جو کوئی ایسی نسبت حنفی شافعی کو اپنے ساتھ نہ لگائے اسکو اہلسنت میں جگہ نہیں ملتی ہم آزادی سے کہتے ہیں۔ کہ آپ اپنے لئے بے شک اہلحدیث کے ساتھ حنفی کا لقب ملائیں۔ مگر یہ آپکی ذاتی رائے ہوگی۔ غالباً جماعت اہلحدیث پر اسکا کوئی اثر نہو گا کل کو ایڈیٹر سراج الاخبار یا کوئی اور ہمکو نہ دھمکا دیں۔ کہ تمہارے فلاں بڑے عالم نے یہ نسبت

اختیار کی ہے۔ انکے ایسا کہنے پر ہم ایک ہی سنائینگے۔ ے

"کسیکا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہینگے ہم"

یہ نوٹ دیکھکر خاکسار کو یہ فکر و اندیشہ پیدا ہوگیا۔ کہ اہلحدیث ہوکر کسیکا اپنے آپکو حنفی کہنا ایسا جرم مبداء فساد سمجھا گیا ہے۔ جیسا کہ متعصب مقلدین میں حنفی و شافعی نہ کہلوانا۔ اہل سنت سے خروج کا موجب سمجھا جاتا ہے۔ اس فکر و اندیشہ نے اس وقت ضرورت پیدا کر دی ہے۔ کہ اس مضمون کو رسالہ میں شائع کر دیا جاوے۔ تاکہ دونوں فریق متعصب مقلدین اور دلیر و بہادر اہلحدیث اس مضمون کی نسبت اپنے دلوں کے بخار نکال کر اسپر دلائل ظاہر کریں (فریق اول) یہ بیان کری اور اسکے دلائل بتاوے کہ کیوں ہر ایک مسلمان کو ہر مسئلہ میں ایک ہی کا مقلد ہو رہنا اور سفینہ مجبور کیطرح بے اختیار ہوکر حدیث صحیح و اثار پر عمل نکرنا جائز ہے۔ اور دلیر بہادر اہلحدیث یہ بتاویں اور اسکی دلیل بیان کریں کہ جو شخص عمل بالحدیث کو تقلید پر مقدم کرے اور معہذا وہ جس مسئلہ میں کوئی دلیل نہ پاوے اسمیں کسی سنی امام مسلم الاجتہاد کی تقلید کرلے اور اس وجہ سے وہ حنفی ہی کہلانا صرف جائز نہ واجب سمجھے تو یہ امر اسکے لیے کیوں ناجائز ہے۔ اور جو اس قسم کا حنفی ہو۔ وہ کیوں اس انجمن اہلحدیث کا رکن نہ بنایا جاوے۔ اور جو بظاہر اور منافقانہ طور پر عمل بالحدیث کو جائز یا واجب کہے۔ اور درحقیقت وہ بعض احادیث صحیحہ کو جو نص و تصریح رسول اللہ صلعم قرآن کی مفسر ہوں قرآن کی تفسیر قرار ندے۔ اور یہ عقیدہ چکڑالوی رکھتا ہو کہ قرآن سمجھنے کے واسطے حدیث نبوی و اثار سلفی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ عقیدہ مرزائی رکھتا ہو کہ احادیث نبوی جو متعلق قصص واخبار ہوں۔ ان میں حقیقت شرعی کا مراد ہونا لازم نہیں۔ اور یہ عقیدہ پیر نیچر رکھتا ہو (جس میں وہ ابوسلم جاحظ معتزلی کا مقلد

ہے) کہ جن چار جانوروں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مختلف پہاڑوں پر رکھکر بلایا تھا۔ انکو ذبح کرکے ایک کا گوشت دوسرے سے ملا کر پہاڑوں پر متفرق نہ کیا تھا۔ بلکہ ایک ایک جانور کو زندہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا تھا۔ وہ انجمن اہلحدیث کے انتظامی ارکان میں شامل رہکر بعض اوقات بغیر حاضری صدر انجمن میں صدر انجمن بھی بنایا جاوے۔ کیا یہ امر اس شعر کا مصداق نہیں ہے

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی ست

ہماری اس تجویز کو انجمن نے منظور نہ کیا۔ اور انجمن کے نام میں وہ لفظ نہ بڑھایا اور اسی قسم کے منافق اہلحدیث کو انجمن کا انتظامی ممبر بنایا تو ہم کو ایک نہ ایک دن صدر ہونے سے استعفا داخل کرنا پڑے گا۔

اس نوٹ کے اخیر میں جو مصرعہ ہمارے روحانی فرزند نے لکھا ہے اسکا جواب خاکسار اسکے بوڑھے روحانی باپ کے خیال میں یہ گذرا ہے

نبی [illegible] حنفی* [illegible] بحفظ مردود کی
کرتے ہیں شاگردی۔ وہ بھی ہدیہ ناظرین ہے۔

ریمارک ختم ہوا۔ اب اصل مضمون نقل کرتے ہیں۔

مذہب کی نسبت قدیم سے یہ طریقہ چلا آتا ہے۔ کہ ہر شخص اپنے مذہب کو عین صواب سمجھکر اسکے لیے وہ نام تجویز کرتا ہے جو اس کے خیال میں عمدہ و مستحسن ہو۔ اور ان لوگوں کے لیے جو اسکے مخالف یا پورے ہمخیال نہوں اس نام کا اطلاق جائز نہیں رکھتا۔ گو وہ نام اپنے مفہوم کے لحاظ سے ان پر صادق آتا ہو۔ یا اس کا صدق

* یہاں حنفی سے مراد وہی حنفی ہیں جو عمل بالحدیث کو سعادت سمجھتے ہیں۔ اور تقلید مذہب انکو اس امر سے مانع نہیں ہوتی۔ اور جو حنفی ایسا نہیں۔ وہ ہمارے نزدیک حنفی کیا پورا مسلمان بھی نہیں ہے۔
اسکی تفصیل ہم عنقریب اسی مضمون میں کریں گے جسکا عنوان یہ ہوگا:
"ہمارا حنفی ہونا کس معنی کر ہے"

ان پر بطریق اولے ہو سکے یا صرف انہیں کے ساتھ مخصوص ہو۔

دوسری صورت کی مثالیں (یعنی اس نام کا غیر پر بطریق اولے صادق آنے یا غیر کے ساتھ مخصوص ہونے کی) بکثرت پائی جاتی ہیں۔ از انجملہ دو مثالیں ذکر کیجاتی ہیں۔ (۱) مشرکین مکہ (جو اپنے آپکو پیرو ملّۃ ابراہیمی خیال کرتے تھے)۔

(۲) یہود و نصاریٰ جو حضرت ابراہیم علے نبینا و علیہ السلام کو یہودی و نصرانی ٹھہرا کر اپنے آپکو ان کا پیرو بیان کرتے تھے۔ مگر چونکہ ملت ابراہیمی کا مفہوم ان پر صادق نہیں آتا تھا۔ اور درحقیقت یہ لقب ان کے اغیار (مسلمانوں) پر بطریق اولے صادق آتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اس لقب کا صدق بطریق اولے جائز کرنے اور یہود و نصاریٰ کو اس ادعائی لقب سے الگ کرنے کے لیے فرمایا۔ وما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین۔ ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی (سورۃ آل عمران ۔ ع ۷)

پہلی صورت کی مثالیں (یعنی وہ صورت جسمیں وہ لقب اور نام دوسروں پر بھی صادق آتا ہو) بکثرت ہیں۔ ان میں سے ایک مثال جس سے ہمیں اسوقت بحث کرنا منظور ہے۔ بیان کی جاتی ہے۔ وہ مثال لقب "اہلحدیث" ہے۔ مگر یہ مثال عندیہ عوام کے لحاظ سے ہے خواص اہل تحقیق اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس مذہب کے عوام پیروان کا یہ خیال و ادعا ہے۔ کہ لقب اہلحدیث ہمارے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور ہم ہی اس خطاب سے مخاطب کیے جا سکتے ہیں۔ گویا یہ لقب ان کا رجسٹری کرایا ہوا ہے۔ لہذا کسی دوسرے کو انکے خیال میں اپنے حق میں اس لقب کے اطلاق و استعمال کا اختیار و گنجایش نہیں ہے۔ مگر کسی خطاب سے مخاطب ہونے یا کسی لقب کا مستحق بننے یا اس کی نسبت دعوئے خصوصیت کرنے کے واسطے محض ادعا کافی نہیں ہو سکتا۔ ورنہ مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ بھی ملت ابراہیمی میں داخل و مخصوص ہو جائیں۔ اور اسی طرح بہتیرے گمراہ فرقے جو اپنے آپکو خطابات حسنہ مذہبیہ کا مستحق یا ان القابات کو اپنے واسطے مخصوص جانتے ہیں۔ صرف ادعا کی وجہ سے اپنے دعوئے

میں سمجھے ہو جائیں۔ مثلاً مرزائی۔ اہل قرآن۔ معتزلہ جو اپنے آپ کو اصحاب التوحید و العدل سمجھتے ہیں) روافض۔ خوارج وغیرہ۔ بلکہ اسکی شناخت اور واقعی اس خطاب کا مستحق بننے کے لیے کوئی معیار ہونا چاہیے۔ وہ کیا ہے (صدق مفہوم و تسلیم اصول) پس جو شخص اس معیار میں پورا اترا وہ اس خطاب کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اور اسی کے لیے وہ لقب زیبا ہوگا۔ ورنہ اسکا محض ادعا و خیال خام متصور ہوگا۔

اس معیار کے رو سے اہلحدیث کو بھی جانچنا چاہیے کہ کیا یہ لقب احناف پر بھی صادق آسکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا فی الواقع عوام اہلحدیث کا ادعا خصوصیت و خیال رجسٹری بجا ہے یا بے جا؟

ان کے نزدیک اگر اہلحدیث سے مراد وہ اشخاص ہوں جو احادیث صحیحہ اور آثار کو اپنا دستور العمل بنا دیں اور جب ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو جائے کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور کوئی دلیل شرعی اسکے معارض نہیں تو وہ بے کھٹکے اسپر عمل کرنے کو تیار ہو جاویں اور کسی امام و مجتہد کے قول مخالف حدیث کو اس کے لیے عائق و مانع نہ جانیں۔ جیسا کہ مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۲ کے صفحہ ۱۵۹ میں بجواب سوال "مذہب اہلحدیث کیا ہے" فرماتے ہیں کہ "ان کا مذہب صحیح حدیث ہے جس کو اکابر مجتہدین نے (رضوان اللہ علیہم اجمعین) "اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کہکر اپنا مذہب بتایا ہے۔ تو اس معنی کے لحاظ سے جیسا کہ فرقہ اہلحدیث معروف اس لقب و خطاب کا مستحق ہے اسی طرح احناف وغیرہ مذاہب اربعہ کی پیروی جو احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں کسی امام یا مجتہد کے قول کو حجت نہیں سمجھتے اس لقب کے مستحق ہیں۔ کیونکہ جب وہ اس معیار کے رو سے جو پہلے تجویز ہو چکا ہے (یعنی تسلیم اصول و صدق مفہوم) اس لقب کے اصول کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اہل حدیث کا اطلاق ان پر جائز نہ ہو۔ بلکہ وہ اس کے ضد و مقابل ٹھہرائے جائیں اصول فقہ حنفیہ میں صاف طور پر اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حدیث صحیح کو قیاس پر بدرجہا فوقیت و ترجیح دی گئی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک خبر واحد

وحدیث مرسل وغیرہ بھی حجت ہیں اور ان کے مقابلہ میں قیاس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ حنفیہ کے نزدیک ضعیف حدیث کو بھی قیاس سے مقدم کیا گیا ہے حدیث نبوی تو اعلے درجہ پر ہے۔ قول صحابی بھی ان کے نزدیک قیاس سے مقدم ہے۔ ان امور کی تائید وثبوت کے لیے چند عبارتیں کتب معتبرہ اصول وفروع حنفیہ سے نقل کیجاتی ہیں

میزان کبریٰ شعرانی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے

وفی روایة اخری انہ کان یقول ما جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین وما جاء عن اصحابہ تخیرنا وما جاء عن غیرھم فھم رجال ونحن رجال (میزان صفحہ ۱۷۵)

کہ جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے وہ میری سر آنکھوں پر ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اور ہمیں اسکی مخالفت کی مجال نہیں اور جو کچھ آپکے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے فرمایا ہے وہ بھی ہمیں منظور ہے۔ اور جو کچھ ان کے ماسوا کسی اور نے کہا ہے تو وہ بھی آدمی ہیں جیسے ہم بھی

حسامی میں ہے کہ قول صحابہ رضی کی تقلید واجب ہے اس کے موجود

تقلید الصحابی واجب بترک بہ القیاس لاحتمال السماع والتوقیف ولفضل اصابتھم فی نفس الرای بمشاھدۃ احوال التنزیل ومعرفۃ اسبابہ۔ (حسامی صفحہ ۹۴)

ہونے پر قیاس کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ اسمیں صحابی کا اس قول کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سننے کا اور آنحضرت صلعم کے مطلع ہونے کا احتمال ہے نیز وہ تنزیل قرآن کے احوال کے مشاہدہ واسباب تنزیل کی معرفت کے لحاظ سے بھی انکی رائے غیروں کی رائے پر فضیلت رکھتی ہے۔

درالمختار میں ہے اگر کسی نے اصحاب حدیث پر کوئی چیز وقف کی

وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ اولا بزازیہ

ہو تو اس میں وہ شافعی جو طلب حدیث میں نہوں داخل نہوں گے۔ اور حنفی طلب حدیث میں ہوں خواہ

لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس۔ (دلائل مختار صلا)	نہوں سب داخل ہو جاوینگے۔ کیونکہ وہ حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور خبر

واحد کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں۔

چنانچہ اسی لحاظ سے مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۱ میں فرماتے ہیں۔ جسکا ماحصل یہ ہے:۔ کہ "مذاہب اربعہ ان مجموعہ مسائل کا نام ہے جو کتاب اللہ حدیث رسول اللہ۔ اجماع و قیاس سے ماخوذ ہیں۔ اور مذہب اہلحدیث ازانجملہ خاصکر اصل اول و اصل ثانی حدیث و آثار سلفیہ سے ماخوذ ہے۔ مذاہب اربعہ اور مذہب اہلحدیث میں نسبت تضاد نہیں بلکہ عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ اور اہل مذاہب اربعہ اور اہلحدیث میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے۔ اہل مذاہب اربعہ میں سے بعض حنفی شافعی وغیرہ بھی کہلاتے ہیں اور اپنے اماموں اور مجتہدوں کے اقوال کے مقابلہ پر استدلال بالحدیث کی وجہ سے وہ اہلحدیث کہلانے کے بھی مستحق ہیں۔ کوئی کہے یا نہ کہے جیسے متقدمین سے امام ابو جعفر طحاوی اور فقہاء عراق اور بعض فقہاء ماوراء النہر اور متاخرین سے شاہ ولی اللہ صاحب اور انکی اولاد امجاد جن کا اہلحدیث اور پھر حنفی ہونا انکی مدت العمری عمل سے عیاں ہے

اسی طرح اہلحدیث سے بھی بعض حنفی کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ نص قرآنی و حدیث نہ ملنے کے وقت حنفی مذہب کی کتب متون و شروح کے مطابق فتوے دیتے ہیں۔ جیسے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب شمس العلماء دہلوی اور خود مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب　　　　اور حنفیہ سے بعض اہلحدیث کہلانا نہیں چاہتے اور اہلحدیث سے بعض حنفی شافعی وغیرہ کہلانا پسند نہیں کرتے۔"

* اہلحدیث زمانہ قدیم میں بہت گذرے ہیں۔ جو حنفی۔ شافعی نہ کہلاتے۔ اشاعۃ السنۃ جلد ۸ میں مضامین "اہلحدیث قدیم ہیں یا جدید۔ اور اہل حدیث انکا پرانا لقب ہے" ملاحظہ ہوں۔ اور اس زمانہ میں تو اکثر اہلحدیث عامی بھی حنفی شافعی نہیں کہلاتے وہ خود مجتہد نہیں ہیں تو بھی حنفیوں میں اہلحدیث نہ کہلانے والے زمانہ قدیم میں تو کم تھے۔ مگر اس زمانہ میں بمقابلہ عوام اہلحدیث وہ بھی بڑھ گئے ہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ ۲۷۷)

اس اصول اور فرانہ داد مولانا ابوسعید صاحب سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ مذہب حنفی اور مذہب اہلحدیث میں نسبت تضاد نہیں جیسا کہ عوام کا خیال ہے۔ اور تسلیم اصول کے لحاظ سے حنفی بھی اہلحدیث کہلا سکتے ہیں۔ کوئی انہیں اہلحدیث یا نہ کہے۔ اسی طرح اہلحدیث بھی حنفی کہلا سکتے ہیں جبکہ وہ فتاوے احناف پر نص نہ ملنے کے وقت عمل کریں۔ اس اجتماعی مادہ میں احناف واہلحدیث کا فرق ہو گا تو صرف اتنا فرق ہو گا کہ محققین حنفیہ مختلف حدیثوں کی ترجیح وتطبیق میں زیادہ تر اپنے متقدمین اصحاب مذہب پر اعتماد کرینگے اور انکی روش کو پسند کرینگے اور جس صورت میں کہ حدیث ومذہب بالکل مخالف ہوں تو بلا وجہ حدیث کو نہ چھوڑینگے بلکہ اس وقت اذا صح الحدیث فھو مذھبی پر عمل کرینگے۔ اور اہل حدیث اس ترجیح وتطبیق میں اس روش کو ضروری نہ سمجھینگے اور بوقت عدم نص مذہب حنفی پر فتوے دینگے۔ مگر یہ کوئی معتد بہ فرق نہیں اور اس صورت میں وہ ایک درخت کی دو توام شاخیں ہیں ایسی صورت میں خیال تفرقہ بے جا ہے۔ یہ اختلاف اسی اختلاف کا نمونہ ہو گا جو سلف صالحین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین وتبع تابعین وغیرہ میں ہوا کرتا تھا۔

اس اتحاد کی تائید وتصدیق اور حنفی مذہب کے مذہب اہلحدیث ہونے کے ثبوت میں ہم شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی شہادت پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ مذہب حنفی اپنے اصول کے لحاظ مذہب حدیث کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے۔ اور اصلیت او حقیقت کیا ہے۔ جس سے ان لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جائے گی جو مذہب حنفی کو مجموعہ آراء اور مبائن حدیث خیال کرتے ہیں۔

واصل مذهبه فتاوى عبد الله ابن مسعود وقضايا علی رضی الله	شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے

نوٹ: ہمارے نئے دوست ایڈیٹر سراج الاخبار جن کو ہم دوست بناتے ہیں۔ اور وہ ظاہر د نص حدیث پر عمل کرنیکو ناجائز بتا کر اور امام بخاری جیسے مجتہدین اہلحدیث کو مقلد شافعی بنا کر ہم سے دشمنی اور لڑائی کے سامان تیار کرتے ہیں۔ الٰہی خیر۔ [illegible] خدا خیر کرے غیر عالم لکھا آتا ہے خدا خیر کرے۔ ایڈیٹر

عنهما وفتاواه وقضايا شريح وغيره من قضاة كوفة فجمع من ذلك ما يسره الله تعالى ثم صنع فى آثارهم كما صنع اهل المدينة فى آثار اهل المدينة (ص ۱۴۹)

ہمعصر فقہاء کے مذہب اور اصل کے پابند تھے جس میں انہوں نے اپنی دقت نظر کو خرچ کرکے استنباط و استخراج مسائل کیا اور مذہب ابراہیم کا ماخذ فتاوے عبداللہ بن مسعود رضؓ (جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہم فقہہ فی الدین" کی دعا مستجاب فرمائی ہے) اور فتاوے و فیصلجات حضرت علی رضی اللہ عنہ (جن کی نسبت اقضی الناس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے) اور نیز قاضی القضاۃ قاضی شریح وغیرہ کے فیصلجات ہیں جن کو انہوں نے جمع کرکے علماء مدینہ سعید بن المسیب وغیرہ کی طرح ان سے استنباط مسائل کیا

پھر صفحہ ۱۵۱ میں فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابراہیم

وكان ابو حنيفة رضى الله عنه الزمهم بمذهب ابراهيم واقرانه لا يجاوزه الا ما شاء الله۔ وكان عظيم الشان فى التخريج على مذهبه دقيق النظر فى وجوه التخريجات مقبلاً على الفروع انتم اقبال (ص ۱۵۱)

اور ان کے ہمعصر علماء کے مذہب پر لزوم سے چلتے تھے اور اس سے ہرگز تجاوز نہ کرتے تھے الا ماشاء اللہ اور ابراہیم کے مذہب پر استنباط مسائل میں عظیم الشان تھے اور وجوہ استنباط میں دقیق النظر اور فروع کی طرف پورے طور پر متوجہ تھے۔

پھر فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے

وكان احسنهم تصنيفاً والزمهم درساً محمد بن الحسن وكان من خبره انه تفقه على ابى حنيفة وابى يوسف ثم خرج الى المدينة فقرء الموطاء على مالك ثم رجع الى نفسه فطبق مذهب اصحابه

محمد بن الحسن زیادہ ملازم درس اور بہت عمدہ تصنیف والے تھے ایسا ہوا کہ انہوں نے ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ سے فقہ سیکھی پھر مدینہ جاکر امام مالک رحمۃ اللہ سے مؤطا پڑھا پھر اپنی حالت کی طرف

علی الموطا مسئلة مسئلة فان
وافق فیها والا فان رای طائفة
من الصحابة والتابعین ذاهبین
الی مذهبه فکذلك وان وجد قیاسا
ضعیفا او تخریجا لینا یخالفه حدیث
صحیح فیما عمل به الفقهاء او یخالفه
عمل اکثر العلماء ترکه الی مذهب
من مذاهب السلف مما یراه ارجح
ما هنالك ++++ + فصنف
محمد رحمه الله وجمع رای هؤلاء
الثلثة ونفع کثیرا من الناس فتوجه
اصحاب ابی حنیفة رضی الله عنه
الی تلك التصانیف تلخیصا او
تقریبا او شرحا وتخریجا او تاسیسا
او استدلالا ثم تفرقوا الی خراسان
وما وراء النهر فیسمی ذلك مذهب
ابی حنیفة رضی الله عنه۔

متوجہ ہوئے تو اپنے اصحاب کے
مذہب کا ایک ایک مسئلہ موطا کے مطابق
کیا اگر موافق نکلا تو بہتر ورنہ اگر صحابہ
وتابعین کے کسی گروہ کا وہ مذہب ہوتا
تو بھی خیر اور اگر وہ مذہب کوئی قیاس
ضعیف یا استنباط رقیق ہوتا جس
کے کوئی حدیث صحیح مخالف ہوتی یا
اکثر علماء کا عمل اسکے مخالف ہوتا
تو اپنے اصحاب کے مذہب کو چھوڑ کر سلف
صالحین کے مذہب میں سے جس کو
سب سے راجح جانتے اختیار کرتے پھر
فرماتے ہیں اس روش پر امام محمد رح
نے کتابیں تصنیف کیں اور ان تینوں
کی رائوں کو جمع کیا اور بہت لوگوں
کو نفع پہنچایا۔ پھر اصحاب ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ نے ان تصانیف کی طرف
توجہ کی اور ان کا خلاصہ کیا قریب
الفہم بنایا کسی کی شرح کسی کی وجہ اور استدلال بیان کئے پھر خراسان اور
ماوراء النہر کی طرف پھیل گئے اور یہ (مجموعہ) مذہب ابو حنیفہ کے نام سے
موسوم ہوا۔

ان عبارات سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔ ایک تو یہ ہے کہ مذہب ابو حنیفہ
اس مجموعہ کا نام ہے جو فتاوے عبد اللہ بن مسعود اور فتاوے و فیصلجات
حضرت علی اور فیصلجات قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ سے حضرت
ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے مرتب کیا اسکے بعد حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ
عنہ نے اپنی وقت نظر سے اس [illegible] کیا بعدہ قاضی

ابو یوسف اور محمد بن الحسن رح احادیث مؤطا کے مطابق کرکے ان قیاسات کو
جو مخالف صحیح حدیث کے تھے ترک کردیا اور اُس کے مقابلہ میں سلف کے
مذاہب سے جس کو زیادہ راجح اور قوی دیکھا اسے اختیار کرلیا۔ پس یہ مذہب
مجموعہ کتاب اللہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آثار سلفیہ و قیاسات
اکابر مجتہدین ہوا جو یکے بعد دیگرے منقح ہوتا ہوا حنفی مذہب کے نام سے موسوم ہوا
پس تمسک بالحدیث جیسا کہ سابقاً ظاہر ہوچکا ہے اس مذہب میں
سلف صالحین کے طریقہ پر موجود ہے۔ جسکی وجہ سے حنفی اہلحدیث کہلا
سکتے ہیں اور ان کا مذہب مذہب اہل حدیث کے مخالف اور اس کا قسیم
نہیں ٹھہر سکتا۔

نیز اہل انصاف پر یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ حنفی مذہب کی پیروی محض
تقلید شخصی نہیں جیسا کہ عموماً لوگ کہا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسے مذہب کا اتباع
ہے جو فقہاء و قضاۃ صحابہ و تابعین و تبع تابعین مجتہدین کی تحقیقات و فتاوے
کو دیگر احادیث صحیحہ موطا وغیرہ کے مطابق کرکے بڑی چھان بین کے بعد
مرتب کیا گیا ہے۔ صرف شخصی قیاسات کا نتیجہ نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر
مشہور ہے اور اس کا اتباع محض اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ اس مجموعہ کے
مرتب کرنے والے علم شریعت میں کامل تھے اور وہ کمال ہم میں نہیں ہے۔
تاکہ ہم بھی از خود ایسی تحقیقات کرسکیں اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ خدا و
رسول کے احکام ہیں نہ انکی رائے جیسے عوام کسی طبیب معتقد فیہ یا عام طبیب
کسی بڑے حاذق و ماہر طبیب یا چند اطباء حذاق کے فیصلہ کو تسلیم کرتے
ہیں ان کا اتباع اس خیال سے نہیں کہا جا سکتا تا کہ یہ لوگ امام ابو حنیفہ رح
وغیرہ بالذات مفترض الطاعۃ تھے۔ اور وہ کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال
یا حرام کرسکتے تھے۔ ایسا خیال تو حسب روایت ترمذی جو آیت اتخذوا احبارھم
ورھبانھم الآیۃ کی تفسیر میں وارد ہے۔ ایک قسم کا شرک ہے۔ جو کسی اہل
حق کے نزدیک جائز نہیں ہو سکتا۔

شاہ ولی اللہ صاحب جواز تقلید کی وجہ میں اس بیان کے بعد کہ مذاہب اربعہ

کی تقلید جو مدوّن ہیں باجماع امت جائز ہے اور اس میں کسی معتد بہ شخص کا خلاف نہیں اور اس میں بہت مصلحتیں ہیں خصوصًا ایسے زمانہ میں جبکہ ہر ایک شخص اپنی ہی رائے کو پسند کرتا ہے اور اسی کی پیروی کرتا ہے۔

اور جو ابن حزم نے تقلید کو حرام کہا ہے وہ اُن لوگوں کے حق میں ہے جو قوت اجتہاد رکھتے ہوں اور وہ اس سے اعراض کریں یا اس شخص کے حق میں ہے جو یہ بات پوری پوری ظاہر ہونے پر (کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فلاں حکم ہے اور نہ منسوخ ہے نہ کوئی اور دلیل اسکے مخالف ہے) بھی تقلید کو نہ چھوڑے یا اس شخص کے حق میں ہے جو کسی شخص کی تقلید اس خیال سے کرے کہ جو وہ کہتا ہے یقینًا صحیح ہے۔ اور یہ خیال رکھے کہ اسکی تقلید باوجود دلیل خلاف بھی نہ چھوڑونگا۔ یہ قول ابن حزم اس شخص کے حق میں نہیں ہے جو اسی چیز کو حلال یا حرام جانے جسکو اللہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حلال یا حرام کہیں) فرماتے ہیں کہ یہ تقلید کیونکر ناجائز ہو سکتی ہے جبکہ ہم کسی فقیہ کی نسبت یہ عتقاد نہیں رکھتے کہ اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ اسکی طرف فقہ بھیجی ہے اور اسکی اطاعت فرض کی ہے۔ اور وہ معصوم ہے کسی فقیہ کی اقتدا ہم صرف اس خیال سے کرتے ہیں کہ وہ عالم کتاب وسنت ہے اور اس کا قول یا صریح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ہے یا کسی طرح اس سے استنباط کیا ہے یا قرائن سے کسی حکم کی علت معلوم کرلی ہے اور اس علم پر اسکو اطمینان حاصل ہوگیا اس نے غیر منصوص کو منصوص پر قیاس

فكيف لا ولم نتوهم في فقيه ان الله اوحى اليه الفقه وفرض علينا طاعته وانه معصوم فان اقتدينا بواحد منهم فذلك لعلمنا بانه عالم بالكتاب والسنة فلا يخلو قوله اما ان يكون من صريح الكتاب والسنة او مستنبطا عنهما بنحو من الاستنباط او عرف بالقرائن ان الحكم في صورة ما منوطة بعلة كذا واطمئن قلبه بتلك المعرفة فقاس غير المنصوص على المنصوص فكانه يقول ظننت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كلما وجدت هذه العلة فالحكم هكذا

والمقیس مندرج فی ھذا العموم فھذا ایضا معزی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولکن فی طریقہ ظنون ولولا ذلک لما قلد مومن لمجتھد فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض اللہ علینا طاعتہ بسند صالح یدل علی خلاف مذھبہ وترکنا حدیثہ و اتبعنا ذلک التخمین فمن اظلم منا وما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العلمین۔ (ص ۱۲۱)

کر لیا ہے پس گویا وہ یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب یہ علت پائی جاوے تو وہاں یہ حکم بھی موجود ہوگا اور مقیس اس عموم میں داخل ہے پس یہ بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔ مگر اس طریقہ میں ظن واقعہ ہوگیا ہے اور اگر یہ (خیال) نہو تو کوئی مومن کسی مجتہد کی تقلید کیوں کرے۔ پس اگر ہمیں رسول معصوم جسکی طاعت اللہ نے فرض کی ہے کی حدیث سند صحیح سے اس مذہب کے خلاف مل گئی اور ہمنے اس حدیث کو چھوڑ کر اس تخمین کا اتباع کیا تو ہمسے زیادہ کون ظالم ہوگا۔ اور جب لوگ رب العالمین کے حضور میں قیامت کے دن کھڑے ہونگے تو ہمارا کیا عذر ہوگا۔

اس نقل عبارت حجۃ اللہ البالغہ سے بیان مذکورہ بالا کی پوری تصدیق ہوگئی اور یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ تقلید کس خیال سے ہونی چاہیے اور کس خیال سے جائز اور کس سے ناجائز بلکہ ظلم اور ایک قسم کا شرک ہے۔

اس بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ طرفین (حنفی واہلحدیث) افراط و تفریط کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کریں اور ایک دوسرے کو تعصب اور نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ معمولی باتوں کے اختلاف میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہکر محرمات شرعیہ اتفاقیہ کے مرتکب نہ بنیں تقلید کرنیوالے یہ خیال نہ کریں کہ ان علماء اہل نظر وتحقیق کے لیے بھی جو اتباع سنت کی غرض سے نہ اتباع ہوا سے اور محض بالطبع ہونے کے لیے استدلال بالحدیث کرتے ہیں تمسک بالحدیث جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خیال محققین کی روش اور اس اصل حنفیت کے برخلاف ہے جس کا ذکر ہمنے اور مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب نے کیا ہے ایسے خیال والے درحقیقت حنفی بھی نہیں جیسا کہ وہ اہلحدیث ہی نہیں۔ نیز مقلدین کو تقلید

ابو اسحٰق نے کہا۔ تم نے میری مدد کی۔ خدا تم کو مدد دے۔ پھر اسی کے مطابق لکھوا دیا۔

نمبر ۵۔ امام علی بن حجر نے کہا ہے کہ ملک خراسان میں تین شخص ہوئے ہیں۔ پھر پہلے امام بخاری کو ذکر کیا۔ اور کہا کہ وہ سب سے بڑھکر بصیرت والے اور علم حدیث کو جاننے والے اور سب سے بڑھ کر مجتہد ہوئے ہیں۔ ان کی مانند میں کسیکو بھی نہیں جانتا۔ اور امام احمد بن اسحٰق سرماری نے کہا ہے۔ کہ جو شخص ٹھیک جیسا کہ حق ہے۔ اور سچے مجتہد کو دیکھا چاہے وہ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کو دیکھ لے۔

نمبر ۶۔ اور احمد بن یسار نے تاریخ مرو میں کہا ہے کہ امام بخاری نے حدیث کو طلب کیا۔ اور وہ اہل حدیث لوگوں کے ہم نشین رہے۔ اور حدیث کے لیئے سفر کئیے اور حدیث میں امام ہوئے اور بڑے صاحب بصیرت ہوئے۔ اچھی معرفت اور اچھی یادداشت والے اور اجتہاد کیا کرتے اور عبداللہ بن حماد آملی نے کہا ہے کہ میں آرزو کرتا ہوں۔ کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا۔ اور سلیمان بن مجاہد نے کہا۔ کہ میں نے ساٹھ سال سے امام بخاری سے بڑھکر مجتہد اور پرہیزگار نہیں دیکھا۔

نوٹ

مسئلہ وقف علے الاولاد (نمبر ۶ وغیرہ میں) چھپ جانے کے بعد ندوۃ العلماء کا رسالہ وقف علے الاولاد اور اسکے متعلق کاغذات معتمد ندوہ کے توجہ سے ہمارے پاس پہنچے۔ جن سے معلوم ہوا کہ مسئلہ وقف علے الاولاد پریوی کونسل میں اس خیال سے صحیح خیال نہیں کیا گیا کہ صرف اپنی اولاد و اقارب پر وقف کرنا ایسا ہے جیسے کوئی ایک ہاتھ سے خیرات کرے اور دوسرے ہاتھ سے خود ہی لے لے۔ پریوی کونسل کے اس خیال کا جواب ہمارے مضمون وقف میں کافی شافی دیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام اور شریعت میں ایک مسلمان کا

اس خیال سے کرنی چاہیے جو اوپر مذکور ہوا جسپر محققین حنفیہ متقدمین سے آجتک چلے آئے ہیں۔ ایسی تقلید نہ کریں کہ وہ تقلید اتخذوا احبارھم ورھبانھم الآیۃ کا مصداق بنا دے اور غالباً اس کو کوئی عقلمند ایماندار بھی پسند نہیں کریگا اور اسیطرح اہل حدیث بھی بالکل مطلق العنانی سے کام نہ لیں وہ لوگ جو اصول شریعت سے واقف نہیں ہوتے معمولی ترجمہ قرآن مجید اور قدرے حدیث پڑھکر مجتہد بن بیٹھے ہیں اور حدیث اذا وسد الامر الی غیر اہلہ کے مصداق بنکر مفتی بن جاتے ہیں اور خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ایسے لوگ اس زمانہ میں بکثرت ہیں جن کی مطلق العنانی نے بڑھتے بڑھتے مرزائیت اور چکڑالویت وغیرہ کی صورت اختیار کرلی ہے۔ ایسے لوگونکی مطلق العنانی پر مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بھی بارہا افسوس ظاہر کرچکے ہیں۔ اور ایسے ہی وقت میں شاہ ولی اللہ صاحب تقلید کو قرین مصلحت بتاتے ہیں۔ کیونکہ مفتی بننا اور احادیث متعارضہ پر فیصلہ کرنا بڑی وسعت نظر اور تتبع واستقصا کا مقتضی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب غایۃ المنتہی سے نقل کرکے فرماتے ہیں کہ امام

سئل احمد یکفی للرجل مائۃ الف حدیث حتی یفتی قال لا حتی قیل خمس مائۃ الف حدیث قال ارجو کذا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۵۵)

احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ فتوے دینے کے لیے (یعنی بطور تفقہ واستنباط از حدیث) ایک لاکھ حدیث کافی ہے تو انہوں نے جواب دیا نہیں یہانتک کہ پانچ لاکھ حدیث سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ یہ قدر کافی ہو۔

اور نہ یہ خیال کریں کہ حنفی چند فروع خلافیہ کی وجہ سے (جنہیں دلائل طرفین میں موجود ہیں اور خلاف بھی زیادہ اولویت وغیر اولویت کا ہے اور مذاہب صحابہ بھی ہر ایک کے مطابق موجود ہیں) مخالف حدیث ہیں کیونکہ مخالفت حدیث کا حکم لگانا نہایت دشوار و مشکل ہے۔ اسکے علاوہ ایسے اختلافات موجب بدگمانی نہیں یہ اختلاف تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عہد مبارک میں بھی واقعہ ہوئے ہیں۔ حکم ادائے نماز عصر بنو قریظہ وغیرہ اسکے شاہد عدل ہیں۔ اسیطرح بعد عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کئی مسائل میں باہم مختلف تھے پھر تابعین۔ تبع تابعین مجتہدین محدثین۔ اہل الرای بھی کئی مسائل میں باہم مختلف تھے اور اب بھی ہیں۔ بطور مشتے نمونہ خروارے چند اختلافات صحابہ رضوان اللہ علیہم نقل کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اسے محض ادعا بلا دلیل نہ سمجھیں۔

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔ صحابہ اور تابعین وتبع تابعین میں بعض

وقد کان فی الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من یقرء البسملۃ ومنہم من لا یقرءھا ومنہم من یجھر بھا ومنہم من لا یجھر بھا وکان منہم من یقنت فی الفجر ومنہم من لا یقنت فی الفجر ومنہم من یتوضأ من الحجامۃ والرعاف والقیء ومنہم من لا یتوضأ من ذلک ومنہم من یتوضأ من مس الذکر ومس النساء بشہوۃ ومنہم من لا یتوضأ من ذلک ومنہم من یتوضأ من اکل لحم الابل ومنہم من لا یتوضأ من ذلک ومع ھذا کان یصلی بعضہم خلف بعض۔

(حجۃ اللہ البالغہ صـ ۱۲۴)

بسم اللہ (نماز میں قبل قرأت) پڑھتے اور بعض نہ پڑھتے تھے۔ بعض اونچی اور بعض آہستہ پڑھتے تھے۔ بعض نماز فجر میں قنوت پڑھتے اور بعض نہ پڑھتے تھے۔ بعض سینگی لگوانے نکسیر پھوٹنے اور قے سے وضو کرتے اور بعض نہ کرتے تھے۔ بعض عورت اور ذکر کو شہوت سے چھونے سے وضو کرتے اور بعض نہ کرتے تھے۔ بعض آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو کرتے اور بعض نہ کرتے تھے۔ بعض اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرتے اور بعض نہ کرتے تھے۔ باوجود اسکے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اسکی کئی اور مثالیں بھی بیان کی ہیں جن کو خوف طوالت سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

اسیطرح کے سینکڑوں اختلافات اسلاف صحاح وسنن میں موجود ہیں مگر ان اختلافات کی وجہ سے نہ ایک دوسرے کو مخالف حدیث قرار دینا اور نہ

نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا بلکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے اور اخوت و اتحاد کو قائم رکھتے تھے۔

ان اختلافات صحابہ و تابعین و تبع تابعین مجتہدین و محدثین کے اسباب حجۃ اللہ البالغہ اور رسالہ انصاف میں بیان کیے ہیں۔ اور ان کو مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب نے اپنے ضمیمجات اشاعۃ السنہ جلد اول و دوم میں نقل کیا ہے۔ انکی نقل کے بعد جو فوائد ان سے ظاہر کیے ہیں ان سے ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں ان اختلاف سے یہ فوائد ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) بعض صحابہ کا بعض احادیث پر عمل کرنے نہ کرنے میں ایسے طور پر اختلاف ہوا ہے کہ اس اختلاف سے ان کو تارک حدیث نبوی و منکر نہیں کہا جا سکتا اور نہ وہ اختلاف ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کا باعث ہوا۔

(۲) ایسا ہی اختلاف تابعین میں بعض احادیث سے عمل و ترک میں ہوا ہے۔

(۳) مجتہدین کا بعض احادیث کے عمل و ترک میں اختلاف بھی اسی قسم کا ہوا ہے۔

ناظرین کو ان اختلافات کے اسباب کی تفصیل دیکھنی مطلوب ہو تو کتب محولہ یا ضمیمجات جلد اول و دوم اشاعۃ السنہ کو دیکھیں۔ ہمارا مقصود اس مقام پر صرف یہی ہے کہ جب یہ اختلافات ہمارے سلاف میں بھی پائے جاتے تھے اور اسکی وجہ سے کوئی مخالف حدیث نبوی نہیں ٹھہرایا جاتا تھا اور انکے رشتہ اور اتحاد و یگانگت و تقویٰ میں کوئی فرق نہیں آتا تھا اور نہ ایک دوسرے کو تکدر کی نظر سے دیکھتا تھا تو پھر اب کیوں اسقدر شور و غل معمولی باتوں پر مچایا جاتا ہے اور بڑی بڑی باتوں کو نظر انداز کر کے چھوٹی چھوٹی باتوں پر گمراہی وغیرہ کے فتوے لگائے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے ہر ایک کی سند اسلاف میں موجود ہے۔ اور انکی روش میں اسکے لیے سلف سے امام ہے۔

جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ فقہاء کی کلام سے تخریج مسائل اور جستجو الفاظ | ومنہا ان التخریج علی کلام الفقہاء و

وتتبع لفظ الحدیث لکل منھما اصل اصیل فی الدین ولم یزل المحققون من العلماء فی کل عصر یاخذون بھما فمنھم من یقل من ذا ویکثر من ذا ومنھم من یکثر من ذا ویقل من ذا فلا ینبغی ان یھمل امر واحد کما یفعله عامة الفریقین وانما الحق البحت ان یطابق کل احدھما علی الاخر وان یجبر خلل کل بالاخر وذلك قول الحسن البصری رحمہ سنتکم واللہ الذی لا الہ الا ھو بین الغالی والجافی (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۶۱)

حدیث دونوں کے لیے دین میں قوی اصل موجود ہے اور ہر زمانہ میں محققین علماء دونوں پر عمل کرتے رہے ہیں بعض اس میں سے کم اور اس میں سے زیادہ لیا اور بعض نے اس سے زیادہ اور اس سے کم لیس فریقین کے عام لوگوں کی طرح کسی بات کو چھوڑنا نہ چاہیے اور حق خالص تو یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے مطابق کرے ایک کی دوسرے سے کمی پوری کیجاوے اور یہی معنی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے قول کے ہیں کہ اس خدا کی قسم جسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سنت غالی وجافی مفرط ومفرّط کے درمیان ہے۔

اسی محاکمہ اور میانہ روی کی ترغیب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب نے جلد اول کے ضمیمہ نمبر ۱۱ کے صفحہ ۶۵-۸۷ وغیرہ میں کی ہے۔ اور فریقین کو ضد وغلو سے روکا ہے یہی محققین علماء طرفین سلف وخلف کی روش ہے اور یہی اس عاجز کو اسوقت کہنا مطلوب تھا۔ ولیکن ھذا اٰخرنا قلنا فی الاقتصاد وعدم الاشتطاط والاعتداد من وصایا الاسلاف والاخلاف علی ان الاعمال بالنیات وانما لامرء ما نوی ولکل وجھۃ ھو مولیھا واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین طالب ابوالقاسم

خاکسار ایڈیٹر لکھتا ہے اس مضمون کے رسالہ "الہدیٰ" میں شائع ہونے پر ایک جماعت کے ممبران انجمن اہلحدیث (خان بہادر منشی فضل الدین صاحب۔ میاں سلطان احمد صاحب۔ منشی محمد وحید صاحب۔ میاں فضل الدین صاحب گلگٹ سازم)

...انکی اس درخواست کو منظور کرلیا۔ اور بالفعل وہ سالانہ چندہ میں استعفاء دینے کو تیار ہوگیا تھا جاتا رہا۔ آیندہ انکا عمل کیا جائیگا۔۔

"السیف الصارم لمنکر شان الامام الاعظم" پر ایمانی اور حقانی ریویو

عنوان مذکورہ بالا کا ایک مضمون سراج الاخبار ماہ مارچ لغایت اگست ۱۹۲۳ء کے ضمیمہ میں شائع ہوا ہے۔ اسکے اس حصہ سے جس میں امام والا مقام کی عالی شان سے ذب اور مدافعت عمل میں آئی ہے۔ ہم کو دلی اتفاق ہے۔ اور اس سے لائق اڈیٹر کی کتب تواریخ و احوال الرجال و مناظرات میں وسعت نظر و معلومات ثابت ہوتی ہے۔

امام الائمہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ پر جو اعتراضات و مطاعن اخبار اہل الذکر میں مشتہر کیے گئے ہیں کہ یہ امام عالی مقام مجتہد نہ تھے اور وہ ان علوم سے جو اجتہاد کے لیے ضروری ہیں جیسے علم حدیث۔ علم لغت وغیرہ کافی بہرہ نہ رکھتے تھے اور اصول فقہ کے اول مدون وہ نہ تھے۔ اور وہ نصوص چھوڑ کر پیروی رائے و قیاس کیا کرتے اور اس صحبت سے اکابر سفیان ثوری۔ امام جعفر صادق۔ امام باقر وغیرہم انکو برا کہتے۔ یہ سب ہذیانات بلا استثناء اکا ذیب و بہتانات ہیں۔ جنکا ماخذ زمانہ حال کے معترضین کے لیے حامد حسین شیعی لکھنوی کی کتاب استقصاء الافحام و استیفاء الانتقام فی نقض منتہی الکلام کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں اس قسم کے مطاعن سے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے علاوہ کسی سُنی امام (امام مالک امام بخاری وغیرہم) کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور ایک ایک کا نام لے کر کئی کئی ورقوں بلکہ جزوں کو سیاہ کر ڈالا ہے۔ اخبار اہل الذکر کا اڈیٹر اور اسکا حیدر آبادی نامہ نگار اگر اس کتاب کے مطاعن مذکورہ اور اسکے دلائل و سندات کو صحیح اور واجب التسلیم سمجھتے ہیں۔ تو پھر باقی اماموں (امام مالک اور امام بخاری) کے حق میں ان مطاعن و بہتانات کو صحیح سمجھکر کھلے بندوں شیعہ کیوں نہیں ہو جاتے جیسا کہ مولوی عبد الحق بنارسی یہی روش اختیار کر کے آخر شیعہ ہو گئے تھے مگر آخر مرنے سے پہلے وہ اس مذہب شیعی سے تائب ہو گئے اور خدا کی توفیق اور رہنمائی سے وہ سُنی اہلحدیث ہو کر فوت ہوئے۔

اے برادران اسلام عمل بالحدیث اور چیز ہے اور ائمہ سلف پر طعن کرنا چیزے دیگر۔ عمل بالحدیث کے دلوے میں سلف پر طعن کرنا شعبہ رفض ہے۔ ہمارے شیخ اور شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب مرحوم محدث دہلوی اور اُن کے شیخ مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم فرمایا کرتے اور اُن کے اقوال طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں کہ جو شخص امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ وغیرہ ائمہ مجتہدین کو بُرا کہتا ہے وہ چھوٹا رافضی ہے۔ ہمارا بھی یہی مقولہ اور اعتقاد ہے کہ جو شخص امام ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ مجتہدین کو بُرا کہے اور اُن کے علم و دیانت و اجتہاد و تقوے پر طعن کرے وہ علوم دین سے محض جاہل اور چاند پر تھوکنے کے سبب احمق اور ان اولیاء اللہ سے معاداۃ کی وجہ سے حدیث من عادی لی ولیا فقد بادزاللہ بالمحاربۃ کا مصداق ہے۔ لائق اڈیٹر سراج الاخبار نے ان مطاعن کو ایک ایک کر کے رد کر دیا ہے۔ اور مسلمہ کتب محدثین اہلسنت کے شہادات سے ا[illegible] کافی اور دندان شکن جواب دیدیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا و عن سائر اہل السنت والاحناف۔ ان کے اس احسان کا شکریہ تمام اہل سنت اور معتقدین امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ پر (جنھیں ایک ہم بھی شامل ہیں۔ اور ان کی طرف انتساب کو فخر سمجھتے ہیں [illegible] اشاعۃ السنہ نمبر ۵ صفحہ ۱۴۷ جلد ۲۱ ملاحظہ ہو) ہم چاہتے تھے کہ ان کی تائید میں کسیقدر دلائل و نقول ائمہ عدول ہدیہ ناظرین کریں۔ مگر لائق اڈیٹر کی تفصیل بادلیل نے ہم کو اس سے مستغنی کر دیا ہے۔ تاہم بطور تمثیل دو باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

اول یہ کہ امام والا مقام پر جو علت عربیت کے طعن کی تائید میں فقرہ ولو دماہ بابا قبیس پیش کیا گیا ہے۔ اس کے معارضہ میں ایک مستند شاعر کا شعر پیشکش ہے۔ جو اپنی ممدوحہ کی تعریف میں کہتا ہے

ان اباھا وابا اباھا + قد بلغ المجد غایتاھا

دوسرے یہ کہ امام الائمہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ پر جو بعض ائمہ کے مواخذات کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے معارضہ میں امام بخاری کے استاذ امام ذہلی کے مواخذہ کو جو مسئلہ لفظی بالقرآن مخلوق کی وجہ سے انہوں نے کیا تھا اور اسکا ذکر لائق اڈیٹر نے بھی کیا ہے اور امام بخاری کے شاگرد اور خریج امام مسلم کے اس مواخذہ کو جو عدم قبول معنعنہ معاصر غیر ثابت اللقا کی وجہ سے انہوں نے کیا تھا اور وہ صحیح مسلم کے دیباچہ میں موجود ہے پیش کرتے ہیں۔ کیا ان مواخذات کے سبب امام بخاری مجروح ہو سکتے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ان امور میں جو امام بخاری نے کہا ہے وہ آپکی رائے ہے

جسکی بنا محض نیک نیتی اور خدا طلبی پر ہے اور جو آپکے مخالف امام ذہلی و امام مسلم نے کہا ہے
وہ انکی رائے ہے۔ اسکی بنا بھی نیک نیتی اور خدا طلبی پر ہے۔ بعہذا امام ذہلی یا امام مسلم
کے قول سے امام بخاری متبدع قرار نہیں پا سکتے۔ اور نہ ان کے مقابلہ میں امام بخاری کے
حق پر ہونے سے امام ذہلی اور امام مسلم غلط گو ٹھہر سکتے ہیں ان کے یہ اختلافات بعینہٖ ان
اختلافات کے نظیر ہیں جو طبقہ اعلےٰ اور صدر اول کے اکابر صحابہ حضرت علی و عباس و
حضرت عمر میں پائے گئے ہیں اور ان اختلافات کی وجہ سے ایک فریق نے دوسرے
فریق کے حق میں الفاظ "کاذب۔ غادر۔ ظالم۔ خائن" کہے تھے (صحیح مسلم صفحہ ۹ جلد ۲
صحیح بخاری صفحہ ۴۳۶ جلد ۱ صفحہ ۵۷۵ صفحہ ۹۹۶ صفحہ ۱۰۸۵ جلد ۲) اور ان کتابوں کے شروح
فتح الباری و قسطلانی ملاحظہ ہوں) کیا ان الفاظ کو پڑھکر کسی مسلمان سنی کی جرات ہو سکتی ہے
کہ وہ یہ تجویز کرے کہ جن اکابر اصحاب (حضرت علی و شیخین) کے حق میں یہ الفاظ کہے گئے
ہیں وہ واقعہ میں ان الفاظ کے مورد و مصداق تھے یا جن اکابر صحابہ (حضرت علی و عباس)
کے منہ سے یہ الفاظ نکلے [illegible] اکابر اہل
سنت نے یہی تجویز کیا ہے کہ جو کچھ کسی نے کہا اپنے اعتقاد و خیال سے کہا جس کا اثر دوسرے
فریق پر نہیں پڑ سکتا۔ یہی محمل اور صحیح جواب اس تضعیف کا ہو سکتا ہے جو امام عالی مقام ابو حنیفہ
علیہ الرحمۃ کے حق میں محدثین اہل سنت امام بخاری۔ نسائی۔ دارقطنی وغیرہ نے کی ہے۔ اور
میزان الاعتدال وغیرہ کتب محدثین اہل السنت میں منقول ہے۔ اس تضعیف کے جواب میں
یہی کہنا کافی و مناسب ہے کہ جس امام محدث نے امام والا مقام کو ضعیف لکھا ہے اُسنے وحی
آسمانی یا الہام ربانی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اپنی رائے اور سمجھ سے کام لیا ہے جو صرف اس کے
مقلدوں کے نزدیک لائق تسلیم ہے امام والا مقام کے مقابلہ میں اُن کے معتقدین کے نزدیک
اس رائ کی کوئی وقعت نہیں ہے اور نہ وہ لائق تسلیم ہے۔ امام والا مقام کی شان اس امام سے
کمتر نہیں ہے بلکہ ارفع ہے۔ پھر ان کے مقابلہ میں اس کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے خصوصًا
اس حالت میں کہ معدلین امام والا مقام کا عدد ان کے مضعفین سے بدرجہا بڑھکر ہے ایسا
ہی عینی شرح بخاری نے متقدمین سے اور صاحب دراسات اللبیب نے متاخرین سے کہا ہے

دراسات کا صفحہ ۳ ملاحظہ ہو۔ اس تضعیف کا وہ جواب جو ہمارے دوست ایڈیٹر نے دیا ہے کہ ان محدثین نے ازراہ عداوت اور حسد صرف ضد اور نفسانی غرض سے تضعیف کی ہے مناسب نہیں ہے حاملین اصل دوم شریعت (سنت سنیۂ مصطفویہ) ائمہ محدثین جنکی امامت کو آپ بھی مانتے ہیں اور امام کہنے کے سوا انکا نام بھی نہیں لیتے ضدی اور نفسانی اور حاسد اور اہل عداوت ائمہ دین تھے تو پھر ان کی مرویات کا کیا اعتبار رہا اور اصول شریعت کا ایک حصہ (اصل دوم) کہاں سے اخذ کیا جائے گا اور پھر مسلمانوں میں بے نفس رہتا نہ تنقید رجال اور تصحیح و تضعیف احادیث میں حق کہنے والا کون ہوگا ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ؛؛

یہ بات تو غالباً آپکے نزدیک بھی مسلم ہوگی کہ حدیث کی تنقید تضعیف و تصحیح ائمہ محدثین ہی کا کام ہے نہ کسی دوسرے گروہ پیشوایان دین کا فقہا ہوں خواہ اصولی مجتہد ہوں خواہ مقلد کیونکہ آپ اپنے مضمون ۲۰۷ و ۲۰۸ میں خطیب بغدادی اور امام شافعی سے بواسطہ قسطلانی شرح بخاری نقل کر چکے ہیں کہ علم حدیث صرف اس شخص کو ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو صرف اسی پر قاصر رکھے اور کسی دوسرے فن کے حاصل کرنے کو اس کے ساتھ نہ ملاوے اور جو شخص چاہے کہ علم فقہ و حدیث کو جمع کرے یہ مشکل بات ہے اسکی تائید میں ہم امام ذہبی کا قول اسکے [illegible] نقل کرتے ہیں [illegible] من امام فی فن مقصر عن غیرہ کسیبویہ مثلا امام فی النحو ولا یدری الحدیث ووکیع امام فی الحدیث ولا یعرف العربیۃ وکابی نواس راس فی الشعر عری عن غیرہ وعبد الرحمن بن مہدی امام فی الحدیث لا یدری ما الطب قط ومحمد بن الحسن راس فی الفقہ لا یدری ما القراءۃ وکحفص امام فی القراءۃ فاقد للحدیث ؎ وللحروب رجال یعرفون بہا۔ یعنی بہت سے ایسے اشخاص ہیں جو ایک فن میں امام تھے دوسرے میں قاصر جیسے سیبویہ جو نحو میں امام ہیں اور نہ جانتے کہ حدیث کیا ہے اور وکیع جو حدیث میں امام تھے اور عربیت (ادب) سے ناواقف تھے اور ابو نواس جو شعر میں امام تھے اور اور علوم سے عاری اور عبد الرحمن بن مہدی جو حدیث میں امام تھے اور نہ جانتے کہ طب کیا ہے اور محمد بن حسن (شاگرد امام ابو حنیفہ رح) فقہ میں امام ہیں اور قراءۃ نہ جانتے اور امام حفص قراءۃ میں امام تھے۔ اور حدیث کے فاقد مصرعہ مشہور ہے کہ لڑائیوں کے لیے مرد مخصوص ہیں جو اسی سے پہچانے جاتے ہیں۔ اور ائمہ فقہاء کا فقہ و اجتہاد سے مخصوص ہونا بھی آپکے نزدیک مسلم ہے۔ ان دونوں مسلمات کا لازمہ اور آپکے نزدیک مسلمہ نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ حدیث کا ماخذ ائمہ حدیث ہی ہیں نہ فقہاء پھر وہی لوگ حاسد خود غرض ضدی اور نفسانی ٹھیرے تو حدیث کہاں سے لیجائے گی ہمارے لائق دوست ایڈیٹر غور و انصاف سے اسبات کو سوچیں

کہ تضعیف امام کا مناسب جواب یہ ہے کہ جو ہم سے پہلے اجلہ حنفیہ نے دیا ہے جس سے وہ تضعیف اٹھ جاتی ہے اور محدثین
ائمہ سے حسن ظنی بھی قائم رہتی ہے یا وہ جواب جو ایڈیٹر صاحب نے دیا ہے اور اس سے شریعت کا ایک اصل بے اعتبار ہو جاتا ہے۔
اس مضمون میں ایک اور بات بھی لائق ایڈیٹر کی نظر ثانی کے لائق ہے۔ اسمیں ایک عنوان "مجتہد کون ہو سکتا ہے" قائم
کرکے لکھا ہے کہ کتاب و سنت سے مسائل اخذ کرنا مجتہد ہی کا کام ہے۔ اور جو شخص شرائط خمسہ اجتہاد سے جو عقد الجید کے
صٖ میں بیان ہوئے ہیں کامل بہرہ نہ رکھے اس کو تقلید لازم ہے اور اسی بنا پر آپنے یہ بھی لکھدیا ہے کہ "امام بخاری
میں وہ شرائط اجتہاد پوری طور پر پائے نہ جاتے لہذا وہ مجتہد نہ تھے بلکہ مذہب شافعی کے مقلد تھے چنانچہ تاج الدین سبکی
اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ان کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے اور جب انہوں نے باوجود عدم
لیاقت افتاء و اجتہاد فتویٰ دینا شروع کیا تو امام ابو حفص کبیر بخاری نے ان کو منع کیا اور کہا کہ آپ فتوے
دینے کے لائق نہیں ہیں اسپر بھی انہوں نے یہ فتوے دیدیا کہ ایک بکری کا دودھ پینے والے لڑکی لڑکے کا نکاح
ناجائز ہے اور اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے تو وہ بخارا سے نکالے گئے اور اسی وجہ سے وہ امام
ابوحنیفہ رح کے دشمن بن گئے۔ اور ان کی تضعیف کے مرتکب ہوئے" اس بات سے گو مقلدین کی نظر میں جو مجتہد کے
سوا کسی کیلیے عمل بالحدیث جائز نہیں رکھتے اس مضمون کا حسن دوبالا ہو گیا ہو مگر اس بات سے اہلحدیث کی
نگاہ میں جو ائمہ محدثین سے بھی ویسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ امام ابو حنیفہ رح سے اور وہ باوجود عدم ادعاء
اجتہاد ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اس مضمون کی وقعت کو کم دیا اور بدنما دھبا لگا دیا ہے۔ اور راقم مضمون
کی نسبت ان کو بدگمانی پیدا ہو گئی ہے کہ اس کو اصول فقہ اور کتب فقہ میں کافی نظر نہیں ہے اور کتب
حدیث خصوصًا صحیح بخاری سے تو اس کو مطلق آشنائی نہیں ہے۔ کیونکہ اصول فقہ میں صاف مصرح
ہے کہ ظاہر و نص پر عمل کرنا اجتہاد نہیں ہے۔ اور نہ یہ مجتہد کا مخصوص کام ہے بلکہ عامی بھی اس عمل کا مجاز
ہے چہ جائے کہ متبحر علماء جو رتبہ اجتہاد کو نہ پہونچے ہوں۔ اور کتب فقہ میں صاف مصرح ہے کہ اگر کسی عامی نے
یہ حدیث کسی سے سن لی ہو کہ سینگی لگوانے والے اور لگانیوالے کا روزہ افطار ہو جاتا ہے اور غلط فہمی سے اس
ظاہری معنے کو صحیح سمجھکر سینگی لگوانے کے بعد عمدًا کچھ کھا پی لے تو امام محمد کے نزدیک اسپر کفارہ نہیں ہے
ہمارے دوست لائق ایڈیٹر نے ان مسائل کو کتب اصول (شرح اصول شاشی تحریر ابن ہمام و قاضی
عضد الدین و مسلم الثبوت و شرح مسلم وغیرہ) میں اور کتب فقہ سے ہدایہ و بحر الرائق وغیرہ میں ملاحظہ کریں
اور جو کتب و رسائل خاصکر مسائل اجتہاد کے احکام میں لکھی گئی ہیں جیسے عقد الجید بانصاف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ عقد الفرید شرنبلانی حنفی۔ ایقاف علی سبب الاختلاف ملا محمد حیات سندھی حنفی۔ ناظورۃ الحق علامہ ہارون مرجانی حنفی) ملاحظہ کریں) ان کتب و رسائل سے مغنی ہمارے رسالہ اشاعۃ السنہ کا ضمیمہ جلد اول و دوم و سوم ہے۔ اس ضمیمہ کو ملاحظہ کریں گے تو اس مسئلہ کے متعلق کسی کتاب اصول یا فقہ کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ اور دو جلدیں طلب کرنے سے روانہ خدمت ہو سکتی ہیں

امام بخاری کی نسبت جو آپنے تین باتیں لکھی ہیں (۱) وہ شروط اجتہاد کے فاقد ہونیکی وجہ سے مقلد تھے مجتہد نہ تھے۔ (۲) امام ابو حفص کبیر نے اسکو کہدیا تھا کہ آپ لائق افتا نہیں ہیں (۳) انہوں نے بکری کا دودھ ملکر پینے سے حرمت رضاعت کا فتوے دیا تو بخارا سے نکالے گئے" یہ تینوں باتیں محض غلط اور بالکل غلط ہیں۔ امام بخاری کا فقیہ و مجتہد ہونا انکی کتاب صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ یہ مقولہ مشہور ہے کہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" "فقہ البخاری فی تراجمہ" کا مقولہ ان ہی کتابوں میں درج ہے۔ جنسے آپ انکا پیرو شافعی ہونا نقل کر چکے ہیں قسطلانی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴[1] جلد اول سے آخر تک پڑھجاویں اسمیں اس مقولہ کا ایک جماعت فضلاء سے مشہور ہونا پائینگے۔ اور تراجم بخاری کا دقیق ہونا ملاحظہ کرکے یقین کر لینگے [illegible] ان وحیران ہیں ان کی وہ سرگردانی و حیرانی انکی نافہمی کیوجہ سے ہے نہ تراجم کے عدم صحت کے ؎ وکم من عائب قولاً صحیحاً ۔ وآفتہ من الفہم السقیم ٭ اسی وقت مضامین تراجم کی نسبت اسی صفحہ کے اخیر میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں " وللغفلۃ عن ہذہ المقاصد الدقیقۃ اعتقد من لم یمعن النظر انہ ترک الکتاب بلا تبییض و بالجملۃ فتراجمہ حیرت الافکار و ادہشت العقول والابصار ولقد اجاد القائل ؎ اعیا فحول العلم حل رموزہا ۔ ابداہ فی الابواب من اسرار ٭ یعنی ان مقاصد دقیقہ سے غفلت کیوجہ سے جو شخص خوب غور کرکے تراجم میں نظر نہ کرسکا وہ اس جگہ سے (جہاں امام بخاری ایک باب کا ترجمہ بلفظ حدیث جو اُن کے نزدیک صحیح نہیں منعقد کرکے اسکی تائید میں کوئی حدیث نہیں لائے بلکہ صرف آیت یا اثر صحابی و تابعی لائے ہیں اور اسی سے وہ جتلائے ہیں کہ انکے نزدیک اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی) یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ امام بخاری کتاب کے مسودہ کو بلا تبییض (فیئر کاپی) چھوڑ گئے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان کے تراجم نے فکروں کو حیران اور عقلوں اور بصیرتوں کو دہشت زدہ کر دیا ہے۔ (جیسا کہ ہمارے دوست ایڈیٹر شکایت کرتے ہیں) بے شک خوب کہا ہے جسنے اس مضمون کا شعر کہا ہے کہ "علماء کو حل رموز تراجم نے تھکا دیا ہے" جو امام بخاری

نے تراجم ابواب میں اسرار ظاہر کیے ہیں۔ ایسا ہی مقدمہ فتح الباری میں ان تراجم کے متعلق کہا ہے۔ ان علامہ حافظ شارحین بخاری کے مقابلہ میں آپکی پیش کردہ کتاب " حدائق الحنفیہ " جسکے مؤلف کا اسم ورسم سے علماء ہندوستان کم واقفیت رکھتے ہیں کیا وقعت رکھتی ہے۔ اگر آپکی نظر میں اس کتاب کی وقعت ان شروح بخاری سے زیادہ ہے تو آپ اسکے اعتراضات کو ایک ایک کرکے پیش کریں اور ہم سے انکا جواب لیں۔ یہ امام بخاری کے مجتہد ہونے پر داخلی (خود کتاب بخاری کی) شہادت ہے اب ہم خارجی شہادت متقدمین ائمہ حدیث کی جو امام بخاری کے ہمعصر تھے یا ان کے بعد گزرے ہیں پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے امام بخاری کو مجتہد تسلیم کیا ہے اسی کتاب قسطلانی میں جسکے حوالے سے آپنے امام بخاری کو شافعی لکھا ہے) اسکے صد۳۲ میں کہا ہے " وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی تاریخہ البدایۃ والنہایۃ کان امام الحدیث فی زمانہ والمقتدیٰ بہ فی اوانہ والمقدم علی سائر اضرابہ واقرانہ و قال قتیبۃ بن سعید جالست الفقہاء والعباد والزہاد فما رأیت منذ عقلت مثل محمد بن اسمٰعیل وہو فی زمانہ کعمر فی الصحابۃ وقال ایضاً لو کان فی الصحابۃ لکان آیۃ وقال احمد بن حنبل فیما رواہ الخطیب بسند صحیح ما اخرجت خراسان مثل محمد بن اسمٰعیل وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر انہ دخل بغداد ولیرمہ علی الاقامۃ بخراسان وقال یعقوب بن ابراہیم الدورقی ونعیم الخزاعی محمد بن اسمٰعیل فقیہ ہذہ الامۃ وقال بندار ابن بشار ہو افقہ خلق اللہ فی زماننا وقال نعیم بن حماد ہو فقیہ ہذہ الامۃ وقال اسحٰق بن راہویہ یا معشر اصحاب الحدیث انظروا الی ہذا الشاب واکتبوا عنہ فانہ لو کان فی زمن الحسن البصری لاحتاج الناس الیہ لمعرفتہ بالحدیث وفقہہ فضلہ بعضہم فی الفقہ والحدیث علی الامام احمد بن حنبل واسحٰق بن راہویہ "

ان ائمہ کے اقوال کو مقدمہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے بھی نقل کیا ہے۔ انکے علاوہ بعض ائمہ کے اور اقوال بھی نقل کیے ہیں جو اس مقام میں نقل کرنے مناسب ہیں۔ اسکے صد۴۸۵ میں لکھا ہے " وقال حاشد بن اسمٰعیل قال لی ابو مصعب احمد بن ابی بکر الزہری محمد بن اسمٰعیل افقہ عندنا وابصر بالحدیث من احمد بن حنبل فقال لہ رجل من جلسائہ جاوزت الحد فقال لہ ابو مصعب لو ادرکت مالکا ونظرت الی وجہہ ووجہ محمد بن اسمٰعیل لقلت کلاہما واحد فی الحدیث والفقہ " اسکے صد۴۸۵ میں ہے " وقال محمد بن یوسف الہمدانی کنا عند قتیبۃ فجاء رجل شعرانی یقال لہ ابو یعقوب فسئلہ عن محمد بن اسمٰعیل فقال یا ہؤلاء نظرت فی الحدیث ونظرت فی الرای وجالست الفقہاء والزہاد والعباد ما رأیت منذ عقلت مثل محمد بن اسمٰعیل قال وقد سئل قتیبۃ عن طلاق السکران فدخل محمد بن اسمٰعیل فقال للسائل ہذا احمد بن حنبل واسحٰق بن راہویہ وعلی بن المدینی قد ساقہم اللہ الیک واشار الی البخاری

نوٹ۔ ان عبارات عربیہ کا ترجمہ ... (م) اس جلد کے آخر میں دیا جائیگا۔ ... ان عبارات پر غور ... اپنی نظروں ... پڑھ کر ...

وقال الفربری سمعت محمد بن ابی حاتم یقول سمعت حاشد بن اسمٰعیل یقول کنت بالبصرة فسمعت
بقدوم محمد بن اسمٰعیل فلما قدم قال محمد بن بشار دخل الیوم سید الفقہاء" اور اسکے صفحہ ۵ میں ہے وقال
البخاری کنت عند اسحٰق بن راہویہ فسئل عمن طلق ناسیا فسکت طویلا فقلت انا قال النبی صلعم ان اللہ
تعالیٰ تجاوز عن امتی ما حدثت به انفسها ما لم تعمل به او تکلم وانما یراد مباشرة هؤلاء الثلاث العمل والقلب او الکلام
والقلب وهذا لم یعتقد بقلبه فقال اسحٰق قویتنی قواک الله وافتی به" اور اسکے صفحہ ۱۰ میں ہے وقال علی بن حجر
اخرجت خراسان ثلاثة البخاری فبدا به قال هو ابصرهم واعلمهم بالحدیث وافقههم قال ولا اعلم لاحد مثله
وقال احمد بن اسحٰق السرماری من اراد ان ینظر الی فقیه بحقه وصدقه فلینظر الی محمد بن اسمٰعیل اور اسکے صفحہ ۱۲
میں ہے وقال احمد بن سیار فی تاریخ مرو محمد بن اسمٰعیل البخاری طلب العلم وجالس الناس ورحل فی الحدیث
ومہر فیه وابصر وکان حسن المعرفة حسن الحفظ وکان یتفقه ۔ وقال عبد الله بن حماد الآملی لوددت
انی کنت شعرة فی جسد محمد بن اسمٰعیل وقال سلیمان بن مجاہد ما رایت منذ ستین سنة احدا افقه ولا اورع
من محمد بن اسمٰعیل" یہ متقدمین کی شہادات ہیں اور متاخرین سے علامہ رملی نے امام بخاری کو مجتہد کہا ہے اِن دونو
قسم داخلی (خود کتاب صحیح بخاری کی) شہادت اور خارجی (ائمہ محدثین معاصرین و متاخرین امام بخاری) کی شہادت
کے مقابلہ میں امام بخاری کے مجتہد نہ ہونے پر آپکی شہادت اور امام ابو حفص کبیر کے امام بخاری کو کہنا کہ آپ لائق افتا
نہیں جو ہدایہ کے حواشی سے آپنے پیش کیا ہے کیا وقعت رکھتی ہے کیا اسکے رد و جواب میں وہی بات نہیں کہی جاسکتی جو آپنے
بہت سے اکاذیب و ہذیانات اخبار اہل الذکر کے جواب میں کہی ہے کہ جن کتابوں میں یہ خرافات منقول ہیں وہ زمانہ منقول عنہ سے
بہت پیچھے تصنیف ہوئیں اور انمیں کوئی سند متصل منقول عنہم سے بیان نہیں ہوئی لہذا وہ اکاذیب لائق اعتبار نہیں ہیں اس سے علاوہ
ایک بڑی روشن اور لاجواب دلیل اس نقل کے موضوع و مکذوب ہونے پر یہ ہے کہ اس نقل میں جو وجہ اخراج امام بخاری شہر بخارا سے
بیان کیگئی ہے کہ انہوں نے دو بچوں کے ایک بکری کا دودھ پینے سے ثبوت رضاعت اور حرمت نکاح کا فتوی دیا تھا اسلیے لوگوں نے ان کو بخارا
سے نکال دیا تھا یہ ایسا دروغ بے فروغ ہے کہ اس کے کذب ہونے پر ایک اور داخلی شہادت (خود کتاب صحیح بخاری) شاہد عدل ہے
جسکے مقابلہ میں کوئی خارجی شہادت نقل و روایت لائق قبول نہیں ہے۔ اور یہ ویسی شہادت ہے جیسی آپنے صفحہ (۱۴۳) ضمیمہ میزان
الاعتدال کی نقل تضعیف امام ابو حنیفہ کو امام نسائی و ابن عدی وغیرہ سے اس دلیل سے موضوع ٹھیرایا ہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال
میں کہا ہے میں ائمہ متبوعین (امام ابو حنیفہ امام شافعی وغیرہ) کا ذکر ہرگز نہ کرونگا پھر وہ برخلاف اس صراحت کے امام ابو حنیفہ
کی تضعیف کا ذکر کیونکر کرسکتا تھا۔ ایسی ہی داخلی شہادت اس نقل کے کذب ہونے پر صحیح بخاری میں موجود ہے اور وہ یہ ہے
کہ یہ بات بلا نزاع و اختلاف لائق تسلیم ہے کہ دو بچوں کے ایک بکری کا دودھ پینے سے کوئی شخص رضاعت ثابت
کریگا تو منصوص پر بکری کا قیاس ہی کریگا کیونکہ بجز قیاس کوئی نص قرآنی یا حدیث نبوی اس حکم پر پائی نہیں جاتی اور نہ

اجماع امت اسپر شاہد ہے اور یہ قیاس اسی شخص کا کام ہے جو قیاس کا قائل ہوگا اور امام بخاری قیاس کے منکر ہیں قائل
چنانچہ صحیح بخاری کے صفحہ ۱۰۸۱ میں لکھا ہے باب ما یذکر من ذم الرأی وتکلف القیاس وقول اللہ تعالیٰ ولا
تقف ما لیس لک بہ علم عن عروۃ قال حج علینا عبداللہ بن عمر فسمعتہ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یقول ان اللہ لا ینزع العلم بعد ان اعطاکموہ انتزاعا ولکن ینتزعہ منہم مع قبض العلماء فیبقی ناس جہال
یستفتون فیفتون برایہم فیضلون ویضلون۔ پھر اسکے متصل صفحہ ۱۰۸۲ میں کہا ہے باب ما کان النبی صلعم
یسئل مما لم ینزل علیہ الوحی فیقول لا ادری او لم یجب حتی ینزل علیہ الوحی ولم یقل برای ولا قیاس لقولہ
تعالیٰ بما اراک اللہ وقال ابن مسعود سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الروح فسکت حتی نزلت۔ پھر اسکے
متصل کہا ہے باب تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ من الرجال والنساء مما علمہ اللہ لیس برای ولا
تمثیل۔ اس حدیث کے لفظ تمثیل کی شرح میں قسطلانی نے کہا ہے ای ولا قیاس وھو اثبات مثل حکم معلوم فی
معلوم آخر لاشتراکہما فی علۃ الحکم والرای اعم۔ ان ابواب میں نفی قیاس ظاہر ہے شارحین بخاری جو قیاس کے قائل
ہیں کوئی تو اس نفی کی تخصیص اس قیاس سے کرتا ہے جو قرآن وحدیث واجماع سے اصل نہ رکھتا ہو اور کوئی نفی کو عام سمجھکر امام
بخاری پر اعتراض کرتا ہے کہ جس دلیل سے اپنے نفی پر احتجاج کیا ہے وہ اس اثبات کی دلیل ہے۔ اسکی تفصیل فتح الباری شرح
عینی وقسطلانی میں ملاحظہ ہو ہم کو اس مقام میں اس کی بحث نہیں ہے کہ امام بخاری کے دعوے حدیث سے ثابت ہیں یا
نہیں ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ وہ قیاس کا نافی ہے لہذا ممکن نہیں بلکہ عادی محال ہے کہ اسنے اثبات رضاعت میں قیاس سے
کام لیا ہو بلکہ اسکی ظاہر کلام سے جو منقول ہوا صاف ثابت ہے کہ اس فتوی کی نسبت امام بخاری کیطرف جسکی بنا قیاس پر
ہے محض کذب ہے۔ اس دلیل داخلی کے علاوہ ہم خارجی دلیل بھی اس قصے کے موضوع وافترا ہونے پر پیش کرتے ہیں۔ مقدمہ
فتح الباری اور شرح قسطلانی اور بستان المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور فوائد بہیہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی
میں بیان ہوا ہے کہ بخارا سے امام بخاری کے اخراج کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ امیر بخارا نے امام بخاری کو یہ حکم دیا تھا کہ اسکے مکان پر
پہونچکر صحیح بخاری اور تاریخ سناویں انہوں نے جوابدیا کہ میں علم کو ذلیل نہیں کرتا اور سلاطین کے دروازہ پر اٹھا کر لیجانا نہیں
چاہتا جسکو سننے کا شوق ہو وہ میری مسجد میں آوے امیر نے کہا کہ جبتک میں یا میری اولاد حدیث سننے کیواسطے آپکی مسجد میں ہیں
تبتک کوئی دوسرا شخص مسجد میں نہ آوے اسپر امام بخاری نے کہا کہ میں علم رسول اللہ کو کسی شخص یا قوم سے خاص نہیں کرتا اگر آپکو یہ
بھی منظور نہ ہو تو آپ امیر ہیں مجھکو حکماً مجلس کرنے سے منع کردیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن کتمان علم کیلیے عذر
پیدا ہو جاوے اسپر امیر بخارا نے ان کو نکل جانیکا حکم دیا۔ یہ قصہ قسطلانی کے جلد اول کے صفحہ ۴۵ میں اور مقدمہ فتح الباری کے آخیر
میں بصفحہ ۱۹۳ و ۱۹۴ اور بستان المحدثین میں بعض حالات صحیح بخاری منقول ہے اور مولوی عبدالحی صاحب نے فوائد بہیہ کے صفحہ ۱۳ میں
پہلی حکایت موضوعہ اور یکدو بکو نقل کرکے اسکے غیر صحیح ہونیکی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے وھی حکایۃ مشہورۃ

بستان المحدثین میں بھی لطیف اشارہ ہے اس قصہ کے غیر صحیح ہونا ظاہر کیا ہے جو ملاحظہ ناظرین کے لائق ہے۔ اس مقام میں مقدمہ فتح الباری
کی عبارت بعینہ نقل کیجاتی ہے۔ قال احمد بن منصور الشیرازی لما رجع ابو عبد اللہ البخاری الی بخارا نصبت له القباب على فرسخ من البلد
واستقبله عامة اهل البلد حتى لم يبق مذكور ونثر عليه الدراهم والدنانير وبقى مدة ثم وقع بينه وبين الامير فامره
بالخروج من بخارا فخرج الى بيكند وقال غنجار فى تاريخه سمعت احمد بن محمد بن عمر يقول سمعت بكر بن منير يقول بعث
الامير خالد بن احمد الذهلى والى بخارا الى محمد بن اسمعيل ان احمل الى كتاب الجامع والتاريخ لاسمع منك فقال محمد بن اسمعيل
لرسوله قل له انا لا اذل العلم ولا احمله على ابواب السلاطين فان كانت له حاجة الى شيء منه فليحضر فى مسجدى او فى دارى فان لم يعجبك
هذا فانت سلطان فامنعنى من المجلس ليكون عذرا عند الله يوم القيامة انى لا اكتم العلم قال فكان سبب الوحشة بينهما هذا وقال الحاكم
سمعت محمد بن العباس الضبى يقول سمعت ابا بكر بن ابى عمرو يقول كان سبب مفارقة ابى عبد الله البخارى البلد ان خالد بن احمد خليفة
بن طاهر سأله ان يحضر منزله فيقرأ التاريخ والجامع على اولاده فامتنع من ذلك وقال لا يسعنى ان اخص بالسماع قوما دون قوم فاستعان
خالد بحريث بن ابى الورقاء وغيره من اهل بخارا حتى تكلموا فى مذهبه فنفاه عن البلد قال فدعا عليهم فقال اللهم ارهم ما قصدونى
به فى انفسهم واولادهم واهاليهم قال فاما خالد فلم يأت عليه الا اقل من شهر حتى ورد امر الطاهرية بان ينادى عليه فنودى عليه وهو على اتان
واشخص على اكاف ثم صار [illegible] فيها ما يجل عن الوصف واما فلان
فانه ابتلى باولاده فاراه الله فيهم البلايا۔ ان نقول تواریخی کو (جو باسناد متصل ہیں) مقابلہ میں شارح ہدایہ کی نقل بلاسند کیا وقعت رکھتی ہے
اور اسکی طرف اہل علم وتحقیق التفات کریں۔ امام بخاری کی مقلد مذہب شافعی ہونے پر جواب یہ دلیل خارجی پیش کی ہے کہ تاج الدین سبکی نے ان کو طبقات
شافعیہ سے شمار کیا ہے جسکو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب انصاف میں نقل کر کے انکو منسوب بمذہب شافعی تسلیم کیا ہے اس سے امام بخاری کا پیرو یا مقلد
مذہب شافعی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ جائز ہے کہ یہ انتساب صرف اسوجہ سے ہو کہ انکی رائے امام شافعی کی رائے سے توافق ہو گیا ہو چنانچہ انکی منقولہ عبارت کتاب الانصاف
حضرت شاہ ولی اللہ میں یہ فقرہ وافق اجتهاده اجتهاده (جسکو آپنے غور سے نہیں پڑھا اور نقل کر دیا) اس پر شاہد عدل ہے۔ ایسا ہی قاضی ابو علی و
قاضی حسین اور قفال مروزی جو سب کے سب شافعی مشہور ہیں مروی ہے۔ چنانچہ مغتنم الحصول فی علم الاصول میں منقول ہے کہ وہ کہا کرتے لسنا مقلدین
للشافعی بل وافق رأينا رأيه۔ یعنی ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں بلکہ ہماری رائے انکی رائے سے توافق ہو گیا ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان لوگوں کا
شافعی کہلانا ابتدائی حالت کی نظر سے ہو۔ ابتدا میں ہر کوئی کسی نہ کسی مجتہد یا امام کا پیرو ہوتا ہے اور پھر جب وہ کمال کو پہنچتا ہے تو خود صاحب مذہب
مستقل ہو جاتا ہے اور احکام شریعت خود چشمہ شریعت کتاب وسنت سے لیتا ہے۔ چنانچہ میزان کبری کے صفحہ ۲ میں امام شعرانی نے کہا ہے ثم ان فعل جماعة
من الاولياء انه كان شافعيا او حنفيا وذلك انما هو فى بعض حال الكمال لهذا ممکن ہے کہ جنہوں نے انکو شافعی کہا ہے پہلی حالت عدم کمال واستقلال
کی نظر سے کہا ہو۔ جو شخص انکی کتاب صحیح بخاری چشم بصیرت سے دیکھتا ہے وہ ہرگز ہرگز ایک لمحہ بھی تصور نہیں کر سکتا کہ امام بخاری امام شافعی کے مقلد یا
پیرو تھے وہ تو امام شافعی کو اس لائق بھی نہیں سمجھتے [illegible] اپنی کتاب صحیح میں [illegible] انکے اقوال کو رد اور انکی خلاف کا اثبات کیا ہے اسکی
تفصیل کا شوق ہو تو رسالہ اشاعۃ السنہ کا نمبر ۱ جلد ۱۰ ملاحظہ ہو۔ بالجملہ امام بخاری کا مجتہد ہونا اور امام شافعی کا مقلد و پیرو نہ ہونا ایسی دلیل و حجت

ہمارا حنفی ہونا کس معنی کر ہے؟

ما اہل حدیثیم دغا را نشناسیم
صد شکر کہ در مذہب ما حیلہ و فن نیست

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

سراج الاخبار جہلم مشتہرہ ۱۔۲ ستمبر ۱۹۰۹ء و اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۰۹ء میں جو ہمارا یہ قول مشتہر ہوا کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے انتساب کو ہم فخر سمجھکر اہلحدیث حنفی کہلاتے ہیں۔ تو یہ معلوم ہوا کہ جماعت احناف میں اسکا کیا اثر ہوا۔ کیا اسکو نفاق و دھوکہ دہی سمجھا گیا۔ یا وفاق پنہ وہی و رست گوئی خیال کیا گیا۔ مگر جماعت منسوب* باہل حدیث میں اس قول نے کھلبلی مچادی اور ان میں دہشت ناک وحشت و تشویش پیدا کر دی۔ سب سے پہلے ہمارے ایک دو حالی فرزند ایڈیٹر اخبار اہل حدیث چونک پڑے اور اس کے مقابلہ کے لیئے اٹھ کھڑے ہوئے (جو بقول خود اہلحدیث ہونے کے ایسے مدعی ہیں کہ گویا یہ نام ان کے نام رجسٹری ہو چکا ہے۔ اپنی اخبار کا نام بھی اہلحدیث رکھا ہوا ہے۔ مطبع کا نام بھی اہلحدیث۔ ایک رسالہ اپنے عقائد میں لکھا۔ تو اُس کا نام بھی مذہب اہلحدیث رکھا۔ مگر ہمکو اور ایک جماعت عظیمہ اہل حدیث وغیرہ علماء وقت کو (جن کے نام تحریرات و فتاوے اربعین نمبر غزنویہ میں درج ہیں) انکی

---

* اس لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ کہلاتے تو ہیں وہ اہلحدیث مگر در پردہ بعض انمیں معتزلی چکڑالوی۔ مرزائی و نیچری بھی ہیں اور اب انمیں رفض بھی پھیلتا جاتا ہے۔ بعض تو کھلی بند امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی بدگوئی کرتے ہیں (جو رفضیوں کا کام ہے) اور اکثر یہ بدگوئی سنکر خوش ہوتے ہیں اسپر ردّ و انکار متوجہ نہیں کرتے۔ اب یہ لوگ سنی اہلحدیث ہونے سے نکلنے کو تیار ہیں۔ خدا خیر کرے۔

اہلحدیث ہونے میں سخت خلاف و انکار ہے اور ہم لوگوں کے نزدیک انکا مذہب ایسا فری و آزاد ہے کہ اسمیں اعتزال و نیچریت و مرزائیت و چکڑالویت سبھی کچھ داخل و شامل ہے جبتک کہ وہ اپنی تفسیر عربی کو (جسکا مؤید مذہب اہل بدعت و ضلال اور مخالف مذہب اہلسنت و اہلحدیث ہونا انکی مسلم مصنفین آرہ نے بھی مان لیا ہوا ہو) اور وہ اپنے رسائل اصول تغییر و ترک اسلام کے ان مقامات کو (جنمیں معتزلہ و چکڑالویہ و مرزائیہ اصول کی پیروی کرکے حدیث نبوی کے مفسر قرآن ہونے و قصص اخبار میں حقائق شرعیہ کے مقدم ہونے سے انکار کیا ہوا ہے) جلا ندیں یا ان کی تصحیح و اصلاح نکریں (جسکا وہ بارہا تحریراً و تقریراً وعدہ دے چکے ہیں اور اسکا ایفا نہیں کرتے) ولہذا وہ اپنے عمل و ادعاء میں اس رباعی کے مصداق بنے ہوئے ہیں ؎

ہیں قول و اقرار میرے یار کے اور ٭ اور فعل و کردار جفا کار کے اور
ہے مثل یہ مشہور کہ ہاتھی کے دانت ٭ کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور

اس عزیز نے ہمپر یہ الزام سراپا اتہام قائم کر دیا ہے کہ اب آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (جن کی طرف اہلحدیث منسوب ہیں) نہیں رہے بلکہ کسی اور کے (جس سے انکی مراد امام الائمہ ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ ہیں) ہو گئے ہیں۔ اور اس الزام سراپا اتہام کو اخبار اہلحدیث ۸۔ اکتوبر میں اس مصرعہ میں اونہوں نے ادا کیا ہے مصرع ؏

کیسا ہوا ہے کوئی نبیؐ کے ہو رہیں گے ہم۔

اس الزام اور اس مصرع نا فرجام کا جواب شافی انکو مضمون سابق کے تمہیدی ریمارک میں یہ فرد لکھکر دیا گیا ہے۔ فرد

نبیؐ کے ہیں سنی حنفی نہ مرزائی نہ چکڑالی ٭
نہ معتزلی جو مسلم جاحظ مردود کی کرتے ہیں شاگردی ٭

انکے بعد ایک اور مدعی انتساب بمذہب اہلحدیث اٹھے جن کا نام نامی و لقب گرامی اسی

٭ ہمارے نزدیک حنفی وہی ہیں جو امام کے قول اثر کو اقول مخبر الرسول کا پیرو ہے۔ اور جو ایسا نہیں وہ حنفی نہیں۔

ریمارک مضمون سابق ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۲۰۲ میں

اخبار میں مولوی ابو نعیم عبد العلیم صاحب دیکھا گیا ہے اس سے پہلے ہمکو انسے آشنائی نہیں ہے اور
یہی صاحب ہیں جو ایڈیٹر سراج الاخبار کو مضمون السیف الصارم شائع کرنے پر باعث
ہوئے ہیں۔ وہ اخبار اہلحدیث ۱۹۔ نومبر ۱۹۰۹ء میں یہی الزام ترک مذہب اہل حدیث
و تجویز ضرورت تقلید مذہب حنفی قائم کرتے ہوئے یوں نغمہ سرا و خامہ فرسا ہوتے ہیں
کہ اب اپنے مذہب (اہلحدیث) کو بھول چوک گئے۔ بھلا مذہب اہلحدیث کو امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ علیہ کے انتساب سے کیا غرض جب اس جماعت نے اپنا انتساب حضرت
رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ تو پھر اس خصوصیت میں غیر کو کیا دخل معلوم
نہیں کہ یہ اجتماع ضدین کیسا ہے۔ اہل حدیث حنفی کیسے دونو کے اصول علحدہ دونوں کا
طرز عمل جدا۔ پھر وہ تو متحد کیسے انہیں اتحاد کیسا"

پھر اس الزام کے ساتھ یہ دوسرا الزام بھی اپنے ذہن میں خاکسار پر قائم کیا ہے
کہ آپنے ہر ایسے شخص کو جو حدیث سے آشنا ہو ضرور کسی مجتہد کا پیرو ہونا۔ اور
کسی کا مقلد کہلانا ضروری ٹھہرایا ہے۔ اور اسپر یہ اعتراض و سوال قائم کیے ہیں:۔

(۱) جب عامی کو تقلید میں بغیر دیکھے بھالے کتب فقہ کے چارہ نہیں تو وہ کیوں نہ مقدس کتب
حدیث کو دیکھ لے۔ عربی نہ جانتا ہو۔ تو تراجم کتب عربی ہندی۔ فارسی۔ حدیث دیکھ لے
اور تقلید سے درکنار رہے (۲) کیا آپ کسی کتاب سے ثابت کر سکتے ہیں کہ محدثین
جو کسی مذہب کی طرف منسوب تھے۔ وہ ابتدائی حالت میں اس مذہب کے مقلد یا پیرو تھے
انکے پہلے الزام کا جواب یہ ہے کہ مذہب اہلحدیث و مذہب حنفی میں نسبت تضاد
نہیں۔ بلکہ عموم و خصوص من وجہ ہے۔ مضمون "کیا حنفی اہلحدیث نہیں ہوتے" ملاحظہ ہو
اور اگر مطلق انتساب بجز حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم نسبت تضاد ہے۔ تو چاہئے
کہ سنی۔ یا سلفی یا اثری یا اشعری و ماتریدی وغیرہ کہلانا بھی اہلحدیث یا محمدی ہونے
کے مخالف و متضاد ہو۔ بلکہ اس صورت عموم دعوے میں مکی مدنی و بخاری و زہری
و جعفی کہلانا بھی اہل حدیث یا محمدی کہلانے کے مخالف ہو جسکا کوئی مسلمان سلف
و خلف سے قائل نہیں اور غالبا آپ بھی قائل نہوں گے۔

دوسرے الزام کا جواب۔ ۵

قد اصبحت ام الخیار تدعی ÷ علی ذنبا کله لم اصنع

اے حضرت میں نے یہ کہیں نہیں کہا۔ اور نہ میرے دل میں یہ بات ہے کہ ہر کسی کو کسی نہ کسی مذہب مجتہد کا پیرو ہونا اور حنفی یا شافعی کہلانا ضروری ہے۔ میرے جس لفظ سے آپنے اس ضرورت کو نکالا ہے اسکو پیش کریں۔ ورنہ اس الزام کو واپس لیں۔ مینے صرف دو باتیں امام بخاری کو شافعی کہنے کے متعلق کہی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے اجتہاد ورائے کو امام شافعی رح کے رائے و اجتہاد سے (کہیں کہیں) توافق ہو گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ابتدائی حالت کی نظر سے انکو شافعی کہا گیا ہوگا۔ انمیں سے **پہلی بات** کو آپ نے خود تسلیم کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ وغیرہ سے اسکو نقل کیا ہے۔ **دوسری بات** پر جو مجھسے یہ سوال کیا ہے۔ کہ یہ بات کس کتاب میں لکھی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو امر واقعی ہو اور دن رات عام لوگوں کے مشاہدہ میں آتا ہو اسپر کتاب کی شہادت ضروری نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو بچہ مکتب میں یا استانی جی سے قاعدہ بغدادی یا پہلا سیپارہ پڑھتا ہے یا نماز یا کلمہ شہادت سیکھتا ہے تو وہ اسوقت انکا مقلد ہی ہوتا ہے۔ پھر جب وہ آپ جیسا عالم متبحر ہو جاتا ہے۔ تو اُس سے تقلید میانجی یا استانی کی چھوٹ جاتی ہے۔ یہی حال اُن ائمہ مجتہدین کا ہے جو محدّث ہونے کے بعد خود مجتہد ہو گئے تھے۔ اب بھی کتاب کی شہادت چاہیئے تو خاکسار کے مضمون ریویو میں امام شعرانی کا قول ملاحظہ ہو۔ جو شیخ عبد القادر جیلانی رح کے تقلید ہونیکے متعلق انہوں نے کہا ہے۔

انکے بعد ایک صاحب اُٹھے جو میرے قدیم زمانہ طالب العلمی کے دوست مُلّا صدّیق مرحوم پشاوری کے فرزند مولوی عبد الکریم ہیں اور اس وجہ سے میں اُن کو بلفظ عزیز یاد کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ عزیز مذکور نے اخبار اہلحدیث کے کئی نمبروں میں میرے مضمون ریویو کے متعلق مضمون "الانصاف فی حق الاحناف" شائع کرنا شروع کیا ہے۔ جس میں صریح نہیں تو در پردہ میرے مضمون ریویو کا میرے ہی اقوال سنین گذشتہ سے معارضہ کیا ہے۔ اور بعض جگہ بظاہر اسکی تائید بھی کی ہے۔

اُسی عزیز کا مضمون زیادہ تر مجھے اپنے حنفی ہونے سے مراد کے بیان پر باعث ہوا ہے اور کچھ مقصود اُس عزیز کے خیال کی اصلاح و نصیحت بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ عزیز مجھے اپنے باپ کا اہل ود سمجھکر میری نصیحت و اصلاح کو توجہ سے پڑھیں گے۔ اور جو انہیں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور ان کے متقدمین "تابعین" کی نسبت سوء ظنی پیدا ہو گئی ہے۔ اس سے رجوع کریں گے۔ ایڈیٹر اخبار اہلحدیث بھی اس عزیز کے مضامین پر اہل حق و انصاف کی بوچھاڑ سے خوف زدہ ہو گیا ہے۔ اور اسکے ماٹو کی جگہ یہ فقرات کہ "نامہ نگار اپنی تحریروں کے خود ذمہ وار ہیں۔ ایڈیٹر کسی کی تحریر کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا" لکھکر ان مضامین سے بظاہر* اپنی بیزاری ظاہر کر چکا ہے۔ مگر اس اظہار سے حق نصیحت اس سے ادا نہیں ہوا۔ یہ ہمارا ہی حق و حصّہ تھا۔ جو ہر دوست و عزیز حنفی کے ہر اپنے اہل و اولاد کی صلاح خیال و مقال سے عمل میں لایا جاتا ہے۔

اس مضمون کے پہلے نمبر میں جو اخبار اہلحدیث ۲۶ نومبر ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا ہے اُس نے کہا ہے۔ کہ حنفی کہلانے والے پانچ گروہ ہیں۔ ایک عام جہلا فسق و فجور و کفر و شرک میں مبتلا ہیں۔ دوسرے وہ نام کے علما جو جہلا کے اس کفر و بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور تاویل و تسویل کے ساتھ قرآن و حدیث سے انکی کفر و بدعت پر شہادت پیدا کر دیتے ہیں۔ تیسرے آجکل کے تھوڑے سے علماء جو حدیث مخالف قول امام کو تسلیم تو کر لیتے ہیں مگر التزام مذہب امام کی وجہ سے اسپر عمل نہیں کرتے۔ چوتھے علماء متقدمین حنفیہ جو فقہ میں اشتغال کی وجہ سے علم حدیث سے بے بہرہ رہے ہیں۔ جس قدر محدثین گذر چکے ہیں وہ اَور ہی لوگ تھے حنفی ان میں ایک بھی نہ تھا حنفیوں میں ابن حجر جیسا کوئی نہیں ہوا۔ اور اگر کسی نے ان میں سے کچھ علم حدیث حاصل کیا تو اسنے بجائے خدمت دینی کے حنفی مذہب کی نصرت و حمایت کے لیے ایسے قواعد گھڑے جنسے حنفی مذہب کو فوقیت ہو۔ اور ضعیف حدیث کو بلکہ قیاس کو حدیث صحیح پر ترجیح ہو۔ پھر کہا کہ ان کے حالات کو خود آپنے (خاکسار کو کہتے ہیں)۔ رسالہ منح الباری

* مگر درحقیقت اور دل سے وہ ان مضامین سے خوش معلوم ہوتا ہے کیونکہ انکی تردید میں اسنے کوئی ریمارک نہیں کیا۔

فی ترجیح صحیح البخاری کے صفحہ ۲۰ وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ پھر اسکی تصدیق میں خاکسار کی اس عبارت صفحہ ۲۰ و صفحہ ۵۵ منح الباری کو نقل کر دیا جس میں متاخرین شیخ عبدالحق و شیخ ابن الہمام کی اصحیت احادیث صحیحین سے انکار کرنے پر اعتراض ہے۔ نہ متقدمین ائمہ حنفیہ کا کوئی ذکر یا اُنپر کسی قسم کا اعتراض ہے۔ پانچواں گروہ وہ علماے وقت جو حدیث مخالف مذہب امام کو صحیح پاکر فوراً عمل میں لاتے ہیں اور اسپر وہ قول امام کی کہ اترکوا قولی بخبر الرسول کے پورے پابند ہیں۔ اس تفصیل سے اُس عزیز نے بظاہر تو تمام حنفیوں پر (جن میں ناکردہ گناہ متقدمین بھی داخل ہیں) لے دی کی ہے۔ اور درپردہ خاکسار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ منح الباری میں تو آپنے حنفیوں کو بُرا کہا ہے اور اب خود حنفی بن بیٹھے ہیں۔ اگر یہ تضاد نہیں (جیکا الزام آپکو مولوی ابو نعیم نے دیا ہے) تو اور کیا ہے۔ و نیز حنفیوں کا یہ حال و تفصیل ہے تو پھر آپنے کیوں بلا تفصیل حنفی ہونے کا دعوے کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ میں خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے پہلے چار قسموں سے جن پر آں عزیز نے لے دے کی ہے حنفی نہیں ہوں۔ بلکہ قسم پنجم کا حنفی ہوں اور اسی قسم کو پورا اور سچا حنفی سمجھتا ہوں۔ نہ پہلے چار قسموں کو۔ پہلے تین قسموں کو تو کوئی محقق حنفی بھی حنفی نہ کہے گا۔ رہا قسم چہارم سو اگرچہ متاخرین میں بعض حنفی ایسے ہیں جو بپاس تقلید مذہب صحیح حدیث کے خلاف کر گئے ہیں اور قول امام اترکوا قولی بخبر الرسول کے پورے پابند نہیں رہے۔ مگر نہ سبھی متاخرین ایسے ہیں۔ اور نہ متقدمین ائمہ ایسے تھے۔ آں عزیز نے جو متقدمین حنفیہ کو قسم چہارم میں داخل کیا ہے۔ اسمیں محض رجم بالغیب اور جزاف سے کام لیا ہے۔ اور جو آپنے اس دعوے فاسد اور گمان کاسد پر مجھے اپنا گواہ بنایا ہے اسمیں بہت ہی دلیری سے کام لیا اور غضب ڈھایا ہے۔ عبارت منح الباری میں بجز شیخ عبدالحق و شیخ ابن الہمام جو متاخرین سے ہیں متقدمین حنفیہ کا کہیں ذکر و نام و نشان نہیں ہے۔ متقدمین میں بہت سے حنفی ایسے گذرے ہیں جو حدیث کے حافظ و امام بھی تھے جیسے کہ فقہ کے امام تھے۔ اور انہوں نے ایسے قواعد کوئی نہیں گھڑے جنسے حدیث ضعیف کو یا قیاس

کو حدیث صحیح پر ترجیح ہو۔ بلکہ اونہوں نے حدیث صحیح کے معارضہ اقوال امام کو ترک کرکے حدیث کو دستور العمل اور واجب القبول ٹھہرایا ہے۔ اسیوجہ سے مذہب امام کے دو ثلث میں اختلاف واقعہ ہوگیا ہے۔

اس مقام میں تمہارے دعوی کی کلیت وعموم توڑنے کے واسطے صرف ایک مثال پیش کرنا کافی ہے۔

امام **ابو جعفر طحاوی** فقہ حنفی کے امام بھی تھے ومعہذا احدیث کے امام و حافظ تھے۔ اور باوجودیکہ نصرت مذہب حنفی میں وہ صرف توافق رائے سے بہ تقلید امام بہت کوشش کر گئے ہیں۔ مگر جہاں انسے کچھ نہوسکا تو وہاں اونہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ اسباب میں امام ابو حنیفہ رح کا قول باطل ہے یعنی غیر صحیح ہے۔ اس باب میں ہم آں عزیز کے مسلم کتب کی عبارت اور مسلم پیشواؤں کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے کتاب بستان المحدثین کے صفحہ ۹ میں شرح معانی الآثار طحاوی کے بیان میں فرمایا ہے۔ در اول آں کتاب مے گوید۔ قال الامام الحافظ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی سألنی بعض اصحابنا من اھل العلم ان اضع لھم کتابا اذکر فیہ الآثار المرویۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی الاحکام التی یتوھم اھل الالحاد والضعفۃ من اھل الاسلام ان بعضھا ینقض بعضًا لقلۃ علمھم بناسخھا من منسوخھا وما یجب العمل منھا لما یشھد لہ من الکتاب الناطق والسنۃ المجتمع علیھا واجعل ذلک ابوابا اذکر فی کل باب منھا الناسخ من المنسوخ وتاویل العلماء واحتجاج بعضھم علی بعض واقامۃ الحجۃ لمن یصح عندہ من قولہ منھم بما یصح بہ مثلہ فی کتاب او سنۃ او اجماع او تواتر من اقاویل الصحابۃ او تابعیھم۔ اسکے بعد **شاہ صاحب** انکے علم و مذہب کا حال بیان کرتے ہوئے صفحہ ۹۶ و ۹۷ میں فرماتے ہیں "بہر حال تصانیف مفیدہ در مذہب حنفی وارد و بزعم خود در نصرت ایں مذہب مساعی جمیلہ بتقدیم رسانیدہ تا از تصانیف او وسعت علم او معلوم میشود۔ باید دانست کہ مختصر طحاوی دلالت میکند بر آنکہ شیخ مجتہد منتسب بود محض مقلد مذہب حنفی نبود زیراکہ در مختصر چیزہا اختیار کردہ کہ مخالف مذہب ابو حنیفہ است رحمہ اللہ تعالی ولہذا آں مختصر در فقہاء ایں مذہب کہ محض مقلد اند چنداں شیوع پیدا نکردہ"۔

یہی بیان صفحہ ۹۶ و ۹۷ بستان کا نواب صاحب بھوپال کی کتاب اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین کے صفحہ ۱۹۲ میں ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اسمیں یہ بھی لکھا ہے "در دراسات اللبیب گفتہ الطحاوی مع تصدیہ لمذہب ابی حنیفۃ وتخریجہ تمسکہ من المرفوع والموقوف اذا خالف قولہ الحدیث یصح ویقول نبطل قول ابی حنیفہ ومن یریٰ قولاً من اقوال احد کائناً من کان باطلاً یریٰ العمل بہ حراماً۔ انتہیٰ۔

اور اصل کتب دراسات اللبیب کے صفحہ ۲۷۹ میں لکھا ہے "علی ان النصف ابطل القائل بصریح الحق وطریقہ اذا رای تمام الحجۃ علی امام فی شئ یُنفک عنہ عقدۃ تقلیدہ لہ ولیس تمام الحجۃ علیہ من الطعن فی شئ وھذا ابو جعفر الطحاوی مع مبالغۃ المفرطۃ فی نصرت المذھب اذا تمت الحجۃ علی ابی حنیفۃ تراہ فی آثار المعانی کیف یاتی بکلام حدید حتی یقول فی بعض المواضع فما قال ابو حنیفۃ باطل وامثال ذلک لا یر تضیہ کل مقلد متعصب"

عزیز من کیا ان نقول وعبارات اپنے مقبولین علماء کو دیکھ کر بھی کہو گے کہ جملہ متقدمین حنفیہ حدیث سے بے بہرہ رہے ہیں اور جو ائمہ اس سے کچھ جانتے وہ نصرت مذہب کے لیئے ایسے قواعد گھڑتے جیسے مذہب کو اور حدیث ضعیف وقیاس کو حدیث صحیح پر ترجیح ہو۔ اور پھر بھی مجھے اپنے گمان فاسد وخیال کاسد کا گواہ بناوگے مناسب ہے کہ اس بدگمانی اور بدگوئی سے (جو شعبۂ رفض ہے) توبہ کرو اور اس سے رجوع کا اشتہار اس اخبار نام کے اہلحدیث میں دو اور اس کہن سال عرصہ چالیس برس کے نتائج تقلید وعمل بالحدیث کے تجربہ کار کی نصیحت کو مان لو اگر کچھ سعادت کا مادہ رکھتے ہو ؎

نصیحت گوش کن جاناکہ از جاں دوست میدارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیر دانا را۔

ہمارے اس جواب اور دعویٰ پر کہ میں قسم پنجم کا حنفی ہوں نہ پہلے چار قسموں سے کسی قسم کا۔ آفتاب جیسے روشن دلیل جس میں کسی منصف مزاج حنفی یا اہلحدیث کو بشرطیکہ وہ چشم بینا اور سلیم فہم عطا کیا گیا ہو۔ شک ونزاع نہو یہ ہے کہ زمانہ طلب علم

حدیث سے اسوقت تک جسکو چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے ہمارا اشیانہ روزی عمل باحادیث صحاح (جو موجودہ و عام مروجہ طریقہ حنفیہ کے مخالف ہیں جیسے احادیث رفع یدین بوقت انتقالات وجہر بآمین اور قرئہ فاتحہ خلف الامام و امثال ذٰلک) کے مطابق پایا جاتا ہے اور ہمارا تیس سالہ رسالہ اشاعۃ السنۃ (جس میں آٹھ سال زمانہ قربت بھی شامل ہیں) اور دیگر تصانیف و تالیفات معیار الحق منح الباری وغیرہ وغیرہ (جنکا حامی عمل بالحدیث اور قامع تقلید مذموم (جو صرف دو ہی قسم ہے (۱) تقلید بمعارضہ و مقابلہ نص (۲) تقلید مذہب معین بخیال وجوب) ہونا آپنے اور ہر ایک اہلحدیث واقف حال نے مانا ہوا ہے۔ نیز اسکی تصدیق کر رہے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ اس امر کی تصدیق ہمارے اس قول میں (جسنے آپ لوگوں کو متوحش کر دیا ہے) بھی موجود ہے۔ جہاں لفظ حنفی سے پہلے لفظ اہلحدیث (جو اسی قسم کی حنفیت کی طرف مشعر ہے) شامل کیا گیا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس آپ لوگوں نے اس لفظ کو غور سے نہیں پڑھا اور نہ دیکھا ہے۔ اور میرے دعوٰی حنفیت و انتساب بمذہب امام ہمام الاقدام کو اہلحدیث ہونے سے منافی سمجھ لیا یا سمجھا گیا ہے ؎

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ٭ صد حجاب از دل بسوے دیدہ شد

اس آفتابی دلیل کو سنکر بھی شاید فریقین کے غالی اور ضدی لوگ خاکسار پر اعتراض کریں غالی حنفی یہ کہیں کہ تم حنفی کیسے ہو سکتے ہو۔ جس حال میں تم نماز میں رفع یدین وغیرہ ایسے افعال کرتے ہو۔ جن کو ہمارے مذہب میں ناجائز بلکہ مفسد نماز کہا گیا ہے۔ اور غالی اہلحدیث یہ کہیں کہ جس حالمیں تمہارا عمل براہ راست و بلا واسطہ صحاح احادیث پر ہے تو پھر تمہارا حنفی کہلانا کیا وجہ اور کیا معنے رکھتا ہے۔ اور اس سے فائدہ ہی کیا ہے۔

بنابریں معیار الحق کا مولف یہ خاکسار ہے اور اسکے مضامین کے شواہد و عبارات حضرت شیخنا و شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کے افاضات سے ہیں۔ خاکسار کے مسودہ کو کچھ عبارات کے اضافہ و افاضہ سے خاکسار کی درخواست سے حضرت ممدوح نے اپنے نام نامی و ذات گرامی کی طرف منسوب فرما کر اسکو قبولیت کی عزت بخشی

ان غالیوں کا جواب بھی اس مقام میں دیا جاتا ہے۔ گو ان سے تو پوری امید نہیں کہ وہ اس کو تسلیم کریں۔ مگر اور لوگ تو اس جواب کو سنکر انکے دھوکہ سے بچ جائیں گے اور بعید نہیں کہ انہیں سے بھی کوئی سننے والا پیدا ہو۔ کما قیل

فقل ما یفیض الوقت من غیر سامع - ففی الدھر من یرجی لہ الغوذ طاذا

فریق اول (غالی حنفیوں) کا جواب یہ ہے : آپ جیسے غالیوں سے ہم سرٹی فائی کرنا نہیں چاہتے یعنی سرٹفکیٹ حنفی ہونے کا نہیں مانگتے ۔ منصف حنفی ہمارے ساتھ متفق چلے آئے ہیں اور وہ ہمکو اپنے جیسا حنفی سمجھتے ہیں ۔ وہ ہمارے ان ہی اقوال کے ساتھ ہمارے ساتھ نماز میں اقتدا کرتے ہیں اور ہم اُن کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ اسباب میں ہم ایک منصف مزاج حنفی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا جن کی حنفیت ہندوستان بھر میں تسلیم کی گئی ہے۔ قول پیش کرتے ہیں۔ آپ اپنے رسالہ فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ صفحہ میں بذیل ترجمہ امام عصام بن یوسفؒ فرماتے ہیں۔

ذکر السمعانی عصام بن یوسف البلخی المشہور بہذہ النسبۃ عصام بن یوسف بن میمون بن قدامۃ البلخی اخو ابراہیم بن یوسف یروی عن ابن المبارک وروی عنہ اہل بلادہ وکان صاحب حدیث ثبتا فی الروایۃ وربما اخطاء وکنیتہ ابو عصمۃ وکان یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الراس منہ و اخوہ ابراہیم کان لا یرفع ومات عصام سنۃ ۲۱۰ھ ہجری عشر ومائتین وذکرہما ابو حاتم بن حبان فی کتاب الثقات انتہی ۔ وفی طبقات القاری عصام بن یوسف روی عن ابن المبارک والثوری

سمعانی نے عصام بن یوسف بلخی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہو کہ اس نسبت سے مشہور عصام بن یوسف ہیں جو ابن المبارک سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور ان سے انکے شہر (بلخ) والے حدیث کی روایت کرتے ہیں وہ حدیث میں ثابت قدم تھے کبھی خطا بھی کرتے رکوع کرنے اور اس سے سر اُٹھانے کے وقت وہ رفع یدین کیا کرتے اُنکے بھائی ابراہیم نکرتے ۔ عصام ۲۱۰ھ ہجری میں فوت ہوئے ہیں ۔ اور ان دونوں بھائیوں کو ابو حاتم ابن حبان نے ثقہ لوگوں کی کتاب میں ذکر کیا ہے ۔ طبقات قاری میں ہے عصام بن

وشعبه وکان صاحب حدیث
یرفع یدیه عند الرکوع وعند رفع
الراس منه انتهی قلت یعلم منه
بطلان روایة مکحول عن ابی حنیفه
ان من رفع یدیه فی الصلوٰة فسدت
صلاته التی اغتر امیر کاتب الاتقانی
بها کما مر فی ترجمته فان عصام بن یوسف
کان من ملازمی ابی یوسف وکان
یرفع فلو کان لتلك الروایة اصل
لعلم بها ابو یوسف وعصام وسیاتی
التفصیل فی بطلان تلك الروایة
فی ترجمة مکحول ان شاء الله تعالیٰ و
یعلم ایضًا ان الحنفی لو ترك فی مسئلة
مذهب امامه لقوة دلیل خلافه
لا یخرج به عن ربقة التقلید بل
هو عین التقلید فی صورت ترك
التقلید الا تری الی ان عصام بن
یوسف ترك مذهب ابی حنیفة فی
عدم الرفع ومع ذلك هو معدود فی
الحنفیة ویؤیده ما حکاه اصحاب
الفتاوی المعتمدة من اصحابنا من تقلید
ابی یوسف یومًا الشافعی فی طهارة
القلتین والی الله المشتکی من جهلة
زماننا حیث یطعنون علی من ترك
تقلید امامه فی مسئله واحدة لقوة

یوسف نے ابن المبارک اور سفیان ثوری
اور شعبہ سے حدیث کی روایت کی ہے یہ
اہل حدیث تھے رکوع اور اس سے اٹھنے
کے وقت رفعیدین کیا کرتے۔ہیں (عبد الحی)
کہتا ہوں ان کے اس فعل سے معلوم ہوتا
ہے کہ جو مکحول نے امام ابو حنیفہ رح سے نقل
کیا ہے کہ جو نماز میں رفعیدین کرے اسکی
نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اس روایت
سے امیر کاتب اتقانی نے دھوکہ کھایا ہے
چنانچہ انکے ترجمہ میں اسکا بیان گذرا ہی
یہ روایت باطل ہے اسکے باطل ہونے
پر یہ دلیل ہے کہ عصام بن یوسف امام
ابو یوسف کے ساتھ رہتے تھے
اور اگر اس روایت مکحول کی کچھ اصل
ہوتی تو امام ابو یوسف اور عصام بن
یوسف کو اسکا علم ضروری ہوتا اسکی
تفصیل مکحول کے ترجمہ میں بھی ہوگی
امام عصام کے اس عمل رفع یدین سے
معلوم ہوتا ہے کہ اگر حنفی کسی مسئلہ میں
اپنے امام کا مذہب اسکے خلاف کی
دلیل کو قوی سمجھکر ترک کردے تو وہ
اسکی تقلید سے خارج نہیں ہوتا بلکہ
اس صورت ترک تقلید میں بعینہ اسکی
تقلید پائی جاتی ہے۔ تو نہیں دیکھتا
کہ امام عصام نے امام ابو حنیفہ کے مذہب

دلیلھا ویخرجونہ عن مقلدیہ ولا عجب فانھم من العوام انما العجب ممن یتشبہ بالعلماء ویمشی مشیھم کالانعام (الفوائد البہیہ صفحہ ۲۴۸)

رفع یدین نکرنے کو ترک کر دیا و معہذا وہ حنفیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ یکا مؤید ہے جو معتبر فتاوے میں منقول ہے۔ کہ امام ابو یوسف نے ایک روز ایک حمام میں غسل کیا تو اسکے بعد معلوم ہوا کہ جس کنوئیں کا پانی اس حمام میں ڈالا گیا تھا اسمیں سے مرا ہوا چوہا نکلا ہے تو اپنے فرمایا کہ ہمنے اس مسئلہ میں امام شافعی کے اس قول پر کہ جب پانی دو قلے (دو چھیال) کے قدر ہو تو وہ تھوڑی پلیدی سے نجس نہیں ہوتا عمل کر لیا۔ ہماری شکایت اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنے زمانہ کے ان جاہلوں کی طرف سے ہے جو ایک مسئلہ میں بھی اسکی دلیل کی قوت کی وجہ سے تقلید مذہب امام چھوڑنے والے پر طعن کرتے ہیں اور اسکو مقلد امام ہونے سے نکال دیتے ہیں۔ ان جاہلوں سے یہ امر محل تعجب نہیں کیونکہ وہ عامی ہوتے ہیں تعجب تو ان لوگوں سے ہے جو علماء جیسے بن بیٹھے ہیں اور چال چلتے ہیں ان جاہلوں کی جو چوپایوں جیسے ہیں۔

پھر صفحہ ۹ کتاب مذکور میں اس روایت تحول نسفی کا بہت بسط سے ابطال کیا ہے۔ اور فقہاء حنفیہ کے نقل و شہادت سے ثابت ہے کہ رفع یدین مفسد نماز نہیں ہے۔

سنہ ۱۳۰۸ ہجری مطابق سنہ ۱۸۹۱ء میں دہلی و لاہور وغیرہ بلاد ہندوستان و پنجاب کے عمائد احناف و اہلحدیث کے اتفاق سے ینگ صاحب کمشنر دہلی کی عدالت میں یہ قرار پایا تہا کہ اہلحدیث و احناف باوجود فروعی اختلاف کے ایک دوسرے کا نماز میں اقتدا کرے اور باہم شیر و شکر ہو کر ارکان مذہب ادا کریں۔ اس مصالحت کا مضمون اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ کے نمبر ۳ وغیرہ میں شائع ہوا ہے۔ اس تحریر مصالحت پر جن عمائد احناف دہلی کے دستخط ثبت ہوئے تھے انمیں جو اتبک زندہ ہیں۔ دو صاحب لائق ذکر ہیں۔ ایک مولوی عبد الحق صاحب دہلوی مصنف تفسیر حقانی دوسرے مولوی مفتی عبد اللہ صاحب ٹونکی عربک پروفیسر اورینٹل کالج لاہور اور لاہور کے علماء میں سے تیسرے مولوی عبد الحکیم صاحب کلانوری پروفیسر اورینٹل کالج لاہور ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ان علماء کے اتفاق سے یہ امر مسلم ہوا تھا کہ رفع یدین نماز میں مفسد

نماز نہیں ہے۔

دوسرے (غالی اہلحدیث) کا جواب۔ باوجودیکہ ہمارا عمل اکثر مسائل میں بلاواسطہ احادیث صحاح پر ہے۔ پھر ہمارا حنفی کہلانا بے وجہ و بلا فائدہ نہیں ہے۔ اور نہ اسمیں کوئی تصنع ہے۔ ہمارے حنفی کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء شعور اور زمانہ طلب علم سے جبکہ ہم حدیث سے آشنا نہ تھے فقہ مذہب حنفی پر ہمارا عمل رہا۔ اسی مذہب کی کتب اصول ہمنے پڑھیں اور اسی کی کتب فقہ فروع ہمارے دیکھنے میں آئے۔ کسی اور مذہب کی نہ کوئی کتاب دیکھی اور نہ ائمہ کا کوئی مسئلہ سیکھا۔ اسوقت تک خاکسار کا یہی خیال تھا کہ مذاہب اربعہ سے ایک ہی مذہب کا مقلد ہو رہنا فرض وواجب ہے۔ اور اسکا ترک و خلاف گناہ ہے۔ پھر جب یہ خاکسار پنجاب کی مروجہ کتب کی تحصیل سے فارغ ہوکر دہلی پہنچا اور شیخ عبیداللہ مرحوم کی ترغیب سے حضرت شیخنا وشیخ الکل دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوکر علم حدیث شروع کیا تو حضرت شیخ نے ایک روز مجھے طحطاوی حاشیہ درمختار کا وہ مقام دکھایا جسمیں امام ابویوسف کا عمل وقول درباب عمل بمذہب امام شافعی رح جو اوپر منقول ہوا ہے اور اسی قسم کا قاضی ابوعاصم عامری حنفی کا یہ فعل کہ انہوں نے قفال شافعی کی پاس خاطر سے نماز میں رفع یدین وغیرہ شافعی مذہب کے ارکان کو ادا کیا اور قفال شافعی کا یہ فعل کہ انہوں نے قاضی ابوعاصم عامری حنفی کی پاس خاطر سے اذان اقامت حنفی مذہب کے مطابق عمل کیا (اذان بلا ترجیع اور اقامت دو دو کلمہ کہلوائی) اوس روز سے خاکسار کا وہ خیال کہ ایک ہی مذہب کا مقلد ہو رہنا فرض وواجب ہے۔ بدل گیا۔ اور خاکسار نے دوسرے مذاہب حقہ پر عمل کر لینا جائز سمجھا اور حدیث صحیح پر عمل کرنے کو عین سعادت اور ایمان کی امارت سمجھ لیا جسپر امام صاحب کے متعدد اقوال بڑی تاکید سے رغبت دلاتے ہیں۔ ازانجملہ بعض اقوال حاشیہ میں منقول ہیں۔ تاہم امام

* سئل عن ابی حنیفة اذا قلت قولا وکتاب اللہ یخالفه قال اترکوا قولی بکتاب اللہ فقیل اذا کان خبر الرسول یخالفه قال اترکوا قولی بخبر الرسول

امام زندویسی حنفی کتاب روضة العلماء میں بروایت صاحب ہدایہ امام ابوحنیفہ رح سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ ایک بات کہیں اور قرآن اسکے مخالف ہو تو آپکے

ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی عظمت وجلالت میرے دل سے نہ اٹھی۔ بلکہ اور بھی زیادہ ہوگئی۔ والہذا جس مسئلہ میں حدیث صحیح مجھے نہیں ملتی اس مسئلہ میں مَیں اقوال مذہب امام سے کسی قول پر صرف۔ اس حسن ظنی سے کہ اس مسئلہ کی دلیل انکو پہنچی ہوگی تقلید کرلیتا ہوں ایسا ہی ہمارے شیخ وشیخ الکل کا مدت العمری عمل رہا۔ اور اسی پر ایک عالم کا عمل ہے۔ اس بیان سے فائدہ اس تقلید کا بھی ظاہر ہوا۔

اور ایک فائدہ اس وقت خاص میں یہ ہے کہ آجکل کے بعض اہلحدیث کہلانے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

فقیل اذا کان قول الصحابۃ یخالفہ قال اترکوا قولی بقول الصحابۃ (عقد الجید) قال عبد اللہ بن المبارک سمعت ابا حنیفۃ یقول اذا جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین واذا جاء عن اصحاب النبی صلعم نختار قولہم واذا جاء عن التابعین زاحمناہم (تفسیر مظہری)۔ وروی الشیخ محی الدین فی الفتوحات بسندہ الی الامام ابی حنیفۃ انہ کان یقول ایاکم والقول فی دین اللہ بالرای وعلیکم باتباع السنۃ فمن خرج عنہا ضل۔ وکان اذا افتی یقول ہذا رای ابی حنیفۃ وہو احسن ما قدرنا علیہ فمن جاء باحسن منہ فہو اولی بالصواب دخل علیہ مرۃ رجل من اہل الکوفۃ والحدیث یقرء عندہ فقال الرجل دعونا من ہذہ الاحادیث فزجرہ الامام اشد الزجر وقال لولا السنۃ ما فہم احد منا القرآن (میزان امام شعرانی)

فرمایا میرا قول قرآن کے مقابلہ میں چھوڑ دو پھر کہا گیا کہ اگر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسکے مخالف ہو تو آپنے فرمایا میرا قول حدیث کے مقابلہ میں بھی چھوڑ دو۔ پھر کہا گیا کہ قول اصحاب اسکے مخالف ہو تو آپنے فرمایا میرا قول صحابہؓ کے مقابلہ میں بھی چھوڑ دو۔ ایسا ہی عقد الجید میں ہے۔ اور امام بیہقی کتاب مدخل میں عبد اللہ بن المبارک سے نقل کرتے ہیں کہ مینے انکو یہ کہتے سُنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث مروی ہو وہ میرے سر آنکھوں پر ہے۔ اور جو اصحاب نبوی سے مروی ہو وہ بھی ہم اختیار کرینگے اور جو تابعین سے مروی ہو اس کا ہم مقابلہ کرینگے (تفسیر مظہری) اور شیخ محی الدین نے فتوحات مکیہ میں اپنی سند سے امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے کہ دین میں اپنی رائے سے بچو اور سنت کی پیروی کو لازم کرلو جو سنت سے باہر ہوا وہ بہک گیا۔ اور جب آپ کوئی فتوے دیتے

والوں میں نیچریت۔ مرزائیت۔ چکڑالویت و معتزلیت ورافضیت پھیلتی جاتی ہے اہلحدیث کے ساتھ لفظ حنفی ملانے سے یہ ظاہر ہوجائے گا۔ کہ اس لقب کا مصداق سنی۔ اہلحدیث ہے۔ نہ معتزلی اور نہ مرزائی اور نہ نیچری اور نہ رافضی وغیرہ۔

پھر اس عزیز نے اپنے مضمون کے دوسرے نمبر میں جو ۲۴ دسمبر ۱۹۱۵ء کے اخبار اہلحدیث میں شائع ہوا ہے۔ ایڈیٹر اہل الذکر کی نیک نیتی اور مسلمانوں کے حق میں اس کی خیر خواہی کی تعریف کر کے اسکے ان دعاوی فاسدہ کہ ''امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ مجتہد نہ تھے اور وہ عربیت میں ناقص تھے وغیرہ وغیرہ کلمات کا دت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا کے مصداق کی تائید میں قلم اٹھایا ہے۔ اور اسکے ثبوت میں نواب صاحب بھوپال اور مولوی حمید اللہ صاحب ساکن براوہ ضلع میرٹھ اور خاکسار کے بعض اقوال و عبارات سے تمسک کیا ہے۔ اور وہ عبارات و اقوال کا جواب دینا تو ہمارے ذمہ نہیں۔ یہ جواب ایڈیٹر سراج الاخبار یا اور کوئی حامی امام والاتبار دینگے ہم اپنے اقوال و عبارات کا محل و مطلب بیان کر کے یہ تلانا چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہماری عبارت سے اس عزیز نے مطلب نکالا ہے اسمیں لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ یا کم از کم خود دھوکہ کھایا ہے۔ ہماری عبارات و اقوال اس کے دعاوی فاسدہ کے لیے مفید اور مؤید نہیں ہوسکتے۔ ہماری تیس سالہ تحریرات و تالیفات میں ہمارا کوئی قول یا کوئی عبارت ایسی نکلے گی جس سے امام والا مقام کے اجتہاد یا شرائط اجتہاد علم حدیث وغیرہ کی نفی پائی جاتی ہو۔ عزیز مذکور نے نافہمی و بے علمی سے ہمارے اقوال و عبارات کو اپنے خیال فاسدہ کا مؤید بنایا ہے۔ یا دیدہ و دانستہ ہم پر افترا کیا ہے۔ ایک جگہ اس اخبار کے صفحہ ۹ میں کہا ہے کہ ایڈیٹر اہل الذکر نے جو لکھا ہے رافضیوں کی کتابوں سے نہیں لکھا۔ بلکہ اہلسنت کی کتب سے بلکہ خود مولوی صاحب موصوف سے (خاکسار کو

(بقیہ صفحہ ۲۹۷ سے)

تو یہ کہتے کہ یہ وہ ہے جو قرآن و حدیث سے ہمنے سمجھا ہے۔ جو اس سے بہتر لاوے وہ زیادہ درست ہے اور قبول کے لائق ہے۔ ایک روز آپ کے پاس حدیث پڑھی جاتی تھی تو کوفہ کا ایک آدمی آیا اور بولا کہ حدیثوں چھوڑو۔ اسکو امام صاحب نے بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ حدیث نہ ہوتی تو ہم قرآن کو کیسے سمجھ سکتے۔ (میزان شعرانی)

کہتے ہیں) اور جن کو مولوی صاحب نے ضمیمہ سفیر ہند ۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء میں
مجدد العلم فی ھذا الاوان مولنا محمد صدیق حسن خان نے فرمایا ہے۔ اُن سے لکھا
ہے۔ پھر اسکے ثبوت میں کتاب حدیث الغاشیہ سنہ سے اسکو ازراہ دروغ گوئی
نواب صاحب نے تصنیف کہکر نقل کیا ہے۔ کہ جو شرائط واسطے اجتہاد کے حنفیہ نے ذکر
کیے ہیں ہم خیال کرتے ہیں تو وہ ان کے امام میں ہرگز موجود نہیں
پھر اسی اخبار کے صفحہ ۷ میں کہا ہے خود مولوی ابوسعید صاحب نے ضمیمہ سفیر
ہند ۱۶ مارچ کے صفحہ ۴۲ میں ارقام فرمایا ہے۔ میرے خیال میں تو صحاح ستہ
وغیرہ کی اکثر حدیثیں اُنپر مخفی رہیں۔ اسلیئے اُن سے بہت احادیث کا خلاف
سرزد ہوا ہے۔ اور اُسی کے صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے حدیث کے دفتر میں اُن کا
نام نہیں۔ صحاح ستہ کو اوّل سے آخر تک دیکھوگے تو انکی روایت کا نام نہ پاؤگے
اور مولوی صاحب موصوف نے امام عبدالوہاب شعرانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی
اور مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی وغیرہ سے قلت حدیث کی نقل فرمائی ہے۔
اور اُسی ضمیمہ کے صفحہ [illegible] میں ابن خلدون سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کی
روایتیں حدیث کی سترہ ہوئی ہیں"
میرے ان اقوال کو نقل کرنے سے عزیز مذکور نے اپنے خیال میں تو بڑی
بہادری کا کام کیا ہے۔ اور وہ دور کی کوڑی لایا ہے۔ مگر درحقیقت اس سے اسکی
نافہمی یا دروغ گوئی ثابت ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ (۱) امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا دفتر
حدیث میں (جس سے کتب صحاح ستہ مراد ہیں نہ کوئی اصطلاحی دفتر جس میں اسامی
وار رجسٹر ہوتے ہیں (۲) یا کتب صحاح ستہ میں کسی حدیث کی روایت کا ان سے
پایا نہ جانا۔ یا (۳) اُن کتب کی بہت احادیث کا ان سے خلاف ہونا۔ یا (۴) دوسرے
ائمہ کی نسبت حدیث میں انکا کم ہونا ان چاروں امور سے کسی ایک سے بھی
یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس قدر حدیث کا علم اجتہاد کے واسطے شرط ہے وہ ان
میں پایا نہ جاتا تھا۔
یہ دفتر حدیث وہ دواوین سنت جن میں انکا نام نہیں دو سو برس کے بعد ہوئے
ہیں۔ اور مجتہدین اسلام پہلی صدی سے پہلے آسکے ہیں۔ پھر کیا کوئی مسلمان اہل

علم صاحب ہوش وحواس سلیمہ یہ تجویز کرسکتا ہے کہ جس مجتہد کا نام اس دفتر زمانہ متاخرین میں ہو وہ مجتہد نہ تھا۔ اور اس بات کو منصف حنفی بھی مانتے ہیں چنانچہ اسی ضمیمہ شحنۂ ہند ۱۶ مارچ ۱۸۹۶ء میں امام شعرانی اور مولوی عبدالحی لکھنوی سے نقل کیا گیا ہے کہ چاروں اماموں میں سے پہلے امام۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی توجہ تفقہ واجتہاد وافتا کی طرف زیادہ تھی۔ اور نقل وروایت حدیث کی طرف کم جیسا کہ ان میں سے آخری امام احمد بن حنبل کی توجہ روایت حدیث کی طرف زیادہ رہی ہے اور تفقہ واجتہاد وافتا کی طرف کم (جس کی وجہ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ البالغہ کے صفحہ ۱۵۲ وغیرہ میں اصحاب الرائے واہل الحدیث کو فرق کی باب میں بیان ہوئی ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جن اماموں نے اجتہاد کرنا اور اپنے رائے سے فتوے دینے سے خوف کیا انکا شغل زیادہ تر روایت حدیث ہی رہا (صحیح) اور جن اماموں نے روایت حدیث میں آنحضرتؐ پر کمی وبیشی ہوجانیکا خوف کیا انکا شغل زیادہ تر اجتہاد وتفقہ وافتا سے رہا) مگر یہ کمی حقیقی نہ تھی بلکہ اضافی تھی جو اکو اور اماموں کے نسبت پائی جاتی تھی اور یہ کمی حدیث کی اس حد تک نہ پہنچی تھی کہ جسقدر حدیث دانی اجتہاد کے واسطے ضروری ہے وہ بھی نہیں پائی نہ جاتی تھی اور انپر لفظ محدث کو صادق آنے سے مانع تھی اور کمی تفقہ واجتہاد اس حد تک نہ پہنچی ہوئی تھی جو انپر لفظ مجتہد کے اطلاق سے مانع ہوتی۔ انکی اس کمی حدیث یا اجتہاد وتفقہ کو اس حد تک سمجھ لینا محض حماقت اور پرلے درجہ کی جہالت وسفاہت ہے اور ائمہ فقہ وحدیث مسلمہ مسلمانان روئے زمین کے حق میں ایسی بدگمانی کسی اہل علم ودین وفہم انصاف کا کام نہیں ہے اور اگر اس درجہ کی کمی حدیث امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ میں ابن خلدون کے اس قول سے کہ امام ابو حنیفہ سے سترہ روایات حدیث صحت کو پہنچی ہیں نکالی گئی ہے اور اسکے معنے یہ سمجھے گئے ہیں کہ انکو صرف سترہ حدیثیں پہنچی تھیں تو یہ اور بھی حماقت اور جہالت ہے اس قول کے معنے تو یہ ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے جو روایات حدیث لوگوں کو بسند صحیح پہنچی اور ان سے مروی ہوئی ہیں انکی تعداد سترہ تک پہنچی ہے۔ اور یہ مراد نہیں کہ انکو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اگر اس قول سے انکی مراد یہ ہوتی تو بجائے لفظ صح عنہ کے صح عندہ کا لفظ بولا جاتا۔

جو شخص امام اعظم کی مسند کو جسکو خوارزمی نے جمع کیا ہے دیکھیگا وہ اس مضمون کو یقیناً

غلط سمجھے گا۔ کیا مسانید امام اعظم میں صرف سترہ حدیثیں ہیں۔

جھوٹ کہنے میں کچھ تو شرم چاہیئے۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ جو ہماری عبارت ضمیمہ سفیر ہند سے یہ مدعا نکالا گیا ہے کہ ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ کو علم حدیث نہ تھا اور نہیں ایسی کمی تھی کہ انکا مبلغ علم حدیث میں صرف سترہ حدیثیں تھیں۔ یہ محض غلط فہمی و ناراستی ہے اور اگر ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ میں علم حدیث کا کافی نہونا اور اسوجہ سے شروط اجتہاد کا نہیں پایا نہ جانا اس سے نکالا گیا ہے کہ نواب صاحب بھوپال کو ہمنے مجدد العلم کہا ہے اور انہوں نے کتاب حدیث الغاشیہ میں امام صاحب میں شروط واجتہاد کا پائے نہ جانیکا خیال ظاہر کیا ہے تو یہ اور ہی حماقت وجہالت اور محض دروغ گوئی ہے اسمیں دروغگوئی تو یہ ہے کہ کتاب حدیث الغاشیہ کو جو سید عبد الحی بن سید عبد الرزاق کی تصنیف (چنانچہ کتاب کے خاتمۃ الطبع میں بصفحہ ۲۰۰ درج ہے) نواب صاحب کی تصنیف قرار دیاہے۔ اور اگر یہ ادعا ہو کہ درحقیقت یہ کتاب نواب صاحب کی تصنیف ہے اور نواب صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور اپنی اس تصنیف کو اپنی بیہودہ ہونے کے سبب جو اسمیں امام صاحب کی شان میں کی ہے۔ نشانہ طعن ہونے کے خوف سے اپنے داماد عبد الحی کی طرف منسوب کردیا تھا تو پھر تمہاری اس ٹھڑی منطق کا جواب یہ ہے کہ خاکسار کا (جو اہلحدیث کہلاتا ہے اور دلیل کے مخالف کسیکی تقلید نہیں کرتا نواب صاحب کو مجدد یا اس سے بڑھکر مجتہد وقت مان لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ میں ان کا مقلد ہوں اور جو کچھ وہ کہ گئے ہیں اسکو صحیح مانتا ہوں۔

نواب صاحب کو جو ہمنے ضمیمہ سفیر ہند ورسالہ اشاعۃ السنہ میں مجدد کہا ہے تو صرف دو وصف کی نظر ولحاظ سے کہا ہے وبس۔ ایک یہ کہ انکی سعی واہتمام اور صرف زر سے بڑی بڑی نایاب کتب حدیث وتفسیر وغیرہ ہندوستان ومصر وغیرہ میں چھپکر شائع ہوئی ہیں۔ دوسری یہ کہ انکی کوشش سے حدود ریاست بھوپال سے بہت سی بدعات ورسوم جاہلیت مرتفع ہوئی ہیں اور بہت سنتیں جاری ہوئی ہیں۔ ان دو وصف سے علاوہ ہمنے انکی رائے واجتہاد وخیال ومقال کی کبھی تصدیق یا تائید نہیں کی بلکہ انکی زندگی میں رسالہ اشاعۃ السنہ میں صاف لکھ دیا تھا کہ تحقیق وتدقیق سے انکو کام اور انکی تصانیف

میں اسکا التزام نہ تھا۔ رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۹ کے نمبر اول کے (جو نواب صاحب کے
معزول ہو جانے کے بعد ان کے ڈیفینس (مدافعت) میں شائع ہوا تھا۔ اور اسی قسم
کی تحریرات کی طرف توجہ فرما کر گورنمنٹ نے انکی وفات کے بعد انکا خطاب نوابی بحال
کیا تھا) کے صفحہ ۱۵ میں کہا ہے کہ نواب صاحب کو اپنی تصانیف میں تحقیق و تدقیق کا
التزام نہیں صرف جمع و تالیف انکو پیش نظر رہتی ہے۔ لہذا وہ ہر قسم کے مسائل کو
محقق ہوں۔ خواہ غیر محقق مناسب و ضروری ہوں خواہ غیر ضروری اپنی تصانیف
میں درج کر دیتے ہیں۔ یہ امر صرف انہی مسائل میں نہیں پایا جاتا جن کو گورنمنٹ
سے تعلق ہے۔ بلکہ بعض مذہبی اور علمی مسائل میں انکا یہی حال ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ ان کے ہم عصروں اور ہم چشموں (مولوی عبدالحی لکھنوی وغیرہ علماء) نے انکی
تصانیف پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ اور ان کے بعض مسائل میں غلطی و تحقیق سے
مخالفت بھی ثابت کر دکھائی ہے حتی کہ اسکو نواب صاحب نے مان لیا ہے اور
صاف لکھ دیا ہے کہ ہم صرف ناقل ہیں ہم کو اس سے بحث نہیں کہ فلاں امر میں
حق و صحیح کونسا قول ہے۔ پھر رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۶۰ میں کہا ہے۔ اسکی تمثیل
میں ہمارے بھولے بھالے نوابصاحب (اگر یہ کتاب انکی تصنیف ہے) ناعاقبت
اندیشی سے لکھ بیٹھے ہیں۔

پھر اسکے صفحہ ۶۷ میں کہا ہے۔ ہمنے نوابصاحب کو صرف دو وصف کے لحاظ سے
مجدد کہا ہے۔ ایک یہ کہ ان سے علوم کی خوب ترویج و تشہیر ہوئی ہے۔ بہت سی
کتابیں تصانیف سلف مختلف علوم میں انہوں نے بصرف زر چھپوا کر ملکوں میں
شائع کی ہیں۔ اور بعض کتابیں تصانیف سلف سے ملخص کر کے انہوں نے خود بھی
بنائی اور چھپوائی ہیں۔ دوسری وصف۔ بعض مراسم اسلام کو زندہ کرنا اور بعض رسوم
بد کو مٹانا۔ جن کی تفصیل اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۶ میں ہو چکی ہے۔ ان دو نو وصف
کے علاوہ کسی وصف علمی اجتہادی وغیرہ میں ہمنے ان کو مجدد نہیں کہا اور ان دونوں
اوصاف میں مجدد ہونے کے لئے انکا مجتہد ہونا لازم نہیں آتا۔ چہ جائے لوگوں کا انکا

مقلد ہونا۔ اس جواب کو بنظر انصاف پڑھنے سے امید ہے ہمارے بھائی اپنے اعتراض کو واپس لیں گے اور اس فرقہ کے کسی اہل علم کو نواب صاحب کا مقلد نہ کہیں گے۔ اور نہ اُن کے خیال و مقال کو اِنکا خیال و مقال قرار دینگے"۔

ہماری ان اقوال میں صاف اور صریح شہادت پائی جاتی ہے کہ ہم نواب صاحب کی رائے وخیالی باتوں کے مقلد نہیں اور ان کو مجدد کہنے سے ان کی بیدلیل بلکہ خلاف واقعہ امر کو صحیح مان لینا ہمارے ذِمّہ نہیں۔

اب رہا یہ امر کہ جو ہمارے ان اقوال میں پایا جاتا ہے کہ امام صاحب پر اکثر احادیث صحاح ستہ مخفی رہی ہیں۔ اور اُن سے بہت سی احادیث صحاح ستہ کا خلاف ہوا ہے۔ سو اسکو نفی شروط اجتہاد سے کوئی تعلق نہیں۔ بڑے بڑے جلیل الشان مجتہدین صحابہ پر بعض احادیث مخفی رہیں اور بعض احادیث سے انکا خلاف ہوا ہے اور ان کے متاخرین ہونے ... اسکی تفصیل ان ہی ضمیمجات سفیر ہند کی بحث مخفیات و موخذات میں ہو چکی ہے۔

یہ مضمون حدیث الغاشیہ ور یوح نواب صاحب کا۔ الزامی جواب ہے۔ جو جواب ترکی بترکی کہلاتا ہے تحقیقی جواب جو دلی اعتقاد و انصاف پر مبنی ہوتا ہے یہ ہے۔ کہ صاحب حدیث الغاشیہ نے بھی نفی شروط اجتہاد کے متعلق جو کہا ہے وہ حنفیہ کو الزامی طور پر کہا ہے نہ اپنے دلی اعتقاد و تحقیق و انصاف کی نظر سے شروط اجتہاد جو حنفیہ نے بیان کی ہیں اور جس قدر علم حدیث اجتہاد کے واسطے انہوں نے ضروری شرط ٹھہرایا ہے اسکی نفی کی ہے نہ اپنے اعتقاد اور واقعی حق و انصاف کے قرارداد کے مطابق شروط کی نفی۔ کیونکہ قرآن اور حدیث اور اجماعی قرارداد اہلحدیث میں کوئی حد و معیار حدیث دانی جو اجتہاد کے لئے شرط ہو۔ پایا نہیں جاتا۔ پھر کوئی اہلحدیث کیونکر کسی مجتہد کی نسبت اپنے دلی اعتقاد سے کہہ سکتا ہے کہ اسمیں شرط حدیث دانی پائی نہیں جاتی۔ یہی جواب مولوی حمید اللہ صاحب ساکن ابروہ کے رسالہ تقلید و عمل بالحدیث کی جملہ مضامین کا ہے (جو امام صاحب کی نفی اجتہاد کے متعلق لکھی گئی ہیں اور انکو عزیز عبد الکریم نے اپنے مضمون کے نمبر سوم میں اخبار اہلحدیث ۷، جنوری میں مشتہر کیا ہے) کہ وہ مضامین محض الزاماً لکھے گئے ہیں نہ تحقیقاً و اعتقاداً۔ اور اگر مولوی حمید اللہ صاحب کا یہ دعویٰ ہو کہ جو کچھ مجتہ کہا ہے اعتقاداً و تحقیقاً و انصافاً کہا ہے تو وہ براہ نصح ہمکو کوئی ایک آیت یا حدیث بتا دیں جسمیں اجتہاد کی ان شروط کا بیان ہو۔ اور ان سے ...

نصیحت نامہ نمبر ۵

بنام مولوی ثناء اللہ

متعلق اتباع سلف

(اس سے پہلے چار نمبر جلد ۲۰ و ۲۱ میں شایع ہوئے ہیں جو ملاحظہ ناظرین کے لائق ہیں)

بٹالہ ۱۹ - ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۱۰ع ۳۴

مطابق ۷ - محرم سنہ ۱۳۲۸ھ

عزیزم مولوی ثناء اللہ وفقہ اللہ لاتباع سید الانبیاء والسلف الصلحاء

اہل سنت والجماعت خصوصاً اہلحدیث بلا اختلاف اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں

(۱) جو کچھ آنحضرت صلعم سے [illegible] خواہ وہ متعلق احکام ہو یا متعلق قصص و اخبار و تفسیر قرآن وغیرہ وہ واجب العمل و القبول ہے۔

(۲) جس امر کے متعلق آنحضرت صلعم کا ارشاد کچھ نہ ملے اس میں جماعت صحابہ کے اقوال کی جنکا خلاف ان سے منقول نہو پیروی کیجاوے - ان کے بعد ویسے ہی تابعین کے اقوال و آثار کی غرض ان کے نزدیک سنت کے بعد قرون ثلاثہ کا عام قرار داد بھی ویسا ہی لائق تمسک ہے. جیسا کہ سنت سنیہ کا ان ہی دو تمسکات سے تمسک کرنیکی نظر سے وہ اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں اور ان ہی تمسکات سے انکے تمسک کرنیکو آنحضرت صلعم نے انکے ناجی ہونے کی علامت ٹھہرایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے ناجی فرقہ وہ ہے جو اس طریق پر ہو جس پر میں اور میرے صحابہ (ما انا علیہ و اصحابی) جسمیں ما انا علیہ سے سنت مراد ہے اور اصحابی سے جماعت صحابہ مگر افسوس صد افسوس ہزار افسوس ان دونوں مسلمہ اصول اہلسنت والجماعت کے برخلاف تمہارا ایک رسالہ ہے جس کا نام و عنوان تو اتباع سلف ہے اور معنون و مضمون یہ ہے کہ اقوال و آثار سلف کا جو ان کے

* قیل و من ہم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی (مشکوۃ ص ۲۲)

فہم و درایت پر مبنی ہوں اتباع نہ کیا جاوے ولہذا وہ تمام بلا تفاوت سر ہوئے اس
مصرعہ کا مصداق ہے۔ بر عکس نہند نام زنگی کافور) ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کو مینو
اول سے آخر تک پڑھا۔ جس میں ان دونوں اصول دستور العمل و معیار اہل سنت کے
برخلاف یہ دو اصول مستحدثہ پائے (۱) آنحضرت صلعم کی بعض احادیث صحیحہ (باوجود
علم و تسلیم صحت) قرآن مجید کی تفسیر و تعیین مراد آیت میں واجب القبول نہیں
(۲) سلف صالحین صحابہ و تابعین وغیرہ اہل قرون ثلاثہ کی کسی قول یا فعل کی جو انکے
فہم و درایت پر مبنی ہو۔ نہ نقل و روایت پر تقلید جائز نہیں تمہارا ان اصول مسلمہ
اہل سنت کے برخلاف ان اصول مستحدثہ کا اس رسالہ میں بیان و اظہار کوئی نئی بات
اور محل تعجب نہیں۔ بلکہ لیست باول قارورۃ کسرت فی الاسلام کا مصداق ہے
یہ اصول مستحدثہ پہلے گمراہوں (معتزلہ وغیرہ) سے بھی منقول ہیں اور تمہاری تفسیر عربی
اور رسائل (آیات متشابہات و اصول و تفسیر و ترک اسلام و کلام المبین) کی بنا
انہی اصول مستحدثہ [illegible] اور محل تعجب [illegible] علماء ساکنین [illegible] آباد
آرہ۔ غازی پور۔ رامپور۔ گیلانی ضلع مونگیر دیکا ضلع بیلی بھت۔ لکھنو کے ضلع
فیروز پور ملتان جالبور ضلع مونگیر حیدر آباد دکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ
اور دہلی اوسان گوساں ضلع بستی پھلواری اٹاوہ علیگڈھ بنارس کلکتہ۔ کی انجمن میں گو اکثر
بڑے نام علماء ہیں خصوصاً وہ لوگ جنہوں نے تمہارے رسالہ کی تعریف میں آسمان و زمین
کے قلابے ملا دیئے ہیں اور بعض کو تو ایسے الفاظ نہیں ملے جن سے وہ اس کی
تعریف کر سکتے۔ بعض انہیں واقعی بظاہر علماء و فضلاء و مدرس کتب معقول و منقول
بھی ہیں خصوصاً منصفین فیصلہ آرہ) اس رسالہ کے متعلق تحریرات و تقریظات ہیں
جن میں وہ جملہ مضامین رسالہ کے تصدیق کر چکے ہیں۔ اور باوجودیکہ ہمارے رسالہ اشاعۃ السنۃ
جلد ۲۰ و ۲۱ میں تمہارے ان اصول مستحدثہ کا مفصل و مدلل رد ہو چکا ہے۔ اور وہ
رد ان کے ملاحظہ سے گذر چکا ہے۔ اور اس رسالہ میں تم نے انہیں اصول مستحدثہ کو اختیار
کر کے انکے بیان و ثبوت پر (بزعم خود) زور دیا ہے ان حضرات نے ان اصول مستحدثہ کا

کچھ بھی خیال نہ کیا اور صرف اسوجہ سے کہ اس رسالہ کے سطحی بیان میں رد تقلید پایا جاتا ہے جس کے سننے سے انکو مزہ آتا ہے۔ اسکو تصدیق کردیا اور یہ نہ سمجھا کہم نے اس رسالہ کی مجمل عام تصدیق سے ان دونوں اصول مسلمہ اہل سنت والجماعت واہل حدیث کی بیخ و بنیاد کو کاٹ دیا ہے۔ واز آنجا کہ احیاء سنت وحمائیت اہل سنت وابطال باطل ودمغ اہل بدعت اڈوکیٹ اہلحدیث (خاکسار) اڈیٹر اشاعۃ السنۃ کا پیشلی فرض ومنصب ہے۔ لہذا وہ اس رسالہ کا کراس اگزیمنیشن (سوالات جرح سے امتحان) کرکے عموماً اہلحدیث اور خصوصاً ان علما اہل تقریظات کو جو اس عاجز سے بلا واسطہ یا بالواسطہ نسبت تلمذ یا عقیدت ومحبت رکھتے ہیں ثابت کرو کہتا ہے۔ کہ اس رسالہ میں ان دونوں اصول اہل سنت واہلحدیث کا خلاف کیا گیا ہے۔ اور وہ رسالہ اس لائق نہ تھا کہ کوئی ایک بھی اہلسنت اہلحدیث اس رسالہ کی تصدیق کرتا ہماری اس مضمون کو پڑھکر امید ہے کہ وہ لوگ جو دہوکہ میں آکر اور تمہارے مغالطہ آمیز اصول کو نہ سمجھنے کیوجہ سے تمہاری تائید وتصدیق میں تقریظات لکھ چکے ہیں وہ اپنی تقریظات [illegible] اور [illegible] اصول قدیمہ کو مقابل اصول اہلسنت صحیح سمجھکر انکی تصدیق کرچکے ہیں وہ حکماً اور بضابطہ اہل سنت واہلحدیث کی جماعت سے خارج کئے جائینگے جیسے تم خارج کئے گئے ہو کائناً من کان وحیث ما کان فی الپنجاب اوالہندوستان پس سنو اور خوب کان کہولکر سنو کہ جو کچھ تمنے فصل اول رسالہ میں کہا ہے وہ کلمۃ حق ارید بہا الباطل کا مصداق ہے۔ یہ مسئلہ بلا شک وشبہ اختلاف مسلم اہلسنت واہلحدیث ہے کہ حاکم حقیقی اللہ تعالے ہے۔ اور رسول مقبول بھی خدا تعالے کے حاکم بنانے سے حاکم تسلیم کئے گئے ہیں وہ بھی بذات خود بالاستقلال حاکم نہیں ہیں۔ ولہذا بوقت نزاع واختلاف اہل اسلام اللہ تعالے اور اسکے رسول کیطرف انکا رجوع واجب ہے مگر تمہاری مراد اس مسئلہ سے یہ معلوم ہوتی ہے (جسکو خاکسار کہنہ سال تجربہ کار تاڑ گیا ہے۔ اور ۳۰ نفر اہل تقریظ سے کوئی ایک بھی نہیں سمجھا) کہ اقوال صحابہ تابعین وغیرہ سلف صالحین اہل قرون ثلاثہ جنکا خلاف ان سے مروی نہ ہو بلکہ صرف

متبدعین معتزلہ وغیرہ نے انکا خلاف کیا ہو لایق تقلید و دستاویز نہیں ہیں (اگر انکا کوئی مستند معلوم نہ ہو) اقوال متبدعین متاخرین انکا معارضہ کر سکتے ہیں مثلاً ایکطرف اقوال صدیق اکبر و فاروق اعظم ہوں جن میں کوئی صحابی انکا مخالف نہو اور ان کے مقابلہ میں دوسری طرف اقوال جبائی اور ابو مسلم جاحظ معتزلی ہوں اور کسی کے قول کا مستند کتاب و سنت سے معلوم نہ ہو تو اقوال ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو قول جبائی و جاحظ پہ کوئی ترجیح نہیں ہے۔ اور انکی تقلید جایز نہیں اگر اقوال جبائی و جاحظ کی کوئی وجہ معلوم ہو بس اگر واقعی اس مسئلہ کے بیان سے تمہاری یہی مراد ہے۔ تو یہ مراد باطل ہے۔ اور قرار داد اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے۔ اس کی بطلان پر وہی ادلہ شاہد ہیں جو تمہارے رسالہ کی فصل دوم میں منقول ہیں اس کی تفصیل فصل دوم کے اگزیمینیشن (امتحان) میں ہوتی ہے ؛

فصل دوم میں تمنے اتباع سلف صالحین کی تعریف میں چند احادیث نقل کی ہیں از انجملہ ہمارے تعرض کے لائق دو ہیں ایک وہ حدیث نبوی ہے۔ جس میں

قال رسول الله خیر امتی قرنی ثم الذین [illegible] ثم الذین یلونهم ۔ متفق علیه

عن ابن مسعود من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یومن علیه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تکلفا اختارهم الله لصحبة نبیه ولاقامة دینه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم علی اثرهم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم (مشکوٰۃ ص ۲۰)

[illegible] بیان ہوا ہے کہ بہترین زمانہ کے لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں۔ پھر جو انکے قریب آئینگے پھر جو ان کے قریب ہونگے دوسری حدیث ابن مسعود رض ہے جسکا ترجمہ تمہارے ہی الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رض صحابی کا قول ہے۔ کہ جو کوئی کسی کی پیروی کرنا چاہے۔ وہ مرے ہوؤں کی کرے کیونکہ زندوں کے حق میں فتنہ کا خوف ہے۔ وہ جنکی پیروی کا حکم ہے اصحاب رسول اللہ صلعم ہیں جو اس امت

مین افضل تہو۔ نیکدل بڑے گہرے علم ولے اور کم تکلف والے خدانے انکو اپنے نبی کی صحبت کیلیئے چناتہا۔ اور اپنے دین کے قائم کرنے کی توفیق دی تہی۔ پس تم لوگ انکی بندگی پہچانو اور انکے نقش قدم پر چلو اور انکی عادات و اخلاق سے جس قدر طاقت رکہتے ہو تمسک کرو کیونکہ وہ سیدہی راہ پر تہے۔

اس ترجمہ کے بعد تم لکہتے ہو کہ اس مضمون کی روایات کثرت سے ہین جو اہل علم پر مخفی نہین جن مین اصحاب رسول اللہ کے اتباع و پیروی کی تاکید ہے ہان یہ امر ہنوز تنقیح طلب ہے۔ کہ اتباع و پیروی کا کیا مطلب ہے۔ پہر کہا ہے اس سوال کا جواب اس سے عمدہ کیا ہو سکتا ہے۔ جو قرآن مجید مین خدا یتعالے نے خود بتلادی پہر آیت والذین اتبعوھم باحسان اور اسکا ترجمہ نقل کرکے تمنے کہا ہے۔ کہ یہ آیت تبلا رہی ہے کہ سلف صالحین کی پیروی جو خلف پر لازم ہے۔ وہ اخلاص و وفاداری مین ہے جزئیات مین نہیں پہر کہا ہے اس دعوے کی مزید توضیح ہمکو اسوقت ملتی ہے۔ جب ہم محدثین اور اصولیین کا یہ قول دیکہتے ہین قول الصحابی لیس بحجۃ مزید تشریح اسکی آئندہ فصل مین آئیگی [illegible] امتحان کرنا چاہتے ہین کہ جو اس فصل مین منقول احادیث و آیات و اثر ابن مسعود رضؓ سے اور جو اس قسم کی اور اس مضمون کی روایات کثیرہ میں اتباع و پیروی اصحاب رسول مقبول کی تاکید کا پایا جانا تمنے تسلیم کیا و آنا نجملہ بعض احادیث کو ہمنے حاشیہ* مین نقل کیا ہے ان سے کیا اسی قدر ثابت ہوتا ہے۔ کہ صحاب نبوی کی پیروی انکے اخلاص و وفاداری

* عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلعم لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۲ عن جبیر بن مطعم قال اتت النبی صلعم امرأۃ فکلمتہ فی شیٔ فامرھا ان ترجع الیہ قالت یا رسول اللہ ان جئت ولم اجدک کانہا ترید الموت قال فان لم تجدنی فأتی ابابکر۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ صـ ۵۵۲) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ صـ ۵۴۹	حذیفہ رضؓ نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجہے معلوم نہیں کہ مین کس قدر تم لوگون مین رہوں گا۔ (مین فوت ہو جاؤن) تو ان دونوں کی پیروی کرنا جو میرے بعد مقتدا ہونگے (یعنے ابوبکر و عمر)۔ جبیر بن مطعم رضؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرتؐ کے پاس آئی اور اُسنے کسی (دینی) امر مین آنحضرت سے کچھ عرض کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پھر آنا اُسنے کہا کہ اگر میں آؤں اور آپکو نہ پاؤں یعنے آپ فوت ہو جاویں۔ تو آپنے فرمایا کہ پھر ابوبکر کے پاس آنا یعنے اسکو فرمودہ یا حکم کو میرا حکم سمجھنا حضرتؐ نے فرمایا خدا تعالے نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر لگادیا۔ یا جاری کیا ہے +

یں کی جاوے جزئیات میں نہ کی جاوے (۲) کیا آیت والذین اتبعوھم باحسان
کا شان نزول اور مقصود اور سیاق و سباق اسی سوال کا جواب دینا تھا (۳) اور کیا
یہ آیت ان جملہ احادیث و آثار کی جن میں بعض یقیناً نزول آیت کے بعد فرمائی گئی ہیں
پیشگی تفسیر کرنے کو نازل ہوئی تھی (۴) اور کیا یہ آیت اپنے معنے مراد خداوندی میں
ایسی مفسر و مفصل ہے کہ وہ ان احادیث و آثار میں وارد شدہ اتباع کی تفسیر و
تبیین و تعیین مراد کر سکے اور اسکے یہی معنے مراد خداوندی ہیں جو تمنے بیان
کئے ہیں (۵) اور کیا اس آیت کے بیان مراد میں مفسرین صحابہ وغیرہ کا اختلاف
نہیں ہوا۔ یہی مفسرین صحابہ و تابعین نے اس کے یہی معنے بیان کئے ہیں

* موجودہ تفاسیر متداولہ میں سے اس آیت کی تفسیر میں جلالین اور تفسیر رحمانی میں خلاص
یا احسان کے ساتھ پیروی صحابہؓ کا مراد ہونا بیان ہوا ہے۔ نہ اخلاق و احسان میں پیروی
کا مراد ہونا۔ جلالین کے یہ الفاظ ہیں والذین اتبعوھم الی یوم القیامۃ باحسان فی العمل۔
اور تفسیر رحمانی کے یہ الفاظ ہیں والذین اتبعوھم ای سلک سبیلھم بشرطہ اقتراھم
باحسان وھی عبادۃ ربھم [illegible] شرطہ
عمل ٹھہرایا ہے۔ نہ وہ چیز جس میں پیروی کا حکم ہے۔ وہ چیز تو عمل ہے جو ہر عمل
نیک کو شامل ہے۔ چنانچہ دوسرے مفسرین نے کہا ہے تفسیر معالم
و تفسیر کبیر و فتح البیان
وغیرہ میں جملہ افعال و اعمال
حسنہ صحابہ میں پیروی کا مراد ہونا بیان
کیا گیا ہے۔ اور ایک معنے یہ بھی بیان ہوئے
ہیں کہ پچھلے پہلے مہاجرین و انصار کو دعا
و ترحم سے یاد کرتے ہیں۔ معالم میں کہا ہے
اس آیت میں تابعین میں یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ صحابہ
کے افعال حسنہ میں نہ برائیوں میں پیروی کریں
ایسا ہی دوسری تفسیروں میں کہا ہے۔ ان

* قیل ھم بقیۃ المھاجرین والانصار
سوے السابقین الاولین قیل ھم الذین
سلکوا سبیلھم فی الایمان والھجرۃ و
النصرۃ الی یوم القیمۃ قال عطاء ھم
الذین یذکرون المھاجرین والانصار
بالترحم والدعاء وقال محمد بن کعب القرظی
والذین اتبعوھم باحسان شرط فی التابعین
شریطۃ وھی ان یتبعوھم فی افعالھم

جو تمنے بیان کیے ہیں۔ (۶) اور کیا مصنف رسالہ اور اسکے مصدقین و مقرظین سے کسی کے خیال میں ان پہلے پانچوں سوال سے کوئی سوال نہیں گذرا۔ اگر نہیں گذرا تو پھر ایسے صد ہا تمہاری تحریروں و تصدیقوں و تقریظوں کا اعتبار ہی کیا ہے۔ اور تمہاری اس فہم اور اس علمی لیاقت پر تمہارا کیا منصب ہے کہ تم منصف و مفتی بن بیٹھو یا کسی فتوے کی تصدیق میں قلم اُٹھاؤ۔

اور اگر یہ سب سوالات یا انمیں کوئی ایک ہی تمہارے خیال میں گذرا ہے۔ (چنانچہ ایک ثالث ثلثہ منصفین فیصلہ آرہ کے (جس کی تقریظ و تصدیق رسالہ میں ساتویں نمبر پر بصفحہ (۵ و د منقول ہے) خیال میں چوتھا سوال گذرا۔ اور اسنے صفحہ (د) رسالہ میں کہا ہے ۔۔۔۔ اتباع سلف فی الاخلاص نہایت گول لفظ ہے۔ اسکی توضیح کی ضرورت ہے!) تو پھر تمہاری دیانت و امانت و خدا ترسی و حق گوئی سے کیا باقی رہا کہ جس بات کو بسبب مورد سوال ہونے کے تم لوگ قطعاً صحیح و مثبت مدعا نہ سمجھے تھے۔ اور اس کو بیان سے یعنی مراد اتباع سے پیروی صحابہ میں فیصلہ کن ناطق نہ جانتے تھے اسکی صحت کا دعوے تم میں سے نوجوان نو آموز لڑکے کی قلم سے نکلا اور باقی ۳۰ نفر مے جنمیں بعض کہن سال آزمودہ کار علماء اہل فتاہی تھے بے سوچے بے سمجھے عام طور پر اسکو تصدیق کر دیا۔ ایسے منصف اور ایسے مصدق انصاف سے کہو۔ اور کچھ تو علم و فہم و شرم سے کام لو اور بتاؤ کہ کس تفسیر میں اخلاص یا احسان کو ما فیہ الاتباع یعنی وہ چیز جس میں پیروی کی جاوے مراد ٹھہرایا ہے۔ یا جزئیات میں پیروی کی نفی کی ہے۔ اور تمہارا یہ اجتہاد اسلامی اجتہاد ہے یا معتزلانہ الحاد کیا اسی اجتہاد یا الحاد پر تم کو ناز ہے اور کیا تمہارے مقرظین تمہاری اسی علم و فہم و وسعت نظر اور دقت فہم کی تعریفیں کرتے ہیں وہ خدا سے نہیں تو علمی دنیا سے بھی شرم نہیں کرتے۔

الحسنة دون السيئة (معالم مختصراً صفحہ ۴۱۹ و جلد ۱ ونحوہ فی التفسیر الکبیر صفحہ ۷۲۲ جلد ۴ فتح البیان صفحہ ۲۹۶ جلد ۱ بیضاوی ط ۳۲۶ ق غ ع)

اسلامی سلطنت میں ہوں تو لائق عزل و تعزیر ہیں یا وہ اس لائق ہیں۔ کہ انکی فتوے و تصدیق کو کوئی اہل علم و دیانت عزت کی نگاہ سے دیکھے اور ان کو علماء دین و مفتیان شرع متین سے شمار کرے۔

یہ ساتوں سوال پہلے تو لے میرے روحانی فرزند! تمپر ہیں پیر تمہارے ۳۰ مصدقین پر کہ انہیں بھی بعض میرے بلا واسطہ یا بالواسطہ روحانی فرزند (شاگرد) ہیں۔ اگر کسی نے تم میں سے میرے سوالوں کے فوراً جواب دیکر ثابت کر دیا کہ جس اتباع و پیروی صحابہ رضہ کی احادیث مذکورہ بالا میں تاکید ہے۔ اس سے مراد ان کے جزئیات اعمال و اقوال میں پیروی نہیں ہے۔ تو میں تسلیم کرلوں گا کہ اب میرا فہم و ادراک درست نہیں رہا اور میں واقعی پنشن پانے کے لائق ہوگیا ہوں۔ جیسا کہ تمنے دو دفعہ پہلے اور تیسری دفعہ اب اپنے اخبار نام کے اہلحدیث میں لکھا ہے اور تمہارے حامیوں اور مصدقوں نے۔ اسپر سکوت اختیار کرکے اسکو صحیح تسلیم کرلیا ہے [illegible] لکھا ہوگا کہ تمہارا اپنے روحانی باپ کے حق میں ایسا لکھنا مناسب نہ تھا۔ اس صورت میں ہمیشہ کے لیے تمکو میری طرف سے نجات و خلاصی ہو جائیگی۔ میں پنشن یاب ہوکر خانہ نشین ہو جاؤنگا اور کبھی تمہارے خطاب میں قلم نہ اوٹھاؤنگا۔ بلکہ خدا سے ڈرکر قلم کو توڑ کر خلوت نشین ہو جاؤنگا گو میرے حریف تمہاری معتقد ہمپر یہ شعر پڑھیں ؎

زاہد نداشت تاب وصال پری رخاں ٭ کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

اور اگر کسی سے بھی میرے ان سوالات کا جواب بن نہ پڑا اور یہ ثابت نہ ہوسکا کہ اس اتباع سے جزئیات میں پیروی مراد نہیں تو پھر تمکو ماننا پڑیگا (تم مانوگے تو اور لوگوں کو یقین ہوگا) کہ فرقہ اہلحدیث میں پنجاب و ہندوستان۔ بنگال۔ ترہت ممالک متوسط وغیرہ میں تمہاری مغالطات کو سمجھنے والا اور تمہارے جیسے گمراہوں صرف ایک یہی خاکسار کہن سال ہے اگر اسکے لیئے قوم نے پنشن تجویز کرکے

* اخبار اہلحدیث ۲۸ - جنوری سنہ ۱۹۱۰ء مطابق ۱۶ محرم سنہ ۱۳۲۸ھ ملاحظہ ہو۔

اسکو دینی خدمات سے سبکدوش کردیا تو پھر علماء اہلحدیث کی غلطیاں نکالنے والااور انکو حق صراح کہنے والا کون ہوگا۔ اور کہاں سے آویگا۔

اس صورت میں بجائے پنشن دینے کے اس کی تنخواہ (چندہ اشاعۃ السنہ) میں اضافہ کرنا ہوگا۔ اور نیز اس صورت میں انجمن اہلحدیث کے بعض بے علم و بے خبر ممبروں کو (جو آریوں وعیسائیوں میں تمہارے تمسخر آمیز مباحثہ کو دیکھ کر یا سُنکر تمہاری محبت میں مفتون اور غلو کے ساتھ تمہارے معتقد ہورہے ہیں) تمہاری نسبت دین میں اعتقاد علم وفہم چھوڑنا پڑے گا۔ اور بعض حضرات اہلحدیث امرتسر کو جو کچھ بوجہ پیرانہ سالی کے غیر مستقیم الحواس وقلیل الفہم و الادراک ہورہے ہیں۔ اور کچھ منصفین فیصلہ آرہ کی نافہمی کا شکار ہوکر ایسے فیصلہ کی دست آویز سے تمکو اہلحدیث سمجھ رہے ہیں۔ تمہاری نسبت اہلحدیث ہونے کا اور منصفین آرہ کی نسبت علم وفہم ولائق افتا ہونے کا اعتقاد چھوڑنا پڑے گا۔ اور شعر فارسی وعربی منقولہ ذیل کا یقین کرنا ہے ؎

گر ہمیں مکتب است وایں ملا ٭ کار طفلاں تمام خواہد شد ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم ٭ سیہدیہم طریق الھالکینا ٭

اور انکو ظاہری لفظی وکتابی علم کو اس مثل کا مصداق ٹھہرانا ہوگا ؎

یک من علم را دہ من عقل باید۔ ہمارے اس الزام مستوجب افحام کو پڑھکر تم یا تمہارا کوئی حمایتی منجملہ ان ۳۰ اشخاص کے یہ کہے کہ تمہارے اس دعوے کا کہ جزئیات میں پیروی اتباع صحابہ کا مراد ہونا اس فصل دوم سے اور اس آیت واتبعوھم باحسان سے ثابت نہیں ہوتا اسکا ثبوت فصل سوم میں آئیگا۔ تو اسکے جواب میں کہا جاوے گا کہ اس صورت میں تمہارا فرض تھا کہ تم اقرار کرتے کہ فصل دوم اسکے ثبوت سے بالکل قاصر ہے۔ اس آیت واتبعوھم باحسان سے جزئیات میں پیروی کا مراد ہونا ثابت نہیں ہوتا تمنے ایسا نہیں کیا اور تمام مضمون رسالہ کو تصدیق کردیا تو اس تمہارے علم وفہم

یا دیانت کو ضرور بٹہ لگ گیا۔ اب ہم فصل سوم کا اگزیمینیشن (امتحان) کرتے ہیں اور
اس فصل کا بھی تمہارے اثبات مدعا سے قاصر ہونا اور تمہارے دعوے کا ناتمام
ہونا کس و ناکس پر ظاہر کر دکھاتے ہیں۔ باللہ التوفیق۔

فصل سوم میں تمنے عجیب چال بازی دہوکہ دہی کی ہے اور اس سے
اپنے جملہ مقلدین و مصدقین کی آنکھوں میں خاک و دہول ڈالکر ان کو
روز روشن میں اندھا بنا دیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو تمہاری دہوکہ بازی
نظر نہیں آئی۔ ان دہوکہ بازیوں کی تفصیل ہم نمبروار کرتے ہیں۔

نمبر اول سب سے پہلے تمنے تقلید و اتباع کی تعریف ابو عبد اللہ مالکی سے نقل کرکے
کہا ہے کہ بے دلیل بات کو ماننے کا نام تقلید ہے (جو ممنوع ہے) اور دلیل سے کسی
کی بات مان لینا اتباع ہے (جو جائز ہے)

پھر تمنے کہا ہے کہ جب تک تقلید کا مفہوم منقہ (ہا رہوز سے شاید اس سے
مراد منقح ہے) قطعی سمجھ میں نہ آوے وہ وضاحت نہیں ہو سکتی اسلئے ہم اسکی تفصیل
تمثیلات سے کرتے ہیں۔ پھر فیصلہ مقدمات عدالت کی مثال ذکر کرکے تمنے کہا
ہے کہ جو انمیں واقعات کا بیان ہوتا ہے اسکو روایت کہتے ہیں اور جو اس بیان
واقعات سے نتیجہ نکالکر حاکم عدالت فیصلہ کر دیتا ہے اس کو درایت کہتے ہیں۔ روایت
اور بیان واقعہ کو محکمہ اپیل میں بھی واجب التسلیم سمجھا جاتا ہے۔ اور درایت حکام
و فیصلہ عدالت کا اپیل میں ردّ کیا جاتا ہے۔ پھر اسکی شرعی تمثیل میں چند روایات
حدیث کو اور جو انسے بطور فیصلہ درایت کی گئی ہے اسکو کتاب صحیح بخاری سے
نقل کرکے تمنے کہا ہے کہ حنفی علماء نے ان روایات کو تو تسلیم کر لیا ہے۔ مگر ان
فیصلجات کو جو امام بخاری نے اپنی درایت کی ساتھ ان روایات سے نکالے ہیں
صحیح تسلیم نہیں کیا جس سے ثابت ہوا کہ روایت و درایت میں فرق ہے روایت
تو معتبر ہوتی ہے مگر درایت معتبر نہیں ہوتی۔ اس تمثیل سے تمنے یہ جتایا ہے
کہ روایت میں پیروی جائز ہے۔ جسکو اتباع کہتے ہیں۔ درایت میں جائز نہیں

جو تقلید کہلاتی ہے۔

نمبر دوم۔ روایت و درایت میں فرق مذکور بیان کرنے کے بعد تمنے کہا ہے۔ کہ اسی لیئے محدثین کا عام اصول ہے کہ موقوف حدیث حجت نہیں ہے۔ اور امام شافعی کا قول مشہور ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی کی تقلید نہ کی جاوے

نمبر سوم۔ پہلے تمنے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم اتباع سلف میں بڑے متشدد تھے اور حق یہ ہے کہ ہونا ہی چاہیئے۔ حافظ موصوف نے اعلام الموقعین میں چھیالیس دلیلیں وجوب اتباع کی دی ہیں۔ مگر زاد المعاد میں حضرت عمرؓ کے فیصلوں پر ہنسی اڑاتے ہیں پھر اسکی تفصیل و تائید میں تمنے فاطمہ بنت قیس کی حدیث جسکا خلاصہ نمبر سوم کے جواب میں آویگا نقل کرکے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کی سخت مخالفت کی ہے اور اپنی تائید میں امام احمدؒ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ امام احمدؒ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر ہنسا کرتے جو فاطمہؓ بنت قیس کے اس بیان پر کہ آنحضرتؐ نے اسکو طلاق بائن کے بعد شوہر سے [illegible] اسکے بیان پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ نہیں سکتے۔

نمبر چہارم۔ پہلے تمنے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم نے دلائل وجوب اتباع صحابہؓ کے بعد ایک سوال کیا اور اسکا جواب بھی دیا ہے۔ پھر اس سوال وجواب کو اصل معہ ترجمہ نقل کرکے کہا ہے۔ کہ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اکیلے صحابی کا قول حجت اور دلیل نہیں مگر اس لحاظ سے کہ زمانہ صحابہ کا حق گوئی سے خالی نہیں کیونکہ کسی صحابی کا قول ماننا پڑیگا۔ ورنہ لازم آئیگا کہ تمام صحابہؓ حق گوئی سے خالی رہے۔ گویا انہیں فرد منتشرہ ہے جو موضوع ہے منتشرہ عامہ کا۔ اسمیں تمنے اپنی منطق بگھاری ہے۔ پھر تمنے کہا ہے اس بیان میں حافظ ابن القیم نے اس بحث کو صاف کردیا ہے۔ صورت اسکی یہ ہے کہ صحابہ کرام میں اگر کسی مسئلہ کے متعلق چند اقوال ہیں تو پچھلے علماء کو اختیار ہے کہ ان میں

جسکو چاہیں اختیار کریں۔ مگر ان سب سے الگ کوئی حکم یا کوئی تفسیر نکالیں۔ تو جائز نہیں۔ پھر اسی قلم سے اور اسی منہ سے اس اعتراف فیصلہ کن ہونے جواب اور صاف ہو جانے بحث کے برخلاف یہ بھی تمنے کہا ہے کہ اسکا جواب بفصل آئیندہ میں آئیگا۔ پھر اس فصل آئیندہ میں تمنے بصفحہ ۳۳۔ اس رسالہ ضلالت مقالہ کے اس جواب حافظ ابن القیم کے مضمون کا اعادہ کرکے کسی اصول یا قانون یا نص سے اسکا جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس قانون و اصول مسلمہ و فیصلہ کن جواب و صاف کنندہ بحث کے مقابلہ و جواب میں چار امثلہ علماء خلف و متاخرین کو پیش کیا ہے۔ جنمیں بقول تمہارے انہوں نے عملاً سلف کا خلاف کیا ہے۔ تین جگہ تو تفسیر قرآن میں انکا سلف سے خلاف کرنا تمنے بیان کیا ہے کہ از انجملہ ایک جگہ آیت سورہ یوسف میں ولقد همت به پر کلام کو ختم قرار دینا اور وهم بها کو جزا آیا دال جزا شرط لولا ان رای برهان ربه ٹھہرانا ہے جس میں تمنے صفحہ ۳۴ رسالہ میں اپنے مخالف خاندان غزنویہ کو بھی شامل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تمنے خلاف سلف ہی کیا۔ اور دوسری جگہ ہاروت و ماروت کو شیاطین سے بدل قرار دینا ہے۔ تیسری جگہ صفحہ ۳۶ رسالہ میں آیات صفات میں سلف کے برخلاف خلف کا تفویض کو چھوڑ کر تاویل کرنا بیان کیا ہے جس کے ساتھ باوجود تسلیم میری مفوض ہونے کے مجھے تاویل خلف سے دلبستگی رکھنے والا قرار دیا ہے اور چوتھے جگہ عقائد جملہ سلف سے حافظ ابن حزم کا خلاف کرنا تمنے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد انبیاء افضل الناس کہا ہے اس خلاف ابن حزم کی نسبت تمنے صفحہ ۳۰ رسالے میں کہا ہے کس جرأت سے حافظ ممدوح تمام مسلمانوں کے خلاف رائے ظاہر کرتے ہیں یہ ہی حریت یہ ہے آزادی جس سے یہ جتایا ہے کہ ہم بھی اسی حریت اور اسی آزادی کے خواہاں ہیں اور اسی کے واسطے یہ نظائر پیش کرتے ہیں۔

پھر اسی صفحہ ۳۰ کے آخر میں تم نے کہا ہے لطیفہ۔ آجکل دھیمی سی آواز ہمارے

کانوں میں آیا کرتی ہے۔ کہ سلف صالحین صحابہ و تابعین رضکے اقوال سے جس کو
چاہو اختیار کرو۔ مگر اُن سے الگ بات نہ کہو بظاہر یہ ایک دل خوش کن اصول
ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اسپر عمل نہیں کرسکتے۔ بلکہ جہانتک ہمارا خیال ہے یہ حضرات
بھی نہیں کرسکتے۔ پھر کہا اس کی ایک مثال ہم بتاتے ہیں۔ پھر اس مثال کے بیان
میں کہا ہے کہ مجاہد تابعی نے تمام سلف صالحین کے برخلاف کہا ہے۔ کہ بنی سرائیل
میں آدمیوں کے بندر بنائے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل بندروں کی سے
ہوگئے تھے نہ یہ کہ انکی صورت بدل گئی تھی۔ ان حضرات کے اصول کے مطابق
ہم بھی یہ معنے اختیار کریں۔ تو ہمپر کوئی عتاب نہ ہوگا؟ یہ اصول سنکر ہنسی آتی
ہے کہ کسی کلام کا صحیح یا غلط ہونا قائلین کے لحاظ سے کیوں مانا جاتا ہے۔ اسی کو
کہتے ہیں "یعرفون الحق بالرجال"!

نمبر پنجم۔ حدیث اصحابی کالنجوم کو صحیح کہنے اور اس سے ہر ایک صحابی کی
تقلید کا وجوب نکالنے والوں پر تمنے حافظ ابن القیم کا یہ اعتراض نقل کیا ہے
کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو اور اس سے ہر ایک صحابی کی تقلید کا وجوب ثابت ہو۔
تو چاہیئے کہ باہم متخالف الرائے اور مختلف الاقوال صحابہ سے ہر ایک کی تقلید
واجب ہو۔ پھر اس اختلاف کی چند ایسی مثالیں نقل کی ہیں۔ جن سب میں سب
کی تقلید نہیں کیجاتی"! یہ تمہارا ستارہ صفحہ کا خلاصہ مطلب ہے۔

اب تم سنو۔ اور تمہارے معترضین سنیں کہ ان پانچ نمبروں میں تمنے کیا کیا جالبازی
اور دھوکہ دہی کی ہے۔ اور بعض جگہہ صریح کذب بیانی بھی اختیار کی ہے۔

نمبر اول میں تمنے ابو عبداللہ مالکی کی تقلید سے (نہ کسی شرعی دلیل قرآن یا حدیث
سے جس کی پیروی کے تم مدعی ہو) شرعی اصطلاح کی رو سے کسی کی بے دلیل بات
مان لینے کو تقلید بتایا ہے۔ اور اسکو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور دلیل کی پیروی
کو اتباع کہا ہے اور اسکو جائز بتایا ہے جسکا صاف اور صریح مطلب و مفاد یہ ہے
اگر کوئی عامی یا جاہل کسی امام یا مجتہد یا کسی اور اہل علم سے کوئی مسئلہ متعلق حلال

یا حرام یا نکاح وطلاق وغیرہ احکام کے پوچھے اور وہ اسکو نفس مسئلہ بتادے
مگر اسکی دلیل کتاب وسنت سے بیان نہ کرے تو اس امام یا مجتہد یا عالم کے
قول کی پیروی اس کو جائز نہیں اور وہ پیروی اتباع نہیں کہلاتی جو جائز ہے۔
بلکہ تقلید کہلاتی ہے جو ممنوع ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جو تعامل قرون ثلثہ کے
برخلاف ہے اور اسکو سفید جھوٹ کہا جاوے تو کوئی مبالغہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد میں اور زمانہ صحابہ و تابعین میں عوام خواص سے مسائل دینی پوچھتے
اور وہ اکثر مواقعہ پر بلا ذکر دلیل ان کو جواب دیتے اور وہ اُسپر عمل کرتے حضرت
شاہ ولی اللہ (جن کو تم نے استاذ ہند کہا ہے اور واقعی وہ تمام اہلحدیث ہند کے
استاذ ہیں) اور اُن سے متقدمین ومتاخرین علماء اصول وفقہ اس تقلید کو جائز
بتاتے چلے آئے ہیں اور اسپر اجماع صحابہ وغیرھم کے مدعی اور ناقل ہیں۔
عدم جواز تقلید کے مدعی علماء سلف سے ہمارے علم میں صرف ایک حافظ ابن
حزم گذرے ہیں۔ جنہوں نے مطلق تقلید کو ناجائز کہا ہے۔ مگر استاذ ہند شاہ
ولی اللہ صاحب وغیرھم اُن کے کلام کی تاویل کر کے اس عام
قرارداد اور اجماعی عقیدہ علماء اسلام کے کہ "تقلید جائز ہے" مطابق کر دیا ہے
اس اجماع کے ناقلین سے سب سے پہلے ان ہی حضرت کی کلام کو تمہارے سامنے پیش کیا
جاتا ہے۔ آپ حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۹ میں اس اجماع کو نقل کرتے ہیں

فصل ومما يناسب هذا المقام التنبيه على مسائل ضلت في بواديها الافهام وزلت الاقدام وطغت الاقلام منها ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد بها منها على جواز تقليدها ونحو ذلك من المصالح مالا يخفى لاسيما في هذه

اور اسی صفحہ میں ابن حزم کے قول مذکور کی "کہ تقلید جائز نہیں" تاویل کر کے اس کو اجماع کے مطابق کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں منجملہ ان مسائل کے جنکے جنگلوں میں لوگوں کے فہم بہک گئے اور پاؤں پھسل گئے اور قلم تیر گئی ایک یہ مسئلہ ہے کہ چاروں مذاہب جو تحریر وتصنیف میں

٭ اسکی تائید وتصدیق خدا تعالی نے تمہارے قلم سے نکلوادی ہے صفحہ ۳۹ رسالہ اتباع اور صفحہ (۲۵۹) جلد ہذا ملاحظہ ہو۔

الایام التی قصرت فیہا الھمم جدًا واشربت النفوس من الھویٰ و اعجب کل ذی رای برایہ فما ذھب الیہ ابن حزم حیث قال التقلید حرام الخ

آچکے ہیں اُن کی تقلید کے جائز ہونے پر امت محمدیہ اور جو لوگ انہیں سے لائق اعتماد ہیں متفق ہو چکے اور اجماع کر چکے ہیں اور اسمیں جو مصلحتیں ہیں وہ پوشیدہ نہیں خصوصًا ان ایام میں کہ اسمیں ہمتیں کوتاہ ہوگئی ہیں اور لوگوں کے نفوس میں ہوا پلائی گئی ہے۔ اور ہر ایک اپنی رائے کو پسند کرنے لگ گیا ہے پھر جو ابن حزم نے کہا ہے کہ تقلید حرام ہے تو اس کا محمل و محل وہ شخص ہے جو باوجود طاقت اجتہاد ہر مسئلہ میں مقلد ہو رہے اور حدیث صحیح کے مقابلہ میں تقلید کرے۔

انکے بعد ختام المحدثین امام المحدثین زمانہ شیخ الکل کے (جنکو تم اخبار المحدیث ۱۶ ادر محرم سنہ ھ میں شیخ الکل تسلیم کر چکے ہو اور کتاب معیار الحق کو انکی تصنیف مان چکے ہو) کلام کو تمہارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ معیار الحق کے صفحہ ۴۲ میں عقد الجید سے اور صفحہ ۴۴ میں حجۃ اللہ البالغہ سے اور صفحہ ۵۶ میں تحریر ابن الہمام و شرح تحریر سید بادشاہ سے اور صفحہ ۵۷ میں شرح تحریر ابن امیر الحاج کے اور صفحہ ۶۲ میں مسلم الثبوت سے اور صفحہ ۶۳ میں شرح مسلم بحر العلوم سے اور ۶۵ میں مغتنم الحصول سے اور صفحہ ۶۶ میں تقریر الاصول صاحب عنایۃ سے اور صفحہ ۷۱ میں پھر عقد الجید سے اور صفحہ ۷۴ میں تحصیل التعریف شیخ عبد الحق دہلوی سے اور صفحہ ۸۰ میں پھر مسلم الثبوت اور اسکی شرح سے اور صفحہ ۹۰ میں پھر مسلم الثبوت سے تقلید بلاتعیین کے وقوع و جواز پر اجماع نقل کیا ہے اور صفحہ ۵۵ و صفحہ ۵۹ و ۶۸ وغیرہ میں جواز تقلید اور وجوب مطلق تقلید کتاب عقد الفرید وغیرہ سے نصریح نقل کی ہے اور خود بھی جا بجا اس جواز اور وجوب کا دعوی کیا ہے۔

معیار الحق میں یا اس سے پہلی تالیفات فقہا و محدثین میں تقلید سے انکار واقع ہوا ہے تو کسی ایک خاص امام یا ایک مذہب کی تقلید بخیال وجوب سے انکار ہوا ہے نہ جواز مطلق تقلید سے ہے تو ان کتابوں میں اور ان مقامات میں جواز یا وجوب تقلید

نظر نہ آوے اور تمہارے مصدقین نے بھی نہ دیکھا ہو۔ تو پھر تمہارے اس اظہار کی آگاہی پر ہم اصل عبارات نقل کر کے مشتہر کرینگے اور اہلحدیث کے پبلک پر تمہاری اور تمہارے مصدقین کی علمیت و واقفیت و فہم و دیانت کا اچھی طرح اظہار کردینگے۔

حضرت شیخنا و شیخ الکل کے آخری تصنیف رسالہ ثبوت الحق الحقیق ہے۔

اس رسالہ میں بھی حضرت شیخ الکل نے ایک ہی مذہب یا ایک ہی امام کی تقلید شخصی کے واجب اور جائز شرعی ہونے سے انکار کیا ہے نہ مطلق تقلید سے جس میں کوئی ایک مذہب کی تعیین نہ کرے اور اس تعیین کو حکم شرعی نہ جانے اور اس میں خطاب شارع کے وارد ہونے کا اعتقاد نہ رکھے چنانچہ پہلے رسالہ کے صفحہ ۳ میں آپنے فرمایا ہے۔ تقلید شخصی خطاب شرع اور تکلیفات شرعیہ میں داخل ہوئی پھر فرمایا تقلید شخصی عند التحقیق مباح میں بھی داخل نہیں ہو سکتی اسلیے کہ مباح خطاب شارع میں داخل ہے اور تقلید شخصی خطاب شارع سے خارج ہے۔ پھر صفحہ آخر میں فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ جاہل ناواقف پر بمقتضائے آیت کریمہ لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر الآیۃ هل یستوی الذین یعلمون الآیۃ و فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون وغیرها من الآیات مسائل کا پوچھنا اور سیکھنا فرض و واجب ہے، شرعاً یعنی ہر جاہل وقت لاعلمی کی کسی عالم اہل ذکر سے خواہ وہ عالم افضل ہو خواہ وہ فاضل ہو خواہ وہ مفضول ہو۔ کیونکہ اہل الذکر عند التحقیق عام ہے مسئلہ دریافت کرلیا کرے خواہ ایک عالم اہل ذکر سے پوچھے یا دوسرے فی الجملہ جس سے تسلی اور دلجمعی ہو مسئلہ میں۔ پھر جب ایک یا دوسرے مثلاً دریافت کرلیا عہدۂ تکلیف سے باہر ہو گیا اسپر مؤاخذہ شرعاً نہ رہا اور اسی پر اجماع ہو چکا۔ قطعاً اعلم ان کلاً من المجتهدین والعلماء الکاملین اهل الذکر الذین وجب سوالهم واتباعهم لمن لم یصل الی درجة النظر والاستدلال فان عمل احد من المقلدین بقول احد منهم فقد ادّی ما علیه هذا حاصل ما یستفاد من القول السدید وغیرہ۔

مسئلہ یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل فی العلم عند الاکثر وعن احمد وکثیر المنع بل یجب النظر فی الارجح ثم اتباعہ لنا اولاً کما اقول عموم فاسئلوا اھل الذکر وثانیاً القطع فی عصر الصحابۃ باستفتاء کل صحابیاً مفضولاً فکان اجماعاً ومن ثم قال الامام لولا اجماع الصحابۃ لکان مذہب الخصم اولی انتہی ما فی مسلم الثبوت فمن انکر عموم اھل الذکر فاولی ثم اولی۔ اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مہر سید محمد نذیر حسین صاحب

اس عبارت شیخ الکل کو چشم بصرت سے دیکھنے والوں کو یقین ہوگا کہ آپ کو تقلید شخصی کے وجوب اور جواز شرعی سے انکار ہے نہ مطلق تقلید کے وجوب یا جواز سے۔ اور جو معیار الحق کے صفحہ ۱۲۰ میں فتوحات مکیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص عالم ہو جاہل ہو۔ اور اس کو تقلید ہی کرنی کی ضرورت پڑے تو ایک ہی مذہب کا التزام نکرے اور مفتی سے سوال کرے تو یوں کہے کہ اس مسئلہ میں اللہ اور رسول کا حکم کیا ہے۔ پھر اگر مفتی اللہ ورسول کا حکم سنادے تو اسکو قبول کرے۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اسکو نہ لے اور کسی دوسرے سے خدا اور رسول کا حکم پوچھے اس سے بھی عدم جواز تقلید ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ صاحب فتوحات نے ایسے سائل کو خود مقلد قرار دیا ہے۔ ہاں طریق سوال یہ بتایا ہے کہ جب پوچھے حکم خدا اور رسول کا پوچھے اور جب اسکو معلوم ہو جائے کہ مفتی نے جو فتوے دیا اپنی رائے سے دیا ہے نہ حکم خدا اور رسولؐ سے تو ایسی رائے کی تقلید نہ کرے اس میں اس درایت مفتی کی پیروی سے ممانعت نہیں پائی جاتی جو روایت حدیث یا قرآن سے استنباط کی ہو۔

جیسے تمہارے بیان کردہ اسکا احادیث سے امام بخاری نے حاصل کی ہو۔ صاحب فتوحات ایسی درایت کی پیروی سے منع نہیں کرتے اور تم ایسی درایت کو

نا معتبر اور نا قابل تقلید بتلاتے ہو۔
بالجملہ معیار الحق سے پہلی کسی تالیف محدثین و فقہا میں یہ مسئلہ پایا نہیں جاتا کہ عامی کو مفتی کے فتوے اور اسکے درایت کی پیروی اور اسکی تقلید جائز نہیں۔ یہ تمہارا ہی دروغ ہے۔ جسپر تمنے ابو عبد اللہ مالکی کا قول معنے تقلید و اتباع میں نقل کرکے اپنے ناظرین و مصدقین کو دہوکہ دیا ہے اور اسکے اس کذب کا نتیجہ نکالا۔ تقلید کے صحیح معنے اصطلاح اہل اصول میں وہ ہیں جو معیار الحق کے صفحہ ۶۰ ۳ میں بیان ہوئے ہیں۔ ابنائے علیہ عرفی کے معنے کے روسے تقلید کو اتباع اور اتباع کو تقلید کہنا جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس معنے کے روسے عامی کے لیے تقلید مجتہدین و علماء کی بالاتفاق جائز ہے اگر وہ بمقابلہ نصوص نہو اور اسمیں تخصیص و تعیین مذہب بزعم وجوب پائی جاتی ہو۔ اگر تم معیار الحق کا صفحہ ۶۰ دیکھ لیتے اور تقلید و اتباع کے صحیح معنے سمجھ لیتے تو ابو عبد اللہ مالکی کے قول سے نہ خود دہوکہ کھاتے اور نہ اپنے مصدقین و منتظرین کو دہوکہ میں ڈالتے اور اس دہوکہ کھانے سے اس کذب کی جرأت نکرتے کہ تقلید اور پیروی درایت ناجائز ہے۔ اور صرف روایت کا اتباع جائز ہے۔ بالفعل ہمنے تمہارے مسلمہ کتب سے جواز تقلید و اتباع درایت ثابت کیا ہے۔ اگر ان کتب کی نقل و بیان کو نا قابل تسلیم ہونا تمنے ثابت کیا تو ہم احادیث نبویہ صحیحہ سے ثابت کر دکھائینگے کہ عوام کا تقلید خواص کرنا یعنے خواص کا عوام کو جواب مسائل بلا ذکر دلیل دینا۔ اور عوام کا پیروی خواص بغیر سننے دلیل کے کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پایا گیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے اس عمل کو سنا اور اس سے منع نہ کیا۔ جس سے آفتاب کے مانند ثابت ہوگا۔ کہ مطلق تقلید کے جواز سے انکار کرنا اور تقلید کا لفظ ہی سنکر چونک پڑنا۔ عالم کا کام نہیں ہے۔ اور جو شخص ایسا کرے وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اگر وہ کچھ کتابیں پڑھا ہے یا مولوی فاضل کا لقب و خطاب حاصل کر چکا ہے۔ تو بھی وہ کمثل الحمار یحمل اسفارًا کا مصداق ہے۔ یعنے چارپائے بر وکتابے چند۔
نمبر دوم میں جو تم نے کہا ہے کہ محدثین کا عام اصول ہے کہ موقوف حجت

نہیں اور امام شافعی کا قول ہے کہ صحابہ سے کسیکی تقلید نہ کی جاوے اسمیں دو مغالطہ کذب آمیز ہیں۔

• اول یہ کہ عام محدثین میں امام احمد حنبل رح بھی داخل ہیں۔ کیونکہ وہ امام المحدثین تھے اور وہ شیخین کی متفق علیہ موقوف کو حجت جانتے ہیں۔ اور خلفاء اربعہ کے متفق علیہ کو اجماع جانتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جلد ۳ منہاج السنۃ کے صفحہ ۱۶۳ میں کہتے ہیں

ولھذا کان احد قولی العلماء و ھو احدی الروایتین عن احمد ان قولھما اذا اتفقا حجۃ لا یجوز العدول عنہ وھذا اظھر القولین کما ان الاظھر ان اتفاق الخلفاء الاربعۃ ایضاً حجۃ لا یجوز خلافھا لامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم باتباعھم (منہاج السنۃ ص۱۶۳ جلد۳)	کہ علماء کے دو قول میں ایک قول یہ ہے اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے کہ شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی متفق علیہ حدیث حجت ہے اس سے عدول کرنا جائز نہیں اور یہی انکے دو اقوال میں سے ظاہر ترین قول ہے کہ خلفاء اربعہ کا اتفاق بھی حجت ہو اسکا خلاف جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے انکی پیروی کا حکم دیا ہے۔

اور کتاب مسلم الثبوت میں ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک شیخین اور خلفاء اربعہ کے اتفاق

ولا بالشیخین عند الاکثر ولا بالخلفاء الاربعۃ خلافاً لاحمد وبعض الحنفیۃ ومنھم القاضی ابوحازم۔ مسلم الثبوت	رائے سے اجماع ثابت نہیں ہوتا اس سے امام احمد اور بعض حنفیہ کو خلاف ہو کہ وہ اس کو حجت جانتے ہیں اور اجماع تسلیم کرتے ہیں۔

امام احمد رح کے اس قول سے صاف ثابت ہے کہ تمہارا موقوف کے حجت ہونے کو عام محدثین کا اصول قرار دینا دو کذب سے خالی نہیں۔ اول اگر تم امام احمد کو محدثین سے نہیں سمجھتے تو یہ ایک صریح کذب ہے (۲) اور اگر انکو محدثین سے سمجھتے ہو تو پھر انکے نزدیک موقوف حدیث کو حجت نہ کہنا دوسرا کذب ہے۔

ایک اور بھی امام حدیث ہیں (امام الائمہ فخر الامۃ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ) جن کو تم محدث نہیں سمجھتے جیسے کہ تمہارے نامہ نگار اخبار نہیں سمجھتے تو نہ سمجھو۔ اسلامی دنیا جن میں

تمہارے ایک پیشوا نواب صاحب بھوپال شامل ہیں جو (اتحاف النبلاء کے صفحہ) میں انکو محدثین سے شمار کر چکے ہیں) تو انکو محدث سمجھتے تھے) وہ امام تمام صحابہ کے موقوف حدیث کو حجت اور واجب العمل جانتے ہیں۔ اس امام عالیمقام کا قول کہ قول اصحاب نبوی کے مقابلہ میں میرے قول کو چھوڑ دو۔ اور جو آنحضرت کے اصحاب سے مروی ہو وہ میرے سر آنکھوں پر ہے صفحہ (۲۷۵) میں منقول ہو چکا ہے۔ اور آپکے تابعین سے شیخ ابن الہمام فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں فرماتے ہیں صحابی کا قول ہمارے (حنفیہ) کے نزدیک حجت ہے اسکی تقلید واجب ہے جب تک کہ سنت نبوی اسکی نفی نہ کرے۔ یعنی حدیث اسکے برخلاف نہو۔

قول الصحابی حجۃ عندنا یجب تقلیدہ مالم ینفہ شئی من السنۃ۔ (فتح القدیر)

اس عبارت فتح القدیر کو صاحب دراسات نے بھی بصفحہ ۳۱ نقل کیا ہے اور جو اسکے معارض فتح القدیر میں عبارت پائی جاتی ہے اسکا جواب دیدیا ہے۔

دوسرا مغالطہ آمیز کذب یہ ہے کہ تم نے امام شافعی رح سے بلا تفصیل تمام صحابہ کے قول کا ناقابل تقلید ہونا نقل کیا ہے۔ حالانکہ امام شافعی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ صحابہ کی رائے ہماری رائے سے بہتر ہے۔ جو شعر جواز ہے۔ شیخ ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ میں فرماتے ہیں بالجملہ صحابہ تمام امت سے بڑھکر عالم تھے اور بڑھکر فقیہ اور بڑھکر دیندار اسی واسطے امام شافعی نے ان کے حق میں جو کہا ہے کہ صحابہ ہر علم اور فقہ اور دین اور ہدایت میں اور ہر ذریعہ حصول علم و ہدایت میں ہم سے بڑھکر تھے ان کی رائے ہماری رائے سے بہتر ہے۔

بالجملۃ فھذا باب یطول وصفہ فالصحابۃ ھم اعلم الامۃ وافقھھا وادینھا۔ ولھذا احسن الشافعی فی قولہ ھم یعنی الصحابۃ فوقنا فی کل علم وفقہ ودین وھدی وفی کل سبب ینال بہ علم وھدی ورایھم لنا خیر من راینا لانفسنا۔ (منہاج السنۃ صفحہ ۱۴۰ جلد ۳)

ایسا ہی آپ کے شاگرد حافظ ابن قیم نے کتاب ردضارے میں امام شافعی رح

سے نقل کیا ہے۔ اور امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ

فاما اذا اختلف الصحابة على
قولين فان قلنا بالجديد لم يجز تقليد
واحد من الفريقين بل يطلب
الدليل وان قلنا بالقديم فهما دليلان
تعارضا فيرجح احدهما على الآخر بكثرة
العدد فان استوى العدد قدم بالائمة
فيقدم ما عليه امام على ما لا امام عليه فان كان على احدهما
اكثر عددا ومع الاقل امام فهما سواء فان استويا
في العدد والائمة الا ان في احدهما احد الشيخين
ابى بكر وعمر رضى الله عنهما وفي الآخر
غيرهما ففيه وجهان لاصحابنا احدهما
انهما سواء والثاني يقدم ما فيه احد
الشيخين هذا كله اذا لم ينتشر اما اذا
انتشر فان خولف فحكمه ما ذكرناه
وان لم يخالف ففيه خمسة اوجه لاصحابنا
العراقيين الاربعة الاولى منها وهي
مشهورة في كتبهم في الاصول وفي
اوائل كتب الفروع احدها انه حجة
واجماع وهذا الوجه هو الصحيح
عندهم والثاني انه حجة وليس باجماع
(شرح مسلم)

جب صحابہ کا دو قول پر اختلاف ہو تو بنا بر
قول جدید امام شافعی ان دونوں کی تقلید
جائز نہیں اور بنا بر قول قدیم وہ دونوں
قول دو دلائل متعارض ہونگے پر ایک
کو دوسرے پر کثرت عدد سے ترجیح
دیجائیگی عدد میں دونو مساوی ہوں
تو جس قول پر کوئی امام ہوگا اسکو ترجیح
دیجائیگی۔ اگر ایک قول کی طرف
کثرت ہو۔ اور دوسری طرف امام
تو دونو مساوی ہونگے اور اگر عدد اور
اماموں میں مساوی ہوں مگر ایک طرف
شیخین ابو بکر و عمر ہوں تو اس صورت
میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں مساوی
ہیں۔ دوسرا یہ کہ جس طرف شیخین ہوں
اُسے ترجیح ہوگی۔ یہ اختلاف اس
صورت میں ہے کہ وہ اقوال مشتہر نہ
ہوں اور اگر وہ مشتہر ہوں اور انمیں
اختلاف واقع ہو تو اسکا حکم مذکور ہوا
اور اگر اختلاف نہو تو اس میں ہمارے
اصحاب اہل عراق کے پانچ اقوال ہیں

(۱) یہ کہ وہ قول حجت ہے اور وہ اجماع متصور ہے یہی قول ان کے نزدیک
صحیح ہے (۲) یہ کہ حجت تو ہے مگر اجماع نہیں پھر تین اور اقوال بیان کیے ہیں۔

اور حافظ ابن القیم سرے ہی سے امام شافعی رح کے حجیت قول صحابی سے انکار کرنے سے منکر ہیں۔ چنانچہ **اعلام الموقعین** جلد ۳ کے صفحہ ۲۱۷ میں فرماتے ہیں

واما الجدید فکثیر منہم یحکی عنہ فیہ انہ لیس بحجۃ وفی ھذہ الحکایۃ نظر ظاھر جداً فانہ لا یحفظ لہ فی الجدید حرف واحد ان قول الصحابی لیس بحجۃ ثم قال وقد صرح الشافعی فی الجدید من روایۃ الربیع عنہ بان قول الصحابۃ حجۃ یجب المصیر الیہ (اعلام الموقعین عن رب العالمین جلد ۳ ص ۲۱۷)

بہت لوگ امام شافعی کے قول جدید سے یہ نقل وحکایت کرتے ہیں کہ قول صحابی حجت نہیں مگر اس نقل وحکایت میں سخت کلام ہے۔ امام شافعی سے اس مضمون کا ایک حرف بھی محفوظ نہیں۔ امام شافعی نے قول جدید میں جو بروایت ربیع انسے مروی ہے صاف تصریح سے کہدیا ہے کہ قول صحابی حجت ہے اسکی طرف رجوع واجب ہے۔

اور اسی جلد ۳ کے صفحہ ۳۷۹ میں انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر صحابی نے دوسرے صحابی

وان لم یخالف الصحابی صحابیاً آخر فاما ان یشتہر قولہ فی الصحابۃ او لا یشتہر فان اشتہر فالذی علیہ الطوائف من الفقہاء انہ اجماع وحجۃ وقالت طائفۃ منہم ھو حجۃ ولیس باجماع وقالت شرذمۃ من المتکلمین وبعض الفقہاء المتاخرین لا یکون اجماعاً ولا حجۃ وان لم یشتہر قولہ او لم یعلم ھل اشتہر ام لا فاختلف الناس ھل یکون حجۃ ام لا فالذی علیہ جمہور الامۃ انہ حجۃ ھذا قول جمہور الحنفیۃ صرح بہ محمد بن الحسن وذکر عن ابی حنیفۃ رح ایضاً

کا خلاف نہ کیا ہو تو پھر اسکی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اسکا قول مشتہر ہو چکا ہے اس صورت میں اکثر فقہاء قائل ہیں کہ وہ قول اجماع ہے اور حجت ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ حجت تو ہے مگر اجماع نہیں ہے اور بہت ہی تھوڑے لوگوں متکلمین اور متاخرین فقہاء نے کہا ہے کہ نہ وہ حجت ہے نہ اجماع دوسری صورت یہ ہے کہ وہ قول مشتہر نہوا ہو۔ یا یہ کہ اسکا مشتہر ہونا اور نہ ہونا کچھ بھی معلوم نہو تو اسمیں بھی اختلاف ہے کہ وہ حجت ہے یا نہیں جمہور امت

وهو مذهب مالك واصحابه وتصرفه
في موطئه دليل عليه وهو قول اسحق
بن راهويه وابي عبيد وهو منصوص
الامام احمد في غير موضع عنه واختيار
جمهور اصحابه وهو منصوص الشافعي
في القديم والجديد اما القديم فاصحابه
مقرون به واما الجديد فكثير منهم يحكي
عنه انه ليس بحجة وغاية ما تعلق به من
نقل ذلك انه يحكي اقوالا للصحابة في
الجديد ثم يخالفها ولو كانت عنده حجة
لم يخالفها وهذا تعلق ضعيف جدا فان
مخالفة المجتهد الدليل المعين لما هو اقوى
في نظره منه لا يدل على انه لا يراه دليلا
من حيث الجملة بل خالف دليلا لدليل
ارجح عنده منه (اعلام الموقعين جلد ۳
ص ۲۷۹)

محمدیہ اسپر ہیں کہ وہ حجت ہے یہی جمہور
حنفیہ کا قول ہے چنانچہ امام محمد رحمہ نے
بتصریح کہدیا ہے کہ اور یہی امام ابوحنیفہ
سے انکی تصریح سے نقل کیا ہے ۔ اور
یہی امام مالک اور ان کے شاگردوں سے
بتصریح منقول ہے اور یہی امام شافعی
سے قول قدیم وجدید میں صاف طور پر
پایا جاتا ہے۔ ان کے قول قدیم کو تو انکے
اصحاب بھی مانتے ہیں۔ رہا قول جدید سو
بہتیرے لوگ ان سے حکایت کرتے ہیں کہ
قول صحابی حجت نہیں ہے۔ یہ حکایت انکی
اس فعل سے نکالی جاتی ہے کہ امام شافعیؒ
صحابہ کے اقوال نقل کرکے پھر انکا خلاف
کرتے ہیں اور اگر وہ انکو حجت جانتے تو
ان اقوال کا خلاف نہ کرتے مگر یہ وجہ استنباط
نہایت ضعیف ہے کیونکہ مجتہد کا کسی ایک

دلیل سے دوسری اقوی دلیل کی نظر سے مخالفت کرنا اس امر کے دلیل نہیں ہوسکتی کہ وہ
پہلی دلیل کو فی الجملہ بھی حجت نہیں جانتا بلکہ یہ مخالفت اس وجہ سے ہوسکتی ہے کہ
وہ دوسری دلیل کو پہلی دلیل سے قوی تر سمجھتا ہے۔

اور اسی جلد ۳ کے صفحہ ۲۰۴ میں وہ فرماتے ہیں۔ جونسی کتاب کُتب

فاي كتاب شئت من كتب السلف والخلف المتضمنة للحكم والدليل وجدت
فيه الاستدلال باقوال الصحابة ووجدت

سلف یا خلف سے حکم اور دلیل حکم کی
متضمن تو دیکھنا چاہے گا اسمیں صحابہؓ
کے اقوال سے استدلال کرنا تو مشاہدہ

ذلك طرزها وزينتها ولم تجد فيها قط ليس قول ابى بكر وعمر حجة ولا يحتج باقوال اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وفتاويهم ولا ما يدل على ذلك۔ (اعلام الموقعين جلد ۳ صفحہ ۴۰۲)

کریگا اور اس امر کو تو اس کتاب کا دامن ونشان وزینت پاویگا اور کسی کتاب سلف یا خلف میں ہرگز نہ پاویگا کہ ابوبکر وعمرؓ کا قول حجت نہیں ہے اور اقوال صحابہ اور ان کے فتوے لائق دستاویز نہیں ہیں اور نہ اس مضمون کا کوئی اور قول۔

امام شافعی سے اس تفصیل واختلاف کے منقول ہونے کے ساتھ تمہارا بلا تفصیل یہ کہدینا کہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اصحاب میں سے کسی کی تقلید نہ کی جاوے۔ مغالطہ آمیز کذب نہیں تو اور کیا ہے؟۔ اب اس سے بڑھکر اپنا کذب سنو!۔

نمبر سوم میں تم نے کہا ہے کہ حافظ ابن القیمؒ ۴۸ دلائل وجوب اتباع صحابی کے دینے کے ساتھ حضرت عمر کے فیصلوں پر ہنسی اڑاتے اور زاد المعاد میں فیصلہ عمر کے سخت مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ امام احمد حضرت عمر کے فیصلہ پر جو فاطمہ بنت قیس کے قول میں کر اھوں نے کیا ہنسا کرتے۔ یہ ایک ایسا سفید یا سیاہ جھوٹ ہے کہ اسکے سبب تم پر آسمان ٹوٹ پڑے تو بجا ہے۔ زمین پھٹ کر تمہیں دہنسا دے تو یہ اسکی ادنے سزا ہے۔ خدائے صبور اور حلیم اس سزا سے تمکو بچالے تو وعید لعنت الله على الكاذبين کی سزا سے کم تم ہرگز نہیں بچ سکتے۔

حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں توصاف اور بتصریح الفاظ میں یہ کہا ہے

وقد انكر الامام احمد هذا عن عمر وجعل يتبسم ويقول اين فى كتاب الله ايجاب المسكن والنفقة للمطلقة ثلاثا۔ (زاد المعاد صـ ۳۱۶)

کہ امام احمد نے حضرت عمرؓ سے اس قول کے ثابت ومنقول ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ اس قول کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے پر تبسم کیا کرتے اور کہا کرتے کہ قرآن میں مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر کے مکان میں سکونت اور نفقہ کا وجوب کہاں پایا جاتا ہے بہنیے پھر حضرت عمر کا یہ کہنا کہ ہم کتاب اللہ کو ایک عورت کے کہنے سے چھوڑ نہیں سکتے کیونکر ممکن تھا

پھر حافظ ابن القیم نے کہا ہے کہ امام احمد سے پہلے فقیہہ فاطمہ بنت

انکرته قبلة الفقيهة الفاضلة فاطمة وقالت بيني وبينكم كتاب الله تعالى لا تدري لعل الله يحدث بعد ذلك امرًا واي امر يحدث بعد الثلث وقد تقدم ان قوله اذا بلغن اجلهن فامسكوهن يشهد بان الايات كلها في الرجعيات۔ (زاد المعاد صـ ۳۱۶)

قیس نے بھی مطلقہ ثلاثہ کے لیے کتاب اللہ میں حکم سکونت کے پائے جانے پر انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھ میں اور تم میں جو شوہر کے مکان میں سکونت کو لازم کہتے ہو کتاب اللہ گواہ ہے خدا تعالیٰ نے جس آیت میں مطلقہ کو گھر سے نہ نکالنے کا حکم دیا ہے اس آیت میں طلاق رجعی کا ذکر ہے تب ہی فرمایا ہے کہ شاید خدا کوئی ایسا امر پیدا کردے کہ وہ عورت تمہارے ہی نکاح میں آوے اور جب تین طلاقیں ہو جائیں تو پھر کونسا امر پیدا ہوگا۔ وہ عورت تو نکاح میں آ نہیں سکتی۔

اس عبارت میں لفظ ھذا اور لفظ عن صاف بتا رہا ہے کہ امام احمد کا انکار بسبب اس قول کے حضرت عمرؓ سے مروی ہونے کے ہے نہ حضرت عمرؓ سے ثابت اور مسلّم قول پر اور اسکو انسے بسند صحیح منقول مانکر۔ بیٹا تمنے عربی پڑھی۔ یونیورسٹی سے سند حاصل کی اور تفسیر قرآن میں تمکو یہ دعوے ہے کہ بلا مراجعت حدیث نبوی و آثار سلفی تم عربی زبان دانی سے قرآن کے معنے بیان کرسکتے ہو پھر تمکو یہ لفظ ھذا و عن سے سمجھ میں نہ آیا کہ امام احمد کا انکار اس قول کے حضرت عمرؓ سے ثابت مروی ہونے پر ہے نہ حضرت عمرؓ سے اس قول کو بسند صحیح منقول مانکر اس قول پر انکار ہے۔ امام احمد یا ابن القیم اس قول کو حضرت عمرؓ سے صحیح منقول مانکر اسپر انکار کرتے۔ تو حافظ ابن القیم اس انکار کے بیان میں بجائے لفظ عن لفظ علے بولتے اور یہ فرماتے وقد انکر الامام احمد ھذا علے عمرؓ۔ اس بات کو مولوی فاضل ہو کر تمہارا نہ سمجھنا اور اس دروغ پر کہ یہ حضرت امام احمد و حافظ ابن القیم حضرت عمرؓ کے فیصلوں پر ہنسا کرتے تو کچھ محل تعجب نہیں تم تو ابھی لونڈے ہو اور مقولہ مشہور ہے وہ بسیار

عمر باید تا پختہ شود خامے تعجب تو تمہارے مصدقین پر ہے جو کتب درسیہ پڑھاتے سفید ریش ہوگئے ہیں اور مدت سے حدیث پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر وہ کتاب زاد المعاد کو نکالکر امام احمد کا یا ابن القیم کا کلام مذکور نکالکر نہ دیکھ سکے۔ اور اگر دیکھا ہی تو اُسمیں لفظ عن کو نہ سمجھ سکے اور باینہمہ وہ اپنی تقریظوں میں تمہاری کلی تصدیق کرتے ہیں۔ مصدق نمبر اول لکھتے ہیں کہ ہم نے رسالے کی سب نقول کو مطابق اصل پایا اور مصدق نمبر دوم اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ مصنف نے جس موضوع پر اسکو تحریر فرمایا ہے۔ اسمیں وہ میرے نزدیک پورے کامیاب ہیں اور مصدق نمبر ۳ و ۴ و ۵ پہلے حضرات کی تقلید و تصدیق کرتے ہیں۔ اور مصدق نمبر چھ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں مجھے اس میں کہیں لغزش معلوم نہیں ہوئی۔ اور مصدق نمبر سات اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ مولوی فاضل امرتسری کے ہر ایک دعوے کو مدلل اور ہر ایک دلیل کو مثبت پایا۔ جن دلائل عقلیہ و نقلیہ سے کام لیا ہے وہ مصنف فاضل ہی کا حصّہ تھا اور اسی قسم کی بولیاں اور لوگ بول گئے ہیں اور کسی نے اپنے علم و فہم و ایمان و صداقت بیانی و راستگوئی سے کام نہیں لیا فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب امام احمد کے اس قول کے معنے انہی کے دوسرے قول سے اور حافظ ابن القیم کی تشریح سے سنو۔

حافظ ابن القیم کلام سابق کے دوسرے صفحے میں فرماتے ہیں۔

واما الطعن الرابع وھو معارضة روايتها برواية عمر رضي الله عنه فهذه المعارضة تتوجه من وجهين احدهما قوله لا ندع كتاب ربنا وسنة نبينا وان هذا في حكم المرفوع۔ الثاني قوله سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لها السكنى	حدیث فاطمہ بنت قیس پر لوگوں کا جو تھا طعن یہ ہے کہ اُس کے مقابلے میں حضرت عمرؓ کا یہ قول موجود ہے کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے۔ اور یہ قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ دوسرا یہ قول جو حماد بن سلمہ کو وہ حماد بن ابی سلیمان

والنفقة ونحن نقول قد اعاذ الله
امیر المؤمنین من هذا الکلام الباطل
الذی لا یصح عنه ابدًا قال الامام احمد
لا یصح ذٰلك عن عمر وقال ابو الحسن
الدارقطنی بل السنة بید فاطمة بنت
قیس قطعًا ومن له المام بسنة رسول
الله صلی الله علیه وسلم یشهد شهادة الله
تعالٰی انه لم یکن عند عمر رضی الله عنه
سنة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان للمطلقة ثلثا السکنی والنفقة
وعمر کان اتقی لله واحرص علی تبلیغ
سنن رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان یکون هذه السنة عنده ثم لا
یرویها اصلًا ولا یبیّنها ویبلغها عن
رسول الله صلی الله علیه وسلم واما حدیث
حماد عن ابراهیم عن عمر رض سمعت
رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لها
السکنی والنفقة فنحن نشهد بالله
شهادة نسأل عنها اذا لقینا هذا
کذب علی عمر وکذب علی رسول الله
صلی الله علیه وسلم (زاد المعاد صـ ۳۱)

سے وہ ابراہیم سے وہ حضرت عمر رضہ سے
نقل کرتے ہیں چنانچہ ابن حزم کے
محلی سے زاد المعاد میں منقول ہے
کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے جائے
سکونت اور نفقہ ہے ہم کہتے ہیں
(حافظ ابن القیم کا قول ہے) کہ خدا
تعالٰی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس
باطل کلام سے بچایا ہوا ہے امام احمد رح
نے فرمایا ہے کہ یہ کلام حضرت عمر رضہ سے
صحت کو نہیں پہنچا۔ امام ابو الحسن دارقطنی
نے کہا ہے کہ سنت رسول اللہ یقینًا
فاطمہ کے ساتھ ہے اور جسکو ذرا بھی
حدیث سے لگاؤ ہوگا وہ اللہ کے
واسطے شہادت دیگا کہ حضرت عمر رضہ کے
پاس اس مضمون کی کوئی حدیث نہ تھی
حضرت عمر رضہ حدیث کی تبلیغ کے بڑے
حریص تھے اور اس امر سے کہ حدیث
اُن کے پاس ہو اور اسکو بیان نہ کریں
اور لوگوں کو نہ پہنچاویں بہت بچنے والے
تھے اور جو حدیث مذکور حماد نے نقل کی

ہے ہم اسکی نسبت خدا کی قسم سے شہادت دیتے ہیں جس سے ہمکو اس دن سوال
ہوگا جب ہم خدا کے پاس حاضر ہونگے کہ وہ حدیث حضرت عمر رضہ پر اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے اس کے راوی ابراہیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

ناظرین اہل دین صاحبان غیرت و شرم و تمکین! اس کذب و مغالطہ ثنائی کو پڑھکر خدا لگتی کہنا کہ اگر حافظ ابن القیم اور امام احمد سے وہ کلام وقول زادالمعاد میں پایا جاتا ہی جو اس عاجز خاکسار نے نقل کیا ہے۔ تو پھر ثناء اللہ کے کاذب دروغ گو ہونے میں کچھ شک وشبہ باقی رہتا ہے؟ کیا ایک ہی اسکا کذب اس کے کاذب ہونے کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور اس صورت میں وہ مجلس اہلحدیث کے ممبر ہونے کے لائق رہتا ہے۔ اور کیا وہ انجمن صادقین کی ممبری سے علیحدہ کرنے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور اسکے مصدقین خصوصًا نمبر۱ و ۲ و ۳ (جو فیصلہ آرہ کے منصف ہیں) علماء کہلانے کے مستحق رہتے ہیں اور انکا وہ فیصلہ قابلِ اعتبار رہتا ہے۔ اور آیندہ وہ کسی مقدمہ میں منصف بننے کے لائق رہتے ہیں۔ بینوا۔ توجروا۔ اسمیں ہمکو اور کسی محقق کو کلام نہیں کہ حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ اور اسپر اس روایت کے نقل وبیان میں نسیان وعدم ضبط کا گمان کیا اور اس کے برخلاف مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر کے گھر میں سکونت کے وجوب کا حکم دیا اور یہہ فیصلہ کیا۔ کلام صرف اس میں ہے کہ حافظ ابن قیم اور امام احمدؒ نے حضرت عمرؓ سے اس قول عمری کا سند صحیح مروی ہونا تسلیم کرکے اسپر ہنسی اور ٹھٹھا کیا ہے۔ ان دونوں کا کلام مذکور اس کی صریح تکذیب کرتا ہے۔ رہا یہ کہ جو حافظ ابن قیم اور امام احمدؒ نے کہا ہے وہ بجائے خود صحیح ہے یا نہیں۔ سو یہ امر دیگر ہے اس مقام میں اس کی بحث نہیں ہے۔

نمبر چہارم اس میں تمنے عجیب دوباہ بازی کی ہے۔ پہلے حافظ ابن القیم سے سوال معترض کا یہ جواب کہ کسی اکیلے صحابی کا قول حجت نہیں تو انہیں سے کسی نہ کسی صحابی کا قول صحیح ماننا پڑے گا"۔ نقل کرکے اسکو فیصلہ کن اور بحث کو صاف کرنے والا قرار دیا ہے جس سے اپنے مصدقین کی آنکھوں پر روغن قاز ملکر اندھا بنا دیا اور انکو یہ سوجھا یا کہ میں حافظ ابن القیم کا معتقد ہوں۔ اور اتباع سلف

میں انکے تشدد کو پسند کرنے والا اور انکے اس جواب کو تسلیم کرنے والا ہوں۔ اپنا
معتقد بنا لیا۔ پھر اس جواب میں شبہ ڈالنے کو اس جواب کے برخلاف امثلہ اربعہ علماء متاخرین
(جنمیں سے ایک میں غزنوی خاندان کو شامل کر لیا اور ایک میں مجھے آلودہ کرنا چاہا)
پیش کرکے یہ جتایا ہے کہ حافظ ابن القیم کا جواب تو معقول و مقبول ہے مگر اسمیں مشکل
آگر یہ پڑ گئی ہے کہ اس جواب کے مطابق عمل خود آپ لوگوں سے نہیں ہو سکا تو
میں اسپر کیونکر عمل کر سکتا ہوں۔ اس مکر روباہی کا دفعیہ یہ ہے کہ جو جواب حافظ
ابن القیم نے دیا ہے یہ ایک قانون اسلام ہے جس کو تمنے بھی زبان سے فیصلہ کن
اور بحث کو صاف کرنے والا تسلیم کر لیا ہے۔ اور جو ان چار مثالوں میں جن کو تمنے
اس قانون مسلم کے مخالف ٹھہرا کر بیان کیا ہے اور علماء متاخرین سے بقول
تمہارے اس قانون کا خلاف ہوا ہے وہ ان علماء کے عملی فیصلجات ہیں اور یہ
قاعدۂ کلیہ مسلمہ شریعت اسلام و قانون عدالت ہے کہ فیصلجات سے قانون ردّ
نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ قانون کی خلاف ورزی سے ہمیشہ فیصلے منسوخ ہو جاتے ہیں
اور ردّ کیے جا سکتے ہیں۔ بناءً علیہ جس مثال میں ان امثلہ اربعہ سے یا دنیا بھر کی اور
مثالوں میں اس قانون مسلم کا خلاف ہوا ہے۔ وہ مثال قابل ردّ ہے اور ان جملہ مثالوں
سے وہ قانون مسلّم رد نہیں ہو سکتا۔ یہ دفعیہ اس صورت میں کہ ان چاروں مثالوں کو اس
قانون مسلم کے مخالف تسلیم کیا جائے۔ اور اگر ہم از انجملہ کسی مثال کو اس قانون کے
مخالف نہ مانیں تو اسکی بھی گنجایش ہے۔ اور اس صورت میں اس دفعیہ کو پیش کرنی
کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ ان چاروں مثالوں کے بلکہ پانچویں مثال کو (جو مجاہد
تابعی سے تمنے بصفحہ ۲ رسالہ لطیفہ کی تائید میں نقل کی ہے) بلکہ اور جو مثال آئندہ تم یا
تمہارا کوئی ہم خیال پیش کرے ان سب کے جواب میں یہ کہنا کافی ہوگا۔ ثبت العرش
ثم النقش یعنی پہلے چھت بنالو پھر نقش و نگار کی ہوس کرو۔

پہلے ان مثالوں کی نسبت تین امر کو جو بمنزلہ اصول موضوعہ ہیں ثابت کر لو پھر انکو
اس قانون مسلم کے برخلاف قرار دو۔ **امر اول** - جس بات میں تم خلف کے خلاف سلف

کرنے کے مدعی ہو۔ اس بات کا سلف سے بلا خلاف صحیح سند سے مروی ہونا اور سلف سے کسی کا اس بات میں خلاف نکرنا ثابت کرو۔ اور اگر سلف سے وہ بات ثابت ہی ہو تو پھر خلف کا اس سے خلاف کرنا کونسی اور کیسے اعتراض کا محل ہے۔

امر دوم۔ یہ کہ جو بات کسی نے سلف صالحین صحابہ و تابعین کے قرارداد کے برخلاف کہی ہو۔ اور اسکے متعلق اسکو علم ہو گیا ہو کہ کل سلف کا قول اسکے برخلاف ہے کوئی سلف میں اسکا موافق نہیں ہے۔ اور پھر اسنے دیدہ دانستہ اس قول سلف کا خلاف کیا ہو۔

امر سوم۔ یہ کہ اس قول مخالف قول سلف کو خلف نے باتفاق کل یا باتفاق اکثر تسلیم کر لیا ہو اور اگر یہ تینوں اصول موضوعہ ثابت نہوں یعنی اولًا وہ قول جس کا خلاف ہوا ہے سلف سے بسند صحیح ثابت نہو یا ہو۔ تو خلف نے عمدًا اسکا خلاف نہ کیا ہو یعنی جس شخص سے اسکا خلاف ہوا ہو۔ اسکو یہ علم نہ ہو کہ سلف نے اسکے برخلاف کہا ہوا ہے اور وہ قول مخالف سلف ہے یا خلف نے اس قول مخالف سلف کو باتفاق قبول نہ کیا ہو تو اسکی نسبت یہ بات اس قانون سلف کے برخلاف نہیں ہو گی اور ان چاروں یا پانچوں مثالوں میں یہ تینوں امر ثبوت کو نہیں پہونچے۔ ولہذا وہ مثالیں اس قانون سلف کے مخالف تسلیم نہیں کیجا سکتیں میں نے چاہا تھا کہ ان سب مثالوں میں ان امور (اصول موضوعہ) کا پایا نہ جانا ثابت کروں۔ مگر پھر مجھے خیال آیا کہ میں اسکی تکلیف کیوں اُٹھاؤں اسکا بار ثبوت تو مدعی پر ہے جو ان مثالوں میں خلف کے خلاف سلف کرنیکا مدعی ہے اور اس وجہ سے اس ثبوت سے تعرض چھوڑ دیا۔ تاہم پہلی اور تیسری مثال کا (جنمیں خاندان غزنوی کو اور مجھکو شامل کیا گیا ہے) مخالف سلف نہ ہونا ثابت کرتا ہوں۔ پہلی مثال آیت ولقد ہمّت بہ و ہمّ بہا لولا ان رّا برہان ربّہ کی جزا مقدم یا دال بر جزا قرار دینا جو خلف نے اختیار کیا ہے۔ اور اسی کا اتباع خاکسار نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ کے صفحہ ۶۷ و صفحہ ۹۰ میں کیا ہے اور اسکی تائید میں دوسری آیت قرآن اور محاورات عرب اور اشعار دواوین جاہلیت کو

وارد کیا ہے) اسمیں امر اول منجملہ اصول موضوعہ پایا نہیں جاتا۔ سلف صحابہ رضی سے بسند صحیح ثابت نہیں ہوا کہ "جملہ وھمّ بھا پر ختم ہے اور لولا کی جزا، لواقعھا ہے جو محذوف ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا سے ہم بستری کا قصد کر چکے تھے۔ خدا کی طرف سے برہان نہ دیکھتے تو یہ فعل کر بیٹھتے"!

تفسیر وجیز میں کیا ہے۔ قال صاحب البحر ونعم ما قال ان جواب لولا ھو عین المقدم او دل علیہ المقدم ولیس فی کلام العرب ولا فی قواعد النحو ما ینافی ذلک نحو فارقتک لولا عصمک اللہ معناہ معناہ لولا العصمۃ لفارقت تقدیرہ ھھنا لولا ان رای برھان ربہ لھم لکن ما ھم لرویۃ برھان ربہ ولم یصح من اقوال السلف شیٔ دال علی ھمہ علیہ السلام۔ وجیز (ھامش جامع البیان ص ۲۰۴)

تفسیر ابن جریر میں جو اقوال سلف نقل کیے ہیں وہ صحیح سند سے ثابت نہیں نہ تفسیر ابن جریر ملتزم الصحت ہے (اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۲۶ جلد ۲۰ ملاحظہ ہو) اور نہ ابن جریر نے ان اقوال کی صحت کا دعوی اور اسکا اثبات کیا ہے۔

دوسری مثال (صفات باری میں خلف کی تاویل کرنے) میں متاخرین سے سلف کا خلاف تو ہوا ہے۔ مگر امر سوم منجملہ اصول موضوعہ پایا نہیں گیا۔ اس خلاف کو متاخرین سے صرف متکلمین نے صحیح سمجھا اور پسند کیا ہے۔ محدثین سے جمہور علماء نے اس کو تسلیم و پسند نہیں کیا۔ یہ امر رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۸ میں اور دیگر رسائل متعلق صفات مولفہ متقدمین و متاخرین میں بہ تفصیل ثابت ہو چکا ہے۔ خاکسار کی نسبت جو تمنے مذہب تاویل سے دل بستگی رکھنے کا دعوے کیا ہے۔ یہ مثل دروغ گویم بروے تو کا مصداق ہے۔ مینے تو رسالہ جلد ۸ کے صفحہ ۴۸ میں صرف موولین کی تکفیر سے روکا ہے "تاویل سے کسی قسم کی دل بستگی کا اظہار نہیں کیا۔

چوتھی مثال (حافظ ابن حزم کے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد الانبیاء افضل الناس کہنے) کو تمام مسلمانوں کے برخلاف کہکر تمنے اسکی یوں تعریف بھی کی ہے کہ یہ ہے حریت۔ یہ ہے آزادی۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تم کو بھی عام

مسلمانوں کے برخلاف حافظ ابن حزم کا یہی قول پسند ہے اس مثال کی نسبت امر سوم (از جہول موضوعہ) کا پایا نہ جانا تمنے خود ظاہر کیا ہے۔ لہذا اس مثال کے ناقابل اعتبار ہونے اور اس "قانون مسلم کو توڑنے کے لائق نہ ہونے پر ہم کو اور دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ایسی حریت ایسی آزادی کی گمراہی ہونے پر آیت وافی ہدایت ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصلیه جهنم وساءت مصیرا کافی دلیل ہے۔

حافظ ابن حزم نے یہ دعوے واعتراف نہیں کیا کہ اس قول میں میرے ساتھ سلف یا خلف سے کوئی مسلمان نہیں۔ لہذا وہ اس آیت کے مصداق نہیں تم اس دعوے کے مدعی ہو کر تمام مسلمانوں کے خلاف کو جائز رکھتے ہو۔ اور اسکی تعریف کرتے ہو۔ لہذا انکو مصداق آیت مذکورہ قرار دینا تمہر اقبالی ڈگری ہے۔

ہر چند حافظ ابن حزم ظاہری بڑے پایہ کے امام ومجتہد ومحدث تھے۔ جنکی تعریف ہم بھی ضمیمہ جات اخبار سفیر ہند [illegible] میں کر چکے ہیں مگر بحکم المجتهد یخطی ویصیب وہ بعض متفردات میں خطا بھی کر گئے ہیں۔ اور ایسے متفردات میں اور محدث انکے ساتھ نہیں ہوئے۔ انکے متفردات سے یہ ایک بات بھی ہے کہ وہ تعلیقات صحیح بخاری کو گو بصیغہ جزم و یقین ہوں صحیح نہ مانتے تھے۔ بنا بریں بعض تعلیقات بخاری کو جو حرمت مزامیر میں وارد ہیں وہ غیر صحیح قرار دیکر مزامیر وملاہی (سارنگی۔ طبلہ۔ ڈھول وغیرہ) بجانے کو جائز وحلال کہہ گئے ہیں۔ اور بعض غیر صحیحہ احادیث کو (جیسے عدم رفعیدین میں حدیث ابن مسعود ہے) صحیح بتا گئے ہیں۔ ان کے ان متفردات کو بھی تم حریت کہوگے اور ان میں بھی انکی پیروی کروگے۔ سارنگی طبلہ بجانے کو حلال کہوگے؟ کہوگے تو قوم اہلحدیث سے وہی عزت پاؤگے جو اس فعل کی تحلیل پر ہونی چاہیئے۔

اس امثلہ کے بعد جو تمنے لطیفہ بیان کیا ہے وہ بھی روباہی مکروں کا مجموعہ ہے اسمیں ایک مکر تمہارا یہ کہتا ہے کہ "دھیمی سی آواز ہمارے کانوں میں آیا کرتی ہے کہ

اقوال سلف صالحین سے جس کو چاہو اختیار کرو ان سے الگ بات نہ کہو" یہ بات تو تم کو نقارہ کی چوٹ سے کہی گئی ہے پھر اسکو وہمی آواز کہنا مکر یا تجاہل نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرا مکر تمہارا یہ سوال کرنا ہے کہ جو بات مجاہد تابعی نے کہی ہے ہم بھی کہینگے تو ہمپر عتاب نہو گا؟ اس مکر و سوال کا جواب یہ ہے کہ جب تک بہ نقل صحیح یہ ثابت نہو کہ مجاہد تابعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب نبوی سے یہ بات کہ "بنی اسرائیل کے لوگ واقعی اور سچ مچ بندر و خنزیر بنائے گئے تھے اور پھر وہ ہلاک ہو گئے تھے" سُنکر اور اسکو محفوظ رکھکر اسکے مقابلہ میں یہ تاویل کی تھی کہ "انکے دل بندروں کیسے ہو گئے تھے صورت نہ بدلی تھی"۔ مجاہد پر کسی قسم کا عتاب وطعن نہ ہو گا۔ اور چونکہ تمپر تفاسیر کی اتفاقی نقل سے ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے وہ بات ثابت ہو چکی ہے لہذا تمہارا ابن عباس کی تفسیر کو چھوڑ کر قول مجاہد کو اختیار کرنا یقیناً مورد عتاب ہو گا اور تم کو یہ کہا جائے گا کہ تمنے اپنے مرشد پیر نیچر کی تفسیر کے صفحہ ۱۷ سے یہ بات اخذ کی ہے۔

بیضاوی [illegible] مفسرین نے قول مجاہد کو [illegible] نقل کیا ہے تو اسکی نسبت اپنے رضا و پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ اس آیۃ کی تفسیر میں قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا ہے۔ اور قول مجاہد کو موخر کر کے کم وقعت کر دیا ہے۔ بلکہ امام رازی نے جلد اول تفسیر کے صفحہ ۵۵۵ میں قول مجاہد کو غیر ضروری اور بلا حاجت لکھکر اور بھی کم وقعت و بے اعتبار کر دیا ہے۔ لہذا مفسرین پر اس قول مجاہد کے نقل و بیان کے سبب بھی کوئی عتاب نہیں ہو سکتا۔

تیسرا مکر تمہارا یہ کہنا ہے کہ ہمکو یہ اصول سُنکر ہنسی آتی ہے کہ کسی کلام کا صحیح یا غلط ہونا قائلین کے لحاظ سے کیوں مانا جاتا ہے۔ اسیکو کہتے ہیں یعرفون الحق بالرجال اس مکر کا جواب یہ ہے۔ یہ اصول جسپر تمکو ہنسی آتی ہے۔ جملہ ادیان سماویہ میں مسلم چلا آتا ہے اور یہی اصول اسلام نے مسلم رکھا ہے۔ اسی سے انبیاء کا اتباع واجب ہوا ہے اور کفار و مشرکین و مبتدعین کا ممنوع اور اسی اصول سے شہادت عدول معتبر ہوئی ہے۔ اور شہادت فساق نامعتبر

مسلمانوں کو سب سے پہلے اس اصول کی تعلیم خدا تعالےٰ نے قرآن میں دی ہے پھر اسکے رسول مقبول ؐ نے حدیث میں پھر آپکے اصحاب اور اُنکے تابعین وغیرہ سلف صالحین نے اپنے آثار و اقوال میں۔

ان سب اقوال کی تفصیل قرآن اور کتب حدیث میں ہے۔ از انجملہ بعض اقوال صحیح مسلم کے دیباچہ میں صفحہ ۹ سے صفحہ ۱۱ تک منقول ہوئے ہیں۔

ہم اس مقام میں دو قول ایک رسول مقبول کا۔ ایک تابعی رح کا نقل کرتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو فرمایا ہے۔ عنقریب میری آخری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو تم سے ایسی باتیں کہینگے جو تمنے سنی ہونگی اور نہ تمہارے باپوں نے اپنے آپ کو ان سے بچایا۔

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال سیکون فی اٰخر امتی اناس یحدثونکم بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاھم۔
(صحیح مسلم صـ ۹)

اور محمد بن سیرین تابعی نے فرمایا۔ یہ علم دین ہے پس دیکھو تم اپنا دین کس شخص سے لیتے ہو۔

عن محمد بن سیرین قال ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم
(صحیح مسلم صـ ۱۲)

ان دونوں قولوں میں اشخاص ہی سے حق و ناحق پہچاننے اور اسکو رد یا قبول کرنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ متعلق روایت ہو خواہ متعلق درایت۔ پس اگر اس اصول پر ہنسی آتی ہے تو یہ ہنسی خدا تعالیٰ اور اسکے آیات اور اسکے رسول مقبول سے ہنسی ہے۔ اور آیت قل اباللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون کی مصداق ہے جسکے بعد ایمان سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ تمہارا ایمان تو بڑا وسیع ہے۔ لہذا تمسے یہ سوال نہیں ہے۔ یہ سوال تمہارے ان مصدقین (ممبر الغایت نمبر۲) سے ہے جو عمر بھر قرآن و حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں رہے ہیں۔ اور اس شغل میں انکے بال سفید ہوگئے اور دانت گر گئے ہیں۔ اور وہ تمہارے رسالہ میں اس قسم کے کفریات دیکھکر اس رسالہ کے مصدق ہوگئے ہیں۔ ان سے ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ

کہ کیا آپ لوگوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ سمعیات اور دین میں حق کو رجال (رسول مقبول وصحابہ تابعین وغیرہ سلف صالحین) سے نہیں پہچانا جاتا۔ بلکہ حق کو اپنی عقل ورائے سے پہچانکر جن لوگوں میں وہ حق پایا جاوے انکو حقانی سمجھا جاتا ہے۔ کائنا من کان۔

نمبر پنجم میں بھی تمنے گلٹ سازی وچالبازی کی ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ نے مختلف اقوال صحابہ میں سب کی تقلید کا واجب نہونا نقل کرکے اسکا مطلب یہ بتایا ہے کہ انکے نزدیک کسی صحابی کی بھی تقلید لازم نہیں۔ حالانکہ انکی کلام کا مطلب یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ بصورت اختلاف ہر ایک کی تقلید لازم نہیں۔ انمیں سے کسی نہ کسی کی پیروی یا تقلید لازم ہے۔ انکی کلام کا یہ مطلب تمنے خود صفحہ ۱۴* رسالہ میں بیان کیا ہے پھر صفحہ ۲۰ میں پہنچکر بحکم دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اسکو بھول گئے۔ اور اسکا یہ مطلب بتایا کہ کسی صحابی کی تقلید واجب نہیں ہے۔

* صفحہ ۱۴ رسالہ میں تمنے کہا ہے "اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اکیلے اکیلے صحابی کا قول حجت اور دلیل نہیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ تمام صحابہ کا حق گوئی سے خالی نہو۔ کسی نہ کسی صحابی کا قول صحیح ماننا پڑے گا۔ ورنہ لازم آئے گا۔ کہ تمام اصحاب حق گوئی سے خالی رہے۔ گویا حق ان میں فرد منتشر ہے۔ جو موضوع ہے۔ منتشرہ عامہ کا یعنے متعین نہیں۔

اس بیان میں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اصل بحث کو صاف کر دیا کہ محض کسی صحابی کا قول حجت نہیں۔ بلکہ وہ دوسرے کے ساتھ ملنے سے ہے۔ اس کو علماء اصول "عدم قائل بالفصل" کہتے ہیں۔ اس مسئلہ کو اجماع کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام میں اگر کسی مسئلہ کے متعلق چند اقوال ملتے ہیں۔ تو ان سے پچھلے علماء کو یہ اختیار ہے کہ ان میں جسکو چاہیں اختیار کریں مگر ان سب سے الگ کوئی حکم یا کسی آیت کی تفسیر نکالیں۔ تو یہ جائز نہیں" صفحہ ۲۴۸ میں اسکا خلاصہ منقول ہوا ہے

فصل چہارم میں جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں بھی تدلیس وتلبیس ومغالطات واکاذیب سے کام لیا ہے۔

از انجملہ چند نمبر جن کو تمہارے خارج از مذہب اہل حدیث و داخل فرقہ معتزلہ ہونے میں زیادہ دخل ہے نقل کر کے ان کی مغالطات واکاذیب ظاہر کئے جاتے ہیں۔ باقی کو غیر ضروری سمجھکر نظر انداز کیا جاتا ہے

نمبر اوّل تم نے تفسیر اتقان کے نوع ۷۸ سے چند سطور اس مضمون کی نقل ہیں کہ جو شخص قرآن کی تفسیر علم لغت وغیرہ علوم آلیہ کے بغیر کرے وہ مفسر بالرائے ہے اور جو ان علوم کے ساتھ تفسیر کرے وہ مفسر بالرای نہوگا اور اس سے اپنے خیال میں یہ نتیجہ نکالا ہے "کہ چونکہ میں تفسیر قرآن لغت کے ساتھ کرتا ہوں چنانچہ تفسیر آیت کو ثرامت کثیرہ سے کی ہے ایسی ہی تمام تفسیر لغت سے کی ہے لہذا بجسب شہادت تفسیر اتقان میں مفسر بالرای نہیں ہوں"

نمبر دوم [illegible] صرف زبان سے تو قول آنحضرتؐ اور ان کی مرفوع حدیث کو تفسیر قرآن ہونے کا حق بوجہ اقدم دیا ہے جس سے اپنے نافہم مصدقین کی آنکھوں پر روغن قاز ملکر اپنا یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ میں آنحضرت صلعم اور انکی حدیث کو مفسر قرآن مانتا ہوں۔ پھر وہ ہی سطر کے بعد عملاً اسکا خلاف کیا اور صاف کہدیا ہے کہ "مگر بعض احادیث میں کسی آیت کا تلاوت فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوتا ہے۔ جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اس آیۃ کا تفسیر کر کے اسکی تعیین مصداق فرمائی ہے۔ حالانکہ وہ سباق وسیاق آیت کے بر خلاف ہوتا ہے۔ پھر اسکی ایک مثال تمنے یہ بیان کی ہے کہ پیغمبر خدا رات کو حضرت فاطمہ اور علیؓ کے پاس آئے اور فرمایا تم رات کو تہجد نہیں پڑھا کرتے۔ حضرت علی نے کہا ہمارے نفس خدا کے قبضہ میں

۱؎ ابھی کہ سے ان الانسان علی الغواد دلیل۔ تمہارا آئندہ قول جو رسالہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۰ اور صفحہ ۳۵۳ سالہ ہذا میں منقول ہے اس پر دلیل ہے کہ اول سے تم حدیث آنحضرت کو تفسیر قرآن ہونے کا حق نہیں دیتے۔

ہوتے ہیں۔ جب وہ چاہیگا تو ہمیں اُٹھا دیگا۔

یہ سُنکر حضور واپس پھرے اور یہ فرماتے تھے۔ کان الانسان اکثر شئ جدلا۔ اور پھر اس حدیث کے مفسر قرآن ہونے کے ثبوت میں تمنے کہا ہے کوئی اہل ایمان باور کر سکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منشا اس آیت کے پڑہنے سے آیت کی تفسیر کرنا اور تعیین مصداق بتلانا تھا۔ بلکہ آپنے اس آیت کے پڑہنے سے اس جواب پر اظہار ناراضگی کیا اور اشارہ فرمایا۔ کہ یہ جواب پسندیدہ نہیں۔ اور پھر دوسری مثال تمنے آنحضرت کی وہ حدیث بیان کی ہے جس میں ذکر ہے کہ جب آیت تطہیر اہلبیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسنین کو ایک کپڑے میں لیکر جناب باری میں یہ عرض کی۔ یا اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ تو ان کو پاک کردے۔

اور پھر تمنے [illegible] کہ یہ حدیث سباق و سیاق [illegible] بلکہ نص قرآن کے خلاف ہے۔ اسلیئے مفسرین (صاحب معالم و خازن وغیرہ) نے اس حدیث کو مفسر آیت تطہیر اور علیؓ فاطمہ اور حسنینؓ کو مصداق اہلبیت نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ صرف ازواج کو مصداق ٹھہرایا ہے۔ جسکی وجہ یہی ہے کہ اس حدیث کو سباق قرآن کے برخلاف سمجھا۔ پھر تم نے اس زبانی اقرار سے (کہ آنحضرت اور آنکی حدیث مرفوع بوجہ اقدم مفسر قرآن ہونیکا حق رکھتی ہیں) بھی انکار کردیا۔ اور صاف کہدیا کہ حدیث کو تفسیر قرآن ہونے کا حق حاصل ہے۔ مگر اسوقت جبکہ قرآن کی آیت مجمل ہو اور اگر مفصل صریحہ ہے۔ اور حدیث اس آیت کے سباق کے برخلاف ہے تو حدیث قابل تاویل ہے یعنی پھر وہ مفسر قرآن نہیں ہوسکتی۔ اس رسالہ میں تو تم مرفوع حدیث کی تفسیر قرآن نہ ہونے کی دو ہی مثالیں لائے ہو۔ اور رسالہ آیات متشابہات میں تمنے دو مثالیں اور بھی ذکر کی ہیں۔ ایک حدیث تفسیر آیت کوثر کہ

کوثر سے حوض کوثر مراد ہے۔ اور دوسری حدیث آیت تفسیر مسجد تقویٰ
کہ اس سے آپکی مسجد مراد ہے۔ پھر تمنے اس رسالہ آیات متشابہات میں
لکھا ہے کہ اس قسم کی اور بھی کئی حدیثیں آئی ہیں جو قرآن مجید کے
سباق و سیاق سے الگ تھلگ تفسیر بتلاتی ہیں وہ درحقیقت تفسیر
قرآن نہیں ہوسکتیں۔ جیسے تفسیر حدیث آیت رباط کہ اس سے ایک نماز
سے دوسری تک انتظار کرنا مراد خداوندی ہے۔

یہ تو سنائیو! ثنائی پارٹی کے ممبرو۔ ثناء اللہ کے حامیو!
اسکے رسالہ رد اتباع سلف کے مصدقو! فیصلہ آرہ کے منصفو!
اب تو اسکا بھانڈا میدان میں پھوڑا گیا۔ اب بھی شک کروگے اور کہوگے
کہ ثناء اللہ بعض احادیث نبویہ کے مفسر قرآن ہونے کا منکر نہیں ہے؟
اور اسکا وہ زبانی اقرار دلی اعتقاد کے مخالف نہیں ہے۔

نمبر سوم۔ پھر تمنے مقدمہ تاریخ ابن خلدون سے یہ بات کہ متقدمین
کی تفسیریں غلط اور صحیح ہر قسم کی روایات سے بھری پڑی ہیں
نقل کرکے تفسیر سلف سے انکار کرنے کے لیے تمہید جمائی اور یہ بات لکھی
ہے کہ پھر جو شخص ان روایات پر مدار مذہب قرار دے وہ اہل علم کی نگاہ
میں اہل علم ہوسکتا ہے؟ یہ کہکر اپنے مصدقین رسالہ کی آنکھوں پر روغن
قاز ملکر اُن کو جملہ تفاسیر متقدمین و سلف صالحین سے بے اعتقاد کرکے
تمنے لکھا ہے کہ اب ہم بتلاتے ہیں۔ کہ فن تفسیر میں سلف کی تقلید خلف نے
کہاں تک واجب قرار دی ہے۔ پھر تمنے سلف کے برخلاف خلف کی تفسیر
قرآن کرنے کی چار مثالیں ذکر کی ہیں (۱) تفسیر آیت وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ
وَهَمَّ بِهَا (۲) تفسیر آیت هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔ (۳) تفسیر آیت استواء
(۴) تفسیر مسخ بنی اسرائیل اور پانچویں مثال سلف کے برخلاف ابن
حزم کا اعتقاد افضلیت ازواج نبی۔ یہ تمہاری فصل چہارم کے اٹھارہ صفحہ کا

خلاصہ مطالب لائق تعرض ہے اب ان نمبروں کے مغالطات واکاذیب
کی تفصیل سنو۔

نمبر اول میں جو تم نے کہا ہے وہ کلمۂ حق ارید بہا الباطل
کا مصداق ہے۔ بے شک اور بلا اختلاف علم لغت وغیرہ علوم الیہ عربیہ
کے بغیر مفسر قرآن بننا جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص ان علوم سے بے علم
ہو کر مفسر قرآن بن بیٹھے وہ مفسر بالرائے ہے اور یہی صاحب تفسیر
اتقان کی کلام مذکور سے غرض ومقصود ہے۔ مگر صاحب اتقان یا کسی
اور اہل علم مسلمان سنی کا یہ قول واعتقاد نہیں ہے کہ مجرد لغت وغیرہ
علوم عربیہ کی مدد سے تفسیر قرآن جائز ہے اور تفسیر قرآن کے لیے
تفسیر حدیث نبوی اور آثار سلفی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت وحاجت
نہیں ہے جیسا کہ تمہارا اعتقاد وعمل وادعا ہے۔ اور اسپر تمہاری تفسیر عربی
اور رسالہ آیات متشابہات اور رسالہ اتباع سلف اور رسالہ ترک
اسلام شاہد ہیں۔ اس اصول وعمل واعتقاد کو صاحب اتقان وغیرہ
اعیان اہلسنت نے معتزلہ وغیرہ ملاحدہ کا عمل واعتقاد قرار دیا ہے۔
چنانچہ تفسیر اتقان کے نوع ۷۸ میں جس سے تھوڑی سی عبارت تم
چرا لائے ہو بصفحہ (۵۳۵ و ۵۳۶) کیا ہے۔

فاکثر ما فیہ الخطاء من جہتین احدہما انہم اعتقدوا معانی
ثم حملوا لفظ القرآن علیہا والثانی قوم فسروا القرآن بمجرد
مایسوغ ان یریدہ من الناطقین بلغۃ العرب من غیر نظر الی
المتکلم بالقرآن والمنزل علیہ والمخاطب بہ الی ان قال فان
الصحابۃ والتابعین والائمۃ اذا کان لہم فی الآیۃ تفسیر وجاء
قوم فسروا الآیۃ بقول اخر لاجل مذہب اعتقدوہ وذلک
المذہب لیس من مذہب الصحابۃ والتابعین صار مشارکا

للمعتزلة وغیرھم من اھل البدعة فی مثل ھذا وفی الجملة من عدل عن مذھب الصحابة والتابعین الی ما یخالف کان مخطیاً فی ذلک بل مبتدعاً۔

اس مضمون کو تفسیر اتقان میں صفحہ ۵۳۵ سے صفحہ ۵۴۴ تک ادا کیا ہے اور اپنے بیان کی تائید میں اکابر اہلسنت ابوطالب طبری۔ زرکشی۔ ابن تیمیہ ابن الانباری وغیرہ ائمہ کی کلام کو نقل کیا ہے۔ ان سب کی عبارات اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ میں صفحہ ۲۷۹ سے صفحہ ۲۹۴ تک منقول ہیں۔

تمنے اس جلد میں ان عبارات کو دیکھکر اور انہیں اپنے اس اصول وعمل واعتقاد کا رد معائنہ ومشاہدہ کرکے پھر اس اصول کا اس رسالہ اتباع میں اعادہ کیا ہے اور دنیا وآخرت کی شرم کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ ہم ان عبارات کا اس مقام میں اعادہ کرنے کو فضول جانتے ہیں۔ تمہارے رسالہ کے مصدقین سے جن کے پاس وہ جلد ۱۲ پہنچ چکی ہے پھر انہوں نے اس میں تمہارے اس اصول وعمل واعتقاد اور اسکے امثلہ مذکورہ کا رد ملاحظہ کرکے اس رسالہ اتباع کی تصدیق کی ہے۔ وہ کمال افسوس کا محل ہیں۔ ان میں سے جن کو رسالہ اشاعۃ السنہ بلا قیمت دیا جاتا ہے آئندہ انکا رسالہ بند کیا جائے گا انشاء اللہ تعالےٰ۔ وہ اب اس رسالہ کے مستحق نہیں رہے۔ وہ جلد ۱۲ سے نفع نہیں اوٹھا سکے تو آئندہ اس رسالہ سے کیا نفع اوٹھائیں گے

نمبر دوم میں جو تمنے حضرت علی کے جواب مذکور پر آنحضرت ؐ کے آیت قرآن پڑھنے کو تفسیر قرار دینا خلاف ایمان قرار دیا ہے۔ اسمیں تمنے آنحضرت ؐ کی نسبت اپنے اس یقین وایمان کا اظہار کیا ہے کہ آپنے اس آیت کے لفظ جدل کا معنے ومفہوم نہ سمجھا تھا۔ اور اسوجہ سے اس آیت کو بے محل وبے موقعہ پڑھ دیا تھا۔ مگر جسکے دلمیں آنحضرت ؐ کی نبوت

اور لغت عرب کو اور معانی قرآن کو بخوبی سمجھنے کا ایمان و اعتقاد ہوگا وہ یقین کریگا کہ اگرچہ اس آیت
کا اصل مورد نزول اور اصلی مصداق کوئی اور شخص یا اشخاص تھے مگر آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کے جواب
مذکور کو اسی جدل کا ایک فرد قرار دیا ہے جس کی مذمت اس آیت میں پائی جاتی ہے اور اسی وجہ سے
آپ کے اس جواب پر اظہار ناراضگی کیا۔ اور اس کو ناپسندیدہ قرار دیا (جس کے تم بھی معترف
ہوگئے ہو) لہذا آپ کا اس آیت کو پڑھنا جاری دبا موقعہ ہوگیا جدل کے معنی قدیم لغت عرب میں
اور جدید اصطلاح فن مناظرہ مین یہی تھے اور ہیں کہ انسان دوسرے کے مقابلہ میں ایسا کلام
پیش کردے جس سے اس کو دوسرے کا اسکات مقصود ہو حضرت علیؓ پر جو آنحضرت نے بطور
نصیحت نماز تہجد نہ پڑھنے کا اعتراض کیا تو اس کا صحیح و منصفانہ جواب آپ کا یہ کہنا تھا کہ
یا حضرت یہ ہماری تقصیر نفس ہے آئندہ ہم کوشش کرینگے کہ نماز تہجد پڑھیں۔ حضرت علیؓ نے
بمقضائے بشریت بجائے اس کے آنحضرت کے حضور میں ایک ایسا مسئلہ (کہ ہمارے
نفس خدا کے اختیار میں ہیں) پیش کردیا جو آپنے آنحضرتؐ ہی سے سیکھا ہوا تھا۔ اور
حضرت علیؓ کے علم میں آنحضرت کو اس مسئلہ کا علم سب سے پہلے حاصل تھا پھر جو حضرت علیؓ
نے اپنے آپ کو اعتراض کے بچانیکے لئے اس تحصیل حاصل کی طرف رجوع کیا تو یقیناً
آپ کا مقصود اس مسئلہ کے بیان و اظہار سے آنحضرت کے سکوت فرمانے کا قصد تھا جو
عین مفہوم جدل ہے۔ اس صورت میں کون اہل ایمان باور کرسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کا
حضرت علیؓ کے جواب مذکور کو جدل قرار دینا۔ اور دیگر مصادیق آیت کے ساتھ اس جواب
علی مرتضیٰؓ کو شامل کرنا اور منجملہ تفاسیر آیت اسکو بھی ایک تفسیر ٹھیرانا بے موقعہ و بےمحل
تھا۔ یہ اسی شخص کا کام ہے جو آنحضرتؐ کی نسبت نبوت کا دلی ایمان و یقین نہ رکھتا ہو۔ بلکہ
عام عربی دانی و سخن فہمی کا بھی اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ اور یہ سمجھتا ہو کہ آپ کسی یونیورسٹی
سے سند فضیلت حاصل نہ کرنے کے سبب اور عربی لغت و سیاق و سباق آیات کا پورا علم
حقیقت نہ رکھنے کے سبب یونہی بلا موقعہ بےمحل آیات قرآن پڑھ دیا کرتے تھے

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

اس مثال کے بعد جو دوسری مثال ہیں اس رسالہ اتباع میں اور تیسری اور چوتھے اور پانچیں

مثالون میں رسالہ آیات متشابہات وغیرہ مین تمنے دہوکہ دہی و دروغ گوئی کی ہے۔
اس کا بیان تفصیل کے ساتھ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ میں صفحہ ۲۲۱ اور جلد ۲۱ میں صفحہ ۱۳۵ وغیرہ دیا گیاہے۔ تم نے اُن جلدوں میں ان مغالطات کا بیان دیکھ کر رسالہ اتباع میں اس مثال کا اعادہ کیاہے ہم اپنے بیان کا اعادہ نہیں کرتے۔ طالب شائق مواضع محولہ کی طرف مراجعت کری

اس مقام میں اُس تفصیل کا خلاصہ بیان کیا جاتاہے۔ جلد ۲۰ کے صفحہ ۲۲۱ میں حدیث حوض کوثر کا مفسر آیت کوثر ہونا تفسیر فتح البیان وغیرہ سے ثابت کیاہے۔ جسکے مفسر قرآن ہونے کو مثل اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل کا مصداق ٹھہرا کر باقی سب تفسیروں کو جو صرف لغت پر مبنی ہیں کان لم یکن قرار دیا گیاہے۔ اور جلد ۲۱ کے صفحہ ۱۳۵ میں اولاد نبوی کو بوجہ اقدم مصداق اہلبیت ہونا اکثر تفسیروں (معالم۔ خازن۔ ابن کثیر۔ جامع البیان۔ تفسیر کبیر وغیرہ) سے نقل کیا گیاہے۔ اور اسکی صفحہ [illegible] میں [illegible] مسجد نبوی کا [illegible] تقوی [illegible] تفسیروں سے نقل کی [illegible] اسپر تمہارے اس سوال و خیال کا اگر مفسرین ان احادیث کو مصداق الفاظ آیت مانتے تو ان الفاظ (اولاد نبی اور مسجد نبوی) کو فرد کامل کیوں کہتے!! ایسا جواب دیاہے جس سے تمہارا علم اصول و منطق سے ناواقف ہونا ثابت ہوتاہے اور کلی مشکک کے افراد و اوصاف کو نہ سمجھنا۔

نمبر سوم میں جو تمنے مقدمہ تاریخ ابن خلدون کی عبارت نقل کرکے اس سے ایک تمہید جمائی اور اس سے یہ بات نکالی ہے کہ متقدمین و سلف صالحین کی جملہ تفاسیر بے اعتبار ہیں یہ محض دروغ بے فروغ ہے سلف سے بہت سا حصہ تفسیر کا قابل اعتبار بہی ہے۔ تم نامعتبر تفسیر کی تفصیل کرتے تو ہم بہی اسکے مقابلہ میں صحیح و قابل اعتبار تفسیر کی تفصیل کرتے۔ آسکے بعد جو تمنے پانچ مثالین بیان کی ہیں جنمیں تمہارے زعم میں خلف نے سلف کا خلاف کیاہے۔ ان مثالوں میں تمہاری دہوکہ بازی و دروغ گوئی کا اظہار نمبر چہارم فصل سوم کے مغالطات کے ضمن میں ہوچکاہے ناظرین صفحہ ۳۴۲ کو دیکھیں۔
ان مثالوں میں تمنے کہیں کذب

صریح سے اور کہیں مغالطہ سے کام لیا ہے۔

فصل پنجم میں جو تم نے کہا ہے اسمیں ہمارے تعرض کے لائق اور ہماری غرض کی متعلق صرف تمہاری دو باتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی مکذب ہیں۔ پہلے تمنے صفحہ ۳۰ رسالہ میں اصحاب نبوی کا طریق عمل یہ بتایا ہے کہ بعض انمیں سے بظاہر کتاب وسنت پر عامل ہوتے اور بعض اُن کے دقائق فقہیہ بھی سوچا کرتے۔ پھر صفحہ ۳۹ میں کہا ہے کہ اسی بنیاد پر بعض روایت حدیثیہ کے بیان کر دینے کو کافی جانتے اور بعض اُس کے برعکس الفاظ حدیث بیان کرنیسے پرہیز کرتے اور بجائے اُس کے مسائل فقہیہ (جو ان کی سمجھ میں آتے) بلا ذکر الفاظ حدیث) تبلا دیتے۔

اس بیان میں صاف اقرار ہے کہ زمانہ صحابہ میں ایسے مفتی بھی ہوتے جو الفاظ حدیثیہ بیان نہ کرتے۔ بلکہ احادیث سے مستنبط مسائل لوگوں کو بتا دیتے اس بیان کا لازمہ نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جن کو فقہاء صحابہ مسائل فقہیہ بلا ذکر احادیث بتا دیتے تھے وہ ان کے بیان اور فتاویٰ پر کاربند ہو جاتے اور یہی بعینہ تقلید ہے جس سے تم بھاگے تھے۔ اور آخر اس کے قائل ہو گئے اور مثل فر من المطر وقام تحت المیزاب کے مصداق بن گئے۔ پھر اس بیان کے برخلاف تم نے صفحہ ۴۱ وصفحہ ۴۲ رسالہ میں کہا ہے کہ ائمہ اربعہ نے الگ الگ فرداً فرداً اپنی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ اور عبداللہ بن معتمر نے کہا ہے کہ "مقلد اور چوپایہ میں کوئی فرق نہیں ہے"۔ ان اقوال سے تم نے یہ نتیجہ بھی نکالا ہے۔ کہ تقلید شخصی ایک ایک کی مذموم ٹھہری تو اس سے جمہور وجماعت کی تقلید بھی مذموم ہوگی تقلید شخصی کے منکر اور تقلید جمہوری کے قائل غور کریں۔ پھر کہا ہے۔ مزید کے لیے آئندہ فصل (نمبر ۶) ملاحظہ ہو۔

اس بیان میں عوام کے لیے تقلید خواص کرنے کی مذمت کرنے میں جو مغالطہ ہے وہ تو تمہارے بیان سابق سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ جبکہ تم پہلے بیان

کر چکے ہو۔ کہ بعض اصحاب نبوی بلا ذکر احادیث مسائل فقہیہ بتاتے اور اُس کا
لازمہ نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ بلا سُنے احادیث کے ان مسائل پر عمل کرتے تو
پھر عوام کے لیے تقلید خواص کے مذموم ہونیکے کیا معنے۔ اب رہے خواص
جو دلائل شرعیہ کیطرف خود رجوع کر سکتے ہیں اور کتاب و سنت میں نظر رکھتے
ہیں تو اُن کے لیے ضرورت تقلید کا ہمارے گروہ اہلحدیث میں قائل ہی کون ہے
جسکو تم الزام دیتے ہو ایسی ہی خواص کو ائمہ اربعہ اور عبد اللہ بن معتمر نے
تقلید سے منع کیا ہے۔ اور اس تقلید کی ممانعت و مذمت میں اقوال علماء
معیار الحق و منح الباری و تبیان و رسالہ اشاعۃ السنہ میں بھری ہوئے ہیں
تم تو آج پیدا ہوئے ہو علماء کے لیے تقلید بوقت موجودگی نصوص کی بیخ کنی
رسائل مذکورہ میں تو تمہارے تولد سے سالہا سال پہلے ہو چکی ہے۔
ہاں بوقت عدم وجدان و عدم تیسر نصوص تقلید مجتہدین واجب اور جائز ہے
واجب مطلق تقلید (یا جمہوری تقلید ہے جو جماعت متفقہ صحابہ و تابعین کی ہو
اور تقلید ائمہ اربعہ شخصی تقلید ہے جبکہ اعتقاد وجوب نہ ہو صرف
باباحت صلیہ نہ باباحت شرعیہ مباح سمجھی جاوے) شخص واحد خطا سے
معصوم نہیں ہوتا۔ اسلیے شخصی تقلید واجب نہیں اور اُمت اور جماعت اپنے
اتفاق کی وجہ سے معصوم ہو جاتی ہے۔ لہذا تقلید اجماع واجب ہے مزید
کے لیے جواب فصل آیندہ ملاحظہ ہو۔
فصل ششم میں تو تم نے غضب ہی ڈھایا ہے اور بڑا اندھیر مچایا
ہے جس اجماع و اتفاق پر اصول مذہب اہلحدیث کی بنا تھی اسکو کان
لم یکن کر دیا جس کا لازمہ نتیجہ یہ ہوگا کہ جو تمہاری بات کو تسلیم کرے گا
وہ آخر ایک نہ ایک دن مذہب چکڑالوی اختیار کر کے حدیث کے صاف
منکر ہو جائے گا۔ بلکہ قرآن مجید سے بھی انکاری ہو کر اسلام چھوڑ کر لا
مذہب دہریہ بن جائے گا (عیاذاً باللہ تعالیٰ) تم تو نہو نے سمجھ اور

ناعاقبت اندیش لونڈے ہو۔ تعجب اور رونا تو تمہارے سفید ریش مصدقین پر آتا ہے۔ جنہوں نے تمہارے اس مضمون رسالہ کی تصدیق کر دی ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ اگر اجماع لائق اعتبار نہ ہا۔ تو پھر مذہب اہلحدیث کا کیا اعتبار رہیگا۔ جس کی بنا ہی اس اجماع پر ہے۔ کہ صحیحین میں جو حدیث مرفوع متصل ہے وہ (بجز چند الفاظ جنپر دارقطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے) اجماع موافق و مخالف فقیہ و محدث سے صحیح ہے۔ اس دعوے اجماع کو ہم دروغ سمجھینگے (جیساکہ تمہارا زعم وخیال ہے) تو حدیث کی صحت کہاں سے معلوم کریں گے۔ کیا اپنے اجتہاد وتحقیق سے جو بقول امام ابن الصلاح سات سو برس سے منقطع ہے۔ (علوم الحدیث المشہور بمقدمہ ابن الصلاح دیکھو) کیا اسوقت روے زمین پر اور اسلامی دنیا میں کوئی شخص موجود ہی جو اپنے اجتہاد سے حدیث کی تصحیح کر سکے۔ نہیں تو مذہب اہل حدیث پر کس طور پر چل سکیگا۔ مذہب اہلحدیث کیا۔ دین اسلام کی بہت سے مسائل کی بنار اسی اجماع پر ہے۔ [illegible] کتنے اجماع کا محال ہونا۔ پھر اسکے علم کا محال ہونا۔ پھر اس علم کے ہم تک پہنچنے کا محال ہونا معتزلہ اور شیعہ کے اقوال سے نقل کیا ہے) اس بیان کے آخر میں استاذ ابو اسحق اسفرائینی سے نقل کیا ہے۔ کہ اسلام میں مسائل اجماع بیس ہزار سے زائد ہیں۔ اس تعداد کو کوئی بدگمان وناپاک مطلق غیر مقلد مبالغہ سمجھے تو سینکڑوں کی تعداد تو کتب متداولہ میزان شعرانی وغیرہ فقہ وخلافیات میں دیکھ لے۔

> قال الاسفرائینی نحن نعلم ان مسائل الاجماع اکثر من عشرین الف مسئلۃ
> (مسلّم)

انکار اجماع کے اس بدنتیجہ اور انجام کو سنکر اور سوچکر امید ہے کہ مذہب اہلحدیث اور دین اسلام کو خشیۃ اللہ اور دیانت سے تسلیم کرنے والے تو تمہارے دعاوی فصل ششم کے فساد وبطلان پر ہمارے اسقدر

بیان کو کافی دلیل سمجھینگے۔ مگر جو لوگ مذہب اہلحدیث کو ترک مطلق تقلید کے نشہ اور شوق سے اور آزادی وخود اجتہادی کی لذت سے بحکم کُلّ جدید لذیذ اختیار کر چکے ہیں اُن سے بعید نہیں کہ وہ اس بد نتیجہ اور اس مشکل کے (جو ہمنے بیان کی ہے) جواب میں یہ کہدیں کہ اجماع سے انکار کرنے سے مذہب اہلحدیث اور اسکا بنی ومدار صحیح حدیث ہاتھ سے جاتی رہے یا اسلام چلتا نظر آوے تو ہماری بلاسے۔ ہمکو تکلیف احکام سنت واسلام سے نجات ملے گی۔ اور مطلق العنانی حاصل ہوگی۔ ٭ پہلا ہوا میری مالا ٹوٹی۔ تو میں سجن کرن سے چھوٹی۔ لہذا ہم ان مشکلات کو کچھ نہیں جانتے۔ ہمارے وکیل وہادی پہلوان امرتسری کے اعتراضات کا جواب ترکی بترکی دوگے تو ہم تمہاری بات کو سنینگے اور مانینگے۔

ان آزاد منشوں مجتہدین بلا علم کی ہدایت وفہمائش کی غرض سے ہم اس فصل میں انکی چند نمبر مغالطات واکاذیب نقل کرکے اسکا جواب ترکی بترکی دیتے ہیں۔

نمبر اوّل۔ تمنے کہا ہے کہ ہم اجماع کی حجیت شرعی ہونے سے بحث نہیں کرتے بلکہ ماہیت ودیگر عوارض کا ذکر کرتے ہیں۔

الجواب۔ یہ تمہاری ابلہ فریبی اور مکاری ہے حجیت اجماع سے صاف انکار کرنے سے واقعی متبعین سنت کی نظروں میں تمہاری قلعی کھلتی تھی اسلیے تمنے اجماع کی حجیت کی نسبت اپنا خیال ظاہر نکیا۔ بلکہ مسلم واعلام سے اقوال

٭ چنانچہ چکڑالوی کے ایک خاص شاگرد نے ایسا ہی کہا تھا۔ جب اسکو کہا گیا کہ تم حدیث صحیح کو مفسر ومبیّن احکام قرآن نہ مانوگے تو تمسے نماز روزہ حج وزکوٰۃ غسل وضو سبھی کچھ چھوٹ جائے گا۔ کیونکہ ان احکام کی تفصیل قرآن میں نہیں۔ حدیث ہی میں ملتی ہے۔ تو وہ بولا کہ اگر قرآن میں تفصیل نہ ملے گی تو ہم سبھی کچھ چھوڑ دیں گے۔

غیر کو جن کا رد وجواب ان ہی کتابوں میں ہو چکا تھا۔ بلا نقل جواب نقل کرکے اسکی تشریح اس طرح کردی جس سے احمقوں کو اور نافہموں کو گو ان میں سے بعض تمام درسی کتابیں گھول کر پی گئی ہوں یہ سمجھ میں آگیا کہ اجماع ایک محال وناممکن چیز ہے اور اگر ممکن ہو تو اسکا علم حاصل ہونا محال ہے۔ اور اگر علم ممکن ہو تو اسکی نقل ہم تک پہنچنا محال ہے۔ اور یہی بات ان احمقوں کے خیال میں جمانا تمہارا مقصود تھا۔ جو تمنے حاصل کر لیا۔ پھر بحث حجیت کی ضرورت کیا باقی رہی۔

نمبر ۵ وم۔ پھر تمنے اجماع کی یہ تعریف کی کہ "وہ امت محمدیہ کے مجتہدین کا ایک زمانہ میں کسی امر شرعی پر اتفاق کرنے کا نام ہے" بیان کرکے کہا ہے کہ اس تعریف سے یہ مشکلات محسوس ہورہے ہیں۔ کہ تمام مجتہدین ایک وقت کا اتفاق ایک فرضی وذہنی امر ہے۔ نہ واقعی۔ تمام مجتہدین کا علم کس کو بہر ایک جگہ بیٹھکر ایک ... ان ہی مشکلات پر نظر کرکے یہ کہا ہے کہ جو شخص اجماع کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے۔ چنانچہ مسلم واعلام میں کہا ہے۔

الجواب یہ تمہارا محض دروغ ہے۔ اور امام احمد وصاحب اعلام وصاحب مسلم پر افترا ہے۔ نہ امام احمدؒ نے ان مشکلات کی نظر سے اجماع شرعی کا انکار کیا ہے۔ نہ صاحب مسلم وصاحب اعلام نے امام احمدؒ سے ان مشکلات کی وجہ سے انکار اجماع شرعی نقل کیا ہے۔

امام احمدؒ اجماع شرعی کو ایک حجت شرعی جانتے ہیں۔ اور مدعی اجماع کو جھوٹا کہنا اُنسے مسلم واعلام میں نقل کیا گیا ہے۔ تو وہ اس ادعائی وخیالی اجماع کی نسبت ہے جو صحیح حدیث کے رد ومقابلہ میں بعض لوگ پیش کیا کرتے یا وہ اجماع جسکا ناقل کوئی ایک شخص ہوتا اور کوئی دوسرا اسکی تصدیق نہ کرتا۔ یہ بات ہمنے از خود نہیں تجویز کی۔ بلکہ صاحب مسلم وصاحب اعلام خود

لکھ گئے ہیں۔ جسکو تم نے سرقہ کرکے جہلا اور نام کے علمار نگر اغنبیا کو دہوکہ دیا ہے۔ مسلم میں کہا ہے کہ چاروں دلائل شرعیہ (کتاب اللہ سنت واجماع - قیاس) پر چاروں امام کا اتفاق ہے۔

> وللاربعة علے الاربعة اتفاق۔
> (مسلمؒ)

اس عبارت کو پڑھکر کوئی صاحب فہم وشرم کب کہہ سکتا ہے کہ امام احمد اجماع شرعی سے منکر ہیں آب اس سے بڑھکر اس قول امام احمد کی نسبت صاحب مسلمؒ کا خیال ومقال سنو۔ صاحب مسلمؒ نے کہا ہے کہ امام احمد رح کا قول جو معتزلہ وشیعہ نے معرض استدلال واستشہاد میں پیش کیا ہے کہ جو مدعی اجماع ہے وہ کاذب ہی اس قول کا محل ومحمل وہ اجماع ہے جسکی اطلاع اکیلے اس شخص کو ہو

> قول احمد محمول علے انفراد اطلاع ناقلہ اوحد وثہ الان فانہ احتج بہ فی مواضع ++ ھذا۔
> (مسلمؒ)

جو اس کو نقل [illegible] یعنی زمانہ قدیم وسلف صالحین اسکا نام ونشان نہو۔ یہ اس لیئے محمل بتایا گیا ہے کہ امام احمد رح بہت جگہ اجماع شرعی سے ستدلال کرچکے ہیں۔

اس کے بعد صاحب مسلمؒ نے وہ قول ابو اسحاق اسفرائنی کا نقل کیا ہے جو اوپر منقول ہوا ہے۔ اور اس کے بعد کہا ہے کہ اس جواب قول امام احمد کو خوب تھامے رہو یعنی کسی معتزلہ یا شیعہ کے استدلال سے دہوکا نہ کھاؤ۔

اور اعلام میں کہا ہے کہ امام احمد کے فتوے پانچ اصول پر مبنی ہوتے تھے ایک نصوص (قرآن حدیث) جب وہ قرآن وحدیث میں کوئی صاف حکم پاتے تو اس کے موجب وموافق پر فتوے دیتے اور کسی قول یا شخص کی جو اس کے مخالف ہوتا پروانہ کرتے اور حدیث صحیح پر کسی عمل یا رائے یا قیاس یا قول صحابی کو مقدم نہ

> وکان فتاویہ مبنیہ علی خمستہ اصول (الاصل الاول) النصوص فاذا وجد النص افتی بموجبہ ولم یلتفت الی ما خالفہ ولا

من خالف کائناً من کان ولم یکن یقدم
علی الحدیث الصحیح عملاً ولا رایاً ولا
قیاساً ولا قول صاحب ولا عدم علمه
بالمخالف الذی یسمیه کثیر من الناس
اجماعاً ویقدمونه علی الحدیث الصحیح
وقد کذب احمد من ادعی هذا الاجماع
ولم یسغ تقدیمه علی الحدیث الثابت
وکذلک الشافعی ایضاً نص فی رسالته
الجدیدة علی ان ما لا یعلم فیه بخلاف
لا یقال له اجماع ولفظه ما لا یعلم
فیه خلاف فلیس اجماعاً وقال عبد الله
بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول
ما یدعی فیه الرجل الاجماع فهو الکذب
من ادعی الاجماع فهو کاذب وهذا هو الذی انکره
الامام احمد والشافعی فی دعوی الاجماع لا ما یظنه
بعض الناس انه استبعاد لوجوده (اعلام صفحہ ۳۲ ج ۱)

کرتے اور اس قول صحابی کے مخالف
قول یا شخص کے علم نہ ہونے کو (جس کا
بعض لوگ اجماع نام رکھ لیتے ہیں
اور اسکو حدیث صحیح پر مقدم کرتے
ہیں) حدیث صحیح پر مقدم نہ کرتے اور
اس اجماع کے مدعی کو وہ دروغ گو
کہتے اور ایسے اجماع کی تقدیم حدیث
پر جائز نہ رکھتے ایسے ہی امام شافعی
بھی اپنے رسالہ جدید میں تصریح کر
چکے ہیں کہ جس قول میں خلاف کا علم
نہ ہو اس کو اجماع نہیں کہا جاتا یہ بعینہ
امام شافعی کے الفاظ ہیں اور عبد اللہ
بن احمد نے کہا ہے کہ میں نے اپنے
باپ امام احمد کو یہ کہتے سنا ہے کہ
ایسے اجماع کا دعوے کذب ہے،
جو مدعی اجماع ہو وہ کاذب ہے۔

امام احمد کے اور دوسرے ائمہ حدیث کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کی حدیثیں اس سے اعلیٰ تر ہیں کہ اُسپر وہمی و خیالی اجماعوں کو مقدم
کیا جائے اور اگر یہ امر جائز رکھا جاوے تو نصوص بیکار ہو جاویں اور ہر شخص
کے لیے (جس کو اپنے خیالی مسئلہ کے مخالف کا علم نہ ہو) جائز ہو جاوے کہ وہ
اپنے اس جہل کو احادیث پر مقدم کرے ایسے ہی اجماع مبنی بر جہالت علم مخالف سے
امام احمد اور امام شافعی نے انکار کیا ہے۔ نہ یہ کہ اجماع کے وجود کو مستبعد و
محال سمجھا ہو جیسے بعض لوگوں (شیعہ و معتزلہ) نے گمان کیا ہے۔

کہو بیٹا! اعلام کی اس عبارت میں یہ تفصیل کہ امام احمد نے وجود شرعی اجماع سے استبعاد و انکار نہیں کیا - بلکہ اس خیالی و وہمی اجماع سے کیا ہے جو ایک شخص یا اشخاص کے اقوال مخالف نص کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا ہو کہ اس کے خلاف کا علم ہمکو نہیں ہوا تو یہی اجماع ہے اور اس قول کو حدیث پر مقدم کرنا جائز ہے!! دیکھکر تمنے امام احمد کے قول مذکور کو انکار وجود اجماع صحیح شرعی کی سند میں پیش کیا ہے - یہ دروغ گوئی یاد ہو کہ وہی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا یہ نتیجہ ترک مطلق تقلید اور اختیار اجتہاد سراپا الحاد نہیں ہے! خدا اس سے صادق اہلحدیث متبعین سنت سید المرسلین کو بچاوے۔ ہمارے بھولے بھالے نواب صاحب بھوپال بھی اس قول امام احمد کے صحیح معنے سمجھنے سے پھسلے اور راہ راست سے چلے گئے۔ آپنے رسالہ حصول المامون میں (جس کا اکثر حصہ ارشاد الفحول شوکانی سے مسروق ہے۔ جیسا کہ انکی تفسیر فتح البیان تفسیر فتح القدیر شوکانی سے اور مسک الختام بدر التمام وغیرہ سے) امام احمد کے اس قول پر ترحم فرمائے اور یوں کہتے ہیں۔ رحم اللہ الامام احمد بن حنبل فانہ قال من ادعی الاجماع فہو کاذب۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ پھر وہ اصفہانی کی تقلید سے صحابہ کے اجماع کے وجود اور اسکے علم کو جائز تسلیم کر گئے۔ چنانچہ بعد نقل قول مذکور امام احمد لکھ گئے ہیں۔ وجعل[2] الاصفہانی الخلاف فی غیر اجماع الصحابۃ وقال الحق تعذر الاطلاع علی الاجماع الا اجماع الصحابۃ حیث کان المجمعون وہم العلماء منہم فی قلۃ الی ان قال ولا سبیل الی ذلک الا فی عصر الصحابۃ اما من بعدہم فلا۔

پھر وہ مقام بیان حجیت اجماع میں یہ بھی لکھ گئے ہیں۔ اختلف[3] علی تقدیر امکانہ فی نفسہ وامکان العلم بہ وامکان نقلہ الینا ہل ہو حجۃ شرعیۃ فذہب الجمہور الی کونہ حجۃ وذہب النظام والامامیۃ و بعض الخوارج انہ لیس بحجۃ۔ اور چونکہ نواب صاحب مذہب نظام معتزلی اور امامیہ

ف ۱ امام احمد حنبل نے کہا ہے جو شخص دعویٰ کرے اجماع کا وہ جھوٹا ہے۔ ف ۲ اصفہانی نے اس اختلاف کو چھوڑا اس اجماع صحابہ کے سوا اور کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ اجماع کی اطلاع مشکل ہے مگر اجماع صحابہ کی کیونکہ وہ کم تھے یہاں تک کہ کہا ہے اس کی طرف کوئی سبیل نہیں مگر زمانہ صحابہ میں اور ان کے بعد نہیں۔ ف ۳ اجماع کے امکان اور اس کے علم اور نقل کے امکان پر اختلاف ہے کہ وہ حجت شرعی ہے یا نہیں۔ جمہور حجت ہونے کے قائل ہیں اور نظام اور امامیہ اور بعض خوارج قائل ہیں کہ حجت نہیں۔

وخوارج سے بیزار تھے لہذا صرف ان مبتدعین کے انکار حجیت اجماع کو ان ہی کی طرف منسوب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ منکر اجماع شرعی تھے۔ بالجملہ حجیت اجماع سے منکر نہ امام احمد ہیں اور نہ کوئی اور سنی۔ اسوقت اس سے انکار ہے تو اے ہمارے نوخیز مجتہد اور روحانی فرزند تم کو ہے ویس۔

نمبر سوم وجود علم ونقل اجماع میں تمنے تقلید اپنے پیشواؤں معتزلہ اور شیعوں اور خارجیوں کی یہ مشکلات پیش کی ہیں۔ (۱) تمام مجتہدین کا علم کس کو (۲) پھر وہ سب اہل اجماع کا ایک جگہ بیٹھکر یا ایک کی بات دوسرے سُنکر اتفاق کیسے کریں۔ (۳) ان سب کے اقوال ہمکو کس ذریعے سے پہنچ سکتے ہیں ہمارے زمانہ کی طرح سلف میں بھی صاحب تصنیف کم تھے۔ اور غیر مصنف بہت لہذا جن اصحاب کے اقوال ہم تک پہنچے ہیں ان سے کہیں زیادہ ایسے ہیں جن کے نہیں پہنچے۔ پھر ہم کیونکہ باور کرسکتے ہیں کہ جن کے اقوال ہم تک پہنچے ہیں وہ منقولہ اقوال سے متفق تھے۔

ان مشکلات کو بیان کرکے تمنے کہا ہے کہ انہی مشکلات کی وجہ سے مسلم الثبوت میں کہا ہے بعض نظامی اور شیعہ کہتے ہیں کہ اجماع کا تحقق محال ہے۔ اور اگر ہو بھی تو ہمکو اس کا علم حاصل ہونا محال ہے اور اگر علم محال ہو تو ہم تک اس کا نقل ہونا تو ضرور ہی محال ہے۔

الجواب اس بیان مشکلات میں تمنے صاحب مسلم پر افترا کیا ہے اور اپنے جاہل اور علما نافہم مصدقین کو اس دام میں پھنسانا چاہا ہے کہ یہ مشکلات صاحب مسلم نے پیش کی ہیں جن کا کوئی جواب اسکو نہیں سوجھا اور کوئی اس کا جواب کیا دیگا۔ اور واقعہ میں ایسا نہیں ہوا۔ یہ مشکلات تو کتاب مسلم میں معتزلہ و شیعہ کی طرف سے نقل کیگئی ہیں۔ اور پھر ہر ایک مشکل کا جواب صاحب مسلم نے کافی وشافی دیکر ان مشکلات کو کالم یکن کردیا ہے۔ ہم اس مقام مسلم کی

پوری عبارت بقدر ضرورت معہ ترجمہ نقل کر دیتے ہیں۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

کتاب مُسلّم میں کہا ہے "بعض اتباع نظام معتزلی و شیعہ کہتے ہیں

مسئلہ لبعض النظامیة والشیعة انه
محال ولو سلم فالعلم به محال ولو سلم
فنقله الینا محال اما الاول فاولا
لان انتشارهم فی الاقطاع یمنع
نقل الحکم الیهم عادة - والجواب
لا منع فی المتواتر کالکتاب و فی
اوائل الاسلام وبعد جدهم فی الطلب
والبحث وثانیا لوکان عن قطعی لنقل
والظنی یمنع الاتفاق عادة لاختلاف
القرائح - الجواب بالمنع فیهما فقد یستغنی
عن نقل القاطع لحصول الاتفاق
والظنی ربما یکون جلیا والاتفاق
انما یمنع فیما یدق واما الثانی
فلامتناع معرفة علماء المشرق
والمغرب باعیانهم فضلا عن اقوالهم
مع جواز رجوع البعض قبل قول الآخر
... واما الثالث فلان الآحاد لا تفید
والتواتر عن الکل فی کل طبقة ممتنع
عادة ومن ههنا قال احمد من ادعی
الاجماع فهو کاذب والجواب عنها
تشکیک فی الضروری فانا قاطعون

کہ اجماع کا وجود محال ہے۔ اگر ممکن مانا
جاوے تو اسکا علم محال ہے۔ علم کو بھی اگر
ممکن مان لیا جاوے تو پھر ہم تک اس کا
نقل ہونا محال ہے۔ پہلے دعوے اجماع
کے محال ہونے پر انکی دلیل پہلی یہ ہے
کہ اہل اجماع کا اطراف عالم میں پھیل جانا
اس سے مانع ہے کہ جس بات یا حکم پر اجماع
ہو وہ ان سب کو پہنچ جاوے اور اس پر سب کا
اتفاق ہو اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ
جو امر متواتر ہو جیسے کتاب اللہ ہے اسکا
سب کو پہنچ جانا منع نہیں کیونکہ قرآن
سبھی کو باوجود انکے انتشار کے اطراف
عالم میں پہنچ گیا ایسے ہی بہت احکام
حلال و حرام اور خاصکر ابتداء اسلام میں
(زمانہ صحابہ میں) اور لوگوں کو طلب و تلاش
میں کوشش کرنے کے بعد کہ پھر کوئی بھی
امر پہنچنا مشکل نہیں رہتا۔ انکی دوسری
دلیل یہ ہے کہ ایک دو کی نقل مفید یقین نہیں
ہوتی اور سب کی طرف سے ہر طبقہ میں تواتر
سے نقل پایا جانا عادۃً محال ہے۔
اسواسطے امام احمد نے کہا ہے کہ مدعی اجماع

باجماع کل عصر علی تقدیم القاطع علی المظنون حتی صار من ضروریات الدین وقول احمد محمول علی انفراد اطلاع ناقلہ اوحدوثہ الان فانہ احتج بہ فی مواضع - ہذا (مسلّم)

کاذب ہے ان دونوں دلیلوں کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ دونو باتیں کہنا ایک امر بدیہی میں شک لانا ہے ہمکو یقینی علم حاصل ہے کہ ہر زمانہ میں اسپر اجماع ہو چکا ہے کہ یقینی ظنی پر مقدم ہے۔ یہانتک کہ یہ مسئلہ دینا میں ضروری یعنی بدیہی تسلیم کیا گیا ہے!!

پہر مسلّم میں اس مسئلہ تقدیم یقینی کو دوسرے مسئلہ میں مدلل کیا ہے۔ مگر عوام ناظرین سے اسکے سمجھنے کی امید کم ہے۔ لہذا اسکے نقل بیان سے تعرض نہیں ہوا۔

اس مقام میں جو بیان ہوا ہے اس سے اسقدر تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ صاحب مسلّم نے معتزلہ وشیعہ کے دلائل کا جواب دیکران مشکلات کو جوانہوں نے پیش کی تہیں اٹھادیا ہے۔ اس سے تمہاری اس قول کا۔ کہ صاحب مسلّم نے ان مشکلات کی نظر سے وجود و علم و نقل اجماع کو محال کہا ہے دروغ ہونا ثابت ہوا صاحب مسلّم کے جوابات کو تم مانو خواہ نہ مانو یہ امر دیگر ہے۔

اب ہم اپنی طرف سے تمہاری مشکلات کا جواب دیتے ہیں اور نہایت معتدل اور نرم پیرایہ میں حق تمپر ظاہر کرتے ہیں اگر ٹھنڈے دل سے سنو۔

بہت سے اجماعوں اور جمہوری مسائل (جن کو مقلدین مذاہب بمقابلہ نصوص پیش کرتے ہیں) ہم اہلحدیث خود نہیں مانتے۔ اسکی تمثیل میں ہم دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔ ایک مدرک امام بحالت رکوع کے مدرکعت ہوجانے پہ دعوے اجماع دوسرے بلا تفریق اطہار ثلثہ طلاق ثلثہ کے تین ہونے پر انکا دعوے اجماع یا جمہوریت ہم ان دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اور انکے برخلاف مدت سے فتویٰ دیتے ہیں۔ مگر بہت سے اجماع ایسے بہی ہیں جن کو بلا خلاف سلف سے خلف تک ماثور و منقول پاتے ہیں۔ اسکی بہی دو ہی مثالیں ہم اس مقام میں پیش کرتے ہیں۔ ایک جواز تقلید خواص کی عوام جس میں معارضہ نصوص نہو۔ اور نہ تخصیص شخص بخیال

وجوب۔

دوسرا۔ اجماع صحت احادیث صحیحین پر۔ ایسے اجماع ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے لوگوں میں منقول و مسلم چلے آتے ہیں پہلا اجماع تو اس مضمون میں ثابت و منقول ہو چکا ہے۔ دوسرا اجماع شرح نخبہ و مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ کتب اصول و شروح احادیث ہیں جسکی عبارات رسالہ نبح الباری میں منقول ہیں۔ ایسے اجماعوں کی نسبت یہ مشکلات پیش کرنا کہ وہ لوگ ایک جگہ جمع ہوکر متفق القول کیونکر ہو گئے ہیں۔ اور اسکا علم ہمکو کیونکر ہوا یا ہو سکتا ہے۔ انہیں مصنف کم تھے اور غیر مصنف زیادہ۔ جن کے اقوال ہم کو پہنچے ہیں ان سے بہیں زیادہ ایسے ہیں جن کے اقوال ہمکو نہیں پہونچے۔ یہ بقول صاحب مسلم ضروری بدیہی اور یقینی امر میں شک ڈالنا ہے۔

آجکل کوئی کسی دینی امر کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکی نسبت اعلان مشتہر کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک کے لوگ جھٹ جمع ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں ہو۔ یا شکاگو۔ یا افریقہ میں یا امریکہ۔ یا یوروپ میں۔ ایسا ہی حال دیکھو۔ آج امرت سر میں ہو تو کل ہندوستان میں۔ پھر اس مجمع کے خیالات متفقہ و مختلفہ دنیا سے اس سرے سے اُس سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ بذریعہ تحریرات بھی اور بذریعہ زبانی خبروں کے بھی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جو وسائل و سامان اجتماع و حصول علم اتفاق و اختلاف (ریل گاڑی تار برقی۔ اخبارات وغیرہ) اب میسر ہیں یہ پہلے زمانوں میں نہ تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ امر بھی لائق شک نہیں کہ جو اخلاص تقوے و بنائے علیہ شوق و طلب تحقیق مسائل دین پہلے زمانوں میں تھا اسوقت اُس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ ولہذا جو کچھ آجکل کے مدعیانِ دین و مذہب ان وسائل و سامان کے ساتھ کر رہے ہیں۔ پہلے زمانوں کے وہ اعیان اسلام ان وسائل کے بغیر کرتے تھے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو تابعین اور تابعین کو تبع تابعین وغیرہ ائمہ دین ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ملتے اور ان سے ہم مجلس ہوتے بہت سے مجامع اُن کے معظم اسلامی شہروں میں ہوتی۔ جن میں وہ علمی اور دینی باتیں ایک دوسرے سے سنتے اور سناتے۔

ایک کتاب صحیح بخاری کو امام بخاری سے بلا واسطہ غیر نوے ہزار اشخاص نے سنا ہے (بستان المحدثین صفحہ ۱۰۲ ملاحظہ کرو) تمام اسلامی دنیا کے لیے جمہوری کانفرنس حج کے لیے جو مجمع کعبۃ اللہ میں ہوتا تھا اور اب تک ہوتا ہے۔ اسمیں لاکھوں کا اجتماع انسانی سے ہوجاتا تھا اور ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے اُن کے اقوال متفقہ ومختلفہ اکناف عالم میں پہنچ جاتے تھے اور پہنچ جاتے ہیں۔ ان تمام مسلمانوں کے چشم دید حالات کے مقابلے میں یہ کہنا کہ انکا اجتماع کیسے ہوتا ہوگا اور اُن کے اقوال کا علم اوروں تک کیونکر پہنچتے ہونگے (بقول صاحب مسلم) بدیہیات میں شک ڈالنا نہیں تو اور کیا ہے!

یہ ان مسلمانوں کے اجتماع وعلم واقوال کے متعلق تمہاری پیش کردہ مشکلات کا جواب ہے۔ رہا جواب تمہاری اسبات کا کہ جن اصحاب کے اقوال ہم کو پہنچے ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ تھے جن کے نہیں پہنچے۔ پھر ہم کیونکر باور کرسکتے ہیں کہ انکے اقوال اقوال موصولہ سے متفق تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نصوص ہوں خواہ آثار صحابہ واقوال جماعیہ (جو مخالف نصوص نہ ہوں اور وہ ہم کو بسند ونقل صحیح پہنچ چکے ہوں) انہیں سے اُنہی کی اتباع واعتبار ولحاظ سے ہم مامور ہیں۔ اور اُن کے مقابلہ میں ان امکانی اور وہمی وخیالی وفرضی نصوص واقوال کے (جو اُن کے مخالف ہوں اور وہ ہمکو نقل اور سند صحیح سے نہ پہنچے ہوں) پیروی اور اعتبار ولحاظ سے ہم مامور نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی پیروی سے ہم روکے گئے

ہیں۔ اور ہماری جماعت اہلحدیث میں یہ اصول مقرر ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف اور اہل اجماع کا اتباع جیسا کہ ان کے فعل کے اقتدا میں ہے ویسا ہی ان کے کسی فعل کو ترک کرنے میں ہے ہمارے مذہب واصول اعتقادات میں عدم النقل بھی ویسی ہے لائق اعتبار ولحاظ کے جیسی کہ نقل عدم (صواعق الہیہ* صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۴ دیکھو) اس کی چند مثالیں کتب حدیث میں یہ ہیں۔ (۱) نماز عیدین میں

*۔ اسکے صفحہ ۲۵۵ میں یہ فرسولی قول نقل کیا ہے "صاحب مایۃ درجواب سوال چہل وہشتم نوشتہ امرے کہ منقول از حضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ نباشد غیر مشروع ست چنانچہ صاحب ہدایہ عدم نقل را از آنحضرت وصحابہ دلیل گرفتہ ہست منہا فی کتاب الصلوٰۃ فی فصل الاوقات التی تکرہ فیہا الصلوٰۃ قال ویکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیہما مع حرصہ منہا ما قال فی باب العید لا یتنفل فی المصلے قبل العید لانہ علیہ السلام لم یفعل مع حرصہ علے الصلوٰۃ۔" وندعا صاحب مایۃ مسائل ازیں روایات علاقہ ندارد چہ عدم نقل چیزے دیگر و نقل عدم چیزے دیگر" پھر کہا ہے "اقول درنقل عدم وعدم نقل حکماً فرق نیست زیرا کہ عدم اصل ست تا آنکہ دلیل دلالت کند بر وجود وچون دلیل کہ ناقل است نباشد عدم بر اصل خود باقی ماند پس عدم دلیل بمنزلہ دلیل عدم باشد دریں صورت علاقہ داشتن مدعاے صاحب مایۃ مسائل ازیں روایات خود ظاہرست ودر مرقاۃ مرقوم ست ثم قال ای ابن حجر وعدم ورودہ لا یدل علے عدم وقوعہ قلنا ہذا مردود بل الاصل عدم وقوعہ حتی یوجد دلیل ورودہ" بنائً علے الاصل اقوال موصولہ صحیحہ کے مقابلہ میں اقوال غیر منقولہ خیالیہ فرضیہ وہمیہ اٹکلیہ

سے پہلے رواتب (نوافل) نہ پڑھنا جیسے پانچوں وقت کی نمازوں سے پہلے پڑھے جاتے ہیں (۲) اذان میں تثویب نہ کرنا (۳) میت کو عمامہ نہ پہنانا اور اس کے نظائر کتب فقہ میں بہت ہیں اور از انجملہ چند مثالیں ہدایہ اور بحر الرائق وغیرہ سے کتاب صواعق الہیہ کے صفحہ ۲۵۲ میں نقل کی گئی ہیں۔

ان مثالوں سے تمہاری مجوزہ اقوال وہمی وخیالی وامکانی کا اعتبار کرنا صاف رد ہوتا ہے۔ ان مثالوں کو اگر تم نہ مانو اور اس مسلہ اصول اہلحدیث سے بھی انکار کر جاؤ۔ تو تمہارے افہام یا افحام کے لیے ایک یہی مثال یا دلیل کافی ہے کہ تم نے ایک جلسے انجمن اہلحدیث لاہور میں بمقام لاہور بمقابلہ تقریر میر ممتاز علی علی مالک رفاہ عام پریس جو عید مولود کی ضرورت میں انہوں نے کی تھی۔ برملا کہا تھا۔ کہ مولود کرنے کا کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔ جس سے تمہارا مقصود یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وتابعین وسلف صالحین سے مولود کا کرنا ثابت نہیں ہوا اور یہی ہر ایک بدعت سے تمہارے اور فرقہ اہلحدیث کے انکار کرنے اور ان کے رد میں مضامین لکھنے کا اصل اصول ہے۔ حالانکہ امکانی اور وہمی اور فرضی وجود مولود اور ہر ایک بدعت کا صحابہ وتابعین وسلف صالحین سے تجویز کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر تم یا تمہارے جیسا کوئی اور شخص حلبی کا شاگرد نصوص وآثار صحیحہ ثابتہ کے مقابلہ میں ان وہمی وفرضی امکانی اقوال کو واجب یا جائز اللحاظ قرار دے تو دین کا

نفی... عدم ورود وعدم نقل کے سبب معرض عدم میں ہیں اور پایہ اعتبار سے ساقط اور کالعدم لم تکن فاعتبروا یا اهل الحدیث ولا تغتروا بهذا الاصل الخبیث الذی اصله هذا المفتری الامرتسری۔

کوئی حکم بھی باقی نہیں رہتا ہر ایک حکم شرعی ثابت باجماع امت
کے مقابلہ میں ایک ملحد و بیدین ایسے وہمی و امکانی و خیالی اقوال سے
معارضہ کرسکتا ہے۔ مثلاً آیات احکام نماز و روزہ وغیرہ کے مقابلہ میں وہ
یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ان آیات کے مقابلہ میں اور ایسی آیات
ہوں جو نماز روزہ وغیرہ کو منسوخ کرچکی ہوں اور وہ ہمکو نہ پہنچی ہوں
یا وہ بقول ڈاڑھی منڈے فقیروں یا غالی رافضیوں کے قرآن مجید میں
درج نہ ہوئی ہوں۔ یا بعد اندراج نکال دی گئی ہوں۔ ایسا ہی احادیث
صحیحہ متعلق احکام حلال و حرام کے مقابلہ میں وہ کہہ سکتا ہے کہ ان
احادیث کے معارض اور ایسی حدیثیں مروی ہونا ممکن ہے جن میں
ان احکام کا خلاف یا نسخ پایا جاتا ہو وعلی ہذا القیاس۔
اس صورت میں دین کا بالکل اعتبار نہیں رہتا اور سلسلہ تکلیف
باحکام و مذہب درہم برہم ہوجاتا ہے اسبات کو سوچو اور اُن
امکانی وہمی اقوال سے [illegible] تو [illegible]

یہ تم سے ناصحانہ خطاب ہے۔ اب میں تمہارے مصدقین رسالہ سے
(خصوصاً ان سے جو انمیں میرے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں) آخری
خطاب اور سوال کرتا ہوں کہ جن باتوں کی وجہ سے تمہارے وکیل
بالخصوص مترا اور سپلوان امرتسری پر اہلحدیث سے خارج اور فرقہ معتزلہ
میں داخل ہونے کا الزام قائم کیا گیا ہے۔ کیا تم بھی انہی کی باتوں کے
قائل ہو۔ (۱) کیا تم بھی بعض احادیث نبوی کے جو بحسب تصریح و بیان
نبوی مفسر قرآن ہیں یا مفسر قرآن ہونیکے منکر ہو اور اُن کو قرآن
کے سیاق سباق کے مخالف سمجھتے ہو۔ (۲) اور کیا تم بھی اقوال و آثار صحابہ
تابعین کو جن میں انکا باہم اختلاف نہو صرف متاخرین معتزلہ وغیرہ
کا ان سے خلاف ہو لائق دست آویز نہیں جانتے (۳) اور کیا تم بھی

اجماع شرعی کے منکر ہو اور اقوال صحیحہ وثابتہ اجماعیہ کے مقابلہ میں یا
فرضی وامکانی اقوال مخالفہ کی تجویز سے اقوال اجماعی کو نا قابل
اعتبار سمجھتے ہو (۴) اور کیا تم بھی عوام کے لیئے خواص مجتہدین
امت محمدیہ صحابہ تابعین وغیرہ ائمہ کی مطلق تقلید کو نا جائز جانتے
اور جو اسکے جواز پر اجماع سلف وخلف کتب اصول وغیرہ میں منقول
ومروی اسکو نا قابل اعتبار سمجھتے ہو۔ ان سوالات اربعہ کا جواب
اگر بشق نفی دو تو پھر تم سے یہ سوال ہے پھر تم نے اس رسالہ کے
تصدیق میں کیوں قلم اٹھایا اور اوراق کو کیوں سیاہ کیا اور اس صورت
میں تمہاری دیانت وامانت سے کیا باقی رہا اور تمہارے فتووں اور
فیصلوں کا کیا اعتبار رہا۔ اور اگر جواب بشق اثبات دو تو پھر بتاؤ کہ
ہمارے تعقبات اور ایگزیمینشنز (امتحانات) کے معائنہ کے بعد
بھی تمہارا وہی سابق خیال رہا ہے۔ یا وہ بدل گیا ہے۔ بدل گیا ہے
تو اس کا اظہار اور اپنے خیال سابق سے رجوع تم پر واجب ہے۔
فوراً کرو۔ اور ہمارے مضمون کی تائید میں قلم اٹھاؤ تاکہ تدارک مافات
سے عمل میں آوے اور وہ پچھلی خطا کا کفارہ ہو جاوے۔ اور
اگر وہ خیال نہیں بدلا تو پھر بتاؤ کہ پھر محکمہ ایڈووکیٹ اہلحدیث سے
کیوں تم پر مذہب اہلحدیث سے خارج اور مذہب معتزلہ میں داخل
ہونے کا حکم نہ لگایا جاوے۔

جس کو اس محکمہ کی خبر نہ ہو وہ اس کا پتہ مولوی ثناء اللہ سے پوچھے یا اسکے
رسالے آیات متشابہات کا صفحہ ۵۲ ملاحظہ کرے جسمیں یہ عبارت درج
ہے "اس زمانہ کے ایک باخبر اہلحدیث بلکہ ایڈووکیٹ (وکیل) اہلحدیث کی
سفارش منظور کریں جن سے ہماری مراد مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی
ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ ہیں۔ (رسالہ آیات متشابہات صفحہ ۵۲)

ناظرین رسالہ خصوصاً اہلحدیث علی الخصوص ارکان مجلس انتظامیہ انجمن اہلحدیث لاہور کی خدمات میں ناصحانہ التماس۔

حضرات جو کچھ مینے ثناء اللہ اور اسکے مصدقین کے کلام پر نکتہ چینی کی ہے اس سے مقصود صرف احیاء سنت و حمایت اہل سنت ہے نہ کوئی نفسانی غرض یا نفاست واللہ علی ذلک لشہید و کفی باللہ شہیدا۔ آپ لوگوں میں سے جو صاحب میری نکتہ چینی میں کوئی غلطی نکالیں میں نہایت انبساط اور ممنونیت کے ساتھ اپنی غلطی اور خطا کو قبول کرنے کیلئے حاضر ہوں اور عام طور پر اپنے نکتہ چینوں سے خطاب کرتا ہوں کہ من لی بالخطا فادعنہ ومن لی بالقبول ولو بحرف ؎ از صحبت دوستے برنجم * کاخلاق بدم حسن نماید * کو دشمن شوخ چشم بیباک تا عیبم ابن نماید * میری یہ التماس خاصکر مولوی وحید الزمان صاحب نواب وقار نواز جنگ بہادر سے ہے جنہوں نے اخبار اہلحدیث ۱ صفر مطابق ۱۸ فروری میں اپنا خط چھپوا دیا ہے جسمیں اپنے منصب وقار کے برخلاف صرف ثناء اللہ کے یکطرفہ بیان پر اسکو ڈگری دیدی ہے اور میری نسبت غائبانہ یہ فیصلہ کیا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو یہ لازم تھا کہ بعد از مصالحہ و مصافحہ پھر دلمیں کینہ رکھتے اور ضغائن سابقہ کو عود کرتے کیونکہ بظاہر صفائی اور محبت اور دل میں بغض و عداوت مومن کے شان کے خلاف ہے بلکہ علامت نفاق ہے۔ افسوس مولوی صاحب موصوف کو جوش عداوت و عناد میں آپکے مساعی جمیلہ کا جو بحق اسلام و اہل اسلام کر رہے ہیں اونکا بھی خیال نہ رہا۔

اس یکطرفہ ڈگری اور غائبانہ فیصلہ کا اپیل میں نے اپنے خط ... ۱۰ فروری ...ء کے ذریعہ مولوی صاحب ہی کی خدمت میں پیش کیا۔ جس میں مینے ثابت کر دیا تھا۔ کہ میری مصالحت و مصافحہ جو ثناء اللہ سے ہوا تھا وہ شرطی تھا۔ ثناء اللہ نے اس شرط کو توڑ کر مصالحت کو فسخ کیا ہے۔ اور جو آپ کے خیالی مساعی بحق اسلام و اہل اسلام ثناء اللہ سے وقوع میں آئے ہیں وہ اس قسم کے ہیں۔ جو محض لغین اسلام سے بحق اسلام وقوع میں آچکے ہیں۔ مولویصاحب نے اس خط کے جواب میں دو خط لکھے ہیں مگر ان میں ان سے تدارک مافات عمل میں نہیں آیا۔ اور جو خلاف وقار ان سے یکطرفہ ڈگری ہو گئی ہے اسکے اصلاح انہوں نے نہیں کی۔ اب وہ اس مضمون جواب اتباع سلف کو تانی اور وقار سے ملاحظہ کر کے فرماویں کہ رسالہ اتباع سلف میں جو خیالات اسنے ظاہر کئے ہیں ان خیالات کے ساتھ وہ اہل سنت و اہل حدیث کہلا سکتا ہے؟ کیا اسکے مساعی بحق اسلام حدیث ان اللہ لیؤید الدین بالرجل الفاجر کا مصداق ہیں؟ اور کیا وہ ڈاکٹر گاڈفری ہیگنس سے جس نے آنحضرت کی حمایت میں کتاب اپالوجی فار محمد جس کا ترجمہ حمایت اسلام کے نام سے چھپا ہے بڑھ کر ہو سکتا ہے آپنے اس مجمل گذارش کی طرف توجہ نہ کی۔ تو مجبوراً اس اجمال کے تفصیل رسالہ میں کرنی پڑے گی۔

راقم ابو سعید محمد حسین

اسلامیہ ... لاہور میں چھپا

تراجم عبارات عربیہ صفحہ ۲۹۳ و ص ۲۹۴

نمبر (۱) حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی "تاریخ البدایۃ والنہایۃ" میں کہا ہے کہ امام بخاری اپنے زمانہ میں اہلحدیث کے امام تھے۔ اور وقت کے پیشوا اور اپنے ہم زمانہ اور اقران سے مقدم اور قتیبہ بن سعید نے کہا ہے کہ میں مجتہدوں عابدوں زاہدوں کا ہم نشین رہا میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کا سا کوئی نہیں پایا۔ وہ ... میں ایسے تھے جیسے صحابہ میں عمر فاروق۔ اگر وہ صحابہ کے وقت ہوتے۔ تو البتہ ایک ... ہوتے۔ اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے۔ چنانچہ خطیب نے بسند صحیح اُن سے نقل کیا ... ملک خراسان میں محمد بن اسمٰعیل جیسا کوئی نہیں ہوا۔ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل ان کے پاس بغداد میں پہنچے۔ تو وہ ان کو خراسان میں ٹھہرے رہنے پر ملامت کرتے۔ اور یعقوب بن ابراہیم دورقی نے کہا ہے۔ کہ امام بخاری امت محمدیہ کے ایک مجتہد ہیں۔ اور بندار ابن بشار نے کہا ہے کہ امام بخاری [illegible] لوگوں سے بڑھکر مجتہد ہیں۔ اور نعیم بن حماد نے کہا ہے کہ وہ امت محمدیہ کے ایک مجتہد ہیں۔ اور امام اسحٰق بن راہویہ نے کہا ہے۔ اے اہلحدیث کے گروہ اس نوجوان (امام بخاری) کو دیکھو اور اُس سے روایات حدیث لکھو۔ کیونکہ یہ اگر امام حسن بصری کے وقت ہوتا تو وہ اُن کے محتاج ہوتے۔ کیونکہ حدیث اور فقہ کی معرفت (پہچان) رکھنے اور بعض اماموں نے اُن کو امام احمد و امام اسحٰق سے فقہ و حدیث میں بہتر کہا ہے۔

نمبر ۲۔ اور حاشد بن اسمٰعیل نے کہا ہے کہ مجھے ابو مصعب احمد ابن ابی بکر نے کہا ہے کہ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) ہمارے نزدیک امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر مجتہد ہوئے ہیں۔ اور حدیث میں بہت بصیرت والے ایک آدمی اسکے ہم نشینوں میں سے بولا کہ تم اعتدال سے بڑھ کر بولے ہو۔ ابو مصعب نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ اگر میں امام مالک کے وقت ہوتا۔ اور اُن کے مُنہ اور امام بخاری کے مُنہ کو دیکھتا۔ تو میں کہتا کہ یہ دونوں فقہ و حدیث

تراجم عبارات عربیہ صفحہ ۲۹۳ و ص ۲۹۴

نمبر (۱) حافظ عمادالدین ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں کہاہے کہ امام بخاری اپنے زمانہ میں اہلحدیث کے امام تھے۔ اور وقت کے پیشوا۔ اور اپنے ہم زمانہ اور اقران سے مقدم اور قتیبہ بن سعید نے کہاہے کہ میں مجتہدوں عابدوں زاہدوں کا ہم نشین رہا میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کا سا کوئی نہیں پایا۔ وہ ... میں ایسے تھے جیسے صحابہ میں عمر فاروق۔ اگر وہ صحابہ کے وقت ہوتے۔ تو البتہ ایک ... ہوتے۔ اور امام احمد بن حنبل نے کہاہے۔ چنانچہ خطیب نے بسند صحیح اُن سے نقل کیا ... ملک خراسان میں محمد بن اسمٰعیل جیسا کوئی نہیں ہوا۔ اور حافظ عمادالدین ابن کثیر نے کہاہے کہ امام احمد بن حنبل ان کے پاس بغداد میں پہنچے۔ تو وہ ان کو خراسان میں ٹھہرے رہنے پر ملامت کرتے۔ اور یعقوب بن ابراہیم دورقی نے کہاہے۔ کہ امام بخاری امت محمدیہ کے ایک مجتہد ہیں۔ اور بندار ابن بشار نے کہاہے کہ امام بخاری ہمارے زمانہ میں سب لوگوں سے بڑھکر مجتہد ہیں۔ اور نعیم بن حماد نے کہاہے کہ وہ امت محمدیہ کے ایک مجتہد ہیں اور امام اسحٰق بن راہویہ نے کہاہے۔ اے اہلحدیث کے گروہ اس نوجوان (امام بخاری) کو دیکھو اور اُس سے روایات حدیث لکھو۔ کیونکہ یہ اگر امام حسن بصری کے وقت ہوتا تو وہ اُن کے محتاج ہوتے۔ کیونکہ حدیث اور فقہ کی معرفت (پہچان) رکھنے اور بعض اماموں نے اُن کو امام احمد و امام اسحٰق سے فقہ و حدیث میں بہتر کہاہے۔

نمبر ۲۔ اور حاشد بن اسمٰعیل نے کہاہے کہ مجھے ابو مصعب احمد ابن ابی بکر نے کہاہے کہ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) ہمارے نزدیک امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر مجتہد ہوئے ہیں۔ اور حدیث میں بہت بصیرت والے ایک آدمی اسکے ہم نشینوں میں سے بولا کہ تم اعتدال سے بڑھ کر لیے ہو۔ ابو مصعب نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ اگر میں امام مالک کے وقت ہوتا۔ اور اُن کے مُنہ اور امام بخاری کے مُنہ کو دیکھتا۔ تو میں کہتا کہ یہ دونوں فقہ و حدیث

ہیں ایک ہیں۔

نمبر ۳۔ محمد بن یوسف ہمدانی نے کہا ہے کہ ہم قتیبہؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ تو ایک شخص شعرانی جس کو ابو یعقوب کہتے تھے آیا۔ اور اِسنے محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کا حال پوچھا۔ تو اُنہوں نے کہا۔ کہ میں حدیث میں بھی نظر [illegible]۔ فقہ میں بھی اور مجتہدوں۔ زاہدوں اور عابدوں کا ہم نشین رہا [illegible]یں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) جیسا کوئی [illegible]ھا۔ اور کہا کہ کسی نے قتیبہ سے نشہ کی حالت میں طلاق دینے والے [illegible] سوال کیا۔ تو اتنے میں امام محمد بن اسمٰعیل وہاں آپہنچے۔ تو قتیبہ نے سائل سے امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ یہ شخص امام احمد بن حنبل ہے۔ اور اسحٰق بن راہویہ ہے۔ اور علی بن المدینی ہے۔ اُن کو خدا تعالےٰ یہاں لے آیا ہے۔ یعنی اس سوال کا جواب ان سے لے۔ فربری (شاگرد امام بخاری) نے کہا ہے کہ میں نے محمد بن ابی حاتم [illegible] کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے حاشد بن اسمٰعیل کو یہ کہتے سُنا۔ کہ میں جب امام بخاری کا بصرہ میں قدم رنجہ فرمانا سُنا۔ تو جب وہ آئے تو محمد بن بشار نے کہا کہ مجتہدین کے سردار آج یہاں آئے ہیں۔

نمبر ۴۔ امام بخاری نے کہا۔ کہ میں اسحٰق بن راہویہ کے پاس تھا۔ اُن سے کسی نے بھول کر طلاق دینے والے کی بابت سوال کیا۔ تو آپ بہت دیر تک چُپ ہو رہے۔ تو میں نے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے میری امت کی اِن باتوں سے درگذر کیا ہے۔ جو ان کے دل میں گذریں۔ جب تک کہ وہ اُن پر عمل نہ کریں۔ اور مُنہ سے نہ بولیں اِس حدیث میں آپ کی مراد یہ ہے کہ ہر کام میں عمل دل و زبان یا کلام تینوں کا جمع ہونا شرط ہے۔ اور جب کہ بھُولنے سے طلاق دینے والے کا دلی خیال و ارادہ طلاق دینے کا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اُس کی طلاق صحیح نہیں۔ امام

ابو اسحٰق نے کہا۔ تم نے میری مدد کی۔ خدا تم کو مدد دے۔ پھر اسی کے مطابق فتوٰے دیا۔

نمبر ۵۔ امام علی بن حجر نے کہا ہے کہ ملک خراسان میں تین شخص ہوئے ہیں۔ پھر پہلے امام بخاری کو ذکر کیا۔ اور کہا کہ وہ سب سے بڑھکر بصیرت والے اور علم حدیث کو جاننے والے اور سب سے بڑھ کر مجتہد ہوئے ہیں۔ اِن کی مانند میں کسیکو بھی نہیں جانتا۔ اور امام احمد بن اسحٰق سرماری نے کہا ہے۔ کہ جو شخص ٹھیک جیسا کہ حق ہے۔ اور سچے مجتہد کو دیکھنا چاہے وہ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کو دیکھ لے۔

نمبر ۶۔ اور احمد بن یسار نے تاریخ مرو میں کہا ہے کہ امام بخاری نے حدیث کو طلب کیا۔ اور وہ اہل حدیث لوگوں کے ہم نشین رہے۔ اور حدیث کے لیئے سفر کیئے۔ اور حدیث میں ماہر اور بڑے صاحب بصیرت ہوئے۔ اچھی معرفت اور اچھی یادداشت والے اور اجتہاد کیا کرنے اور عبد اللہ بن حماد آملی نے کہا ہے۔ کہ میں آرزو کرتا ہوں۔ کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا۔ اور سلیمان بن مجاہد نے کہا۔ کہ مَیں نے ساٹھ سال سے امام بخاری سے بڑھکر مجتہد اور پرہیزگار نہیں دیکھا۔

نوٹ

مسئلہ وقف علے الاولاد (نمبر ۱۰ وغیرہ میں) چھپ جانے کے بعد ندوۃ العلماء کا رسالہ وقف علے الاولاد اور اسکے متعلق کاغذات معتمد ندوہ کے توجہ سے ہمارے پاس پہنچے۔ جن سے معلوم ہوا کہ مسئلہ وقف علے الاولاد پریوی کونسل میں اس خیال سے صحیح خیال نہیں کیا گیا کہ صرف اپنی اولاد و اقارب پر وقف کرنا ایسا ہے جیسے کوئی ایک ہاتھ سے خیرات کرے اور دوسرے ہاتھ سے خود ہی لے لے۔ پریوی کونسل کے اس خیال کا جواب ہمارے مضمون وقف میں کافی شافی دیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام اور شریعت میں ایک مسلمان کا

خاص اپنی جان پر خرچ کرنا بھی صدقہ و خیرات کہلاتا ہے۔ اور وقف علے الاولاد تو انجام کار و آخیر میں خود بخود وقف علے الفقرا ہو جاتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ اور اُسکی پریوی کونسل کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ شریعت اسلام میں دخل دے یہی مضمون ندوۃ العلماء کے رسالے میں بیان ہوا ہے اور اس پر تمام اہل اسلام و پنجاب کا عام اتفاق رائے حاصل کرنے کی ندوہ کوشش کر رہا ہے۔ اور امید ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہوگا۔ اور گورنمنٹ ہند سے ایک نیا قانون پاس کرائیگا جس میں وقف علی الاولاد جائز قرار دیا جائیگا۔ اور اگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ اور ایسا نیا قانون پاس نہ ہوا تو بھی ہمارا وقف گورنمنٹ میں جائز تسلیم کیا جائیگا کیونکہ ہم نے اپنے وقف کو صرف اولاد و اقارب سے مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ اس میں سر دست و دم نقد فقرا و عام طلباے علم دین کو شامل کر لیا ہے۔ بتاریخ ۳۱ مارچ ۱۹۱۰ء ہمکو ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب کی عزت ملاقات حاصل ہوئی۔ اور اپنا مضمون وقف انکی خدمت میں پیش کیا تو ہز آنر نے اس مضمون کو تصدیق کیا اور فرمایا کہ وقف اولاد میں اگر اور فقرا کو بھی شامل کیا جاوے تو یہ وقف جائز ہے۔ لہذا ہم کو یقین ہے کہ اگر گورنمنٹ ہند سے نیا قانون پاس نہ ہوا۔ تو بھی ہمارا وقف پرانے قانون کے رو سے صحیح تسلیم کیا جائیگا۔ بالفعل تو ہم نے تجویز وقف کا مسودہ مشتہر کر کے اپنی نیّت کو ظاہر کیا ہے۔ اور جب خاکسار کی مقبوضہ اراضی گورنمنٹ کی طرف سے میری ملک میں آجائے گی تب اس ارادے و نیت پر عمل کر کے دکھایا جائے گا۔ اور اس وقف کو باضابطہ نافذ و ناجز کیا جائے گا۔ صفحہ (۲۴۳) میں ۳۱ مارچ تک حصول ملکیت کی امید ظاہر کی گئی تھی۔ اسکا تصفیہ ابتک نہیں ہوا اور وہ ہنوز زیر تجویز ہے۔ اس سے پہلے خاکسار کو اس وقف کے شرائط و قواعد میں تبدیلی کا اختیار حاصل ہے۔ لہذا بالفعل یہ تبدیلی کیجاتی ہے کہ جو اپنی وفات کے بعد در صورت نا اہل ہونے جملہ اولاد کے وقف کا متولی ہونا انجمن اہلحدیث لاہور کو تجویز کیا گیا تھا۔ وہ بالفعل ملتوی ہوا۔ کیونکہ یہ انجمن پوری وجوہ و تدبیر ہوئی تھی کہ وہ حالت نزع کو پہنچ گئی ہے۔ جسکی زیادہ تر باعث وہ جب مولوی ثناءاللہ بعد لعن تبری ہیں۔ اور انکی تقلید سے ایک صاحب و قار رشید آبادی

انجام بخیر کرے۔